رمضان المبارک کے فضائل اور اس میں ہونے والے واقعات پر منفرد تصنیف

ماہِ رمضان بخشش کا ساماں

مؤلف
حضرت مولانا مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

رمضان المبارک کے فضائل اور اس میں
ہونے والے واقعات پر منفرد تصنیف

ماہِ رمضان
بخشش کا سامان

مؤلف،
حضرت مولانا مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

نام کتاب .... ماہِ رمضان بخشش کا سامان

مصنف .... مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

صفحات ۸۹۶

کمپوزنگ .... فیصل رشید

تاریخ اشاعت .... جون ۲۰۱۳ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... 600/- روپے

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

شرف انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو

رحمت عالمیان، شہنشاہ کون ومکان، حبیب رحمٰن، غم خوار امت کی جان عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دل میں عشق اور آنکھوں میں شوق دیدار لئے بوسیلۂ چار یار منسوب کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں عرض ہے کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرمائے اور بوسلۂ رسول اعظم نبی محتشم وصلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت مسلمہ کا ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت و قیامت میں شفاعت عظمیٰ و جنت الفردوس میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال

کتاب کا آغاز

بروز جمعرات ۱۸ ربیع النور بمطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۳ء کو کیا

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

مناجات بارگاہِ الٰہی عزوجل

یااللہ بخش دے تو رحیم و کریم ہے
بھکاری ہیں تیری بارگاہ میں میرے مولا عزوجل

تیرے سوا کون سنتا ہے ہماری
گناہگاروں پر کر کرم میرے مولا عزوجل

تیرے بندے ہیں اگرچہ گندے ہیں
بخش دے واسطہ تجھے اپنے حبیب ﷺ کا میرے مولا عزوجل

اتنی تو عنایت کردی ہم بدکاروں پر
مسلمان بنا کر پھر اپنا بھکاری بنایا میرے مولا عزوجل

نہیں پاس مجاہد کے کوئی حسن عمل
کون پوچھتا ہے تجھ سے بے سبب بخش دے میرے مولا عزوجل

رمضان المبارک کی یادیں

چلا اب ہم سے ماہ رمضان یارسول اللہ ﷺ
نہ کر سکے راضی ماہ رمضان یارسول اللہ ﷺ

نہ شب بیداری کی نہ قیام الیل
غفلت میں گزر گئے شب و روز یارسول اللہ ﷺ

وہ سحری میں اٹھنا اور افطاری کرنا
بہت کچھ یاد آ رہا ہے یارسول اللہ ﷺ

وہ مسجدوں کی رونق وہ مسلمانوں کا ہجوم
کیے جاتا ہے اب آنکھوں کو اشک بار یارسول اللہ ﷺ

نہ کر سکے حسن عمل گناہگار و بدکار
رہ گیا اب رمضان چند گھڑیوں کا مہمان یارسول اللہ ﷺ

تڑپا رہی ہیں مجاہد کو وہ مقدس گھڑیاں
نہ جانے پھر کب دیکھوں گا ماہ رمضان یارسول اللہ ﷺ

مقدمہ

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا مقدس و بابرکت مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس مہینے میں اپنے بندوں پر رحمت واسعہ اور مغفرت کاملہ فرماتا ہے۔

رمضان المبارک کا صحیح مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ آج کل صریح عیاشی ہے۔ اعلیٰ سحری اور ٹھنڈے مشروب کی بھرمار ہے۔

جس گھر کی طرف نظر و کرو لذیذ کھانے پکتے ہیں اور حد سے زیادہ ڈٹ کر کھاتے ہیں۔

پھر نہ انہیں روزے کی چاشنی حاصل ہے نہ ہی معرفت الٰہی اور نہ ہی عبادت میں ذوق حاصل ہوتا ہے بلکہ سارا دن جسم بوجھ بنا رہتا ہے۔ اپنے نفس کو ہر وقت دنیا کے لئے تیار نہیں رکھنا چاہئے بلکہ آخرت کے لئے تیار کرنا چاہئے۔ دنیا تو ایک بازار ہے جو عنقریب بند ہونے والا ہے جو کھلے بازار میں اپنے گھر کی فکر نہیں کرتے انہیں بازار بند ہونے کے بعد پچھتانا پڑتا ہے اور گھر میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جو بازار میں گھر کی فکر میں مبتلا رہتے ہیں وہ بازار بند ہونے سے پہلے گھر کی ضرورت کو پورا کر لیتے ہیں اور بازار بند ہونے کے بعد پچھتاوے سے بچ جاتے ہیں۔ دانا دنیا کے بازار میں آخرت کا سامان اکٹھا کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قلب زندہ عطا فرماتا ہے یعنی انہیں ایسا قلب عطا فرماتا ہے جو آخرت کو پہچانتا ہے۔ ایسے قلوب میں اللہ تعالیٰ کا نور ہوتا ہے۔ یہ قلب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے نفس کو کچلتے رہتے ہیں، کم سوتے اور لذیذ کھانا اور ٹھنڈے مشروب تو دور کی بات

بلکہ اتنا کم کھاتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکیں۔ زیادہ کھانے سے قلب میں خون پیدا ہوتا ہے اور جس قلب میں خون ہوتا ہے اس کے جسم میں فساد ہوتا ہے۔ کم سونے سے قلب کی چربی پگھلتی ہے یعنی قلب سے فساد مٹ جاتا ہے اور قلب کثافت سے پاک ہو جاتا ہے۔ پھر یہ لطیف شے کو قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نور ایک لطیف شے ہے اور جب یہ نور قلب کو نصیب ہوتا ہے تو وہ نور انسان کی روح کی غذا بنتا ہے اور جب روح کو تسلی بخش غذا ملتی ہے تو اسے ایک حلاوت اور سرور حاصل ہوتا ہے اس میں انسان کم ہنستا ہے اور زیادہ روتا ہے۔ ایک اس حال سے باخبر ہوتا ہے اور ایک بے خبر ہوتا ہے۔ بے خبر وہ ہے جس کا جہل اور حیرت میں قدم ہے اور باخبر وہ ہے جس کا علم اور معرفت میں قدم ہے، باخبر انسان ہر خطرے سے آگاہی رکھتا ہے۔ دوست اور دشمن کی پہچان رکھتا ہے۔ باخبر انسان چونکہ گناہ کی حقیقت کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اس لیے اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ نابینا انسان گوبر اور لسی ملا کر رکھ لیتا ہے اور اس میں اگر بچھو پیدا ہو جائیں تو ان سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔ جب بچھو ڈستا ہے تب اسے خبر ہوتی ہے۔ بینا انسان بچھو کو دیکھ کر اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ نابینا وہ ہے جس کا قلب نابینا ہے اور قلب وہ نابینا ہے جس میں نور معرفت نہیں۔ نابینا گناہ کے فعل کو صرف عقل سے محسوس کرتا ہے لیکن اس کے انجام کو دیکھنے سے قاصر ہے اس لیے وہ گناہ میں ہر وقت مبتلا رہتا ہے۔ صاحب قلب انسان گناہ کے انجام کو دیکھتا ہے اس لئے اس سے بچتا رہتا ہے۔ کوئی دانا انسان خطرے والے کام کو نہیں کرتا۔ نابینا کی آنکھ اس وقت کھلے گی جب قبر میں پہنچے گا اور اس کے اعمال اس کے گرد گھومیں گے اس وقت عمل کی حقیقت سے باخبر ہوگا لیکن اس وقت کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ باخبر انسان اس عدالت میں پیش ہونے سے پہلے پہلے معاملہ صاف اور درست کر لے گا اور بری ہو جائے گا جس طرح دنیا کا کام کسی عقل سے لیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ آخرت کے کام کے لئے قلب کو بیدار کرے۔ عقل کھونے سے دنیا میں پریشانی ملتی ہے اور قلب کھونے سے آخرت میں پریشانی ملتی

ہے۔ دنیا میں عقل اور قلب اگر اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و اطاعت میں ڈھال دے گا تو دنیا اور آخرت دونوں کامیاب ہو جائیں گی۔ اسی لئے اگر اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت حاصل کرنی ہے تو رمضان المبارک کے ایام میں کم کھانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرنی چاہئے۔ رمضان المبارک ایسا مقدس مہینہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتا ہے۔ یہ تو وہ مقدس مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ہر شب ساٹھ ہزار کی بخشش فرما دیتا ہے اور دس لاکھ گناہگاروں کی دوزخ سے رہائی عطا فرما دیتا ہے۔ رمضان المبارک امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یقیناً بخشش کا مہینہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا مقصد اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب دینا ہوتا تو ہرگز رمضان المبارک عطا نہ فرماتا۔

نزہۃ المجالس میں ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ کو امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب کرنا' مقصود ہوتا تو ان کو رمضان اور سورہ قل ھو اللہ احد شریف ہرگز عنایت نہ فرماتا (نزہۃ المجالس' ج ا' ص ۲۱۶)

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک ایسا مقدس مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے لہٰذا امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہئے اس مقدس و بابرکت مہینہ کی قدر کرے اور خوب نوافل و عبادت اور روزے رکھ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرے۔

میری یہ کتاب

(۱) ان دھڑکنوں کے نام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کو محسوس کرتی ہیں۔

(۲) ان قلوب کے نام جو اللہ تعالےٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں غوطہ زن رہتے ہیں۔

(۳) ان ارواح کے نام جن کی غذا بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر ہے۔

(۴) ان مقدس آنکھوں کے نام جن کو سکون بھی تلاوت قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔

(۵) ان مقدس خیالات کے نام جو ہر وقت اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔

ماہِ رمضان

بخشش کا سامان

الحمدللّٰہ حمدالشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین سید الانبیآء والمرسلین اکرم الاولین والاخرین حامل لواء الحمد یوم الدین اول الشافعین والمشفعین صاحب المقام المحمود بین المحشورین الذی نطقہ وحی رب العلمین۔ والذی خلقہ معیار للحسن فی الاوّلین والآخرین رحمۃ للعٰلمین۔ حبیب رب العلمین سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلی آلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الراشدین المھدیین وازواجہ الطاھرات المطھرات امھات المومنین واولیآء امتہ الواصلین الکاملین وعلمآء امتہ الراسخین من المفسرین والمحدثین والائمۃ المجتھدین اجمعین

امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ ﷺ

وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللّٰہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللّٰہ ﷺ

وعلی آلک واصحابک یا نوراللّٰہ ﷺ

درود شریف کی فضیلت

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
شفیع اعظم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔
جس نے مجھ پر صبح وشام دس دس مرتبہ درود پاک پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پائے گا۔ (مجمع الزوائد ج:۱۰ ص:۱۶۳ حدیث ۱۷۰۲۲)

قیامت کا دن گناہگاروں پر طویل اور مومنین پر پلک جھپکنے کی مقدار ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ جلال میں ہوگا۔ ہر شخص افراتفری میں ہوگا اور اپنے شفیع کو ڈھونڈے گا۔ تمام مخلوق حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے عرض کرے گی مگر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے تم کسی اور نبی کے پاس جاؤ۔ غرض حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام تک سب انبیاء علیہم السلام شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تم سب لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہی تمہاری شفاعت فرمائیں گے تو تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کے لئے عرض کریں گے تو میرے مصطفیٰ کریم نانا حسنین کریمین بے چین دلوں کے چین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔

اور جس امتی نے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ہوگا تو میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس غمخوار امتی کی شفاعت فرمائیں گے اور جنت میں داخلہ دلوائیں گے۔

پڑھو درود کہ دلوں کا چین ہے
ہوگی شفاعت میرے رسول اللہ ﷺ کی

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے بے حد محبت کرتا ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امت کو یٰبنی اسرائیل ان کے نسبی ناموں کے ساتھ خطاب فرمایا مگر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو پیارے القابات کے ساتھ خطاب فرمایا۔

جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے نماز، زکوٰۃ، حج اور روزے رکھنے کا حکم دیا تاکہ میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت روزے رکھے اور پھر میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو بخش دوں۔ یقیناً رمضان المبارک مغفرت کا مہینہ ہے کہ اس مقدس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بے حساب مغفرت فرمادیتا ہے۔ انسان پورے گیارہ ماہ گناہوں کے دلدل میں پھنس کر گناہ کرتا رہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو ان گناہوں سے بچانے اور مغفرت فرمانے کے لئے رمضان المبارک جیسا مقدس مہینہ عطا فرمایا۔ یہ وہ مقدس مہینہ ہے جس کی راتیں رحمتوں سے مزین ہیں جن کے دن بدکاروں کے لئے مغفرت کا سامان ہیں۔ یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوش نصیب ہے۔ اس کتاب میں سب سے پہلے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل عرض کروں گا۔ پھر رمضان المبارک میں ہونے والے مشہور واقعات کو ذکر کروں گا پھر اس کے بعد رمضان المبارک کے روزوں کے فضائل اور اعتکاف کے فضائل اور مسائل عرض کروں گا۔

قرآنِ مجید سے اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران:۱۱۰)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور شان بیان ہو رہی ہے۔

شانِ نزول

ایک مرتبہ مالک بن صیف اور وہب ابن یہود اعلمائے یہود نے حضرت عبداللہ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، سالم مولیٰ حذیفہ اور دیگر انصار علیہم الرضوان سے کہا کہ

تم نے مسلمانوں میں کیا خوبی دیکھی کہ ہم سے محبت توڑ کر ان سے محبت جوڑ لی

ان بزرگوں نے جواب دیا کہ

مسلمانوں کا دین بہتر دین ہے اور ان کی قوم بہترین قوم ہے اور ان کے نبی افضل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

تب یہودی بولے

نہیں! بلکہ یہودیت تمام دینوں سے افضل ہے اور بنی اسرائیل تمام جہانوں سے اعلیٰ تمہارا قرآن بنی اسرائیل سے فرمارہا ہے۔

وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

تب ان یہود کی تردید میں اور ان بزرگوں کی تائید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن تحت آیۃ کریمہ)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی اقسام

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت دو اقسام پر ہے۔

(۱) امت دعوت

(۲) امت اجابت

اُمت دعوت

جن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا فرض ہے اسے امت دعوت کہتے ہیں۔

امت اجابت

"جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح طور پر مان بھی لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لے آئے اسے امت اجابت کہتے ہیں"

تو تمام عالم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

اور امت اجابت مسلمان ہیں۔

یہاں امت اجابت مراد ہے۔

آیت کریمہ کی دو تفسیریں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ...... الخ کی دو تفسیریں ہیں۔

تفسیر اوّل

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف اشارہ ہے۔

اے جماعت صحابہ کرام جنہیں ایمان کیساتھ دیدار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نصیب ہوا۔ تم تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور بہتر ہو کہ کوئی شخص کتنے ہی نیک عمل کرے تمہاری درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ تم تمام مسلمانوں کے لئے نشان ہدایت بنا کر پیدا کئے گئے ہو۔ تم وہ ہدایت کے ستارے ہو کہ تمہارے ذریعے تمام امت کے بیڑے پار لگیں گے۔ سب کا ایمان واعمال تم سے وابستہ ہے۔ تمہاری صفت یہ کہ تا قیامت لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دو اور برائیوں سے روکو کہ تم ہی سے نبوت کا فیض دنیا میں جاری ہو اور تمہاری ہی بتائی ہوئی احادیث وتفاسیر پر لوگ عمل کر کے اچھائیاں اختیار کریں اور برائیوں سے بچیں۔ اس امت مسلمہ میں اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر ایمان لانے سے پہلے تم ہی ہو کہ تم نے قرآن شریف کی جیتی جاگتی تفسیر نورانی تصویر یعنی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تم مسلمانوں کی صف اول ہو کہ امام صرف تم دیکھ رہے ہو اور آئندہ لوگ تمہارے نقش قدم کو دیکھیں گے اگر تمہاری طرح مدینہ کے اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کا بھلا ہو جاتا کہ وہ بھی خلق کے مقتداء بن جاتے مگر ہوا یہ کہ ان میں سے تھوڑے لوگ تو ایمان لے آئے جیسے سیدنا عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی مگر بہت سے لوگ اپنی ناجائز عزتیں اور آمدنیاں برقرار رکھنے کے لئے کافر ہی رہے۔

دوسری تفسیر

اے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی امت تاقیامت

مسلمانو!

تم تمام گزشتہ امتوں سے بہتر ہو' تمہیں لوگوں کے بھلے کے لئے پیدا کیا گیا کہ تم ہی قیامت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی دو گے اور گواہ مدعی کو بڑا پیارا ہوتا ہے تو تم تمام نبیوں کو بہت پیارے ہو۔ تمہارے ذریعہ لوگوں میں تبلیغ ہوگی اور کافر مسلمان ہوں گے۔ تمہارے ہی ذریعے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آئیں گی' تمہاری ہی

بقاء سے لوگوں کا بقاء ہوگا۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ تم میں سے ہر شخص بقدر طاقت دنیاوالوں کو بھلائی سکھائے بتائے اور کرائے اور برائیوں سے بچائے اور ہٹائے۔ تم اللہ تعالیٰ پر توکل وایمان رکھو کہ اگر تبلیغ کے راستہ میں تکالیف بھی ہوں تو برداشت کرو۔

سابقہ امتوں سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام سابقہ امتوں سے افضل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت (تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اہل بیت واولاد سے افضل ہیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن مبارک یعنی مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ منورہ تمام انبیاء علیہم السلام کے وطنوں سے افضل ہے۔

جیسا کہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے جلوے نظر آتے ہیں تمام روئے زمین کے مسلمان اسی وطن میں حج کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ غرضیکہ افضلیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے وابستہ ہے۔

آیت نمبر۲

قرآن مجید میں ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

(آل عمران:۱۱۴)

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

یعنی ذات الٰہی عزوجل سے لے کر قیامت تک کی تمام باتوں کو نبی علیہ السلام کی

معرفت سے مانتے ہیں کہ اسی معرفت کا نام ایمان ہے۔ نبوت کے بغیر ربوبیت وغیرہ ماننا توحید تو ہے مگر ایمان نہیں۔ ان بزرگوں کی لازمی صفات بیان فرما کر متعدی صفتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ لوگ خود اپنی اصلاح پر قناعت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اپنی طرح بنانے کی کوشش کرتے ہیں اسی لیے ہر شخص کو ہر اچھی بات کا مشورہ دیتے ہیں اور ہر بری بات سے روکتے ہیں۔

آگے ارشاد فرمایا:

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

یسارعون

سرعت سے بنا ہے جس کا معنی دوڑنا اور جلدی کرنا۔

جلدی ختم کرنے کی کوشش مراد نہیں اس کا نام تو عجلت ہے بلکہ جلدی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خیرات

خیرات سے مراد ہر قسم کے نیک اعمال ہیں یعنی وہ لوگ ہر بھلا کام کرنے میں جلدی کرتے ہیں، اپنی موت کے خوف سے یا اس کے فوت کے اندیشہ سے یا یہ مطلب ہے کہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

اولئک سے مراد اسی مبارک جماعت کی طرف اشارہ ہے جن میں مذکورہ صفات پائی جاتی ہیں۔

صلحین یا صلاح

بمعنی درستی عمدگی اور خوبی سے بنایا۔

صلاحیت (بمعنی قابلیت ولیاقت) سے بنا یعنی یہ لوگ بہت نیک صالح جماعت میں سے ہیں یا اس جماعت میں سے ہیں جو بارگاہ الٰہی عزوجل کی حاضری کے لائق

ہے۔

اس سے پچھلی آیات کریمہ اور اسی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان یا اہل کتاب صحابہ علیہم الرضوان کی آٹھ صفات بیان فرمائی ہیں۔

(۱) حق پر قائم رہنا

(۲) رات میں تلاوت کرنا

(۳) نماز تہجد یا نماز اوابین پڑھنا

(۴) اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لانا

(۵) لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دینا

(۶) سب کو بری باتوں سے روکنا اور منع کرنا

(۷) بھلائیوں میں جلدی کرنا

(۸) ان سب کا صالح نیک وعادل ہونا

فرمایا کہ

یہ لوگ دین پر قائم ہیں کہ کسی لالچ وخوف سے بال برابر بھی دین سے نہیں ہٹتے کوئی طاقت ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں کرنے دیتی راتیں غفلت اور محض سونے میں نہیں گزارتے بلکہ تلاوت قرآن مجید اور ذکر الٰہی میں گزارتے ہیں۔ جب سب سوتے ہیں تو یہ سجدوں میں سر رکھ کر روتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر صحیح معنی میں ایمان رکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت سے انہیں ذات وصفات اور قیامت کے احوال کے ساتھ مانتے ہیں اپنے دین کو چھپاتے نہیں بلکہ سب تک پہنچاتے ہیں کہ اچھی بری باتیں لوگوں کو سمجھا کر اچھائیوں کی رغبت اور برائیوں سے نفرت پیدا کرتے ہیں۔ اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ سانسوں کو غنیمت جان کر ہر نیک کام میں جلدی کرتے ہیں اور نیکیاں سستی سے نہیں کرتے بلکہ ہر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ سارے لوگ متقی عادل پرہیز گار اور ہماری ہر نعمت خصوصاً صحبت پاک مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق ہیں۔

اعتراض

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جلدی کرنا اچھا ہے اور حدیث شریف میں ہے۔

العجلة من الشيطان

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ

تعجیل کار شیاطین بود

جلدی کرنا شیطانی کام ہے

توان دونوں میں مطابقت کیسے ہوگی اور کیا مراد لیں گے۔

الجواب

نیکوں میں سرعت اچھی ہے عجلت بری' سرعت سستی کے مقابل ہے اور عجلت اطمینان کی۔ قرآن مجید میں سرعت کی تعریف ہے اور حدیث نے عجلت کی برائی کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ

نیکیوں میں جلدی کرو اپنی موت اور اس کے فوت ہونے سے پہلے کرلو مگر ادائے اطمینان سے کرو۔

غالباً یہ حدیث ہے کہ

عجلوا الصلوة قبل الفوت و عجل التوبة قبل الموت

یعنی فوت سے پہلے نماز پڑھ لو اور موت سے پہلے توبہ کرلو۔

یہاں عجلت بمعنی سرعت ہے۔

آیت نمبر ۳

قرآن مجید میں ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (توبہ:۱۱۲)

توبہ کرنے والے (اللہ کی) عبادت کرنے والے حمد وثنا کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم کرنے والے برائی سے منع کرنے والے۔ اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں کی حفاظت کرنے والے (اے محبوب) مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

اس آیت کریمہ میں امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان ہو رہی ہیں اوران کو خوشخبری دینے کا حکم فرمایا جارہا ہے۔

معلوم ہوا کہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہے اور انشاء اللہ حدیث مبارکہ کے مطابق آدھی جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بھری ہوگی۔ یہ حدیث مبارکہ انشاء اللہ احادیث مبارکہ میں ذکر کروں گا۔

آیت نمبر ۴

قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

(البقرہ:۱۲۸)

اے ہمارے رب! ہم کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو اپنا تابع فرمان بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں ربنا فرمایا گیا

ربنا یہاں یا پوشیدہ ہے یعنی اے ہمارے رب عزوجل اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنا ہو تو ویسے ہی نام سے پکارا جائے۔

رزق کے لئے

یارزاق

شفا کے لئے

یا شافعی الامراض

دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے

یا قھار

وغیرہ

☆ **واجعلنا**

یہ جعل سے بنا جس کے چند معنی ہیں:

(۱) کرنا

(۲) بتانا

(۳) دینا

(۴) بیان کرنا

(۵) تعلیم دینا

(۶) رہبری کرنا

(کبیر)

☆ **مُسْلِمَیْنِ لَکَ**

یہ لفظ مسلم کا تثنیہ ہے جو اسلام سے بنا جس کے معنی ہیں:

(۱) سپرد کرنا

(۲) فرمانبرداری کرنا

(۳) محفوظ ہو جانا

مومن کو مسلم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے کو رب عزوجل کے سپرد کرتا ہے اور اس کا فرمانبردار ہو جاتا ہے اور شیطان اور جہنم وغیرہ سے بچ جاتا ہے۔

اصطلاح میں

جب اسلام مطلق آتا ہے تو ایمان اور درستی اعتقاد کے معنی دیتا ہے اور لام کیساتھ اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کے معنی رکھتا ہے۔لہٰذا یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

یعنی

اے اللہ عزوجل ہمیں اپنا فرماں بردار رکھ یا بنا

پہلی صورت میں

یہ دعا تعلیم کے لئے ہے۔

دوسری صورت میں

اپنے اور تمام لوگوں کے لئے طلب استقامت کے لئے ہے۔

اس میں یہ بتایا گیا کہ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت بہت بڑی نعمت ہے اور اطاعت پر استقامت خاص اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔اپنی بہادری نہیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ:

ایک استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔

☆ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ

عن سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی کیونکہ آپ علیہ السلام کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان میں بعض کفار بھی ہوں گے اور ارادہ الٰہی کیخلاف دعا کرنا منع ہے۔لفظ نا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام دونوں کی اولاد میں ہوں یعنی بنی اسمٰعیل علیہ السلام

لہٰذا یہ دعا بنی اسرائیل کے لئے نہ ہوئی۔

☆ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

امۃ' ام سے بنا بمعنی اصل

ماں کو بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بچے کی اصل ہے۔

اور اصطلاح میں

امت وہ جماعت ہے جو کسی ایک چیز میں بااختیار یا بلا اختیار جمع ہو شریعت میں وہ جماعت کہلاتی ہے جو کسی ایک دین میں متفق ہو لہٰذا ایک باپ کی اولاد ایک پیر کے مریدین ایک گھر کے لوگ لغۃً امت ہیں شرعاً نہیں کیونکہ یہاں دین میں جمع ہونا ملحوظ نہیں۔

☆ وَاَرِنَا

یہ اراۃ سے بنا ہے۔

جس کے معنی آنکھ سے دکھانا بھی ہے اور عقل و خیال سے ادراک کرنا بھی اور یہاں مناسک کے معنی کے لحاظ سے دونوں ہی بن سکتے ہیں یعنی دکھا اور بتا ہم کو۔

☆ مَنَاسِكَنَا

یہ منسک بفتح سین کی جمع ہے یا منسک بکسر سین کی۔

یہ نسک سے بنا ہے جس کے معنی ہیں عبادت کرنا۔ اسی لئے عابد کو ناسک اور قربانی کو نسیکہ کہتے ہیں۔

منسک بفتح سین عبادت کی جگہ

اور

بکسر سین عبادت کے اعمال

عرف میں

زیادہ تر حج کے افعال و مقامات کو مناسک کہتے ہیں۔

یعنی

اے اللہ تعالیٰ! ہمیں حج کے مقامات

یعنی

عرفات

منیٰ

مزدلفہ

وغیرہم

دکھادے یا حج میں کرنے کے احکام احرام تلبیہ' رمی وغیرہ بتادے۔

خیال رہے کہ

جس کام سے رب کوراضی کیا جائے وہ عبادت ہے

عبادت تین طرح کی ہے:

(۱) عبادت نفسانی

(۲) عبادت شیطانی

(۳) عبادت رحمانی

عبادت نفسانی

یہ ہے کہ انسان اپنی عقل ورائے سے نیکیاں کرے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے منہ موڑے رہے۔

جیسے

کفار مشرکین کا صدقہ وخیرات وغیرہ کرنا

عبادت شیطانی

یہ ہے کہ شیطان کی تعلیم سے عبادت کی جائے۔

جیسے

مشرکین کا بت پرستی کرنا جس سے وہ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہیں پہلی عبادت بیکار ہے اور دوسری شرک۔

عبادت رحمانی

یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے کی جائے۔

ارنا میں عرض کیا گیا۔

مولا عز وجل ہمیں عبادت تو سکھا نفس و شیطان سے بچا۔

خیال رہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ تین طرح عبادت سکھاتا ہے:

(۱) فطری طور پر

جیسے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہوتے ہی فرمانا:

اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ (مریم:۳۱)

(۲) الہامی طور پر خواب میں الہام ہو یا بیداری میں

جیسے

حضرت خلیل علیہ السلام نے خواب کے ذریعے قربانی معلوم فرمائی۔

(۳) وحی ظاہر کے طور پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارنا فرما کر ان تینوں طریقوں کی طرف اشارہ فرما دیا کہ ہمیں دکھائے خواہ الہام سے خواہ وحی وغیرہ سے اور میرے مولیٰ عز وجل چونکہ حج بڑی مشکل چیز ہے لہٰذا اگر آئندہ ہم حاجیوں سے کوئی خطا ہو جایا کرے تو

وَتُبْ عَلَیْنَا

تو ہماری توبہ قبول فرما ہمیں توبہ کی توفیق دینا

یا

ہم پر کرم سے رجوع فرما

☆ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم

تو ہی بار بار اور بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

خیال رہے کہ

توبہ کے معنی ہیں

رجوع کرنا

بندے کی توبہ گناہوں سے

اور

اللہ تعالیٰ کی توبہ غضب سے رجوع کرنا ہے

اس لئے تواب اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور بندے کی بھی صفت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علم غیب اور دعا امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فراست سے معلوم کرلیا کہ اس تقریب اور تعمیر کعبہ کے رنگ میں کوئی دوسری دنیا ظاہر ہوگی اور عشق اپنے نئے کرشمے دکھائے گا۔ اس بیت اللہ کے ذریعہ باطن ظاہر کا لباس پہنے گا اور آدمی ملائکہ کی طرح خلاف عقل اطاعت الٰہی کردیں گے اور اس میدان میں لبیک کا شور مچا کرے گا چونکہ تعمیر کعبہ ہم سے کرائی گئی ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سہرا ہمارے سر رہے گا۔ پس آپ علیہ السلام نے خوش ہوکر سب سے پہلے اپنے لیے اور پھر اپنی مسلم اولاد کے لئے چند دعائیں کیں۔

عرض کیا:

یا اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو ہمیشہ مطیع اور فرمانبردار رکھنا کہ تیرے احکام کے قبول کرنے میں کبھی حیل وحجت نہ کیا کریں اور میری مسلمان اولاد کو بھی اسی طرح اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانا تاکہ حج کے ارکان ادا کرنے میں عقلی اعتراضات نہ کیا کریں۔ اس لئے کہ حج میں عقل کی مخالفت اور عشق کی پیروی ہے۔

مجنونوں کی سی وضع قطع بنانا کہ ننگے سر کفنی پہنے بال بکھیرے شور مچاتے پھرنا۔ اس گھر کے گرد پروانہ کی طرح گھومنا' کہیں پتھروں کو چومنا' کہیں دشمن کو بغیر دیکھے محض خیال پر پتھر مارنا کہیں جانوروں کا خون بہانا مولا انہیں ایسی توفیق دینا کہ بلا حیل و حجت ہر سال یہ کام کیا کریں اور چونکہ یہ ارکان حج عقل سے سمجھ میں نہیں آ سکتے اس لئے تو خود ہمیں یہ کام بھی سکھا اور ہر کام کی جگہ بتا کہ کون سا کام کہاں ہوگا' احرام کہاں باندھے گا' قربانی کہاں ہوگی اور پتھر کہاں پھینکے جائیں گے اور چونکہ یہ تمام کام بہت دشوار بھی ہیں اور اکثر لوگوں کو عمر میں ایک بار ہی نصیب ہوا کریں گے اس لئے جو کوتاہیاں ہو جایا کریں انہیں فرما دیا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی یہ دعائیں حرف بحرف قبول فرمائیں کہ وہ دونوں حضرات زبردست احکام پر بلا تکلف عمل کر گزرے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خود کو ذبح کے لئے پیش کر دیا اور خلیل اللہ علیہم السلام بلا تامل بیٹے پر چھری لے کر کھڑے ہو گئے اور ان کی ذریت میں ہمیشہ مومن رہے اور خانہ کعبہ میں ہمیشہ حج بھی ہوتا رہے گا۔ سیدنا علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

اس دعا کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ہمارے خلیل (علیہ السلام) کو حج کرا دو چنانچہ آپ علیہ السلام حاضر ہوئے اور آٹھویں ذوالحجہ سے تیرھویں تک تمام اعمال حج کرائے۔ اسی حالت میں تین دن دسویں' گیارھویں' بارھویں تین جگہ شیطان ملا۔ آپ علیہ السلام نے انہیں دفع کرنے کے لئے سات سات کنکریاں ماریں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ

آئندہ آپ علیہم السلام کی اولاد بھی اسی جگہ کنکر مارا کرے گی۔

(تفسیر عزیزی تحت آیہ کریمہ)

اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپ علیہم السلام کی ایک جماعت کا نام مسلمان ہی رکھا گیا۔

لفظ مسلمۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا خاص امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی کیونکہ ہم سے پہلے کسی امت کا نام مسلمان نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (حج:۷۸)

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام نے امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا فرمائی اور یہ اس امت کی صفت اور خاصیت ہے۔

آیت نمبر ۵

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ:۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں پر افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

☆ وکذلک

یہاں کاف تشبیہ کا ہے اور ذالک اسم اشارہ ہے۔ اس میں بہت گفتگو ہے کہ تشبیہ کس سے دی جارہی ہے اور ذالک سے کدھر اشارہ ہے۔

بعض نے فرمایا کہ

اس سے یھدی کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی

جیسے کہ تمہیں ہدایت دی ایسے ہی تم کو بہتر بنایا۔

بعض نے فرمایا کہ

ولھم کی طرف اشارہ ہے

یعنی

جیسے تمہیں درمیانی قبلہ کی طرف پھیرا ایسے ہی تمہیں افضل کیا۔

بعض نے فرمایا کہ

اصطفنیا کی طرف اشارہ ہے

یعنی

جیسے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بزرگی دی ایسے ہی تمہیں امت وسط بنایا۔

بعض نے فرمایا کہ

پورے جملے؟؟المشر ق......الخ کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی

جیسے کہ مشرق ومغرب سب ہی اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن بعض جگہ کو عزت دی ہے کہ اسے قبلہ بنایا ایسے ہی بندے سب اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن یہ تمہیں عزت دی کہ سب سے افضل کیا اور سب کا گواہ بنایا کہ تمہاری گواہی پر ان کا فیصلہ ہو۔

بعض نے فرمایا کہ

یہ اشارہ غیر مذکور چیز کی طرف ہے۔

جیسا کہ

کبھی ضمیر بغیر ذکر مرجع آجاتی ہے۔

(تفسیر کبیر تحت الایۃ)

مگر ان سب میں بہتر ترجمہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ ورحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ارشاد فرمایا:

کذالك ایک پوشیدہ لفظ کی مبتدا یا خبر ہے اور ذالك سے آئندہ کلام کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی

بات یہی ہے کہ ہم نے تمہیں افضل کیا اس لئے کہ اس میں محذوفات بھی کم ہیں اور کلام بھی نیا ہے۔ گزشتہ صورتوں میں پورا جملہ محذوف ماننا پڑتا ہے۔

☆ **جعلنکم**

ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب تمام امت سے ہے کیونکہ آئندہ اوصاف بھی سب ہی کے ہیں۔

اور جعل بنانے کے معنی میں ہے کیونکہ اس کے دو مفعول آ رہے ہیں

یعنی

اے مسلمان! ہم نے تمہیں بنایا

نیز

جعلنا میں دو معنی کا احتمال ہے ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تھا یا بنایا ہے۔

یعنی

جیسے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے افضل الرسل ہیں ویسے ہی تم اول ہی سے خیر الامم ہو کہ عرش و کرسی کی پیدائش سے پہلے تم کو ان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے لئے چن لیا، تم اول ہی سے ہمارے انتخاب میں آ چکے ہو۔

نیز

گزشتہ کتابوں و صحیفوں میں تمہارے فضائل و مناقب تفصیل وار مذکور تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ (فتح ۲۹)

یا

اے مسلمانو! ہم نے تمہیں تا قیامت بہترین امت بنایا کہ تمہیں قرآن دیا تم میں اولیاء و صلحاء و علماء رکھے۔

پہلی صورت میں

اللہ تعالیٰ کے انتخاب کا ذکر ہے۔

اور

اس صورت میں انتخاب کے ظہور کا تذکرہ ہے۔

☆ امۃً وسطاً

درمیانی امت

وسط سین کی حرکت سے مستقل اسم ہے یعنی درمیانی چیز اور سین کے سکون سے ظرف جیسے وسط البیت گھر کے بیچ میں

یہاں

پہلے معنی میں ہے

اس میں چند احتمال موجود ہیں

ایک ''عادل و منصف'' کیونکہ انصاف افراط اور تفریط کے بیچ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اَوْسَطُهُمْ

(القلم:۲۸)

اوسط بمعنی عادل

دوسرا احتمال

بہتر کا ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ

(آل عمران:۱۱۰)

وہ آیت کی تفسیر ہے:

نیز

بہترین چیز درمیان میں رہتی ہے، مجلس کا صدر بیچ میں اور تسبیح کا امام درمیان ہی میں رہتا ہے۔

تیسرا احتمال

بیچ کی چیز ہے

یعنی

افراط وتفریط سے خالی۔ اس لئے کہ کناروں میں کوتاہی اور کمی رہتی ہے اور بیچ کا حصہ پر بھی۔

نیز

کنارے بیچ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دائرہ کا مرکز بھی بیچ ہی میں ہوتا ہے۔

یعنی

اے مسلمانو! ہم نے تمہیں انصاف کرنے والا یا بہتر یا بیچ کی امت بنایا کہ تمام لوگ تمہاری طرف رجوع کریں۔

جیسا کہ

مرکز کی طرف دائرہ ہوتا ہے۔

☆لِتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

تا کہ تم لوگوں کے مقابل گواہ ہو۔

شہدا جمع شہید کی ہے۔

جس کے معنی ہیں

''حاضر''

گواہ کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر ہوتا ہے۔

اگر یہاں آخرت کی گواہی مراد ہے تو ناس سے۔ گزشتہ امتوں کے کفار مراد ہیں۔

اور اگر

دنیا کی گواہی مراد ہے تو ناس سے تمام انسانی مراد ہیں۔

جیسا کہ

تمہیں یہ صفات اس لئے دیئے ہیں کہ ایک بڑا کام یعنی گواہی تمہارے سپرد کی گئی۔

اور اے مسلمانو! تم اپنی عظمت قائم رکھنا کیونکہ تمہاری شان یہ بھی ہے کہ

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط

(بقرہ:۱۴۳)

اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

یہاں

الرسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور یا تو علی لام کے معنی میں ہے

یا

شہید میں رقیب کے معنی کالحاظ

یعنی

تم تو اور امتوں کیخلاف گواہی دو گے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری تائید و تصدیق فرمائیں گے کہ یہ سچے ہیں۔

یا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے عادل ہونے کی گواہی دیں گے کہ یہ فاسق فاجر نہیں قابل گواہی ہیں کیونکہ وہ دنیا میں تم میں سے ہر ایک کے تمام حالات سے مکمل واقف ہیں۔

بہترین امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

اے مسلمانو! جیسے ہم نے تمہیں بہتر قبلہ بہتر پیغمبر بہتر کتاب عطا فرمائی۔ ایسے ہی تم پہ بھی کرم فرمایا کہ تمہیں عقائد واعمال کے لحاظ سے درمیانی امت بنایا کہ نہ تم یہودیوں کی طرح انبیاء علیہم السلام کے دشمن اور نہ عیسائیوں کی طرح ان کو خدا نہ کہو نہ دھریوں کی

طرح خدا کے منکر اور نہ مشرکین کی طرح چند معبودوں کے قائل نہ جبریوں کی طرح بندے کو بالکل مجبور مانو اور نہ قدریوں کی طرح تقدیر کا انکار کرو۔

غرضیکہ

تمہارا عقیدہ درمیانہ ہے۔ یہی اعمال کا حال کہ نہ تو تم عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کی طرح تارک الدنیا اور نہ دیگر دنیاداروں کی طرح آخرت سے غافل بلکہ تمہارے ایک ہاتھ میں دنیا ہے اور دوسرے ہاتھ میں دین ہے بلکہ تمہاری دنیا بھی دین۔

یا

یہ کہ ہم نے تمہیں تمام امتوں کا صدر اور سردار بنایا کہ

جیسے

مجلس کے بیچ میں محراب ایسے ہی تمام امتوں میں تم صدر نشین ہو کہ سب تمہاری پیروی کریں اور تم سب کے استاد

یا

ہم نے تمہیں سب سے بہتر امت بنایا کہ تمہیں شریعت بھی دی اور طریقت بھی دی اور تم میں قیامت تک کے لئے علماء اور اولیاء چھوڑے۔

''تمہارا کام تھوڑا اور ثواب زیادہ''

تم اس بارش کی طرح جس کا اول بھی بہتر اور اخیر بھی بہتر ہے۔

تمہارے اول صحابہ کرام علیہم الرضوان

تمہارے درمیان اولیاء و علماء کرام

تمہارے اخیر میں مہدی و عیسیٰ علیہما السلام

یا

تمہیں عادل امت بنایا کہ تمہاری گواہیوں سے مقدمات میں فیصلے ہوں اور تمہاری گواہی سب پر جاری ہو اور تم پر کسی کی نہ ہو۔

یہ فضائل تمہیں اس لئے دیئے کہ تاکہ تم دنیا میں لوگوں پر گواہ ہو اس طرح کہ تمہاری گواہی کافر پر بھی معتبر ہو۔

اور اس طرح کہ

تم جس کو ولی اور جنتی کہہ دو وہ حقیقت میں ولی ہی ہو اور جسے تم برا اور جہنمی کہہ دو وہ ویسا ہی ہو۔

اور اس طرح کہ

تمہارا اجماع شرعی دلیل ہے۔

یعنی

جس چیز کے حلال و حرام ہونے پر تم متفق ہو جاؤ۔ وہ یقیناً ایسی ہی ہو۔

یا

تاکہ تم پچھلے کفار کے خلاف گواہ ہو جبکہ قیامت میں گزشتہ پیغمبروں کی نافرمان امتیں انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کریں گی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اتہام لگائیں گی کہ یا مولیٰ عزوجل ہم تک تیرے احکام انہوں نے پہنچائے ہی نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام عرض کریں گے

یہ جھوٹے ہیں ہم نے تبلیغ کی انہوں نے نہ مانی۔ پیغمبروں کو حکم الٰہی ہوگا کہ آپ تبلیغ کے مدعی ہو اور یہ لوگ انکاری

اپنے گواہ پیش کرو

وہ اس وقت امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں گے۔ مسلمان انبیاء علیہم السلام کی گواہی دیں گے جس پر کفار جرح کریں گے کہ تم پیچھے آئے بغیر دیکھے گواہی کیونکر دے رہے ہو۔

مسلمان عرض کریں گے کہ

ہم نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلبی ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے متعلق دو گواہیاں دیں گے۔ ایک یہ کہ سچے ہیں ہم نے واقعی ان سے فرمایا تھا کہ اگلے پیغمبروں نے تبلیغ کی اور ان کی قوم نے سرکشی کی۔

دوسرے یہ کہ

اے خالق باری تعالیٰ یہ مسلمان گواہ فاسق فاجر نہیں بلکہ پرہیز گار اور قابل گواہی ہیں۔ تب انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں حکم ہوگا۔

اور اے مسلمانو! ہمارا یہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بھی تمہارا گواہ ہے کہ اس نے فرمادیا کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ بھی اچھا ہے۔

اور اس نے فرمایا کہ

تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو جسے تم جنتی کہو وہ جنتی اور جسے تم دوزخی کہو وہ دوزخی۔

(مشکوۃ باب المشی باالجنازۃ)

اور انہوں نے فرمایا کہ

میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی

اور انہوں نے فرمایا

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی وغیرہم

نیز

آخرت میں بھی وہ تمہارے عیب چھپائیں گے اور تمہاری خوبیوں کی گواہی دیں گے۔

خیال رہے کہ

قیامت میں چار گواہیاں ہوں گی

ایک کاتبین اعمال فرشتوں کی

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ٥

(ق:۲۱)

دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ

(النساء:۴۱)

تیرے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کا یہاں ذکر ہوا ہے۔

چوتھے مجرم کے ہاتھ پاؤں کی

فرمایا:

وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ

(یٰسین:۶۵)

معلوم ہوا کہ بہترین امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بہت زیادہ ہیں جن میں سے کچھ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ

یہ امت سب سے پچھلی ہے تا کہ اگلی امتوں کی طرح اس کی بدنامی نہ ہو اور اس کے عیب نہ کھلیں۔ گزشتہ امتوں کے عیب قرآن کریم نے بیان کیے جس سے وہ قیامت تک بدنام ہو گئیں۔ ہمارے بعد نہ کوئی آسمانی کتاب آئے گی اور نہ ہمارے عیب کھلیں گے۔

دوسرے یہ کہ

یہ امت سب سے پچھلی ہے تاکہ سب کی گواہی دے سکے کیونکہ گواہی واقعہ کے بعد ہوتی ہے نہ کہ پہلے ہوتی ہے۔

تیسرے یہ کہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امت یہود کی تفریط اور عیسائیوں کے افراط سے پاک ہے اس کے عقائد و اعمال درمیانی ہیں۔

چوتھے یہ کہ

انشاء اللہ اس میں اولیاء کرام وصلحاء کرام رہیں گے۔ پچھلی امتوں کی طرح سب گمراہ نہ ہو جائیں گے۔

پانچویں یہ کہ

ان کے جسم شریعت سے اور ان کے قلب طریقت اور معرفت سے منور گے۔

چھٹے یہ کہ

ان کی زبان حق کا قلم ہے جس چیز کو یہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی اور جس کو برا کہیں وہ بری ہے۔

ساتویں یہ کہ

یہ امت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہ اور ظاہر ہے کہ گواہ مدعی کو بڑا پیارا ہوتا ہے کہ وہ گواہی سے مقدمہ جیتے گا لہٰذا یہ سب پیغمبروں کے محبوب ہیں۔

آٹھویں یہ کہ

سب لوگ مسلمانوں کے حاجت مند ہیں مسلمان کسی قوم کے محتاج نہیں۔ اس لئے دینوی حکومتیں اسلام سے قوانین لیتی ہیں اور کفار قرآن سے فائدے اٹھاتے ہیں مگر افسوس کہ مسلمان اس سے بے پرواہ ہو کر ذلیل وخوار ہو گئے۔

نویں یہ کہ

اسی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح دین کے مددگار

ہیں۔انہیں مفسرین، محدثین فقہاء ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔

دسویں یہ کہ

اسی امت میں تا قیامت اولیاء کرام غوث وقطب وابدال ہوتے رہیں گے۔

گیارہویں یہ کہ

اسی امت کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح عمریاں بے شمار لکھی گئیں۔قرآن کریم کی بے انداز تفسیریں ہر زبان میں ہوئیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک حال حدیثی شکل میں دنیا کے سامنے آ گیا۔کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو یہ خوبیاں میسر نہ ہوئیں۔یہ فضائل تو دنیا کے تھے آخرت میں بھی یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں سے افضل وبہتر ہوگی کہ تمام جنتیوں کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔جن میں سے اسی صفیں اس امت کی باقی چالیس صفیں دیگر امتیوں کی ہوں گی۔اس امت کے گناہوں کا حساب خفیہ ہوگا نیکیوں کا اعلانیہ اس امت کے لئے حوض کوثر کی ہر میدان محشر میں آئیگا۔پہلے یہ امت جنت میں جائے گی۔

بعد میں دوسری امتیں جنت میں جائیں گی۔

چند فوائد

(۱)

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء کا اجماع شرعی دلیل ہے۔

(۲)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل واشرف ہیں کہ جب ان کی نسبت سے ان کی امت تمام امتوں سے افضل۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اہل بیت اطہار سے افضل ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مکۃ المکرمہ و مدینۃ المنورہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے شہروں سے افضل ہیں تو جن کے دم کی یہ تمام بہاریں ہیں خود ان کی افضلیت کا کیا پوچھنا۔

(۳)

گواہی عملی بھی ہوتی ہے اور قولی بھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرمانا اللہ تعالیٰ کی عملی گواہی ہے اور ان کی نبوت کا کتاب میں ذکر فرمانا قولی گواہی ہے۔

قیامت کے دن امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام کی قولی گواہ ہوگی۔ مگر دنیا مین یہ امت عملی گواہ بھی ہے اور قولی گواہ بھی۔ مسلمانوں کا کسی کو ولی اللہ سمجھنا یا کسی کار خیر کو اچھا سمجھنا اس کی ولایت کی عملی گواہی ہے اور قدرتی طور پر ان کا کسی کو ولی اللہ کہنا کسی کار خیر کو اچھا کہنا قولی گواہی ہے۔

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

ذیل میں چند اعتراضات کیے جاتے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیئے جائیں گے۔

کیا یہ امت: پچھلے پیغمبروں سے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت میں ان کی تو نہ مانی اور اس اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مان لی۔

الجواب

افضل تو انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہیں مگر چونکہ اس مقدمہ میں ایک فریق ہیں اس لئے گواہی دوسرے کی چاہئے اگرچہ ان سے وہ ادنیٰ ہو۔

جیسا کہ

تحصیلدار پر چمار دعویٰ کر دے تو اگرچہ تحصیلدار حاکم ہے مگر اس مقدمہ میں اپنا گواہ کسی اور کو ہی بنائے گا اگرچہ وہ گواہی کوئی معمولی آدمی ہی ہوں۔

اعتراض

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہی پر فیصلہ ہونا تھا تو مسلمانوں کو درمیان میں کیوں رکھا گیا۔

الجواب

فیصلہ تو مسلمانوں کی گواہی پر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی تو مسلمانوں کی توثیق کے لئے ہے اور اس میں مسلمانوں کی خاص عزت افزائی بھی ہے۔

اعتراض

مسلمانوں میں تو فاسق و فاجر اور بدکار بھی ہیں تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے وہاں تعریف کر دیں گے اگر تعریف کر دیں تو غلط بیانی ہے اور اگر ان کے عیب کھول دیں تو ان کی بدنامی بھی ہے اور گواہی بھی رد ہوتی ہے۔

الجواب

آخرت میں گواہی کے لئے متقی اور پرہیزگار ہی پیش ہوں گے۔ جھوٹے اور وعدہ خلاف لوگ لعن طعن کرنے والے نہ کسی کی شفاعت کریں اور نہ ہی گواہی دیں۔

نیز

صحاح ستہ کی روایت بھی اس پر شاہد ہے اسی لئے قرآن کریم نے یہاں فرمایا کہ تم کو امت وسط بنایا تا کہ گواہ ہو جس سے معلوم ہوا کہ اس امت کی گواہی ہے نہ کہ ہر ایک کی۔

دوسرا جواب

فاسق اور فاجر گواہ بن تو سکتا ہے مگر گواہی دے نہیں سکتا۔ اس لئے فاسقوں کی موجودگی میں نکاح جائز ہے اگرچہ بعض مسلمان دنیا میں فاسق و فاجر ہیں مگر یہ گواہ بننے کا وقت ہے لیکن آخرت میں بخشش یا عذاب پا کر سب بے گناہ ہوں گے تو ممکن ہے کہ بعض گناہگار بھی معافی پا کر گواہوں میں شامل ہو جائیں۔

اعتراض

اگر مسلمانوں کی گواہی سے کاموں کی خوبی ثابت ہو تو ڈاڑھی منڈانا شراب پینا چوری کرنا سب ہی جائز ہونا چاہئے کیونکہ بعض مسلمان اسے اچھا سمجھتے ہیں۔

الجواب

اس کے دو جواب ہیں

ایک یہ کہ

کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف معتبر نہیں چونکہ ان چیزوں کو شریعت نے صراحتاً حرام کر دیا لہٰذا تمام جہان کی گواہی سے بھی اچھی نہیں ہوسکتیں گواہی تو سکوتی احکام میں ہے۔

جیسا کہ

محفل میلاد شریف

دوسرا جواب یہ ہے کہ

کوئی مسلمان بھی انہیں اچھا سمجھ کر نہیں کرتا خود کو گناہگار ہی جانتا ہے اور جو اچھا سمجھنے لگے وہ کافر ہوگیا مسلمان ہی کہاں رہا تا کہ اس کی گواہی معتبر ہو۔

اعتراض

مسلمان سب سے اخیر میں آئے پھر انہیں بیچ کی امت کیوں کہا گیا۔

الجواب

تفسیر سے معلوم ہوگیا کہ یہاں بیچ سے درمیانی عقائد و اعمال والے یا عادل یا بہتر مراد ہیں نہ کہ زمانہ کے لحاظ سے بیچ۔

اعتراض

اللہ تعالیٰ کو تو علم تھا کہ اس امت میں بڑے بڑے گناہگار و بدکار بھی ہوں گے۔

دیکھو

آج مسلمان ایسے ایسے جرم کر رہے ہیں جو پچھلی امتیں نہ کر سکیں پھر اس امت کو بہترین امت کیوں فرمایا۔

الجواب

اس لئے کہ اس امت میں تا قیامت اولیاء وحقانی علماء کرام ہوتے رہیں گے۔

نیز

اس امت جیسے اولیاء کرام کسی امت میں نہ ہوئے گزشتہ امتوں میں غوث پاک رضی اللہ عنہ وخواجہ اجمیر علیہ الرحمہ وغیرہم جیسے اولیاء کہاں ہوئے اشرف افراد کی وجہ سے قوم اشرف ہو جاتی ہے اگر چہ قوم میں بدلوگ بھی ہوں۔ انسان کو اشرف المخلوق قرار دیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ (الاسراء:٧٠)

حالانکہ بعض انسان وہ جرم کر لیتے ہیں جو ابلیس سے نہ ہو سکیں۔

تمام مکہ معظمہ ایک بیت اللہ کی وجہ سے اشرف ہو گیا اگر چہ وہاں پاخانہ اور روڑیاں بھی ہیں۔

خیال رہے کہ

اگر چہ بنی اسرائیل میں حضرت مریم رضی اللہ عنہ اصحاب کہف رضوان اللہ علیہم اجمعین آصف برخیا رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء پیدا ہوئے مگر ان سے وہ فیضان جاری نہ ہوئے جو خواجہ امیر یا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئے ان کی ولایتیں وقتی تھیں کیونکہ ولایت دیوار نبوت کا سایہ ہوتی ہیں دیوار گئی سایہ بھی گیا۔ اولیاء کرام آفتاب نبوت کے ذرے ہوتے ہیں۔ جب سورج غروب ہو گیا تو ذروں کی چمک بھی جاتی رہی چونکہ ہمارا مدینہ منورہ والا مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غروب ہونے والے نہیں لہٰذا دین محمدی کے اولیاء کرام کی چمک کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

آیت نمبر۶

قرآن مجید میں ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ٥

(بقرہ:۱۵۱)

جیسا ہم نے تم میں بھیجا۔ ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے۔ جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

☆ كَمَآ اَرْسَلْنَا

یا تو کما کا تعلق اگلے کلام اتمم نعمتی یا جعلنکم امة سے یا کسی پوشیدہ فعل سے ہے یعنی تا کہ اس کعبہ کے ذریعے تم پر نعمت پوری کروں۔

جیسا کہ

اس سے پہلے یہ پیغمبر بھیج کر نعمت پوری کی۔

یا

ہم نے تمہیں افضل امت بنایا

جیسا کہ

تمہیں افضل رسول دیا

یا

یہ کہ ہم نے بنائے ابراہیمی قبول کی۔

جیسا کہ

دعا قبول فرمائی کہ ان کی اولاد میں یہ پیغمبر بھیجا۔

یا

اس کا تعلق اگلی آیت فاذ کرونی سے ہے۔

یعنی

تم مجھے یاد کرو

جیسا کہ

میں نے تم پر فضل کیا۔

کہا جاتا ہے کہ

تم باپ کی خدمت کرو جیسا کہ اس نے تمہاری پرورش کی۔

یا

کاف مقابلہ کا ہے۔

یعنی

تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اس کی اس نعمت کے شکریہ میں۔

(تفسیر کبیر تحت آیہ کریمہ)

خیال رہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہماری آمد کو خلق فرمایا

مگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو ارسل' بعث اور جاء سے فرمایا

کیونکہ

ہم یہاں آنے سے پہلے کچھ نہ تھے یہاں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے کچھ ہوئے

مگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آنے سے پہلے سب کچھ تھے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے

نیز

ہم دنیا میں اپنی ذمہ داری پر اپنا کام کرنے کے لئے آئے

مگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کو درست کرنے اور سردار بن کر تشریف لائے اور جو سردار ہوتا ہے اس کا تمام عالم میں چرچا اور مقام ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ

یہاں ارسلنا ماضی فرمایا تاکہ پتہ لگے کہ قرآن' کعبہ' کلمہ' نماز اور حج وغیرہ پیچھے ہیں۔

مگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے پہلے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درخت اسلام وایمان کی جڑھیں باقی چیز شاخیں یا پھل پھول جڑ پہلے ہوتی ہے۔بہت لوگ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر بغیر اعمال جنتی ہوئے۔

مگر

کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکاری ہو کر اعمال سے جنتی نہیں ہوا۔

☆ فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ

رسول کی تنوین تعظیم کی ہے اور ان دونوں ضمیروں میں خطاب یا اہل عرب سے ہے یا عام مسلمانوں سے

یعنی

اے عرب والو! تم پر یہ خاص عنایت ہے کہ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سردار تم میں آئے اور تمہاری نسل اور خاندان سے تشریف لائے۔اگر دوسری جماعت یا قوم میں آتے تو تمہیں ان کی اطاعت بھاری پڑتی۔اب تمام جہان تمہارا مطیع ہوگا۔تم کسی کے

مطیع نہ ہوں گے۔

یا

اے مسلمانو! تم میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جس پر تمام نسل انسانی ہمیشہ فخر کرے گی جن کی وجہ سے انسان ملائکہ اور دیگر مخلوقات سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول میں کوئی قید نہ لگائی کہ کس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

نیز

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور اور حق ہونے کی شان سے اس لئے تشریف آوری کی آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان القاب سے یاد کیا۔

مگر

معراج میں اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئے عبدیت کی شان سے لہٰذا وہاں ارشاد فرمایا

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (الاسراء:۱)

جیسے حاکم کچہری میں شان حاکمیت سے جاتا ہے مگر گھر میں آتا ہے اپنے والدین کا بیٹا، اولاد کا والد ہونے کی شان سے۔

غرضیکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں وکیل بن کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن کر تشریف لائے۔ پھر خالی تشریف نہ لائے بلکہ صدہا نعمتیں بھی ساتھ لائے۔

☆ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

اب یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتیں لانے کا ذکر خیر فرمایا جارہا ہے۔

ارشاد فرمایا:

ایک نعمت یہ کہ تمہارے سامنے قرآنی آیتیں تلاوت فرماتا ہے

یعنی

قرآن لائے بھی اور تمہیں سکھایا بھی اور سنایا بھی ہے۔

اسی میں اشارۃً دو صفتیں بیان ہوئی ہیں۔

اول

وہ تم ہی میں رہے کہیں کسی سے پڑھنے نہ گئے اور پھر اچانک ایسا بلیغ کلام بولنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دوم

وہ بخیل نہیں بلکہ یہ نعمت بے دریغ تقسیم فرماتے ہیں اور اس کا پڑھنا حروف کا مخارج سے ادا کرنا بلکہ لکھنا بھی سکھاتے ہیں۔ پھر دوسرے معلموں کی طرح سبق دے کر چھوڑ نہیں دیتے

بلکہ

وَيُزَكِّيْكُمْ

تمہیں ظاہری و باطنی پاک وصاف فرما دیتے ہیں۔

خیال رہے کہ

یہ لفظ تزکیہ سے بنا ہے جس کا مادہ زکوٰۃ

اس کے معنی

پاک کرنا

صفائی بیان کرنا

اور بڑھانا ہے

یہاں تینوں معنی درست ہیں یعنی وہ تمہارے جسموں کو ظاہری گندگیوں سے پاک

فرماتے ہیں کہ تمہیں پاکی کے طریقے سکھاتے ہیں اور تمہارے دلوں کے گندے اخلاق اور عیوب سے اور خیالات کو شرک و کفر وغیرہ سے صاف فرماتے ہیں

یا

دنیا میں تمہارے فضائل بیان کرتے ہیں کہ تم بہترین امت ہو اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری صفائی بیان فرمائیں گے کیونکہ وہ تمہارے ظاہری باطنی حالات سے خبردار ہیں اور یا یہ کہ تمہاری جماعت بڑھاتے ہیں کہ پہلے تم میں صرف وطنی اجتماع تھا اور اس میں بھی تم ایک دوسرے کے دشمن ہو کر تھوڑے رہ گئے اور اب تم میں ایمانی اجتماع پیدا ہوگا جس سے تم آپس میں بھی ایک ہو جاؤ گے اور تمام عالم تمہاری اس انجمن میں داخل ہوگا۔ (تفسیر کبیر تحت آیۃ کریمہ)

یا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اعمال اور تمہارے درجات کو بڑھاتے ہیں کہ جس معمولی نیکی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑا بن جاتی ہے۔

نیز

اگر کسی معمولی آدمی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے وہ فرشتوں سے زیادہ شاندار ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خیرات کی ہوئی روٹیاں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شان ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔

ہم تو صفر ہیں

یعنی

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوں گے تو کچھ نہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو جائیں تو سب کچھ ہو جاتے ہیں۔ صفر عدد سے مل کر بہت کچھ ہو جاتا ہے الگ رہے تو خالی ہے اور پھر فقط پاک کر کے ہی تم کو نہیں چھوڑتے۔

بلکہ

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

تمہیں یہ کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

يُعَلِّمُكُمْ سے معلوم ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ تعلیم دیتے ہیں تاکہ ذہن نشین ہو جائے اور کتاب سے قرآن مجید اور تعلیم سے اس کے معنی اور احکام اور اسرار کا سکھانا مراد ہیں اور حکمت سے صحیح اعمال یا قوی دلائل یا احادیث مبارکہ یا فقہ مراد ہے کیونکہ یہ حکم سے بنا ہے۔

جس کے معنی

مضبوط کرنا

فیصلہ کرنا

اور واپس کرنا ہیں

(روح البیان تحت الآیہ)

اسی لئے پنچ کو حکم اور بادشاہ کو حاکم اور مضبوط چیز کو محکم اور عالم باعمل کو حکیم کہتے ہیں۔

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اچھے عقائد صحیح راستہ بتاتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں چھپ گیا تھا۔

نیز

قرآن پاک کے اجمالی احکام

جیسے

نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہم پر عمل کر کے بتاتے ہیں۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے جملوں میں تکرار نہیں بلکہ ہر ایک کے نئے

معنی ہیں۔ یہاں حکمت سے مراد احادیث مبارکہ ہی ہو سکتی ہیں۔

کیونکہ

نقوش قرآن لکھنا۔ الفاظ قرآن پڑھنا احکام قرآن جاننا' اسرار قرآن سمجھنا تو تعلیم کتاب میں آچکا۔

نیز

زبان سے بتانا عمل کر کے دکھانا قلم، قلم سے لکھ دینا بلا واسطہ یا بالواسطہ بتا دینا سب تعلیم کتاب میں داخل ہے لہٰذا تعلیم حکمت سے مراد حدیث مبارکہ کی تعلیم ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ایسی مضبوط ہے جسے نہ کوئی منسوخ کر سکے نہ اسے زمانہ مٹا سکے نہ اسے کوئی اپنی عقل سے دبا سکے لہٰذا یہ حکمت ہے یعنی مضبوط چیز ہے۔

نیز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول و عمل عبث ولغو نہیں ہر ایک میں ہزار ہا فائدے پنہاں ہیں لہٰذا احادیث مبارکہ حکمت ہیں۔

اس سے مراد

یا تو ابتداء خلق سے اس وقت تک کے حالات ہیں۔ اس وقت سے قیامت تک کے حالات

یا

جنت و دوزخ ذات و صفات الٰہی عزوجل غیبی چیزیں مراد ہیں جن کی خبر و اطلاع حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائیں

یا

ہمارے اپنے نفسانی عیوب مراد ہیں جن سے ہم بے خبر ہیں۔

جیسے

طبیب ہماری بیماریاں ہم کو بتاتا ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو

ہمارے عیوب پر اطلاع دی۔ اگرچہ احادیث مبارکہ میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں مگر اہتمام کے لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نعمت عظمیٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمت عظمیٰ ہیں کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو کچھ بھی نہ ہوتا نہ انسان ہوتے نہ جنات ہوتے نہ افلاک وزمین ہوتی۔

جیسا کہ فرمایا گیا

لولاك لما خلقت الا فلاك

لولاك لما خلقت الجن والانس

معلوم ہوا کہ سب میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے بھکاری ہیں اور ان کو میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے خیرات ملی ہے اور صرف یہ نعمت نہیں حاصل ہوئی بلکہ کعبہ معظمہ بھی نعمت ملی ہے بلکہ صرف یہ ہی نہیں تمہیں امتوں سے افضل کیا۔ تمہیں بہترین دین عطا فرمایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم پر اور بھی نعمتیں ہو چکیں۔

ارشاد فرمایا:

اے امت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! تم میں اپنا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بڑا پیغمبر بھیجا جو سرتاپا رحمت الٰہی عزوجل ہیں یوں تو ان کے تم پر لاکھوں احسان ہیں مگر پانچ احسان بالکل ظاہر

اول

یہ کہ وہ تم تک اپنے رب عزوجل کی آیتیں پہنچاتے ہیں۔

تمہیں پڑھ کر سناتے اور پڑھنا سکھاتے ہیں۔

تمہارے الفاظ درست کراتے ہیں۔

تلاوت کے آداب بتاتے ہیں

بلکہ

اس کے لکھنے کی جانچ بتاتے ہیں۔

پھر یہ ہی نہیں

تمہیں شرک

بت پرستی

کفر وگندے اخلاق

بدتمیزی

عداوت

آپس کے جھگڑے

جدال

جسمانی گندگی

غرضیکہ ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک فرماتے ہیں کہ عرب جیسے سخت ملک کو جو انسانیت سے گر چکا تھا اور جہاں کے باشندے انسان نما جانور ہو چکے تھے ان کو عالم کا معلم بنا دیا۔

بت پرستوں کو خدا عزوجل پرست

راہزنوں کو رہبر

شرابیوں کو نشہ محبت الٰہی عزوجل کا متوالا

بے غیرتوں کو شرمیلا

جاہلوں کو عالم

اور نہ معلوم کسے کسے کیا کچھ بنا دیا

غرضیکہ

مخلوق کو خالق تک پہنچا دیا

اس کے ساتھ ہی تمہیں کتاب الٰہی عزوجل کے اسرار اپنے کلمات کے راز سکھاتے

ہیں اور تمہیں دین و دنیا کی وہ سب باتیں بتاتے ہیں جن سے تم بے خبر تھے اور علوم غیبیہ کے وہ دروازے کھولتے ہیں جو آج تک بند تھے۔ غرضیکہ وہ خود بھی رحمت ہیں اور ہزاروں لازوال نعمتیں تمہارے لیے اپنے ساتھ لائے ہیں۔

خیال رہے کہ

سب سے زیادہ گندا اور بڑا دشمن ہمارا نفس ہے کہ سانپ، بچھو وغیرہ دشمن ہم سے دور رہتے ہیں مگر یہ دشمن مسجد و کعبہ میں بھی ہمارے ساتھ۔

نیز

لاٹھی

تلوار

توپ

ایٹم بم

کسی ہتھیار سے نفس نہیں مرتا

نیز

یہ دوست کی شکل میں دشمن ہے۔ سب کا دشمن ہے گناہگار سے لے کر غوث و قطب تک کا دشمن ہے۔ اسے پاک کر دینا احسان ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اجسام کو صرف پاک نہ کیا بلکہ نفس امارہ کو بھی پاک کر دیا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا رحیم و کریم و مغفور ہے کہ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر احسان عظیم فرما دیا۔

آیت نمبر ۶

قرآن مجید میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا تذکرہ یوں بھی ملتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران:۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

اس آیت کریمہ میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی اس کو احسان سے یاد فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انہیں کتاب و حکمت عطا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں جس پر وہ عمل کر کے دنیا وآخرت میں رحمت الٰہی عزوجل کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

☆ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

لقد: جس مضمون کے انکاری موجود ہوں یا ہونے والے ہوں اسے تاکیدوں سے مؤکد کیا جاتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر پہلے بھی موجود تھے اور تا قیامت ہونے والے تھے بلکہ بعض کلمہ گویوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے انکاری پیدا ہو چکے تھے اور ہونے والے تھے اس لئے اس آیت کریمہ کو لام اور قد کی تاکیدوں سے شروع فرمایا گیا۔

من

من سے بنا جس کے معنی

قطع کر دینا

اور کاٹ دینا ہیں

مگر اصطلاح میں اس کے بہت سے معنی ہیں۔

(اول)

آسمان سے اترا ہوا غیبی رزق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى

(دوم)

کسی پر احسان جتانا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَمُنُّوۡنَ عَلَيۡكَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا

(سوم)

کسی کو طعنہ دینا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَاتُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰى

(چہارم)

بند کرنا اور کاٹ دینا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ

(پنجم)

کسی کو بلا معاوضہ نعمت دینا اور بغیر بدلہ اس پر احسان کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ

یہاں من انصری معنی میں ہے

اسمائے الٰہیہ عزوجل میں سے منان بھی ہے وہ اسی من سے مشتق ہے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تمام جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے مگر چونکہ اس

سے پورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اٹھایا اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا۔

دیکھو

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں عذاب الٰہی آنا بند ہوئے بلکہ مخلوق کو بارشیں اور روزیاں ملنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے جن سے کفار اور جانور بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر یہ چند فائدے موت کے بعد ختم ہو جائیں' مسلمانوں نے ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان و عرفان بھی لیا' جو نعمت لازوال ہے۔ اس لئے فرمایا:

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

حق یہ ہے کہ اس سے تمام ہی مومن مراد ہیں۔

نہ صرف مدینہ کے

نہ صرف حجاز کے

نہ صرف شام کے

نہ صرف عمان کے

نہ صرف بحرین کے

نہ صرف ہندوستان کے

نہ صرف پاکستان کے

نہ صرف عرب کے

بلکہ تمام روئے زمین کے مسلمان مراد ہیں۔

خیال رہے کہ

اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن وہ ہوتا ہے جس کا خاتمہ پر ہونے والا ہو' کفر پر مرنے والا آدمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اخروی فائدہ کیسے اٹھائے گا۔

☆ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا

اذ کا تعلق من سے ہے

اذ ظرفیہ بھی ہوتا ہے

اذ تعلیلیہ بھی ہوتا ہے

یہاں دونوں بن سکتے ہیں۔

مگر

ظرفیہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ

اگر چہ پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر کروڑوں احسانات ہیں مگر بڑا احسان اسی وقت ہوا جب یہ رسول بھیجا۔

اور اگر تعلیلیہ ہو تو معنی ظاہر ہیں کہ

اس لئے اللہ تعالیٰ نے احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا۔

نیست کو ہست کرنا خلق کہلاتا ہے

اور جو پہلے موجود ہو اسے اپنے کام یا پیغام کے لئے کہیں بھیجنا بعثت چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش میں سب سے پہلے ہیں مگر تشریف آوری میں سب نبیوں کے بعد اور یہاں تشریف آوری کا ہی ذکر ہے۔

نیز

سب لوگ دنیا میں اپنے کام کے لئے آئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے تشریف لائے۔

نیز

سب لوگ عالم ارواح سے یہاں آئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاص بارگاہ اقدس سے تشریف لائے۔

اس لئے

خلق نہ فرمایا بلکہ بعث ارشاد فرمایا۔

اسی بنا پر ہم صرف مخلوق ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق بھی ہیں اور مبعوث بھی ہیں۔ ہمیں مبعوث نہیں کہا جا سکتا۔

فِیْهِمْ بعث کا ظرف ہے

ہم کا مرجع مومنین چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ میں ہوئی، قریش و بنی ہاشم میں ہوئی مگر بعثت تمام عالم اور تمام مومنین میں ہوئی

اس لئے

فِیْهِمْ فرمانا بالکل درست ہے۔

سورج رہا چوتھے آسمان پر مگر چمکتا ہے تمام جہان پر، دن ہر جگہ سے نکال دیتا ہے، چراغ ہر جگہ کے گل کرا دیتا ہے۔

اس لئے

کہہ سکتے ہیں زمین پر سورج چمکا۔

ایسے ہی

نبوت کا سورج رہا تو مکہ اور مدینہ میں مگر چمکا ہر مومن کے دل میں ہر مومن کے سینہ میں

اس لئے

یہاں پر فِیْهِمْ ارشاد ہوا

صوفیاء حضرات کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں:

سنا ہے رہتے ہیں دولہا فقط مدینہ میں
غلط ہے رہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینہ میں

☆ رَسُوْلًا

بروزن فعول رسالت کا صفت مشبہ ہے۔

بعثت اور رسالت میں فرق یہ ہے کہ

بعثت مطلقاً بھیجنے کو کہتے ہیں

اور

رسالت یا ارسال پیغام دے کر بھیجنے کو

رسول کی تنوین تعظیمی ہے

یعنی

شاندار رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھی رسول ہیں اور ہمارے بھی رسول ہیں

کہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے لانے والے ہیں

اور

ہمیں پہنچانے والے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیز رسالت کسی وقت

یا

کسی جگہ

یا

کسی قوم کیساتھ خاص نہیں

ہر وقت

ہر جگہ

ہر قوم

کے رسول ہیں بلکہ رسولوں کے بھی رسول ہیں

اس لئے

یہاں رسولاً کو نہ تو خالق یا مخلوق کی طرف نسبت کیا گیا کہ تمہارے یا ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ کسی قید سے مقید کیا گیا کہ فلاں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غرضیکہ

رسولاً میں کئی طرح سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے

گناہگار کہتے ہیں
ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نیک کار کہتے ہیں
ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
چڑیاں کہتی ہیں
ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
فرشتے کہتے ہیں
ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
جنات کہتے ہیں
ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اے لوگو! میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
چاند کو سبھی دیکھا کرتے ہیں اور سبھی کی انگلیاں اس کی طرف اٹھا کرتی ہیں۔

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

☆ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
جار مجرور کائناً یا ثابتاً کا متعلق ہو کر رسول کا حال یا اس کی صفت ہے۔
انفس ۔ نفس کی جمع ہے بمعنی ذات، دل روح و جان

قرآن مجید میں ہے:

تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ

یہاں پر بمعنی ذات یا بمعنی جان ہے

یعنی

وہ رسول ان مومنین کی ذات سے ہیں کہ انسان ہیں جن یا فرشتہ نہیں۔ جن کی وجہ سے انسانیت، ملکیت پر بھی فخر کرے گی۔

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے
بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

یا وہ رسول مسلمانوں کی جانوں کے قبیلہ سے ہیں

کہ جیسے

جان ہر عضو کی خبر رکھتی ہے، ہر عضو کو فیض دیتی ہے مگر آنکھوں سے نہاں رہتی ہے۔

ایسے ہی وہ رسول تمہارے ہر حال سے خبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَزِیْزٌ مَا عَنِتُّمْ

تمہاری مشقت یا مصیبت ان پر گراں ہے۔

بے خبر پر گرانی کیسی؟

مگر آنکھوں سے ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ بجز پروردگار انہیں کماحقہ کسی نے نہ دیکھا۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت پروانۂ شمع رسالت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جان ہیں جان کیا نظر آئے!
کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں

☆ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ

یہ جملہ رسولاً کا دوسرا حال ہے یا دوسری صفت ہے۔

یتلوا تلاوا سے بنا ہے جن کا معنی تلاوت کرنا' سنانا ہے۔

علیھم میں ھم ضمیر تمام مومنین کی طرف لوٹتی ہے۔

آیات سے مراد قرآنی آیتیں ہیں اور تلاوت سے مراد بلا واسطہ و بالواسطہ دونوں تلاوتیں ہیں کہ قیامت تک تمام مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی بواسطہ علماء و حفاظ قرآنی آیات سنا رہے ہیں۔

یعنی

وہ رسول مسلمانوں کو وہ قرآنی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں کہ اگر حصور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ نہ ہوتا تو یہ آیتیں ان تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھیں کیونکہ آیتیں عرشی تھیں اور یہ لوگ فرشی' سنانے والا بھی وہ چاہئے تھا جو عرشی بھی ہو اور فرشی بھی ہو تو وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تلاوت فرمانا سنانے کے لئے بھی ہے اور سکھانے کے لئے بھی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر سکھائے کوئی شخص قرآن پاک کی صحیح تلاوت نہیں کرسکتا۔

☆ وَيُزَكِّيْهِمْ

یہ جملہ یتلوا پر معطوف ہے اور رسول کا تیسرا حال یا صفت ہے۔ یہ لفظ تزکیہ سے بنا ہے بمعنی پاک وصاف کرنا۔

اکثر جسمانی اور ظاہری پاکیزگی کو طہارت کہا جاتا ہے اور دلی اور روحانی پاکیزگی کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔

اسی لئے

مذبوحہ جانور کو مزکی کہتے ہیں۔

اور ایک خاص صدقہ کو زکوۃ کہا جاتا ہے۔

باب تفصیل مبالغہ کے لئے ہے نہ کہ محض آہستگی کے لئے
یعنی
یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو برے اعتقاد
خراب رسوم
بداعمال
بدچلن
بدنیت
بددیانتی
بدافعال وغیرہ
سے خوب پاک وصاف کرتے ہیں
اور ہوسکتا ہے کہ
یہ جملہ بمعنی مستقبل ہو اور اس میں قیامت کا ذکر ہو
یعنی
یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلمانوں کا تزکیہ بارگاہ الٰہی عزوجل میں کریں گے۔
عرض کریں گے کہ

یا خالق باری تعالیٰ! میری امت متقی ہے فاسق نہیں
مقبول شہادت ہے مردود الشہادت نہیں

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت بہت عزیز ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اختیارات دیئے ہیں۔

☆ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
تفسیر صاوی ومدارک وغیرہ میں فرمایا گیا کہ
کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت سے سنت ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ

حکمت سے مراد قرآنی احکام ہیں مگر یہ غلط ہے کہ یہ تو الکتاب میں آ چکے۔

خیال رہے کہ

الفاظ قرآن کی تعلیم کا ذکر تو یتلوا میں ہو گیا اور معانی قرآنی اسرار قرآن شریف کا ذکر یعلمھم میں ہو گیا۔ اب حکمت سے مراد کتاب کے علاوہ کوئی اور چیز ہونی چاہئے تا کہ کلام کا کوئی جز و بیکار نہ ہو اور وہ سنت ہی ہے چونکہ تلاوت قرآن مجید ابتدائی چیز تھی اور تعلیم قرآن انتہائی درجہ۔ اس لئے تلاوت کا ذکر پہلے ہوا اور تعلیم کا ذکر تزکیہ کے بعد کہ علم کتاب وسنت اسی کو میسر ہوتا ہے جو پاک وصاف ہو۔

☆ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَبْلُ

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ ان کا مخفف ہے جس کا اسم

یعنی ضمیر ہم پوشیدہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اور بعض نے کہا

واؤ وصلیہ ہے اور ان شرطیہ بمعنی اگر چہ

حق یہ ہے کہ

کانوا کا فاعل تمام ہی انسان ہیں نہ کہ صرف اہل عرب اور قبل کا مضاف الیہ یا ھا پوشیدہ ہے جس کا مرجع رسول ہیں یا بعثت ہے۔

☆ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

ضلال سے مراد گمراہی ہے۔

عقائد کی ہو یا اعمال کی

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تمام ہی لوگ خصوصاً اہل عرب عقائد کی گمراہی میں بھی تھے۔

اور

اعمال کی گمراہی میں بھی تھے

اور کیوں نہ ہوتے کہ عرب میں تو چار ہزار سال حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے کوئی نبی ہی نہیں آئے تھے اور دوسرے ممالک میں اگرچہ نبی تشریف لائے تھے مگر ان کی تعلیم گم ہو کر رہ گئی تھی۔ طلوع سورج سے پہلے دنیا میں رات ہی ہوتی ہے۔

خیال رہے کہ

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام چراغ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج' چراغ روشنی تو دے سکتے ہیں مگر دن نہیں نکال سکتے۔ دن نکالنا تو سورج کا کام ہے۔

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش نصیبی

اللہ تعالیٰ نے تمام عالم پر عموماً اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً بڑا ہی احسان فرمایا کہ ان ہی میں ایک شاندار رسول بھیجا جو ان ہی میں سے ہے نہ کہ جنات اور فرشتوں میں سے جس کے باعث ان کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ گئے۔ پھر وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خالی نہ آئے بلکہ بہت نعمتوں کو ساتھ لائے چنانچہ وہی رسول انہیں آیات قرآنیہ پڑھ کر سناتے اور سکھاتے ہیں۔ اگر وہ نہ پڑھتے تو کسی کو قرآن پڑھنا بھی نہ آتا اور صرف قرآن سنانے پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ اپنی نگاہ کرم سے ان کے دل'

دماغ

عقائد

خیالات

حالات

روزیوں

رسوم وغیرہ

کو اچھی طرح خوب پاک وصاف فرماتے ہیں جس سے انمیں کسی گندگی کا شائبہ

بھی نہیں رہتا اور اس کے ساتھ ہی انہیں کتاب الٰہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل طریقہ پر سکھاتے ہیں جس کے بعد انہیں کسی معلم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہیں خبر ہے کہ ان کی تشریف آوری سے پہلے لوگ ہر طرح کی کھلی گمراہی میں تھے کہ نہ ان کے عقائد ہی ٹھیک تھے

نہ عبادات ہی

نہ معاملات ہی

نہ رسوم اچھی

نہ غذائیں حلال تھیں

یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری چند وجہوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

(اوّل)

یہ کہ نفس انسانی بذات خود نیچے گرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اوپر اٹھاتے ہیں جیسے

ڈھیلا چھوڑ دو تو نیچے آئے گا پھینکو تو اوپر جائے گا۔

(دوم)

یہ کہ قدرتی طور پر ہر شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی تڑپ ہے مگر عقل سے یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ اسے کیسے راضی کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب میں پیدا ہو کر عرب ہی میں رہنا اہل عرب کے لئے بہت مفید ہوا چند وجہ سے

اول

اہل عرب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی دیکھی اور دیکھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر شریف میں ایک دفعہ بھی کوئی بات غلط نہ کی' پاکدامنی اور سچائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ رہا۔ اب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت اور آخرت کے

حالات کی خبر دے رہے ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچے ہیں۔

(دوم)

یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ایک لفظ نہ پڑھا' نہ کسی عالم کے پاس بیٹھے کہ اچانک چالیس سال کی عمر شریف میں لوگوں کو ایسی کتاب سنائی جس سے چوٹی کے علماء حیران رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے ہی فرما رہے ہیں۔

(سوم)

یہ کہ اہل عرب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے بعد بہت سا مال اور حسین ترین عورتیں پیش کیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ چھوڑ دیں تو یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قبول نہ فرمایا اور ساری زندگی گزار دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے ملک اور غنیمتیں عطا فرمائیں مگر اس کے باوجود زندگی مبارک میں کوئی فرق نہ آیا یعنی دنیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بدلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بدل دیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت دنیا حاصل کرنے کے لئے نہ کیا تھا۔

(چہارم)

یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عرب بدترین زندگی گزار رہے تھے۔

عقائد

اعمال

اخلاق

غذاؤں وغیرہ

میں تمام دنیا سے گرے ہوئے تھے۔ جانور بھی اپنے بچے کو خود نہیں مارتا مگر وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہی لوگ تمام دنیا سے افضل ہو گئے۔ انہیں میں سے

عابد

عالم

زاہد

بلکہ صدیق وفاروق بن گئے

تفسیر روح البیان میں فرمایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش معجزہ نہیں بلکہ معجزات کا مجموعہ ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر بت اوندھے گرے۔

کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا

جس سے چودہ کنگرے گر گئے۔ اشارتاً بتایا گیا کہ چودہ بادشاہوں کے بعد یہ ملک مسلمانوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ چنانچہ عہد فاروقی تک یہ چودہ سلاطین پورے ہو چکے تھے۔ فارس کی ایک سال کی جلتی ہوئی آگ بجھ گئی۔ بحیرۂ ساوہ کا چشمہ اچانک خشک ہو گیا۔ غرضیکہ سورج کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر تمام عالم میں پھیلا دی گئی۔

اس جگہ روح البیان نے ابو طالب کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرتے وقت رؤسائے بنی ہاشم اور امرائے مضر کے سامنے ارشاد کیا کہ

فرمایا

اس خدا عزوجل کا شکر ہے جس نے ہمیں اولاد ابراہیم، نسل اسماعیل شاخ معد اور مضر کا درخت بنایا اور حرم کا باشندہ بیت اللہ کا خادم قرار دیا۔ میرے بیٹے محمد ابن عبداللہ کو

اگر تمام جہان کے ساتھ تولا جائے تو یہ سب بھاری ہوگا اور دیکھ لینا کہ آگے چل کر میرا یہ لخت جگر بڑی شان والا ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ سے جبرائیل علیہ السلام بولے! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زمین کے مشرق ومغرب چھان ڈالے تمہاری پائے کا نہ پایا۔

کسی نے کیا خوب فرمایا:

معراج میں جبرائیل سے کہنے لگے شاہ امم
تم نے تو دیکھے ہیں بہت بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
روح الامین کہنے لگے اے مہ جبیں تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر بہت احسان فرمایا کہ جو تمام جہانوں پر حاکم وسردار ہیں۔

آیت نمبر ۷

قرآن مجید میں ہے

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

(بقرہ:۱۲۴)

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں میں آزمایا تو اس نے پوری کر دکھائیں۔ فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی میری اولاد سے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس آیت کریمہ میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف بیان ہو رہا ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر مبعوث فرما رہا ہے۔

☆ وَاِذِا بْتَلٰی

یہ لفظ بلو یا بلا سے بنا ہے

اس کے لفظی معنی ہیں

آفت یا جانچ

ابتلٰی کے معنی ہیں

مشقت میں ڈالا یا جانچا اور امتحان لیا

کبھی تو

خود اپنی واقفیت کے لئے کسی چیز کو جانچا جاتا ہے

اور کبھی تو

دوسروں پر اسی کی بڑائی بھلائی ظاہر کرنے کے لئے حق تعالیٰ کا امتحان یا جانچ دوسرے فائدے کے لئے ہے کیونکہ وہ خود تو ہر ایک تمام حال کا جاننے والا ہے یہ جانچ صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ جب ان کو بزرگیاں دی جائیں تو دوسرا اعتراض نہ کر سکے لہٰذا پہلے جانچتے ہیں پھر انعامات سے نوازتے ہیں۔

☆ اِبْرَاھِیْمَ

یہ لفظ سریانی ہے۔ اس کے معنی ہیں اب رحیم

یعنی

مہربان باپ

چونکہ آپ علیہ السلام بچوں پر بہت مہربان تھے۔

نیز

مہمان نوازی اور رحم و کرم میں آپ علیہ السلام مشہور ہیں اسی لئے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم ابراہیم کہا جاتا ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ

مسلمانوں کے جو چھوٹے بچے مر جاتے ہیں ان کی پرورش آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارا رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ (تفسیر روح البیان تحت آیہ)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ

ابراہیم اصل میں ابرم تھا جس کے معنی ہیں "بزرگ" چونکہ آپ علیہ السلام بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کے والد گرامی ہیں اور تمام دینوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت۔ حتیٰ کہ مشرکین عرب بھی آپ علیہ السلام کی عظمت کرتے تھے اس لئے آپ علیہ السلام کا نام نامی ابراہیم علیہ السلام ہوا۔

☆ رَبُّهٗ

عام قرات میں رب کا ضمہ اور ابراہیم کا فتح ہے۔

یعنی

ابراہیم علیہ السلام کی ان کے رب عزوجل نے آزمائش کی یا تو امامت عطا فرمانے سے پیشتر

جیسا کہ

جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

سے معلوم ہوتا ہے اور یا اس کے بعد

جیسا کہ

بِكَلِمٰتٍ سے ظاہر ہے۔

مگر حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قرات میں ابراہیم کا رفع اور رب کا نصب ہے۔

یعنی

ابراہیم علیہ السلام نے چند دعائیں مانگ کر اپنے رب عزوجل کی رحمت کا اندازہ کیا کہ وہ مجھ پر کتنا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام دعائیں قبول اور پوری فرمالیں۔ (تفسیر کبیر تحت الآیۃ)

خیال رہے کہ

یہاں سخت امتحان کے موقع پر ربہ فرمایا گیا جن میں بتایا گیا کہ بندوں کا امتحان لینا انہیں بلاؤں آفتوں میں گھیر دینا بھی رب عزوجل کی ربوبیت مطلقہ کا تقاضا ہے جس میں صد ہا رحمتیں ہیں وہ آرام دے تو اس کی مہربانی اور تکلیف بھیجے تو اس کا کرم ہے۔ اگر باپ تربیت کے لئے تمام بچے کو مارے پیٹے تو بھی اس کی مہربانی ہے۔

ناخوش او خوش بود در جان من
جان فدائے یار دل رنجان من

ترجمہ: اس کی دی ہوئی تکلیف مجھے بہت اچھی لگتی ہے میری جان میرے دل کھانے والے دوست کے صدقے۔

سب وہ اپنی اولاد کے لئے مہربانی کرتا ہے۔

گندہ لوہا بھٹی کی تپش اور ہتھوڑے کی چوٹیں کھا کر صاف ہوتا ہے۔ سونا سنار کی آگ میں تپ کر مار کھا کر محبوب کے پہننے کے قابل بنتا ہے۔

☆ بِکَلِمٰتٍ

یہ جمع کلمۃ کی ہے۔

جس کے لفظی معنی ہیں۔

ایک بات اور کلمات بہت سی باتیں۔

لیکن یہاں مضمون واحکام وغیرہ مراد ہیں۔

جیسے

وَ تَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ (انعام ۱۱۵)

مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ (کہف:۱۰۹)

نیز

اس سے یا تو دعائیں مراد ہیں

یا

چند مصیبتیں

یا

چند احکام

یعنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی رحمت کو چند دعاؤں سے آزمایا

رب عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کو چند مصیبتوں سے آزمایا

یا

ان کو سخت احکام سے آزمایا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں تو یہ تھیں

یا مولیٰ عزوجل!

جنگل حرم کو شہر بنادے

وہاں کے باشندوں کو قسم قسم کے پھل دے

یا

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں پیدا فرما وغیرہ وغیرہ۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بڑی مصیبتیں سات آئیں۔

(۱)

آفتاب اور چاند سے آزمائش

(۲)

سلطنت نمرودی کا مقابلہ

(۳)

بڑی عمر میں ختنہ

(۴)

آگ میں ڈالا جانا

(۵)

لاڈلے فرزند کا ذبح کرنا

(۶)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں ترک وطن کرنا

(۷)

اپنی پیاری بیوی اور اکلوتے فرزند کو بحکم الٰہی عزوجل جنگل میں چھوڑ آنا جن میں سے اکثر عطاء امامت سے پہلے ہوئیں۔

احکام میں اختلاف ہے

بعض نے فرمایا کہ

وہ ارکان حج تھے

بعض نے فرمایا:

دس

بعض نے فرمایا:

تمیں

دس کی تفصیل یہ ہے کہ

ان میں سے پانچ سر کے متعلق تھے

(۱)

کلی کرنا

(۲)

ناک میں پانی ڈالنا

(۳)

سر کی مانگ نکالنا

(۴)

مونچھیں کٹوانا

(۵)

مسواک کرنا

اور پانچ باقی بدن میں

(۱)

ختنہ

(۲)

زیر ناف کے بال اکھیڑنا

(۳)

ناخن کٹوانا

(۴)

اور ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجا کرنا

اور پانچویں میری نظر سے نہیں گزری کون سی ہے

تیس کی تفصیل یہ ہے

دس تو وہ جن کا ذکر سورۂ برات میں ہوا

(۱)

توبہ

(۲)

عبادت

(۳)

حمدالٰہی عزوجل

(۴)

سیاحت

(۵)

رکوع

(۶)

سجدہ

(۷)

اچھی باتوں کا حکم کرنا

(۸)

بری باتوں سے روکنا

(۹)

حدودالٰہی عزوجل کی نگہبانی کرنا

(۱۰)

اللہ تعالیٰ کو ہر وقت حاضر و ناظر جاننا

اور دس سورہ احزاب میں مذکور ہوئیں

(۱)

اسلام

(۲)

ایمان

(۳)

اطاعت

(۴)

صبر

(۵)

عاجزی

(۶)

صدقہ

(۷)

روزہ

(۸)

شرمگاہ کی حفاظت

(۹)

نظر کی حفاظت

(۱۰)

ہر وقت زبان سے ذکر الٰہی عزوجل

اور دس سورۃ مومنون اور سال سائل میں مذکور ہیں۔

(۱)

قیامت کی تصدیق

(۲)

نماز میں حضور قلبی

(۳)

مستحبات کی پابندی

(۴)

بے کار باتوں سے پرہیز

(۵)

زکوٰۃ بخوشی ادا کرنا

(۶)

بیوی اور لونڈی کے سوا اوروں سے شرمگاہ کی حفاظت کرنا

(۷)

وعدہ پورا کرنا

(۸)

امانت کا پورا کرنا

(۹)

مذاق اور دل لگی سے پرہیز کرنا

(۱۰)

سچی گواہی نہ چھپانا

☆ فاتمھن

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ان سب مصیبتوں پر صبر کیا یا تمام احکام بخوشی ادا کیے۔
اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (نجم:۳۷)

یا رب عزوجل نے ان کی تمام دعائیں پوری فرمائیں۔

☆ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

ہم تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والے ہیں۔

یا

امامت سے نبوت مراد ہے

یا

تمام لوگوں کا دینی پیشوا ہونا کہ تمام ادیان میں آپ علیہ السلام کی عزت وعظمت ہو اور آپ علیہ السلام کے بعد تمام شریعتوں میں آپ علیہ السلام کے قوانین پر عمل رہے اور ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کے آپ علیہ السلام والد ماجد ہوں۔

خیال رہے کہ

امام امم سے بنا ہے

جس کے معنی ہیں

قصد کرنا

لغت میں ہر پیشوا کو امام کہتے ہیں

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ (قصص:۴۱)

مگر اصلاح میں دینی پیشوا کو کہتے ہیں۔

☆ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ

یہ کرم میری بعض اولاد پر بھی فرما۔

ذریت یا ذر سے بنا ہے

جس کے معنی ہیں

پیدا کرنا

یا ذر سے بنا ہے

جس کے معنی ہیں

پھیلانا چھوٹی چیونٹی اور ریت کے ذروں کو بھی

ذرہ اسی لئے کہتے ہیں کہ

وہ زمین میں پھیلے ہوتے ہیں

اصطلاح میں

چھوٹی اولاد کو ذریت کہا جاتا ہے

اور کبھی چھوٹوں بڑوں سب پر بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ

فرمایا کہ ہمارا یہ وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا

عہدی سے وعدہ امانت مراد ہے۔

اگر امانت سے نبوت مقصود ہو تو معنی یہ ہیں کہ ہماری نبوت فاسقوں کو نہ ملے گی۔

اور اگر دینی پیشوائی مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ کفار دینی پیشوائی کے مستحق نہیں۔

یعنی

اے خلیل (علیہ السلام)! آپ کی یہ دعا کچھ ترمیم کیساتھ قبول ہے کہ تمہاری اولاد کو بھی امامت دی جائے گی لیکن تمہاری اولاد میں

بعض کافر

بعض مومن

اور بعض فاسق ہوں گے

دینی پیشوائی کفار کو نہ ملے گی اور نبوت سے فساق محروم رہیں گے۔ متقی اولاد ہماری امامت سے سرفراز فرمائی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہو مگر مرزائی' شیعہ وہابی' دیوبندی وغیرہ بن جائے تو وہ امامت و پیشوائی کے لائق نہیں۔

آیت نمبر ۸

قرآن مجید میں ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا○

(النساء:۴۱)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان۔

☆ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ

فَكَيْفَ میں فا تو فصیحیہ ہے۔

اور کیف یا مبتدا پوشیدہ کی خبر ہے یا خبر پوشیدہ کی مبتدا' تب تو پیش کے محل میں ہے۔

یا

یصنعون فعل پوشیدہ کا مفعول بہ

اس صورت میں نصب کی جگہ میں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ پہلی دو صورتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

یعنی

ان کفار و منافقین کا کیسا حال ہوگا یا اس وقت یہ کیا کریں گے۔

اذا جئنا' پوشیدہ یکون نا یصنعون کا ظرف ہے۔

جئنا سے مراد

عدالت الٰہیہ عزوجل میں پیش کرنا ہے۔

کل امت سے مراد از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام

تمام امتیں ہیں خواہ امت دعوت ہو یا امت اجابت ہو لہٰذا اس کلمہ میں تمام انسان شامل ہو گئے کیونکہ سب انسانون کی طرف انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے کوئی جماعت نبوت سے خالی نہ رہی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ

شہید

یہاں شاہد اور شہید میں فرق ہے۔

شاہد عام ہے ہر قسم کے گواہ کو شاید کہا جاتا ہے کہ

ہر حال کی ہر طرح گواہی دینے والے کو شہید کہتے ہیں۔

یہاں شہید سے مراد امت کے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

خواہ ایک امت کے ایک ہی نبی ہوں یا چند

جیسے

بنی اسرائیل پر زمانہ موسوی میں موسیٰ علیہ السلام بھی نبی تھے اور ہارون علیہ السلام بھی نبی تھے۔

اسی جگہ شہد سے مراد

کاتب اعمال فرشتے

یا

اعمال نامے

یا

ان کے ہاتھ پاؤں

یا

زمین و زمان مراد نہیں صرف انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔

جیسا کہ

من امتہ سے معلوم ہو رہا ہے کیونکہ یہ چیزیں اس امت میں سے نہیں

یعنی

کیسی حالت ہو گی

یا

کیسی بنے گی

یا

یہ لوگ کیسا کریں گے

جب ہم قیامت میں ہر امت میں سے اس کے نبی کو اس امت کے موافق و مخالف گواہی دینے کے لئے اپنی عدالت میں حاضر کریں گے۔

☆ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

جئنا بک کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی جائنا میں عرض کیے گئے۔

عدالت الٰہیہ عز و جل میں پیش فرمانا حاضر کرنا۔

بک میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

ھؤلاء کے متعلق بعض نے فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت مراد ہے۔

بعض نے فرمایا کہ

گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام مراد ہیں جن کا ذکر شہید میں ہوا چونکہ وہاں شہید سے مراد تمام امتوں کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام تھے لہٰذا اس کی طرف ھؤلاء جمع سے اشارہ درست ہوا۔

مگر پہلی توجیہ بہت ضعیف ہے کہ اس صورت میں یہ عبارت مکرر ہو جائے گی۔

دوسری توجیہ بھی قوی نہیں

تیسری و چوتھی توجیہ قوی ہے کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیت تائید کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

تیسری توجیہ میں شہادت بلاواسطہ مراد ہے۔

چوتھی میں گواہی بالواسطہ

یعنی

اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان انبیاء کرام (علیہم السلام)

یا

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی امت پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر گواہ بنائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی فرمائیں گے۔

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے گواہی دے گی

فرمایا:

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آج تو کفار و منافقین ہر قسم کی چالاکی و مکاری کر رہے ہیں۔ کل قیامت میں یہ کیا کریں گے جبکہ کیفیت یہ ہوگی کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امت کے موافق و مخالف ہر بات کی گواہی دیں گے۔ ان امتوں کے کفار انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ اور اپنی بدکاریوں کا انکار کریں گے تو تمہاری امت ان انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی دے گی کہ یا خالق باری تعالیٰ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سچے ہیں یہ کفار جھوٹے۔ ان مقدس بزرگوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ علی وجہ الکمال کی تھی۔ ان مردودوں نے قبول نہ کی۔ تب کفار اعتراض کریں گے کہ یہ امت تو ہمارے زمانوں میں موجود تھی ہی نہیں بغیر دیکھے بھالے گواہی کیسے دے رہی ہے۔

تب امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرے گی۔

یا خالق باری تعالیٰ!

ہم اپنے سچے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب واقعات سن کر گواہی دے رہے ہیں۔ہم سے ہمارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے تبلیغیں کیں۔امتوں نے سرکشی کی تب تمہاری امت کی گواہی اور صفائی کے لئے تم کو عدالت الٰہیہ میں بلایا جائے گا۔تم اپنی امت کی گواہی کی تصدیق کرو گے بالواسطہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی دو گے اور اپنی امت کی توثیق کرو گے کہ یہ امت مقبول الشہادۃ ہے۔

نیک ہے

صالح ہے

تمہاری گواہی سے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو فتح ہو گی اور ان کی قوم کو شکست۔

خیال رہے کہ

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی گواہی کے لئے اپنی امت کو صالحین کو پیش نہ فرمائیں گے بلکہ اس امت کے پیش کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کا یہ انتخاب ہے اس گواہی سے حالت یہ ہو گی کہ

تمام وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں کفر کیا اپنے رسول کی نافرمانی کی یہ تمنا کریں گے کہ جیسے جانوروں کو ایک دوسرے سے ظلم کا بدلہ دلوا کر مٹی کر دیا گیا وہ دوزخ سے بچ گئے ایسے ہم کو مٹی کر کے پیوند زمین کر دیا جاتا کہ ہم عذاب سے بچ جاتے وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اپنا کفر و بدکاریاں چھپانے کی کوشش تو بہت کریں گے مگر چھپا نہ سکیں گے۔اس گواہی سے سب کچھ عیاں ہو جائے گا اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برتری حاصل ہو گی اور یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حبیب و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام میں بلند ہو گی۔

چند فوائد

(۱) امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہ ہے۔

جیسا کہ

یہاں تفسیر سے دوسری جگہ آیت قرآنی سے ثابت ہے۔

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

اور مدعی کو گواہ پیارا ہوتا ہے کہ اس کے مقدمہ کا فیصلہ گواہ پر ہوتا ہے لہٰذا یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب الانبیاء ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اچھے اعمال کریں۔ گناہوں سے بچیں تاکہ کل قیامت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہی دینے کے قابل ہوں۔ فاسق قابل گواہی نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نگاہ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے حالات تفصیل وار اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی اپنی امت کی طرح سمعی نہ ہوگی بلکہ عینی ہوگی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی بھی محض سنی سنائی ہوتی تو جو اعتراض اس امت کی گواہی پر ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر بھی ہوتا۔

نیز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کی پھر کیا ضرورت ہوتی۔

جیسے

ہمارا خواب وخیال گزشتہ وآئندہ چیزوں کو دیکھ لیتا ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نگاہ اگلی پچھلی باتوں کو ملاحظہ کرتی ہے۔

آیت نمبر۹

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (الاعراف:۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول اُمی غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں انہیں حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھی اتارے گا تو وہ جو ان پر ایمان لائیں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہ ہی بامراد ہوئے۔

☆ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ

ظاہر یہ ہے کہ الذین گزشتہ الذین

یعنی

للذین یتقون کا بیان ہے۔

پہلے تین صفتوں کا بیان ہوا

(۱) زکوٰۃ

(۲) تقویٰ

(۳) آیتوں پر ایمان رکھنا

اب چوتھی صفت کا بیان ہے

یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا

یعنی

رحمت خاصہ کے حق دار وہ ہیں جو ان چار صفتوں سے موصوف ہوں اور ہوسکتا ہے کہ یہ الذین ایک پوشیدہ فعل کا فاعل یا مفعول ہو۔

یعنی

خاص الخاص رحمت وہ پائیں گے یا ہم ان کو دیں گے۔

الذین سے مراد وہ بنی اسرائیل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس پائیں۔

اور ہوسکتا ہے کہ۔

اس سے تمام مسلمان مراد ہوں خواہ بنی اسرائیل ہوں یا کوئی اور ہوں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔

قوی یہ ہے کہ

یتبعون بمعنی مستقبل ہے

یعنی

اتباع کریں گے' کب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ناممکن تھی کہ اس وقت دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہی نہ تھا یوں ہی اس آیت کے تمام مضارع بمعنی مستقبل ہیں۔

☆ یجدونہ...... یحرم

یہ آیت کریمہ بالکل واضح ہے اس پر اعتراض ہی نہیں۔ اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ یا حاکم وعالم کی اتباع نہیں اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور حاکم وعلماء کی بھی

دیکھو آیت کریمہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ کی

کسی کا فرمان بغیر تحقیق ماننا اطاعت ہے کسی کی نقل بغیر سوچے سمجھے کرنا اتباع۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی پیروی اطاعت افعال کریمہ کی نقل دونوں ہی ضروری ہیں۔

یتبعون کا فاعل وہ ہی بنی اسرائیل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں جو الذین سے مراد تھے۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوصفات ارشاد ہوئیں۔

چنانچہ ارشاد فرمایا گیا

اَلرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ

یہ آخر تک مفعول ہے یتبعون کا

اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفات ہیں۔

(۱) رسول

(۲) نبی

(۳) اُمی

رسول اور نبی میں چند طرح کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔

(۱)

اللہ تعالیٰ کی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اور مخلوق کی نسبت سے نبی۔

یعنی

رسول الخالق ہیں اور نبی الخلق ہیں چونکہ رسالت نبوت سے افضل ہے اس لئے رسول کا ذکر پہلے ارشاد فرمایا گیا اور نبی کا ذکر بعد میں فرمایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ کَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا

لہٰذا نبوت منسوخ ہو سکتی ہے رسالت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اب نبی نہیں رسول اللہ اب بھی ہیں۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

(۲)

صاحب کتاب پیغمبر رسول ہیں اور عام پیغمبر نبی اس لئے نبی کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور رسول تین سو تیرہ ہیں۔

(۳)

غیبی خبریں دینے والے۔ پیغمبر نبی ہیں جہاں عقل کی رسائی نہ ہو اور فیوض ربانی والے پیغمبر رسول ہیں۔

یعنی

نبی ہیں۔ پیغام رساں اور رسول ہیں فیضاں رساں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہ سے کہا تھا

انما انا رسول ربك لاهب لك غلما زكيا

پھر رسول یعنی فیضان رساں دو طرح کے ہوئے

(۱) بے اختیار

(۲) با اختیار

بے اختیار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں کہ قرآن میں انہیں رسول فرمایا اور با اختیار رسول انسانوں کے رسول ہیں۔

اس لئے

لوگ انسانی رسولوں کے امتی ہوئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا امتی کوئی نہیں۔ پھر تین سو تیرہ رسولوں میں سب کی فیض رسانی محدود تھی۔ خاص وقت اور خاص

قوم کے لئے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ہمیشہ فیض دیا اور قیامت تک دیتے رہیں گے اور یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہیں اور نور کبھی بجھتا نہیں اور نہ ہی اسے کوئی بجھا سکتا ہے۔

(۴)

رسول اور نبی دونوں ہم معنی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

(۵)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان بڑے درجہ والا نبی ہے۔

یعنی

نبی نبوۃ سے بنا ہے بمعنی بلندی درجات

یا

نبی نبأ سے بنا ہے بمعنی خبر

نبی خبر والا

یعنی

غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا

☆ اُمی

یہ بنا ہے ام اور یا نسبتی سے

ام سے مراد

یا تو ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ ہے بمعنی مکی ہے یعنی مکہ میں پیدا ہونے والے یا امر بنا ہے امہ عربیہ سے جو لکھتے ہیں پڑھنے سے عموماً علیحدہ تھے۔

یعنی

بے پڑھے لکھے جماعت میں پیدا ہونے والے

یا

اُم بمعنی ماں ہے یعنی شاندار ماں والے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ جیسی شان والی بی بی جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ طیبہ طاہرہ ہیں نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو۔

بے مثال نبی کی بے مثال ماں رضی اللہ عنہ

یا

اُمی کے معنی ہیں

ماں کے پیٹ سے عالم و عارف پیدا ہونے والے جن کے دامن پر کسی کی شاگردی کسی کی مریدی کسی سے فیض لینے کا دھبہ نہیں۔

شعر

لکھے نہ پڑھے جناب والا
شاگرد رشید حق تعالیٰ

نگار من کہ بمکب نرفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسالہ آموخت وصد مدرس شد

قلم اعلیٰ جن کا خادم ہو لوح محفوظ جس کی کتاب ہو اللہ تعالیٰ کے نوشتہ پر جس کی نظر ہو وہ کس کا شاگرد ہو۔

یا

ام بمعنی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ

یعنی

عالم کی اصلیت والا شعر

تو اصل وجود آمدی از نخست

دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

دیکھو تفسیر روح البیان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی ہیں امی بھی ہیں۔

☆ اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صفت ہے۔

یہاں بھی یجدون بمعنیٰ مستقبل ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صفات سنائے گئے تب انجیل نہیں آئی تھی نہ لوگوں نے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات پڑھے تھے۔

یجدون کا فاعل وہی بنی اسرائیل ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہوئے اور ان کے بعد والے اسرائیلی، توریت وانجیل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ بالتفصیل موجود تھے۔

☆ عِنْدَهُمْ

یا تو ظرف ہے یجدون کا یا مکتوبا کا ظرف ہے۔

عندھم فرما کر یہ بتایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات ہر وقت ان کے پاس حاضر رہیں گی کسی وقت ان سے غائب نہ ہوں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارکہ ان میں ایسا مشہور ومعروف ہوگا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے وسیلہ سے

جنگوں میں فتح

بیماریوں میں صحت

مصیبتوں میں نجات

آفتوں میں رہائی

کی دعائیں کیا کریں گے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

شعر

پیش زانکہ نقش احمدؐ رونمود
نعت اوہر گبررا تعویز بود
سجدہ می کردند کے رب بشر
درعیاں اویش ہرچہ زو دتر
نقش اومی گشت اندر راہ شاں
در دل دروگوش در افواہ شاں!
ایں ہمہ تعظیم و تفہیم وودار
چوبدید ندشی بصورت بردباد
قلب آتش دھد دردم شد سیاہ
قلب رادر قلب کے بودا ستاراہ

یعنی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک تمام کفار کا تعویز تھا وہ سجدے کر کے دعائیں مانگتے تھے کہ مولیٰ عز وجل انہیں جلد سے جلد بھیج۔ ان کے دلوں کانوں، زبانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش مبارک تھا۔ جب حضور انور تشریف لے آئے تو ان کے منہ کالے پڑ گئے۔

جیسے

کھوٹا سکہ آگ دیکھ کر روسیاہ ہو جاتا ہے بلکہ موجودہ انجیل میں بھی اس قدر

تحریفوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔

☆ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچویں چھٹے اوصاف کا ذکر ہے۔

یا تو یہ نیا جملہ ہے یا الرسول سے یا یجدونہ کی ضمیر سی حال ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وصف بیان ہوا اچھی باتوں کا حکم فرمانا خواہ قولی یا عملی قوت و طاقت سے ہو یا محض وعظ اور نصیحت سے ہر اچھا قول، فعل، عقیدہ معروف ہے۔

اس کی صدہا قسمیں ہیں

عقائد اسلامیہ

عبادات

معاملات

اخلاقیات

سیاسیات

غرضیکہ کلمہ طیبہ سے لے کر ماں باپ کی اطاعت بلکہ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے تک تمام کام اس میں داخل ہیں۔ یوں ہی اس کے مقابل ہر بری بات براعقیدہ بدمعاملگی، بدخلقی وغیرہ تمام چیزیں منکر میں داخل ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی کہ معروف ہے:

تعظیم امر اللہ

اور

شفقت علی خلق اللہ

نہایت جامع فرمان ہے۔

(تفسیر کبیر، تحت آیہ کریمہ)

یہاں بھی یامر اور نھی بمعنی مستقبل ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا گیا تب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ظہور ہوا تھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ جاری ہوئی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ تین طرح کی ہے۔

تبلیغ عمل

یہ تو پیدا ہوتے ہی شروع ہوگئی

تبلیغ قولی

یہ ظہور نبوت سے شروع ہوئی۔

تبلیغ بالواسطہ

جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور تا قیامت علماء و صلحاء کرام علیہم الرضوان و علیہم الرحمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کرتے رہیں گے۔ اس قسم کی تبلیغ سوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی نے نہیں کی تھی نیز جن اچھی چیزوں کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم اور جن سے منع فرمایا وہ ہمیشہ کے لئے اچھی اور بری ہیں۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے وقتی بھلائی کا حکم دیا تھا اور وقتی برائی سے منع فرمایا تھا۔

☆ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

یہ عبارت معطوف ہے یامرہم پر

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتویں اور آٹھویں صفت کا ذکر ہے۔

یحل بنا ہے احلال سے

بمعنی حلال کر دینا

یحرم بنا ہے تحریم سے

بمعنی حرام کر دینا

ان دونوں فعلوں کا فاعل وہ ہی الرسول اور نبی ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔

یعنی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

☆ اَلطَّیِّبَاتُ

طیبات جمع طیبہ کی

اس کا مادہ ہے۔

طیب ط کسرہ ی کے جزم سے

طیب کے بہت معنی ہیں۔

کھری چیز

نتھاری صاف کی ہوئی چیز

اندرونی پاک اور صفائی والی چیز

عمدہ اعلیٰ چیز

دل پسند چیز جسے دل قبول کرے

اس لئے خوشبو کو طیب منورہ کی طیبہ' مومن کی طیب اور مومنہ کو طیبہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ

یہاں آخری معنی مراد ہیں

یعنی

پسندیدہ چیز لہٰذا طیب وہ لذیذ چیز ہے جس کی طرف دل راغب ہو اس کا مقابل ہے خبیث جیسے حلال کا مقابل ہے حرام اور طاہر کا مقابل ہے۔

نجس بعض چیزیں حلال ہیں مگر طیب نہیں جیسے کڑوی اور بدمزہ بدبودار حلال چیزیں اور بعض چیزیں طیب بھی ہیں حلال بھی جیسے لذیذ مزے دار غذائیں پھل وغیرہ۔

یہاں اتنا سمجھ لو کہ پاک اور دل پسند چیزیں طیب ہیں اور طبیعت کو ناپسند چیزیں خبیث ہیں جن سے دل نفرت کرے وہ اگرچہ شرعاً حرام نہ ہو طیب نہیں بنی اسرائیل پر

اونٹ کا گوشت گائے بکری کی کچھ چربیاں ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں اور شراب جیسی گندی چیزیں عیسائیوں پر حلال تھیں۔ یہ مذکورہ حرمت وحلت خدا عزوجل کا عذاب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلوہ گر ہو کر اونٹ وغیرہ کو یہود پر حلال کیا اور شراب کو عیسائیوں پر حرام فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان عظیم ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال وحرام کا مالک کرے گا۔

دیکھ لو۔

ایک فیصدی چیزیں قرآن مجید نے حرام وحلال کیں اور ننانوے فی صدی حدیث نے۔

☆ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ

یہ عبارت معطوف ہے يَحِلُّ لَهُمْ پر

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نویں صفت کا ذکر ہے۔

يَضَعُ بنا ہے وضع سے

بمعنی رکھنا

اگر اس کے بعد علی آ جائے تو

بمعنی لادنا ہوتا ہے

اور اگر عن آئے تو

بمعنی اتارنا ہے

یہاں بمعنی اتارنا ہوتا ہے۔ امر نا قابل برداشت بوجھ جو ہلنے نہ دے یعنی وہ نبی اہل کتاب سے ان کے نا قابل برداشت بوجھ اتاریں گے۔

اس بوجھ سے مراد ہے

ان کے دین کے سخت احکام جن میں وہ دبے ہوئے تھے

جیسے

نجس کپڑے یا نجس عضو کو کاٹ ڈالنا

مالِ غنیمت کو جلا دینا

ہفتہ کے دن شکار حرام ہونا

گناہگار عضو کا کاٹ دینا

بدنظری ہونے پر آنکھ پھوڑ دینا

عمدہ وظاہر قسم کے قتل میں صرف قصاص واجب ہونا

دیت یعنی خون بہا نہ ہونا

یہ تمام احکام یہود کے دین میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ختم کر کے احسان عظیم فرمایا اور اپنی امت میں ان کو باقی نہ رکھا تا کہ امت پر شاق نہ ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی رحمت وشفقت ہے۔

☆ وَالْاَغْلٰلُ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ

یہ عبارت معطوف ہے اِصْرَھُمْ پر اور یضع کا مفعول ہے۔

اغلال جمع ہے غل کی

بمعنی گردن کا طوق

اور طوقوں سے مراد یا تو وہی سخت احکام مذکورہ ہیں اور یہ اصر کا عطف تفسیری ہے۔

یا اس سے مراد ہے

مشکل اور نا قابل برداشت عبادات

جیسے

ترک دینا، معمولی غذائیں کھانا، معمولی لباس پہننا وغیرہ

جب بنی اسرائیل نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ٹاٹ پہنتے تھے اور ہاتھ گردن سے باندھتے تھے اور خود کو ستون سے بندھواتے تھے۔ یہ تھے ان کے طوق۔

(روح المعانی تحت الایۃ)

بعض عیسائی راہب اپنے جسم پر کوڑے لگواتے ہیں تاکہ آہ و بکا کریں اور ان کے گناہ معاف ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر یہ تمام مصیبتیں دور فرمائیں۔ بچھڑا پرستی سے توبہ کرنے کے لئے ہزارہا اسرائیلی قتل ہوئے اب صرف زبانی توبہ کافی ہے۔ غرضیکہ اب حاکم ہی اور ہے۔ راج ہی نرالا ہے۔ رحمت والے کا راج ہے۔ رحم و کرم کا دور دورہ ہے یہاں تک تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نو اوصاف ارشاد ہوئے ہیں۔

اب امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار اوصاف بیان ہو رہے ہیں۔

☆ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ

یہ ان کی پہلی صفت ہے

اَلَّذِیْنَ سے مراد

یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اسرائیلی ہیں یا تمام ہی انسان یا جن و انس کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے نبی ہیں کسی خاص قوم یا خاص ملک یا خاص وقت کے لئے نبی نہیں۔ ایمان میں تمام اسلامی عقائد داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت

انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت

تمام کتابوں کی صداقت

فرشتوں کی حقانیت

دوزخ کی حقانیت

جنت کی حقانیت

قیامت کی حقانیت

حشر وغیرہ کی حقانیت

غرضیکہ یہ ایک کلمہ بہت ہی جامع ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا رکن اعلیٰ

ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا تمام ایمانیات کا ماننا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار درحقیقت تمام کا انکار ہے اس لئے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہوا۔ یہ فرمایا: اللہ تعالٰی کی وحدانیت' قیامت' فرشتوں وغیرہ کا ذکر نہیں ہوا۔

خیال رہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان چھ قسم کا ہے۔

(۱)

یثاق کے دن تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جب اللہ تعالٰی نے سب کے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد و پیمان لیا۔

ارشاد ہوا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ

(۲)

دنیا میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بشارتوں کی وجہ سے ان کی امتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں پہلے کا نام ایمان شافی ہے اس کا نام ایمان بشارت

(۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد اعلان نبوت سے پہلے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے

جیسے

بحیرہ راہب اور ورقہ بن نوفل وغیرہ

(۴)

اعلان نبوت کے بعد کافر دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مگر زبان سے انکاری رہے۔

(۵)

اعلان نبوت کے بعد مومن دل وزبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے

(۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایمان لائے یہ دونوں ایمان شرعی ہیں یہ ہی دونوں یہاں مراد ہیں کیونکہ ایک قسم کا ایمان تو اسرائیلیوں کو بھی حاصل تھا۔

☆ وَعَزَّرُوْهُ

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صفت ہے

عزروا بنا ہے تعزیر سے

بمعنی منع کرنا، روکنا

اس لئے

سزا کو تقدیر کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو جرموں سے روکتی ہے۔

اصطلاح میں

اس کے معنی ہیں تعظیم وتوقیر کرنا کہ کسی کی تعظیم انسان کو معظم کی نافرمانی اس کی بے ادبی سے روکتی ہے بلکہ تمام برائیوں سے بچنا نیک اعمال کرنے کی صرف ایک وجہ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کہ اس سے ایمان ملتا ہے اسی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے بلکہ اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ شیطان کسی چیز سے اتنا نہیں بھاگتا جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام تعظیم سے بھاگتا ہے۔ جس کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ہوگی اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں ہوگی۔

یہ چیلنج ہے

آزما کر دیکھ لو جو سنت کا پیکر ہوا سے دیکھ لو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

بہر حال
تعظیم وتو قیر کو تعزیر فرمانا بالکل درست ہے۔

☆ وَنَصَرُوْهُ
امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنوں کی تیسری صفت ہے۔

نصر و بنا نصر سے
بمعنی مدد کرنا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنوں کو دفع کرنا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرنا
خیال رہے کہ
مدد کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) خادمانہ مدد
(۲) مخدومانہ مدد
سپاہی اپنی جان سے بادشاہ کی مدد کرتا ہے مگر خادمانہ بادشاہ سپاہیوں کی مدد فرماتا ہے۔
مال سے
ہتھیاروں سے
تنخواہ سے
مگر مخدومانہ مدد ہے
یوں ہی امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتی ہے خادمانہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مدد کرتے ہیں مخدومانہ۔ یہاں پر پہلی قسم کی مدد
یعنی
خادمانہ مراد ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ

اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

بندے مدد کرتے ہیں خادمانہ

اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے مخدومانہ

لہٰذا انصروہٗ بالکل درست ہے

خیال رہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد تاقیامت جاری ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی

جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو اس کی تعظیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعظیم ہے۔

جیسے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

مطلق ہے سواء ممنوعہ چیزوں کے ہر کھانا پینا درست ہے ایسے ہی عزروہ مطلق ہے سواء ممنوعہ تعظیم کے ہر طرح ان کی تعظیم کرو انہیں اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ کہو سجدہ نہ کرو۔ باقی ہر طرح کی تعظیم کرو جس کی طرف ایمان رہبری کرے پھر جیسے ایمان چھ طرح کا تھا ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام بھی چھ قسم بھی چھ قسم کا ہے۔

بعض وہ تعظیم جو دنیا بننے سے پہلے فرشتوں نے کی

بعض وہ جو انبیاء کرام علیہم السلام نے کی

بعض وہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کی انہوں نے کی

مگر یہاں وہ تعظیم مراد ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام

علیہم الرضوان نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تا قیامت مسلمان کریں گے۔

جیسا کہ

مضمون سے ظاہر ہے ان تعظیموں کی بہت تفصیل ہے جو ہمیشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی رہی ان پر آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔ یوں ہی تا قیامت

زبان سے

قلم سے

خون سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مدد ہے لہٰذا تا قیامت

مجاہدین کرام

شہدائے کرام

اولیائے کرام

سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نصیب کرے۔

☆ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ

یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین کی چوتھی صفت ہے۔

یہاں اتباع اور اطاعت کا فرق یوں ہے۔

اطاعت حاکم کی ہوتی ہے۔

مگر اتباع حاکم کی بھی ہوتی ہے اور حکم کی بھی ہوتی ہے۔

یہاں اتباع حکم مراد ہے۔ فاتبعونی میں حاکم کی اتباع مراد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سواء کسی حاکم کی اتباع نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی نہ سلطان کی نہ عالم کی نہ پیر کی۔

ہاں ان سب کی اطاعت ہوگی۔

نور سے مراد

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام وحی ہے خواہ

وحی جلی ہو

یعنی قرآن ہو

خواہ

وحی خفی ہو

یعنی حدیث مبارکہ

خواہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات ہوں

خواہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات ہوں

خواہ

عام ارشادات ہوں

اسی لئے القرآن نے فرمایا بلکہ اتنی دراز عبادت فرمائی اور اسی لیے انزل علیہ نہ فرمایا بلکہ انزل معہ فرمایا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی وحی دلوں کی روشنی ہے اسی لیے اسے نور فرمایا۔

☆ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یہاں مومنوں کی عظمت و عزت افزائی کے لئے اولئک کا بعید کا اشارہ فرمایا گیا۔ ھم فرما کر حصر کی خبر دی کہ انہیں کو زندگی میں مرتے وقت قبر میں، حشر میں بعد حشر کامیابی عطا ہوگی اس لئے یفلحون مضارع نہیں ارشاد ہوا بلکہ ھم المفلحون جملہ اسمیہ فرمایا گیا۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ فلاح سے بنا ہے۔

فلاح کے لغوی معنی

چیرنا

کھلنا

اور قطع کرنا ہیں

اسی لئے کسان کو فلاح کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین کو چیرتا ہے۔

اصطلاح میں فلاح کے معنی

کامیابی کے ہیں کیونکہ وہ بھی آڑوں اور پردوں کو چیر کر مشکلات کو دفع کر کے حاصل کی جاتی ہے۔

تو معنی یہ ہوئے کہ

اس قسم کے لوگ دنیا اور برزخ اور آخرت ہر جگہ کامیاب ہیں۔

خیال رہے کہ

ہدایت وکامیابی سے مراد دنیا کی ہدایت وکامیابی ہے

تو معنی یہ ہوئے

لوگ دنیا میں اچھے عقیدوں پر ہیں اور اچھے اعمال کی توفیق والے ہیں۔

امیری، فقیری، سلطنت وغیرہ ہر حال میں کامیاب ہیں۔

اگر برزخ کی ہدایت وفلاح مراد ہے تو

تو معنی یہ ہیں کہ

مرتے وقت حسن خاتمہ اور قبر میں سوالات کے جوابات کی ہدایت پر ہیں۔ پھر دوزخی نعمتوں سے کامیاب ہیں۔

اگر قیامت کی ہدایت وفلاح مراد ہے تو

مطلب یہ ہے کہ

قیامت میں سوالات ملائکہ کے جوابات کی ہدایت پالیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی

مغفرت سے کامیاب ہوں گے۔

یہ سب امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے کہ ان کو وہ رسول ملے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اعلیٰ ہیں اور امتی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے دنیا و آخرت میں فلاح پائیں گے۔

چند فوائد

(۱) اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت کہ اشرف الامم ہونا قیامت میں آثار وضو سے اعضاء چمکنا

جنت میں پہلے داخل ہونا وغیرہ

صرف امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اس رحمت میں کوئی دوسری امت داخل نہیں۔

(۲) گزشتہ کتب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بلکہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے صفات مذکور ہیں مگر ابھی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب وہاں مذکور نہ تھے صفات ہی مذکور تھے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار تکوینی آفات بھی دفع کر سکتے ہیں کہ تکوینی بوجھ بھی آفت ہی ہیں لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے آفتیں دور کرتے ہیں۔ اپنی امت کے بوجھ ہلکے فرماتے ہیں خواہ احکام کے بوجھ ہوں یا گناہوں کے بوجھ ہوں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک، ناخن مبارک بلکہ اس مشکیزہ کے منہ سے شفاء اور برکتیں حاصل کرتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک لگا تھا۔ یہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔

(۴) امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ادب

واحترام ہر وقت ہر طرح فرض ہے اس کے لئے کسی ثبوت یا نقل کی ضرورت نہیں۔ جو تعظیم اسلام میں حرام نہ ہو وہ کرو۔ انہیں سجدہ نہ کرو، رکوع نہ کرو، باقی ہاتھ پاؤں چومنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس دور میں درست اور ہمارے زمانے میں حاضری کے لئے گردن جھکانا اور درود وسلام کثرت سے پڑھنا وغیرہ۔

(۵) جس چیز کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے اس کی بھی تعظیم و توقیر ادب واحترام چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَزَّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

کیونکہ تمام مسلمانوں پر تا قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام لازم ہے۔ مگر مذکورہ بالا آداب صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی کر سکے۔ ہم خبیثوں کو میسر نہ ہوئے ہم کو یہ میسر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نسبت کا ادب کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ذکر کا ادب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر کا ادب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کا ادب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ولادت کا ادب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے نام کا ادب

اور

میلاد میں قیام کریں

جب نام مبارک آئے تو انگوٹھے چومنا کہ آنکھوں کی روشنی تیز ہوگی اور آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔

مدینہ مبارکہ کی مٹی چومنا

ان سب کا ادب واحترام چاہیے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کبھی مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہوئے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منور حاضر ہوئے تو حدود مدینہ میں استنجے کو نہ بیٹھے بلکہ اتنے دن تک کھانا پینا ہی ترک کر دیا تا کہ پیشاب پاخانہ کی حاجت نہ ہو اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں اپنا قیام ہی مختصر کیا بعض خوش نصیب لوگ زمین مدینہ میں جوتا نہیں پہنتے ننگے پاؤں ہی ان مبارک گلیوں میں پھرتے ہیں۔

یہ تو وہ مقام ہیں

جہاں پر خود اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب کے مقدس مقامات کی قسمیں کھا رہا ہے۔

ارشاد فرمایا:

مجھے اس شہر کی قسم! جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

ارشاد فرمایا:

محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تمہاری عمر کی قسم

ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ

تمہارے مقدس زمانے کی قسم

ارشاد فرمایا:

ولعمرك

تیری مقدس جان کی قسم

ارشاد فرمایا:

والبلد

تیرے مکان کی قسم

تو یہ وہ مقدس مقام ہیں جن کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ بھی قسموں سے یاد فرما رہا ہے تو یہ سب نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

چند اعتراضات کے جوابات

آخر وہ کون سی بھلائی ہے جو ان قیدوں کے ساتھ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جائے گی کیا موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔

الجواب

اللہ تعالیٰ کی رحمت تین قسم کی ہے۔

ایک رحمت عامہ جو تمام مخلوق کو عطا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

اور جیسے دنیاوی رزق، زندگی وجود

دوسری رحمت خاصہ جو صرف مومنوں کو عطا ہوئی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ

اور جیسے خدارسی، عرفان وغیرہ

تیری رحمت خاص الخاص

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ

اور جیسے افضل اُمم ہونا

ان کے احکامات آسان

اور انعامات زیادہ ہونا

ان کے لئے تمام زمین مسجد ہونا

تمام مٹی کا مطہر فرمانا جس پر تیمم کیا جائے

آخرت میں آثار وضو سے اعضاء وضو چمکنا

سب امتوں سے اول جنت میں داخلہ

یہ رحمت امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص رحمت نہیں دی۔

اعتراض

اس آیت سے معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔

معلوم ہوا کہ جیسے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی مدد کی ضرورت ہے لہٰذا امت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر ہوئے؟

الجواب

مدد دو طرح کی ہے

کرم کی

مدد کی

کرم کا مددگار مربی کہلاتا ہے، خدمت کا مددگار خادم ماں بچہ کو پالتی ہے تو وہ مربیہ ہے پھر جوان ہو کر ماں باپ کی پرورش کرے تو خادم حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کی مدد پہلی قسم کی کرتے ہیں۔ امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری قسم کی کرتے ہیں۔

نیز

امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے ہر وقت محتاج ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کی خدمت سے بے نیاز۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدمت لے لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کرم

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ

دیکھو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا

تو کیا

یہاں تم خود کو اللہ تعالیٰ کے برابر کہو گے

معلوم ہوا امت محتاج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کچھ نہیں اور نہ ہو گی۔

مسلمانو!

میں نے چند آیات کریمہ سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ اس امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت فرماتا ہے۔ اپنا پیارا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس امت میں بھیج کر احسان فرمایا۔ اگر میں آیات کریمہ سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ذکر کروں تو اس کے لئے ایک دفتر چاہئے اور یہاں میرا اصل مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ظاہر کرنا تھا۔

لہٰذا ان چند مذکورہ آیات کریمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

اب امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا ذکر احادیث مبارکہ سے ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کس قدر عظیم انعامات سے نوازا ہے۔

میری امت کا کوئی شخص جہاں وقت نماز پائے پڑھ لے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔

(۱) ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب کیساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے۔

(۲) میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے کہ میری امت کا

کوئی شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے تو نماز پڑھ لے۔

(۳) میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کیا۔

(۴) اور مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی

(۵) اور ہر نبی کو خاص اس قوم کے لئے مبعوث کیا جاتا تھا مگر مجھے تمام انسانوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(بخاری: کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالیٰ عزوجل: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا:)(ج:۱،ص ۱۲۸، حدیث ۳۲۸)

سُبْحَانَ اللّٰهِ

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا احسان عظیم ہے کہ خالق باری تعالیٰ نے اپنا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امت کو عطا فرمایا اور اس امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی کو پاک فرمایا کہ جب پانی میسر نہ آئے تو تیمم کر کے اپنے خالق باری کو راضی کر سکیں۔

ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں عطا کی گئیں۔

(۱) پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ میں مشرق و مغرب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(۲) پہلے کسی نبی (علیہ السلام) کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں ہوتا تھا وہ صرف میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔

(۳)اور میرے لئے صرف تمام روئے زمین مطہر اور مسجد بنادی گئی لہذا (میری امت کا) جو شخص جس جگہ بھی نماز کا وقت پائے وہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۴)اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو (لوگوں پر) ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے۔

(۵)اور مجھے ہی شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ: ج ۱ ص ۳۷۰ حدیث ۵۲۱)

سُبْحَانَ اللّٰهِ

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی خوش نصیب ہے کہ پہلی قوموں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مالِ غنیمت بھی حلال ہے اور مالِ غنیمت وہ ہوتا ہے جو کفار سے جنگ جیتنے کے بعد حاصل ہو۔

میری امت کے لئے تمام زمین پاک کرنے والی بنادیا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر

یا

ارشاد فرمایا:

تمام امتوں پر چار چیزوں کے ساتھ فضیلت دی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا

(۲)اور تمام زمین کو میرے لئے اور میری امت کے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا۔ پس میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ملے تو اس کے پاس اس کی مسجد بھی

ہے اور طہارت کا ذریعہ بھی۔

(۳) اور میری ایک ماہ کی مسافت سے رعب کیساتھ مدد کی گئی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

(۴) اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا ہے۔

(سنن ترمذی: کتاب السیر: باب ماجاء فی الغنیمۃ، ج ۴، ص ۱۳۳، حدیث ۱۵۵۳)

سبحان اللہ عزوجل:

اللہ تعالیٰ کا اس امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عظیم رحم و کرم ہے کہ مسائل میں زیادہ سختی نہیں فرمائی اور نہ ہی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سخت مشقت میں ڈالا بلکہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نرمی فرمائی۔

(اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم داغ نہیں لگواتے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ پس ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گزرنے لگا اور اس کے ساتھ اس کی اُمت تھی۔ ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا بھی گزرا کہ اس کے ساتھ چند افراد تھے۔ ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دس آدمی اور ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پانچ آدمی تھے اور ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا گزر رہے تھے۔ میں نے نظر دوڑائی تو ایک بڑی جماعت نظر آئی۔

میں نے پوچھا:

اے جبرائیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! کیا یہ میری امت ہے؟

عرض کیا:

نہیں

بلکہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) افق کی جانب توجہ

فرمائیں۔

میں نے دیکھا تو وہ بہت بڑی جماعت تھی۔

عرض کیا

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور یہ جو ستر ہزار ان کے آگے ہیں ان کے لئے نہ حساب ہے نہ عذاب۔

میں نے پوچھا:

اس کا کیا سبب ہے؟

انہوں نے کہا:

یہ لوگ داغ نہیں لگواتے تھے۔

غیر شرعی جھاڑ پھونک نہیں کرتے تھے۔

شگون نہیں لیتے تھے۔

اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ رکھتے تھے۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل فرمالے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اے اللہ عزوجل! اسے بھی ان لوگوں میں شامل فرمالے۔

پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا:

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمالے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔

(صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب)(ج ۵ ص ۲۳۹۶ حدیث ۶۱۷۵)

معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ بروز قیامت شرف عطا فرمائے گا اور ستر ہزار تو ایسے خوش نصیب ہونگے جن کے لئے نہ تو حساب ہوگا اور نہ ہی ان کے لئے عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت میں ہوں گے۔

میری امت کو تمام امتوں سے بہترین امت بنایا گیا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں عطا کیا گیا۔

ہم نے عرض کیا

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری رعب و دبدبہ سے مدد کی گئی اور مجھے زمین (کے تمام خزانوں) کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور مٹی کو بھی میرے لئے پاکیزہ قرار دیا گیا اور میری امت کو تمام امتوں سے بہترین امت بنایا گیا۔

(ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۶ ص ۳۰۴ حدیث ۳۱۶۴۷ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں سے بہترین امت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھیج کر تمام احکامات آسان فرمادیئے۔

(اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان کی دل کی باتوں کو معاف فرمادیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان کی دل کی باتوں (یعنی وساوس و خیالات) کو

معاف فرمادیا ہے جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے
(صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب اذ الم تستقر' ج ا'ص ۱۶۶' حدیث ۱۲۷)

سبحان اللہ عزوجل

اللہ تعالیٰ کا امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان عظیم ہے کہ دل کے وساوس اور خیالات کو معاف فرمادیا کہ جو دل میں خیالات اور وساوس آتے ہیں ان پر گرفت نہیں ہوگی اور نہ ہی ان پر سزا ہوگی۔ ہاں اگر زبان سے کلام کریں گے تو پھر پکڑ ہوگی۔

میری امت سے خطا نسیان اور جبر و اکراہ کو معاف فرمادیا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا نسیان اور جبر و اکراہ کو معاف فرمادیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ' کتاب الطلاق' باب طلاق المکرہ والناسی) ج ا'ص ۶۵۹' حدیث ۲۰۴۳)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ان سے بھی محفوظ فرمایا۔

میں انہیں قحط سالی سے نہیں ماروں گا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا ہے اور میں نے اس کو مشارق و مغارب کو دیکھا۔ عنقریب میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین لپیٹی گئی۔ مجھے (قیصر و کسریٰ) کے دو خزانے سرخ اور سفید دیئے گئے۔ میں نے اپنے رب (عزوجل) سے اپنی امت کے بارے میں سوال کیا کہ

انہیں قحط سالی سے ہلاک نہ کیا جائے اور نہ ان پر ان کے غیر سے دشمن مسلط کرے جو انہیں مکمل طور پر نیست و نابود کردے اور بے شک میرے رب (عزوجل) نے مجھے

ارشاد فرمایا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!

میں جب فیصلہ کر لیتا ہوں تو اس کو واپس نہیں لوٹایا جا سکتا اور بے شک میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے لئے یہ چیز عطا فرما دی ہے کہ عین انہیں قحط سالی سے نہیں ماروں گا اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کو ان پر دشمن مسلط کروں گا جو انہیں مکمل طور پر نیست و نابود کر دے اگر چہ (وہ دشمن ان کیخلاف ہر طرف سے اکٹھے) ہو جائیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کو خود ہلاک نہ کریں اور بعض بعض کو قیدی نہ بنائیں۔

(صحیح مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ: باب ہلاک ھذہ الامۃ بعضھم ببعض: ص ۲۲۱۵/ ج ۴، حدیث ۲۸۸۹)

۸۰ صفیں میری امت کی ہونگی

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے (۸۰) اسی صفیں میری امت کی ہوں گی اور باقی تمام امتوں کو ملا کر صرف چالیس صفیں ہوں گی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، ص ۶۵۹، ج ۱، حدیث ۲۰۴۳)

ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنادی گئیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمیں دیگر امتوں پر تین وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنادی گئیں۔

(۲) ہمارے لئے تمام روئے زمین مسجد بنادی گئی اور اس کی مٹی پانی نہ ملنے کے

وقت ہمارے لئے پاک کرنے والی بنادی گئی۔

راوی نے تیسری روایت کا ذکر بھی کیا (اور وہ خصوصیت سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں)

امام نسائی نے ان الفاظ کیساتھ اضافہ کیا جن میں تیسری خصوصیت کا ذکر بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ص ۳۸۱/ ج ۱، حدیث ۵۲۲) (نسائی، ص ۱۵، ج ۵، حدیث ۸۰۲۲)

اللہ تعالیٰ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آسانی کو پسند فرمایا تنگی کو نہ پسند فرمایا

حضرت محجن بن ادرع سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس امت (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے آسانی کو پسند فرمایا ہے اور تنگی کو ناپسند فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔

(معجم الکبیر، ص ۲۹۸، حدیث ۷۰۷، بیروت)

میں قیامت کے روز اپنی امت کو پہچان لونگا

حضرت ابوذر اور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں قیامت کے روز ضرور اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان پہچان لوں گا۔

صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں انہیں پہچان لونگا کہ ان کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور ان کی پیشانیوں پر سجدہ کا اثر ہوگا اور میں انہیں ان کے نور سے پہچان لونگا جو ان کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۱۹۹/ ج ۵، حدیث ۲۱۷۸۸، بیروت)

اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تین آفتوں سے محفوظ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین آفتوں سے بچالیا۔

(۱) ایک یہ کہ تمہارا نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تمہارے لئے ایسی بددعا نہ کرے گا کہ تم تمام ہلاک ہوجاؤ۔

(۲) دوسرا یہ کہ اہل باطل اہل حق پر غالب نہ ہوں گے۔

(۳) تیسرا یہ کہ تم گمراہی پر جمع نہیں ہوں گے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الفتن، باب ذکر الفتن ودلائلھا، ص ۹۸/ ج ۴، حدیث ۴۲۵۳)

اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت سی چیزیں حلال

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ ہم نے گمان کیا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے وصال فرما گئے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے فارغ ہوئے تو

ارشاد فرمایا:

میرے رب (عزوجل) نے مجھ سے میری امت کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔

اس میں بیان فرمایا

اور ہمارے لئے وہ بہت سی چیزیں حلال کر دیں جو ہم سے قبل (امتوں پر) ممنوع تھیں اور ہم پر اس دنیا میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

(مسند احمد بن حنبل' ص ۳۹۳' ج ۵' حدیث ۲۳۳۸۳' بیروت)

جنت تمام امتوں پر حرام جب تک اُمت مصطفیٰ ﷺ داخل نہ ہو جائے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اس وقت تک حرام کر دی گئی ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔ (المعجم الاوسط' ص ۲۸۹' ج ۱' حدیث ۹۴۲' بیروت)

امت مصطفیٰ ﷺ قیامت کے دن اول ہوں گے

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحوم قرار دیا اور اس کی عمر مختصر رکھی۔ سو ہم ہی آخری ہیں اور ہم ہی قیامت کے دن اول ہوں گے اور میں بغیر کسی فخر کے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہا السلام) ہیں اور حضرت موسیٰ صفی اللہ (علیہ السلام) ہیں جبکہ میں ہی حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور روز قیامت میرے پاس ہی حمد کا جھنڈا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں مجھ سے تین وعدے فرمائے اور تین چیزوں سے انہیں نجات دی۔

(۱) ان پر عام قحط سالی مسلط نہیں کرے گا۔

(۲) اور کوئی دشمن انہیں ختم نہیں کر سکے گا۔

(۳) اور انہیں کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

(سنن دارمی، باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل، ص ۴۲، ج ۱، حدیث ۵۴)

اللہ تعالیٰ کی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل کی گئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ امت ہے جس پر رحمت نازل کی گئی ہے۔ اس کا عذاب اس کے ہاتھ میں ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک مسلمان کو ایک کافر دے کر کہا جائے گا یہ تمہارا دوزخ کا فدیہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب فی صفۃ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) (ص ۱۴۳۴، ج ۲، حدیث ۴۲۹۲)

امت مصطفیٰ ﷺ بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے

حضرت امام باہلی رضی اللہ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ

قیامت کے روز روشن پیشانیوں اور چمکتے ہاتھ پاؤں والے لوگوں کی ایک جماعت نمودار ہوگی جو افق پر چھا جائے گی۔ ان کا نور سورج کی طرح ہوگا۔ سو ایک ندا دینے والا ندا دیگا۔

''نبی اُمی''

پس اس ندا پر ہر امی نبی متوجہ ہوگا لیکن کہا جائے گا (کہ اس سے مراد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہے۔ سو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے ان پر کوئی حساب اور عذاب نہیں ہوگا۔ پھر اس طرح کی ایک اور جماعت نمودار ہوگی جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ ان کا نور چودھویں کی چاند کی طرح کا ہوگا اور ان کا نور افق پر چھا جائے گا۔ سو پھر ندا دینے والا ندا دے گا۔

اور کہے گا:

''نبی اُمی''

پس اس ندا پر ہر امی نبی متوجہ ہو گا لیکن کہا جائے گا۔ اس ندا سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت ہے پس وہ بغیر حساب و عذاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر اسی طرح کی ایک اور جماعت نمودار ہوگی۔ ان کی پیشانیاں اور ہاتھ چمکتے ہوں گے۔ انکا نور آسمان مین بڑے ستارے کی طرح ہوگا ان کا نور افق پر چھا جائے گا۔ پس ندا دینے والا آواز دے گا۔

''نبی اُمی''

سو اس ندا پر ہر امی نبی متوجہ ہو جائے گا۔

کہا جائے گا

(کہ اس سے مراد بھی) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت ہے۔ پس وہ بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب عزوجل (اپنی شان کے لائق) تشریف لائے گا اور پھر میزان و حساب قائم کیا جائے گا۔

(معجم الکبیر، ج ۸، ص ۱۷۳، حدیث ۷۷۲۳، بیروت)

قیامت کے دن حضور ﷺ اپنی امت کو پہچان لیں گے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور میں ہی ہوں گا جسے سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ہوگی۔ سو میں اپنے سامنے دیکھوں گا اور اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان بھی پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے اور داہنی طرف بھی انہیں دیکھ کر پہچان لوں گا۔

ایک شخص نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان کیسے پہچانیں گے جبکہ ان میں حضرت نوح (علیہ السلام) کی امت سے لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت تک کے لوگ موجود ہوں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے اعضاء وضو کے اثر سے چمک رہے ہوں گے اور ان کے سوا کسی اور (امت) کے ساتھ ایسا نہیں ہوگا اور میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کے آگے ان کی اولاد دوڑتی ہوگی۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۵' ص ۱۹۹' حدیث ۲۱۷۸۵' بیروت)

دین کی ابتدا غریب امت سے ہوئی

حضرت کثیر بن عبداللہ مزنی بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک (یا فرمایا: اسلام) کی ابتداء اجنبیت سے ہوئی۔

اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین (معاشرے میں) اجنبی لگے گا اور دین (پھیلانے) کی خاطر الگ تھلگ ہونے والوں کو مبارک ہو۔

عرض کیا گیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ غرباء کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ جو میری سنتوں کو زندہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ (مسند الشہاب: ص ۱۳۸' ج ۲' حدیث ۱۰۵۲)

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے خلفاء ہوں گے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ ارشاد فرمایا:
میرے خلفاء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلفاء کون لوگ ہیں؟
آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:
وہ جو میری سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی ان کی تعلیم دیتے ہیں۔
(کنز العمال ص ۲۲۹ ج ۱۰ حدیث ۲۹۲۰۹ بیروت)

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طلباء کرام کی فضیلت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
حصول علم کے دوران اگر کسی شخص کو موت آ جائے اور وہ اس لئے علم حاصل کر رہا ہو کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے گا تو اس کے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔
(سنن دارمی باب فی فضل العلم والعالم ص ۱۱۲ ج ۱ حدیث ۳۵۴)

امت مصطفیٰ ﷺ میں ہر صدی کے آخر میں احیائے دین کرنے والا مجدد پیدا ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں سے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا روایت فرماتے ہیں کہ
آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آخر میں کسی ایسے شخص کو پیدا فرمائے گا جو اس (امت) کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

(سنن ابوداؤد' کتاب الملاحم' باب مایذکر فی قرن المائۃ)' (ص ۱۰۹ ج ۴' حدیث ۴۲۹۱)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ ۷۰ امتوں سے بہتر اور معزز

حضرت بہز بن حکیم بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان باری تعالیٰ ("تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہو") کے بارے میں ارشاد فرمایا:

تم ستر (۷۰) امتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو"۔

(ترمذی' کتاب تفسیر القرآن ؟؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' باب ومن سورۃ آل عمران' ص ۲۲۶' ج ۵' حدیث ۳۰۰۱)

ایک اور حدیث میں ہے

حضرت بہز بن حکیم بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم قیامت کے دن ستر (۷۰) امتوں کی تکمیل کریں گے اور ہم سب سے آخری اور سب سے بہتر ہوں گے۔

(سنن ابن ماجہ' کتاب الزہد' باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم' ص ۱۴۳۳' ج ۲' حدیث ۴۲۸۷)

حضور ﷺ کا اپنی امت کو سات بار خوشخبری اور مبارکباد دینا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خوشخبری اور مبارکباد ہو اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور

سات بار خوشخبری اور مبارکباد اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا نہیں لیکن مجھ پر ایمان لایا۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۲۵۷، ج ۵، حدیث ۲۲۲۶۸)

آواخر اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اجر اول اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کے برابر

حضرت عبدالرحمٰن بن علا حضرمی سے روایت ہے کہ مجھے اس (صحابی) نے بتایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اس امت کے آخری (دور) میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے لئے اجر اس امت کے اولین (دور کے لوگوں) کے برابر ہوگا۔ وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور فتنہ پرور لوگوں سے جہاد کریں گے۔ (دلائل النبوۃ، ص ۵۱۳، ج ۶)

آخری امت مصطفیٰ ﷺ باعتبار ایمان لانے کے بہتر ہوگی

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

انہوں نے عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہوگا؟

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایمان لائے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ہم نے جہاد کیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا تک نہیں ہوگا (وہ اس جہت سے تم سے بھی بہتر ہوں گے)

(سنن دارمی، کتاب الرقاق، باب فی فضل آخر ھذہ الامۃ، ص ۳۹۸، ج ۲، حدیث ۲۷۴۴)

امت مصطفیٰ ﷺ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ
میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی جو انہیں ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا یا ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر (یعنی روز قیامت) آجائے اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔
(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ فأراھم انشقاق القمر: ص ۱۳۳۱، ج ۳، حدیث ۳۴۴۲)

میرے بعد میری امت میں سے ہر ایک کی خواہش ہوگی کہ اپنے اہل و مال کے بدلے میرا دیدار خریدے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یقیناً میری امت میں میرے بعد ایسے لوگ بھی آئیں گے جن میں سے ہر ایک کی خواہش یہ ہوگی کہ اپنے اہل و مال کے بدلے (اگر اسے) میرا دیدار (ملے تو وہ) خرید لے۔ (یعنی اپنے اہل و مال کی قربانی دے کر ایک مرتبہ مجھے دیکھ لے)
(مستدرک للحاکم، ص ۹۵، ج ۴، حدیث ۶۹۹۱، بیروت)

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر
(سنن ترمذی، کتاب الامثال، باب مثل الصلوات الخمس، ص ۱۵۲، ج ۵، حدیث ۲۸۶۹)

آخری امت مصطفیٰ ﷺ کے لئے خوشخبری

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا:

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تک نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تک نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کے لئے خوشخبری ہے۔ ان کے لئے دوبارہ خوشخبری ہے وہ ہم میں سے ہی ہیں اور (روز قیامت) وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔

(معجم الاوسط: ص ۶ ۲۷، ج ۸، حدیث ۸۶۲۴، بیروت)

حضور ﷺ کے بھائی کون؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے یہ خواہش کی ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملوں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی نہیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میرے صحابہ ہو لیکن میرے بھائی وہ ہوں گے جو مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ

انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل' ص ۱۵۵' ج ۳' حدیث ۱۲۶۰۱' بیروت)

خداعزوجل کی قسم! تم پر ایک دن ایسا آئے گا تم مجھے دیکھ نہیں پاؤ گے مگر میری زیارت کرنا اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! تم لوگوں پر ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے لیکن میری زیارت کرنا (اس وقت) ہر مومن کے نزدیک اس کے اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہوگا۔

(صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب علامات النبوۃ فی الاسلام' ص ۳۱۵' ج ۳' حدیث ۳۳۹۴)

ایک اور حدیث میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سے میرے ساتھ شدید محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور ان میں سے ہر ایک کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ اپنے سب اہل وعیال اور مال واسباب کے بدلے میں سے ہر ایک کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ اپنے سب اہل وعیال اور مال واسباب کے بدلے میں (ایک مرتبہ ہی) میری زیارت کرلیں۔

(صحیح مسلم' کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا' باب فی من یود رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باہلہ ومالہ' ص ۲۱۷۸' ج ۴' حدیث ۲۸۳۲)

آخری امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان عجیب تر

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد دریافت فرمایا۔

کون سی مخلوق تمہارے نزدیک ایمان (لانے) کے لحاظ سے سب سے عجیب تر ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

فرشتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فرشتے کیوں نہ ایمان لائیں جبکہ وہ ہر وقت اپنے پروردگار کی حضوری میں رہتے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا:

پھر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر ہم (ہی ہوں گے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ایمان کیوں نہیں لاؤ گے جبکہ میں بنفس نفیس تم میں جلوہ افروز ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مخلوق میں میرے نزدیک پسندیدہ اور عجیب تر ایمان ان لوگوں کا ہے جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ کئی کتابوں کو پائیں گے مگر (صرف میری) کتاب میں جو کچھ لکھا ہوگا اس پر ایمان لائیں گے۔ (معجم الکبیر: ص ۸۷، ج ۱۲، حدیث ۱۲۵۶۰)

مسلمانو!

ان تمام احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی خوش نصیب ہے کہ جن کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار آقا و مولا دو جہاں کے تاجدار نصیب ہوئے۔ جس مقدس ہستی مصطفیٰ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے تمام عالم پیدا کیا گیا۔ جس عظیم سلطنت کے مالک کے صدقے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصف جنتی ہوگی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان عظیم ہے اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خوشی سے کم بات نہیں ہے۔

میں نے مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ظاہر کروں کہ اللہ تعالیٰ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت کرتا ہے اور مغفرت فرمانے کے لئے کتنے وعدے فرمائے ہیں۔ اب میں رمضان المبارک میں ہونے والے مشہور واقعات کو ذکر کرتا ہوں کہ جن کی نسبت مقدس نفوس اور مقدس مقامات سے ہے۔

پیران پیر روشن ضمیر سیدی مرشدی
حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مبارک

رمضان المبارک میں کثیر بزرگوں کی پیدائش مبارک اور وصال باکمال بھی ہے۔ جن میں سے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مبارک یکم رمضان المبارک بروز پیر صبح صادق کے وقت ہوئی جس کی تائید یوں ملتی ہے۔

الحقائق فی الحدائق میں ہے:

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ یکم رمضان المبارک بروز پیر صبح صادق کے وقت دنیا میں جلوہ گر ہوئے اس وقت ہونٹ آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے اور اللہ اللہ کی آواز آ رہی تھی۔ (الحقائق فی الحدائق، ص ۱۳۹)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ یقیناً اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی

شان اور فضائل میں کئی کتابیں بھری ہوئی ہیں لیکن میں صرف یہاں پر آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور چند حالات اور کرامات کو ذکر کروں گا کیونکہ میرا مقصود صرف رمضان المبارک میں ہونے والے مقدس واقعات کو ذکر کرنا ہے اور رمضان المبارک میں ہونے والے مقدس واقعات کو ترتیب کیساتھ عرض کروں گا۔ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ امام غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا دن ہے۔ جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں، اسی طرح سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ بھی تمام اولیاء اللہ علیہم الرحمہ کے سردار ہیں۔ جس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا قیامت باقی ہے اس طرح سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت بھی باقی ہے۔

جس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم حاجت روا ہیں اسی طرح سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی حاجت روا ہیں۔ اسی لیے یکم رمضان المبارک میں سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی مناسبت سے سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر عرض کرتا ہوں۔

قرآن مجید سے اولیاء اللہ کا ثبوت

قرآن مجید میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (یونس ۶۲)

خبردار! بے شک اللہ کے اولیاء پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔

جس مضمون کے منکرین موجود ہوں یا آئندہ پیدا ہونے والے ہوں تو انہیں بتانے کے لئے قرآن مجید میں تاکیدی حروف سے شروع کیا جاتا ہے جیسی قد، لقد، الا اور ان وغیرہ۔

پھر جس درجہ کا انکار ہو اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے۔ چونکہ مشرکین مکہ اور کفار مکہ سرے سے ولایت کے قائل نہ تھے وہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکاری تھے۔ ولایت کیا مانتے کیا تسلیم کرتے۔ نیز آئندہ خود کلمہ گو مسلمانوں میں اولیاء اللہ کے

منکرین پیدا ہونے والے تھے جو بہت سختی سے مختلف قسم کے انکار کرنے والے' کوئی فرقہ اولیاء اللہ کی ذات کا انکاری کوئی انکی صفات کا انکاری' کوئی ان کی کرامات کا انکاری' کوئی ان کے فیوض و برکات کا انکاری اور کوئی ان کے علوم کا انکاری تھا۔ اس لئے اس مضمون کو ڈبل تاکید الا اور ان سے شروع فرمایا گیا۔

☆ اولیاء

اولیاء جمع ولی کی۔ یہ ولی کا صفت مشبہ ہے بروزن فعیل جیسے کرم سے کریم اور حسن سے حسین۔

ولی کے معنی

ولی قرب' محبت' مدد

لہٰذا ولی کے معنی ہوئے قریب والا' محبت والا' مدد و نصرت والا۔ یہاں ولی یا بمعنی فاعل ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے قرب رکھنے والا یا بمعنی مفعول یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے قرب خاص بخشا' محبت عطا کی اس کی مدد اس کا احترام فرمایا۔ (صاوی تحت الآیۃ کریمہ)

کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ صفات خود عطا فرماتا ہے۔ انہیں بندوں کا حاجت مند نہیں کرتا۔

خیال رہے کہ

بعض مردود بندے اولیاء شیطان ہیں جنہیں کفار مشرکین اپنا ولی مددگار مانتے ہیں محض قرآن مجید کی اصطلاح میں ولی من دون اللہ کہا جاتا ہے اس لئے یہاں اولیاء اللہ فرمایا صرف اولیاء نہ کہا۔ ولی اللہ مقبول بندے ہیں اور ولی من دون اللہ مردود دین۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَوْلِيَاءُ هُمُ الطَّاغُوْتُ

اور ارشاد فرمایا:

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْ اَوْلِيَاءَ

یہ دقیق ملاحظہ ہو اور یاد رکھنا۔

اب ارشاد فرمایا:

یعنی خبردار رہو بے شک اللہ تعالیٰ کے دوست اس سے قرب خاص رکھنے والے اس کے دین کے مددگار یا وہ بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے خود سے قریب فرمایا یا انہیں اپنا دوست بنالیا یا براہ راست اللہ تعالیٰ ان کا دوست ہوا ان کی شان یہ ہے کہ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

یہ فرمان باری تعالیٰ ان کی خبر ہے۔ اس میں حضرات اولیاء اللہ سے غم وخوف کی نفی کی گئی ہے مگر طرز بیان جدا ہے۔

خوف کے بارے میں ارشاد ہوا:

لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ

جس سے معلوم ہوا کہ انہیں کبھی دنیا میں اگر ہوگا تو وہ ان پر غالب نہ آئے گا اور دائمی نہ ہوگا اس لئے علیہم فرمایا لہم نہ فرمایا۔

رہا دنیا نہ ہونے کا رنج وغم وہ انہیں کبھی ہوتا ہے اس لئے

"لاحزن"

نہ فرمایا بلکہ

"وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ" فرمایا

(روح المعانی تحت الآیہ کریمہ)

ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا خوف نہ ہوا

اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى

مگر یہ خوف ان پر غالب نہ آیا نہ باقی رہا۔

خوف آئندہ تکلیف دہ چیز کے اندیشہ کو کہتے ہیں...... اس کا مقابل ہے امن اور

حزن گزشتہ تکلیف دہ چیز پر رنج وملال کو کہتے ہیں اس کا مقابل فرح ہے۔

(روح المعانی' تحت الآیہ کریمہ)

حضرات اولیاء اللہ ان سے محفوظ ہیں۔

خیال رہے کہ اس جملہ کی چند تفسیریں ہیں۔

(۱) اولیاء اللہ کو دنیا اور دنیا دار سے خوف وغم نہیں تب خوف نہ ہونے کے وہ معنی ہیں جو ابھی عرض کیے گئے۔

(۲) اولیاء اللہ قیامت میں خوف وغم سے آزاد ہوں گے۔ عام مسلمانوں کو اپنا خوف ہوگا اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی گناہگار امت کے پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور جو پکڑے جاچکے ہوں گے ان کی پکڑ کا رنج رہے گا۔

اولیاء اللہ انہیں نہ اپنے پر خوف ورنج ہو نہ دوسروں پر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ

(تفسیر روح البیان تحت الآیہ کریمہ)

(۳) اولیاء اللہ دنیا وآخرت دونوں جہان میں خوف وغم سے آزاد کیے گئے ہیں۔

(۴) حضرات اولیاء اللہ پر دنیا میں کبھی ایسا وقت آتا ہے جبکہ وہ خوف وغم سے آزاد ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ پر ایک وقت یہ حالت طاری ہوئی کہ آپ جنگل میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خونخوار درندوں کا ہجوم ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ڈر کر درخت پر چڑھ گیا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی ڈر خوف طاری نہ ہوا۔ دوسری رات مچھر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کاٹا تو تڑپ گئے۔ مرید نے ان سے ان دو ماجروں کی وجہ پوچھی۔

ارشاد فرمایا:

کل ہم نے اپنی قوت سے نہیں بلکہ واردلت ربانیہ کی قوت سے یہ تحمل کیا جب وہ واردات بند ہوگئی تو میری ذاتی حالت سامنے آئی اور میں کمزورترین مخلوق ہوں۔

(تفسیر کبیر تحت الآیۃ کریمہ)

(۵) اولیاء اللہ کو دنیا کا نقصان دہ خوف و رنج کبھی نہیں ہوتا کہ وہ کسی بندے کے خوف سے اپنا دین بدل دیں یا عبادات الٰہیہ عزوجل چھوڑ دیں نہ ان سے کوئی کوتائی عمداً سرزد ہوتی ہے جس پر وہ غم کریں صلی اللہ علیہ وسلم وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہوتے ہیں۔

رہا اللہ تعالیٰ کا خوف تو وہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ وہ خوف مفید ہے۔

اولیاء اللہ کو ذات باری تعالیٰ میں اتنا اشغراق ہو جاتا ہے کہ انہیں خوف و غم کا احساس نہیں ہوتا۔ احساس کے بغیر خوف و غم کیسا۔ (تفسیر کبیر تحت الآیۃ کریمہ)

ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اس گروہ کا ذکر ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض امت تک پہنچائیں۔ یعنی اولیاء اللہ اور اس آیہ کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں۔

یہاں صرف خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اے لوگو کان کھول کر سن لو! آگاہ رہو خبردار رہو اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دوست اس سے قرب رکھنے والوں کی شان یہ ہے کہ دنیا میں ان پر کسی مخلوق کا خوف رعب ڈر نہیں چھاتا کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھرے ہوئے ہیں دوسرے خوف کی وہاں جگہ ہی نہیں نہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے انہیں بعد میں غم یا رنج ہو انہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں تکلیفوں سے محفوظ رکھتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو سچے پکے مومن ہوتے ہیں اور ہر وقت ہر طرح پرہیزگار متقی رہتے ہیں کہ نہ کوئی شرعی فرض و واجب سنت چھوڑتے ہیں نہ کوئی ناجائز کام کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبریاں ہیں کہ خواہ مخواہ بندوں کے منہ سے نکلتا ہے کہ وہ ولی اللہ ہیں ان کی طرف دل

کھلتے ہیں اور مرتے وقت فرشتے انہیں جنتی ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔ قیامت میں
اور جنت میں داخلے کے وقت انہیں خوشخبریاں دیتے ہیں اور دین کے یہ اللہ تعالیٰ کے
وعدے ہیں۔ کلماتِ الٰہیہ عزوجل میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اے لوگو یہ بڑی ہی کامیابی ہے
اس کی طرف رغبت کرو۔

ولایت ختم نہیں ہوگی

اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم فرمادی مگر ولایت ختم نہیں
فرمائی۔ اب کوئی نبی نہیں بن سکتا مگر ولی بنتے رہتے ہیں اور بنتے رہیں گے۔

اولیاء اللہ کے متعلق چند چیزیں قابل تحقیق ہیں۔

ولی کون ہے؟

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو شرعی فرائض سے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس
کی طاعت سے اللہ تعالیٰ کا نور حاصل کرے اس کا دل معرفت الٰہی عزوجل میں ڈوبا
رہے کہ جب دیکھے تو دلائل قدرت دیکھے جب سنے تو آیات الٰہیہ عزوجل سنے جب
بولے تو اللہ تعالیٰ حمد و ثناء سے شروع کرے جب حرکت کرے تو اطاعت الٰہی عزوجل
میں حرکت کرے جب بندہ اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہو جاتا ہے۔

متکلمین کہتے ہیں کہ

وہ ولی ہے جس کے عقائد درست ہوں اور قوی دلائل پر مبنی ہوں۔ اعمال شریعت
کے مطابق ہوں۔

بعض عارفین نے فرمایا:

ولایت نام ہے قرب الٰہی عزوجل کا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا جب
بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے کسی چیز کا ڈر نہیں رہتا نہ کسی چیز کے فوت ہونے کا غم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔ (طبری)

ابن زید نے کہا کہ

ولی وہ ہے جس میں یہ صفات ہوں جو اس آیت میں مذکور ہیں یعنی ایمان وتقویٰ اور بشارت

بعض علماء نے فرمایا:

ولی وہ جو کسی سے محبت یا نفرت کریں تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے کریں حتیٰ کہ جو کام خود کریں صرف رضا الٰہی عزوجل کے لئے کریں۔ (خزائن العرفان)

ولی اللہ کی پہچان

صوفیاء فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی پہچان آسان ہے مگر ولی اللہ کی پہچان مشکل ہے کہ ہر ذرہ، ہر قطرہ جمال رب عزوجل کا آئینہ ہے۔

شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفترے ست معرفت کردگار

مگر ولی تو ہم میں رہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوئیں جاگیں لیکن ان کے دل قندیل نورانی ہوں ظاہر میں شریعت سے موصوف ہوں باطن فقر کے انوار سے روشن ہو اب بتاؤ انہیں کیسے پہچانیں۔ وہ ان دولہنوں کی طرح ہیں جن تک ان کے محبوب کے سوا کوئی نہیں پہنچتا۔ یہ قول بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اولیاء اللہ کی ضرورت کیوں؟

دنیا خصوصاً مسلمان ہر آن اولیاء اللہ کے ایسے حاجت مند ہیں جیسے روزی، پانی تاروں کی روشنی کے۔

یہاں ان کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

(۱) اولیاء اللہ حق اور صراط مستقیم کی دلیل ہیں۔ جس دین میں وہ وہ برحق ہے جو ملت ولایت سے خالی ہے وہ باطل ہے۔ ہمیشہ اولیاء اللہ والا دین اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

سچوں کے ساتھ رہو۔

اور سورہ فاتحہ میں صراط مستقیم کی علامت یوں بیان فرمائی ہیں۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

دیکھ لو

مشرکین و کفار میں کوئی ولی نہیں کہ وہ باطل ہیں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ادیان میں اولیاء اللہ ہوتے۔ آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مریم رضی اللہ عنہا' اصحاب کہف علیہم الرحمہ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ

جن کے قصے قرآن مجید میں اور احادیث مبارکہ میں صراحتاً موجود ہیں مگر جب وہ دین عیسوی و موسوی وغیرہ منسوخ ہو گئے ان سے ولایت ختم ہو گئی۔ جب جڑ سوکھ جائے تو درخت میں پھل پھول کیسے لگیں۔ اسلام میں سواء مذہب حقہ اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی جڑ تو ہری ہے مگر اس کا فیض صرف ایک ہی شاخ اہل سنت میں آ رہا ہے۔ باقی میں فیض نہیں رہا اس میں ولایت کا سبزہ پھل پھول ہیں۔ یہ شاخ جنتی ہے باقی خشک شاخیں دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ولایت' حقانیت اسلام اور مذہب اہل سنت کی جیتی جاگتی دلیل ہے۔

(۲) اولیاء اللہ اور ان کی کرامات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ ہیں ان کے کمالات سے کمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لگتا ہے کہ جب اس شہنشاہ کونین کے غلاموں میں ہر کمالات ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا کیا کہنا۔

(۳) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دو قسم کے فیض دیئے

(۱) ظاہر

(۲) باطن

ظاہری فیوض علماء دین سے امت تک پہنچ رہے ہیں۔

باطنی فیوض اولیاء اللہ کے ذریعہ سے پہنچ رہے ہیں۔

(۴) جیسے دل کا فیض اعضاء بدن تک رگوں کے ذریعے پہنچتا ہے اگر رگیں کٹ جائیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تمام امت کو بذریعہ اولیاء اللہ پہنچتا ہے کہ ولایت درمیان میں نہ ہو تو امت کی روحانی موت واقع ہو جائے۔

(۵) بجلی کا پاور بنتا ہے پاور ہاؤس میں استعمال ہوتا ہے گھروں، دکانوں اور کارخانوں میں مگر پہنچتا ہے۔ درمیان کے کھمبوں اور تار کے ذریعہ ایمان بنتا ہے مدینہ منورہ کے پاور ہاؤس میں ملتا ہے۔ ہم گنہگاروں کو مگر درمیان میں علماء کرام کے کھمبے اولیاء اللہ کے تار کے ذریعے سے۔

(۶) بجلی کا نور قمقموں سے ملتا ہے۔ حضرات اولیاء کرام فیضان نبوت کے بلب ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چمکتے ہیں اور ہم گناہگاروں کو روشنی دیتے ہیں۔ پھر جس بلب کی جیسی طاقت ویسی اس کی روشنی۔ جیسا بلب کا رنگ ویسی اس کی روشنی، قادری چشتی نقشبندی، سہروردی عطاری اس مرکز کے فیض کے رنگ برنگے مختلف طاقتوں والے بلب ہیں۔

جیسے بجلی کا تار کاٹنے والا حکومت کا مجرم ہے ایسی ہی اولیاء اللہ سے دشمنی کرنے والا حکومت ربانیہ عزوجل کا مجرم ہے۔

(۷) زمین کا قرار پہاڑوں سے ہے جنگل میں ہلکے پتہ کا قرار کسی مضبوط آڑ سے ہے ورنہ ہوائیں پھرپن ایسے ہی ہمارے دلوں کا قرار حضرات اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے ہے۔

(۸) قیامت میں لوگوں کو ان کے امام پیشوا مشائخ کے ذریعہ بلایا جائے گا۔

یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ

ہم ہر شخص کو اس کے امام کیساتھ پکاریں گے۔

اوران شاء اللہ ہم اپنے مرشد کریم کیساتھ حاضر ہوں گے۔

(۹) دنیا میں جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہے اور جس شیخ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ہوں تو اس کی دنیا و آخرت دونوں کامیاب ہیں۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میرا کوئی بھی مرید بغیر توبہ کیے ہوئے اس دنیا سے نہیں جائے گا۔

سبحان اللہ جن کی ولایت کا یہ فیض ہو تو پھر وہ کیسے بے ایمان ہو کر مرے گا۔

اولیاء اللہ کی قسمیں

اولیاء اللہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) ولی تشریعی

(۲) ولی تکوینی

ولی تشریعی

ولی تشریعی وہ مسلمان متقی ہے جسے اس کے تقوے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے قرب خاص نصیب ہو جائے۔

اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

ہر عالم دین باعمل اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علما امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اور جہاں چالیس مومن جمع ہوں ان میں ایک نہ ایک ضرور ولی اللہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔

انہوں نے اپنے بچہ کی نماز جنازہ کے لئے چالیس مسلمانوں کے جمع ہونے کا انتظار فرمایا۔

ولی تکوینی

ولی تکوینی وہ ہیں جنہیں عالم میں تصرف کرنے کا اختیار دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بِہِمْ یُمْطَرُوْنَ

اور

بِہِمْ یُرْزَقُوْنَ

ان کی برکت سے بارش ہوتی ہیں لوگوں کو رزق ملتے ہیں۔

ولی تکونی کی بہت جماعتیں ہیں اور ان کے ذمہ دنیا کے سیاہ و سفید کے مختلف اختیارات ہیں۔

چنانچہ ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ

دنیا میں ہمیشہ "ابدال" چالیس

"امنا" سات

"خلفا" تین

"قطب عالم" ایک رہیں گے۔

قطب عالم سے دنیا ایسے قائم ہے جیسے میخ کی چوب سے خیمہ جیسے عالم ارواح میں فرشتے دنیا کا انتظار کرتے ہیں۔ جنہیں مدبرات امر کہتے ہیں۔ یونہی علام اجسام میں تکوینی اولیاء دنیا کا انتظار سنبھالے ہوئے ہیں حتیٰ کہ سلطنت حکومت ان بزرگوں کے

ہاں سے تقسیم ہوتی ہے۔

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ ان تمام اولیاء کرام علیہم الرحمہ کے تاقیامت سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا حصہ تمام اولیاء کرام علیہم الرحمہ کو پہنچتا ہے اور پہنچتا رہے گا۔

اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من عادیٰ للہ ولیا فقد بارز اللہ با المحاربة

(سنن ابن ماجہ، ص ۳۵۰، ج ۴، حدیث ۳۹۸۹، بیروت)

یعنی جو اللہ عزوجل کے کسی ولی سے دشمنی رکھے تحقیق اس نے اللہ عزوجل سے اعلان جنگ کر دیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل فرمایا:

من عادی لی ولیا فقد اذنته با الحرب (مشکوٰۃ: ۱۹۷)

جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی تحقیق میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں۔

بھلائی اور اپنی حاجتیں خوبصورت چہرے والوں سے طلب کرو

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اطلبو الخیر والحوائج من حسان الوجوہ

(المعجم الکبیر، ص ۶۷، ج ۱۱، حدیث ۱۱۱۱۰)

بھلائی اور اپنی حاجتیں خوبصورت چہرے والوں سے طلب کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔ اسی لئے تو عشاق اولیاء اللہ اپنے پیرومرشد سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگتے ہیں۔

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنے چاہنے والوں کی فریادرسی فرماتے ہیں جن کی کرامات کو آگے جا کر عرض کرتا ہوں۔

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا نسب مبارک

آپ رضی اللہ عنہ والد ماجد کی نسبت سے حسنی ہیں۔

سلسلہ نسب یوں ہے۔

سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابو عبداللہ بن سید یحییٰ بن سید محمد سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ جون بن سید عبداللہ محض بن سید امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کی نسبت سے حسینی سید ہیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۷۱)

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک

عبدالقادر

کنیت

''ابو محمد''

اور القابات

محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین، غوث الاعظم وغیرہ ہیں۔

پیدائش

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ میں بغداد شریف کے قریب قصبہ جیلان میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں بغداد شریف ہی میں وصال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار عراق کے مشہور شہر بغداد شریف میں ہے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۷۱)

حضور ﷺ کا حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو بشارت دینا

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت ابوصالح سید موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی رات مشاہدہ فرمایا کہ حضور انور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بمع صحابہ کرام علیہم الرضوان ان کے گھر جلوہ افروز ہیں اور ان الفاظ مبارکہ سے ان کو خطاب فرما کر بشارت سے نوازا۔

”یا ابا صالح اعطاك الله ابنا وهو ولی و محبوبی و محبوب الله تعالٰی و سیکون له شان فی الاولیاء والاقطاب کشانی بین الانبیاء والرسل“

(سیرت غوث الثقلین، ص ۵۵)

یعنی اے ابوصالح! اللہ عزوجل نے تم کو ایسا فرزند عطا فرمایا ہے جو ولی ہے اور وہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور اس کی اولیاء اور اقطاب میں ویسی شان ہوگی جیسی انبیاء اور مرسلین علیہم السلام میں میری شان ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشارتیں

حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام نے یہ بشارت دی کہ ”تمام اولیاء اللہ تمہارے فرزند ارجمند کے مطیع ہوں گے اور ان کی گردنوں پر ان کا قدم مبارک ہوگا“۔

(سیرت غوث الثقلین، ص ۵۵)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

مجھے عالم غیب سے معلوم ہوا ہے کہ پانچویں صدی کے وسط میں سید المرسلین صلی علیہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے ایک قطب عالم ہوگا جن کا لقب محی الدین اور اسم

مبارک سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ہے اور وہ غوث اعظم ہوگا اور جیلان میں پیدائش ہوگی۔ ان کو خاتم النبیین رحمۃ اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (اطہار میں سے آئمہ کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ اولین آخرین کے ہر ولی اور ولیہ کی گردن پر میرا قدم ہے' کہنے کا حکم ہوگا) (سیرت غوث الثقلین' ص ۵۷)

اپنی والدہ کے شکم اطہر میں چھینک کا جواب دینا

آپ رحمۃ اللہ علیہ ابھی اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں تھے اور والدہ محترمہ کو جب چھینک آتی اور اس پر جب وہ الحمد للہ کہتیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پیٹ ہی میں جواباً یرحمک اللہ کہتے۔ (الحقائق فی الحدائق: ص ۱۳۹)

جس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اسی دن جیلان شریف میں گیارہ سو بچے پیدا ہوئے

جس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو اسی دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیارِ ولادت جیلان شریف میں گیارہ سو بچے پیدا ہوئے وہ سب کے سب لڑکے تھے اور سب ولی اللہ بنے۔ (تفریح الخواطر: ص ۱۵)

ولادت کے وقت کرامت کا ظہور

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور پہلے دن ہی سے روزہ رکھا' سحری سے لے کر افطاری تک آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔

چنانچہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ

جب میرا فرزند ارجمند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا۔ (بہجۃ الاسرار' ص ۱۷۲)

پانچ برس کی عمر میں ۱۸ پارے حفظ سنانا

آپ رحمۃ اللہ علیہ پانچ برس کی عمر میں جب پہلی بار بسم اللہ پڑھنے کی رسم کے لئے کسی بزرگ کے پاس بیٹھے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور الم سے لے کر اٹھارہ پارے پڑھ کر سنا دیئے۔

اس بزرگ نے کہا:

بیٹے اور پڑھئے

تو فرمایا:

بس مجھے اتنا ہی یاد ہے کیونکہ میری والدہ کو بھی اتنا ہی یاد تھا۔ جب میں اپنی والدہ کے پیٹ میں تھا اس وقت وہ پڑھا کرتی تھیں۔ میں نے سن کر یاد کر لیا تھا۔

(الحقائق فی الحدائق، ص ۱۴۰)

فرشتے لڑکوں سے فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے بیٹھنے کے لئے جگہ فراخ کردو

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو ولی کب سے جانا؟

تو ارشاد فرمایا کہ

میری عمر دس برس کی تھی میں مکتب میں پڑھنے جاتا تو فرشتے مجھ کو پہچاننے کے لئے میرے ساتھ جاتے اور جب میں مکتوب میں پہنچتا تو فرشتے لڑکوں سے فرماتے:

''اللہ عزوجل کے ولی کے بیٹھنے کے لئے جگہ فراخ کردو''۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۴۸)

میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے

حافظ ابوالخیر عبدالمغیث بن ابی حرب زہیر بن زہیر بن علوی بغدادی جو بی حنبلی نے بغداد میں ۵۷۳ھ میں وہ کہتے ہیں کہ

ہم شیخ محی الدین عبدالقادر بن ابی صالح جیلی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بغداد میں ان کی رباط حلبہ میں حاضر تھے۔ اس وقت ان کی مجلس میں عراق کے اکثر شیخ حاضر تھے ان میں سے علی ابن الہیتی زریرامی، شیخ شریف ابوسعید قیلوی وغیرہم اور شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے روبرو کلام کرتے تھے۔ ان کا دل حاضر تھا۔

اور ارشاد فرمایا:

"قدمی ھٰذہ علی رقبة کل ولی اللہ"

ترجمہ: یعنی میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

تب شیخ علی بن الہیتی کھڑے ہوئے کرسی پر چڑھے اور شیخ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر رکھ لیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کے نیچے داخل ہوئے اور تمام حاضرین نے اپنی گردنیں بڑھائیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۵)

جو اولیاء اللہ وصال فرما گئے انہوں نے بھی اپنی گردنوں کو حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے آگے جھکا دیا

سید شریف شیخ پیشوا ابوسعد قیلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ

ترجمہ: میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر تجلی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو خلعت مقربین، ملائکہ کے ہاتھ پر آئی اور پہنایا اس کو اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جماعت کے

سامنے متقدمین و متاخرین میں سے جو زندہ تھے وہ تو اپنے جسموں کے ساتھ اور جو وصال فرما کر گئے وہ اپنی روحوں کے ساتھ اور ملائکہ و رجال الغیب تمام اس مجلس کو گھیرے ہوئے تھے اور ہوا میں صف بستہ کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ تمام افق کو بند کرلیا تھا۔ زمین پر کوئی ایسا ولی اللہ نہیں رہا تھا کہ جس نے گردن نہ جھکالی ہو۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۷)

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا گردن جھکانا

جس وقت سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد مقدس میں ارشاد فرمایا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

ترجمہ: یعنی میرا یہ قدم اللہ عزوجل کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

تو اس وقت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی کے دنوں میں ملک خراسان کے دامن کوہ میں عبادت کرتے تھے۔ وہاں بغداد شریف میں ارشاد ہوتا ہے اور یہاں غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر جھکایا اور اتنا جھکایا کہ سر مبارک زمین تک پہنچا اور فرمایا:

بل قد ماك علی راسی و عینی

ترجمہ: بلکہ آپ کے دونوں قدم میرے سر پر ہیں اور میری آنکھوں پر ہیں۔
(سیرت غوث الثقلین: ص ۸۹)

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا لاغر اونٹنی کو توانا کرنا

خبر دی ہم کو ابوعبداللہ محمد بن خضری حسینی موصلی نے ۶۷۰ھ میں کہا خبر دی ہم کو میرے باپ نے ۶۲۲ھ میں کہا کہ میں نے سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت تیرہ سال کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ میں بہت سی کرامات دیکھی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ کہ جب تمام اطباء کسی مریض کے علاج سے عاجز آتے تھے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لایا جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے لئے دعا مانگتے تھے اس پر ہاتھ

پھیرتے تھے تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو جایا کرتا تھا اور ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آ کر وہ جلد تندرست ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سلطان المستنجد کا قریبی رشتہ دار لایا گیا جس کو استسقا کا مرض تھا۔ اس کو پیٹ کی بیماری تھی۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے پیٹ پر ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاغر پیٹ ہو کر کھڑا ہو گیا گویا کہ اس کو کوئی بیماری نہ تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ابوالمعالی احمد مظفر بن یوسف بغدادی حنبلی آیا اور کہنے لگا کہ میرے بیٹے محمد کو پندرہ ماہ ہو گئے ہیں کہ بخار اس کو نہیں چھوڑتا بلکہ بڑھتا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

تم جاؤ اور اس کے مکان میں کہہ دو!

اے ام ملدم تم کو عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے بیٹے سے نکل کر حلہ کی طرف چلا جا۔

ہم نے ابوالمعالی سے پوچھا تو

انہوں نے کہا کہ میں گیا اور جس طرح شیخ نے حکم دیا تھا ویسا ہی کیا تو وہ اب تک پھر نہیں آیا اور کئی سال کے بعد ہم نے اس سے پوچھا تو کہا کہ اس دن کے بعد اس کے پاس پھر کبھی نہیں آیا اور یہ خبر آئی کہ حلہ کے لوگوں کو بخار آتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ابو حفص عمر بن صالح جدادی اپنی اونٹنی لیکر آیا اور عرض کیا کہ

میرا ارادہ حج کا ہے اور یہ میری اونٹنی ہے کہ چل نہیں سکتی اور میرے پاس اور کوئی اونٹنی نہیں ہے۔ پس شیخ نے اس کو ایک ایڑی لگائی اور اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا وہ کہتا

تھا کہ پھر اس کا یہ حال تھا کہ تمام سواریوں سے آگے چلتی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے سب سے پیچھے رہتی تھی۔ (بہجۃ الاسرار: ص ۲۲۵)

اے خضر! تم 94 سال ایک ماہ سات دن زندہ رہو گے

انہی سے منقول ہے کہ

مجھ سے ۵۶۰ھ میں فرمایا کہ اے خضر! تم شہر موصل کی طرف جاؤ کیونکہ تیری پیٹھ میں اولاد ہے کہ جس کو تو ظاہر کرے گا۔ پہلے ان سے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ اس کو ایک اندھا بغدادی قرآن مجید سات ماہ میں پڑھائے گا۔ اس کا نام علی ہے اور وہ سات سال کا ہوگا کہ قرآن مجید حفظ کرے گا اور تم 94 سال ایک ماہ سات دن زندہ رہو گے اور شہر اربل میں فوت ہوں گے۔ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں، تمہاری قوت سب کچھ صحیح اور تندرست رہے گا۔

ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ

میرے دادا نے موصل میں سکونت اختیار کی اور میں شروع ماہ ۶۰۱ھ میں پیدا ہوا۔ میرے لئے ایک نابینا حافظ لایا گیا جس نے مجھے قرآن مجید سکھایا۔ جب میں چھ سال اور پانچ ماہ ہوا اور ابھی سات سال ختم نہ کئے تھے کہ قرآن مجید کو حفظ کر لیا۔ میرے والد محترم نے حافظ صاحب کا نام اور ان کے شہر کا نام دریافت کیا۔

تو کہا کہ

میرا نام علی ہے اور میرا شہر بغداد ہے۔ تب والد محترم نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا۔ میرا والد اربل میں ماہ صفر ۶۲۵ھ میں فوت ہوا اور اس نے پورے ۹۴ سال اور ایک ماہ اور سات دن پورے کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حواس اور قوتیں ان کی وفات تک محفوظ رکھیں۔ (بہجۃ الاسرار، ۲۲۶)

سیدنا حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ جو فرما دیتے تقدیر الٰہی عزوجل بن جاتی اور اگر کوئی مریض آتا تو تندرست ہو جاتا یہ سب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ہے۔

سوداگر کو اپنی گمشدہ کنجیاں مل گئیں

شیخ ابو محمد عبداللہ بطائحی نے کہا کہ

سیدنا حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مدرسہ بغداد ۵۵۳ھ میں ابو المعالی محمد بن احمد بغدادی تاجر حاضر ہوئے۔ پھر ان کو حاجت ضروریہ نے ایسا تنگ کیا کہ چلنے پھرنے سے روک دیا۔ بڑی سخت تکلیف ہوئی۔ اس نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف فریادرس ہو کر دیکھا اور حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنے منبر کی سیڑھی سے نیچے اتر آئے اور پہلی سیڑھی پر ایک سر آدمی کے سر کی طرح ظاہر ہوا۔ پھر اور نیچے اتر آئے تو کندھے اور سینہ ظاہر ہوا۔ اسی طرح سیڑھی بہ سیڑھی اترتے۔ یہاں تک کہ کسی پر ایک صورت شیخ کی صورت کی طرح برابر ہوگئی۔ لوگوں کے سامنے شیخ کی آواز کی طرح بولتی تھی اور شیخ کے کلام کی طرح کلام کرتی تھی۔ اس بات کو سوا اس شخص کے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور کوئی نہ دیکھتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو چیرتے ہوئے آئے یہاں تک کہ اس کے سر پر کھڑے ہوگئے اور اس کے سر کو اپنی آستین سے ڈھانک لیا۔

عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ

اپنے رومال سے ڈھانک لیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دم ایک بڑے جنگل میں پہنچ گیا جس میں نہر ہے۔ اس کے پاس درخت ہے۔ اس میں اس نے وہ کنجیاں جو اس کی جھولی میں تھیں لٹکا دیں اور خود حاجت ضروریہ سے فارغ ہوا۔ اس نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے۔ جب سلام پھیر لیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آستین کو یا رومال کو اس پر سے اٹھا لیا تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ اسی مجلس میں ہے اور اس کے اعضاء پانی سے تر ہیں اور حاجت کی حالت جاتی رہی۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کرسی پر ہیں گویا کہ وہاں سے اترے ہی نہیں۔ وہ جب رہا کسی سے ذکر ہی نہیں کیا۔ کسی سے ذکر نہ کیا اپنی کنجیوں کو گم پایا اور اپنے پاس نہ دیکھیں۔ پھر وہ ایک مدت بعد بلاد عجم کی طرف قافلہ تیار

کر کے چلا۔ بغداد سے چودہ دن تک چلے اور ایک منزل جنگل میں اترے جس میں نہر تھی۔ تب وہ اس جنگل میں گیا کہ حاجت ضروریہ سے فارغ ہو کر کہنے لگا یہ جنگل اسی جنگل سے مشابہ ہے اور یہ نہر اس نہر کی مثل ہے اور اس دن کے واقعہ کو یاد کیا تو اتفاقاً وہی نہر وہی زمین وہی درخت وہی حاجت کی جگہ نکلی جو اس روز دیکھی تھی۔ تب اس کو پہچان لیا اور کوئی بات نہ بھولی۔ اپنی کنجیوں کو اسی درخت میں معلق پایا پھر جب بغداد کی طرف لوٹے تو وہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خبر دینے سے پہلے کان پکڑ کر فرمایا کہ

اے ابوالمعالی! میری زندگی میں کسی سے یہ ذکر نہ کرنا۔ پھر وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتا حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۴۴ تا ۱۴۵)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک آیت کے چالیس معانی بیان فرمانا

خبر دی ہم کو فقیہ ابوالحسن محمد بن ابی الفتح داؤد بن احمد قرسی ازجی نے کہا خبر دی ہم کو شیخ اصیل محی الدین ابو محمد یوسف بن امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی نے کہا کہ مجھ کو حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بغدادی بندلجی نے کہا کہ میں اور تیرا والد ایک دن شیخ کا محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو قاری نے ایک آیت پڑھی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں ایک معنی بیان کیا۔ میں نے تمہارے والد سے کہا کہ تم اس معنی کو جانتے ہو۔

اس نے کہا

ہاں

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور معنی بیان فرمایا

پھر میں نے ان سے کہا کہ تم یہ معنی جانتے ہو؟

اس نے کہا

ہاں۔

پھر حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے گیارہ معنی بیان فرمائے اور میں تمہارے والد سے کہتا تھا کہ کیا یہ معنی جانتے ہو تو وہ یہی کہتے کہ کیا یہ معنی جانتے ہو۔

انہوں نے کہا

نہیں

یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پورے چالیس معنی بیان کیے جو نہایت عمدہ اور عزیز معنی تھے اور اس کا ہر معنی اس کے قائل کی طرف منسوب کرتے تھے اور آپ کے والد کہتے تھے کہ میں یہ معنی نہیں جانتا۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علم سے اس کا تعجب بڑھ گیا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

ہم قال کو چھوڑتے ہیں اور حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تب لوگ سخت بیقرار ہوئے اور تمہارے والد نے تو اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔

(بہجۃ الاسرار ص ۳۳۴)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ تیرہ علوم میں کلام فرماتے

شریف ابوعبداللہ محمد خضر حسینی موصلی نے کہا کہ

میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد سردار شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ علوم میں کلام کیا کرتے تھے اور اپنے مدرسے میں تفسیر، حدیث، مذہب واخلاقیات کا درس دیا کرتے تھے۔ صبح وشام کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگ تفسیر حدیث مذہب خلافیات اصول نحو پڑھا کرتے تھے اور ظہر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ساتوں قرات میں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۳۳۵)

مرید کو بیٹھے بٹھائے مکتبہ المکرّمہ دکھا دیا

شیخ جلیل ابو صالح مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ

مجھ کو میرے شیخ حضرت ابو شعیب مدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابو صالح!

سفر کر کے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر کے حضور حاضر ہو کہ وہ تجھ کو فقر تعلیم فرمائیں۔ میں بغداد گیا جب حضور پرنور سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا میں نے اس ہیبت وجلال کا کوئی بندۂ خدا نہ دیکھا تھا۔ حضور پرنور نے مجھ کو ایک سو بیس دن یعنی تین چلے خلوت میں بٹھایا پھر میرے پاس تشریف لائے اور قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اے ابو صالح!

ادھر کو دیکھ تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟

میں نے عرض کی:

کعبہ معظمہ

پھر مغرب کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا:

ادھر کو دیکھ! تجھے کیا نظر آتا ہے

میں نے عرض کی:

میرے پیر ابو مدین

ارشاد فرمایا:

کدھر جانا چاہتا ہے۔ کعبہ کو یا اپنے پیر کے پاس

میں نے عرض کیا

اپنے پیر کے پاس

ارشاد فرمایا:

ایک قدم کو جانا چاہتا ہے یا جس طرح آیا تھا؟

میں نے عرض کی

جس طرح آیا تھا

ارشاد فرمایا:

یہ افضل ہے

پھر ارشاد فرمایا:

اے ابو صالح! اگر تو فقر چاہے تو ہرگز بے زینہ اس تک نہ پہنچے گا اور اس کا زینہ توحید ہے اور توحید کا مدار یہ ہے کہ عین السر کے ساتھ دل سے ہر خطرہ مٹادے لوح دل بالکل پاک صاف کرلے۔

میں نے عرض کی:

اے میرے آقا! میں چاہتا ہوں کہ حضور اپنی مدد سے یہ صفت مجھے عطا فرمائیں۔ یہ سن کر حضور پرنور نے ایک نگاہ کرم مجھ پر فرمائی کہ ارادوں کی تمام کششیں میرے دل سے ایسی کافور ہوگئیں جیسے دن کے آنے سے رات کی اندھیری اور میں آج تک حضور پرنور کی اسی ایک نگاہ سے کام چلا رہا ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۳۸۴ ج ۲۱)

ہر ہر بندے نے جو مراد مانگی پوری ہوئی

شیخ ابوالفتوح محمد صدیقی بغدادی نے حدیث بیان کی کہ ہم سید ابو جعفر محمد علوی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ عارف باللہ ابوالخیر بشر بن محفوظ بغدادی نے اپنے دولت خانے پر بیان فرمایا کہ ایک روز میں اور بارہ بندے خدمت اقدس حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر تھے کہ

حضور نے ارشاد فرمایا:

ليطلب كل منكم حاجة اعطينها له

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک ایک ایک مراد مانگے کہ ہم عطا فرمائیں

(اس پر دس صاحبوں نے دینی حاجتیں متعلق علم و معرفت اور تین شخصوں نے دینوی عہدہ و منصب کی مرادیں مانگیں جو مذکور ہیں)

حضور پرنور رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

ہم ان اہل دین اور اہل دنیا سب کی مدد کرتے ہیں۔ تیرے رب عزوجل کی عطا ہے اور تیرے رب عزوجل کی عطا پر روک نہیں۔

خدا عزوجل کی قسم!

جس نے جو مانگا تھا پایا۔ میں نے یہ مراد چاہی تھی کہ ایسی معرفت مل جائے کہ واردات قلبی میں مجھے تمیز ہو جائے کہ یہ وارد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ نہیں (باقیوں کو ان کی مرادیں ملنے کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں) اور میری یہ کیفیت ہوئی کہ میں حضور پرنور کے سامنے حاضر تھا۔ حضور پرنور نے اسی مجلس میں اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا فوراً ایک نور میرے سینے میں چمکا کہ آج تک میں اسی نور سے تمیز کر لیتا ہوں کہ یہ وارد حق ہے اور یہ باطل۔ یہ حال ہدایت ہے اور یہ گمراہی اور اس سے پہلے مجھے تمیز نہ ہو سکنے کے باعث سخت قلق رہا کرتا تھا۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۳۸۹ ج ۲۱)

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی بات جان لی

شیخ ابو محمد ہاشمی ساکن حرم محترم نے ہم سے حدیث بیان کی انہیں عارف حضرت ابوالحسن علی خباز نے خبر دی کہ انہیں امام اجل عارف اکمل سیدی عمر بزار نے خبر دی کہ میں ۱۵ جمادی الاخری ۵۵۶ھ روز جمعہ کو حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جامع مسجد کو جاتا تھا۔ راہ میں کسی شخص نے حضور پرنور کو سلام نہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا سخت تعجب ہے۔ ہر جمعہ کو تو خلائق کا حضور پرنور پر وہ ازدہام ہوتا تھا کہ ہم مسجد تک بمشکل پہنچ پاتے تھے۔ آج کیا واقعہ ہے کہ کوئی سلام تک نہیں کر رہا۔ یہ بات ابھی میرے دل میں پوری آنے بھی نہ پائی تھی کہ حضور پرنور رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور معاً لوگ تسلیم و مجرا کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ یہاں تک

کہ میرے اور حضور کے بیچ میں حائل ہو گئے۔ میں اس ہجوم میں حضور پرنور سے دور رہ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس حالت سے تو وہی پہلا حال اچھا تھا یعنی دولت قرب تو نصیب تھی۔ یہ خطرہ میرے دل میں آتے ہی معاپرنور نے میری طرف پھر دیکھا اور تبسم فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے عمر! تم ہی نے اس کی خواہش کی تھی۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں' میں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کرلوں۔ (فتاوی رضویہ: ص ۲۹۳' ج ۲۱)

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی

خبر دی ہم کو شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن منظور کنانی نے کہا کہ میں نے شیخ عارف ابوعبداللہ محمد بن ابی الفتح ہروی سے

سنا وہ کہتے تھے کہ

میں نے سیدی شیخ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی چالیس سال تک خدمت کی۔ سو اس مدت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

(بہجۃ الاسرار: ص ۲۴۴)

مادرزاد اندھے کو بینائی عطا فرمادی

خبر دی ہم کو ابومحمد رجب بن ابی منصور رواری۔ ابوزید عبدالرحمٰن سالم قرشی ابوعبداللہ محمد بن عبادہ انصاری نے قاہرہ میں ۶۷۱ھ میں۔ ان سب نے کہا کہ خبر دی ہم کو شیخ برگزیدہ ابوالحسن قرشی نے قاسیون پہاڑ پر ۶۸۱ھ میں کہا کہ میں اور شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی حضور پرنور کی خدمت میں ان کے مدرسہ میں جو کہ ازج کے دروازے میں تھا ۵۴۹ھ میں موجود تھے۔ تب ان کے پاس ابوغالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی ازجی سوداگر حاضر ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگا کہ

اے میرے سردار! آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دعوت میں بلایا جائے اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے۔ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے غریب خانہ پر دعوت کے لئے تشریف لائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا۔ پھر تھوڑی دیر سر مراقبہ ہوئے

اور ارشاد فرمایا کہ

ہاں چلوں گا۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ خچر پر سوار ہوئے۔ شیخ علی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دائیں سر رکاب پکڑی اور میں نے بائیں رکاب تھامی۔ اس کے گھر میں ہم آئے دیکھا تو اس میں بغداد کے مشائخ علماء وارِاکین جمع ہیں اور دستر خوان بچھایا گیا جس میں تمام شیریں وتر اشیاء خوردنی موجود تھیں اور ایک بڑا ٹکڑا لایا گیا جو کہ سر بمہر تھا۔ دو شخصوں نے اس کو اٹھایا تھا۔ اس کو دستر خوان کے ایک طرف رکھ دیا گیا۔ تب ابو غالب نے کہا کہ بسم اللہ اجازت ہے۔ اس حال میں شیخ مراقبہ میں تھے۔ نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھایا نہ کھانے کی اجازت دی اور نہ کسی اور نے کھایا۔ اہل مجلس کا یہ حال ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت کی وجہ سے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو شیخ علی کو اشارہ فرمایا کہ وہ صندوق اٹھا لاؤ۔ ہم اٹھے اور اس کو اٹھایا تو وزنی تھا۔ ہم نے اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ

اس کو کھولو

ہم نے کھولا تو اس میں ابو غالب کا لڑکا موجود تھا جو کہ مادرزاد اندھا اور اس کو گنٹھیا تھا نیز جذامی اور فالج زدہ تھا۔

تب شیخ نے اس کو فرمایا کہ

کھڑا ہو جا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو کر ہم نے دیکھا تو وہ لڑکا دوڑنے لگا اور بینا ہو گیا۔ گویا کہ اس کو کسی قسم کی بیماری ہی نہ تھی۔ یہ حال دیکھ کر مجلس میں شور پڑ گیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی حالت میں باہر نکل آئے اور کچھ نہ کھایا۔ (بہجۃ الاسرار: ص ۱۷۷)

مسلمانو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ پہلے تو حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ جانے کا قصد ہی نہ فرما رہے تھے لیکن جب مراقبہ کیا اور اس بچہ کی حالت پر ترس کیا پھر جانے کا قصد بھی فرما لیا اور یہ بات نہیں کہ کھانے کے لئے گئے تھے بلکہ مراقبہ میں اس مادر زاد اندھے کو ملاحظہ فرما کر بینائی عطا فرمانے گئے۔ (بہجۃ الاسرار/ص ۱۷۷)

مردہ جانوروں کو زندہ فرمادیا

خبر دی ہم ابو عبداللہ الحسن بن بدران بن علی بغدادی نے کہا خبر دی ہم کو فقیہ ابو محمد عبدالقادر بن عثمان بن ابی البرکات رزق اللہ بن علی تمی بردانی نے کہا کہ میں نے سنا شیخ عالم عارف ابا محمد عبداللطیف بن احمد بن محمد ترسی بغدادی فقیر صوفی سے

وہ کہتے ہیں کہ سات غلیجی اس جنگل میں جمع ہوئے۔ جس میں شیخ عثمان بن مروزق رہتے تھے۔ انہوں نے بہت سے جانوروں کو اور زمین پر شیخ عثمان کے قریب بہت سا ڈھیر جمع ہو گیا۔ پرندوں کا یہ حال تھا کہ غلیلہ کے زور سے لگنے کی وجہ سے زمین پر مردہ ہو کر گر پڑتے اور اذن کے ذبح کرنے کا موقع نہ پائے۔

شیخ نے ان سے کہا کہ

یہ تم کو حلال نہیں اور کسی کو یہ مت کھلاؤ

انہوں نے کہا کہ

کیوں

ارشاد فرمایا کہ

یہ مردہ ہیں

انہوں نے ہنسی سے کہا کہ تم ان کو زندہ کرو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

باسم اللہ واللہ اکبر

خداوند عزوجل ان کو زندہ کرائے وہ کہ بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کر دے گا۔

تب وہ تمام پرندے اٹھ کھڑے ہوئے اور اڑ گئے یہاں تک کہ آنکھوں سے غائب ہو گئے اور شکاری دیکھتے رہ گئے۔ پھر وہ سب اپنی گستاخی سے توبہ کرنے لگے اور شیخ کی خدمت کرنے کو مستعد ہو گئے۔ (بہجۃ الاسرار، ص/۱۷۵)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم السلام کا آنا

خبر دی ہم کو ابو سعد عبد الغالب احمد بن ہاشمی نے کہا خبر دی ہم کو شیخ ابوالحسن علی بن سلیمان نانبائی نے کہا خبر دی ہم کو دو شیخوں عمران کمیائی اور بزاز نے

ان دونوں نے کہا کہ

ہم نے شیخ پیشوا ابو سعد قیلوی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کئی مرتبہ رسول اعظم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا ہے۔

بے شک سردار اپنے غلاموں کو جھانکا کرتا اور بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح آسمان اور زمین میں ایسا چکر لگاتی ہیں جیسے کہ زمانہ میں ہوائیں اور میں نے ملائکہ عظام کو دیکھا ہے کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جوق در جوق آتے ہیں۔ میں نے رجال الغیب اور جنوں کو دیکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہر ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔

میں نے ابو العباس خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تشریف لاتے تھے۔

میں نے ان سے پوچھا:

تو ارشاد فرمایا کہ

جو شخص کامیابی چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اس مجلس کی ملازمت اختیار کرے۔

(بہجۃ الاسرار ص ۲۷۳)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں بارش نہ ہونا اور باہر بارش کا ہونا

شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ایک دفعہ بارش ہوئی اور حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے تو بعض اہل مجلس جانے لگے تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔

اور کہا کہ

یا خالق باری تعالیٰ! میں تو لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو ان کو متفرق کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجلس کے اوپر بارش بند ہو گئی اور مدرسہ کے باہر بارش ہوتی تھی مجلس پر ایک قطرہ بھی نہیں پڑتا تھا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۳۱۵)

بغداد دجلہ کے پانی سے غرق ہونے سے بچ گیا

انہی سے ہے کہ فرماتے ہیں:

ایک سال دجلہ اس قدر بھر آیا کہ بغداد غرق ہونے لگا تھا۔ لوگ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فریادی آئے تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عصا لیا اور دریا کے کنارے تک تشریف لے آئے۔ پانی کی حد تک اس کو گاڑ دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

یہاں تک رہو۔ اسی وقت پانی اتر گیا۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۱۵)

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پتھر سے چشمہ نکالا اور ستو ظاہر فرمایا

شیخ عارف ابو یحییٰ زکریا بن شیخ ابی زکریا یحییٰ بن شیخ بزرگ ابو حفص عمر بن یحییٰ مشہور حدیدی نے کہا کہ میں نے سنا اپنے باپ سے وہ کہتے تھے کہ میں نے شیخ عارف ہوشیار ابوالثناء احمد بن عبدالحمید سنجاری ذرعی سے سنا وہاں پر
وہ کہتے تھے کہ
میں نے ایک سال شیخ کے ساتھ قدم تجرید پر حج کیا۔ جب ہم جنگل میں پہنچے تو پانی ہمارے پاس نہ تھا۔ ہمیں سخت پیاس لگی۔ میں تو موت کے کنارے تک پہنچ گیا۔ شیخ راستہ سے تھوڑی دور الگ ہو گئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ ایک پتھر پر مارا جو وہاں تھا تو اس میں سے ایک نہایت شیریں چشمہ پھوٹنے لگا۔ ہم نے پانی پیا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر کر مجھے پلایا تو میں نے پانی اور ستو پیا۔ پھر ایک چلو بھرا اور پیا اس کے بعد اس پر ہاتھ پھیرا تو پھر وہی سخت پتھر بن گیا کہ جس پر تری کا نام ونشان نہ تھا۔ پھر میں سات دن تک کھانے پینے سے مستغنی ہو گیا۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۵۲۳)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے لوٹا ہوا مال غائبانہ طور پر واپسی کرایا

شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ محمد عبدالحق حریمی نے بغداد میں ۵۶۹ھ میں ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنے شیخ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مدرسہ میں اتوار

دن ۳ صفر ۵۵۵ھ میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور کھڑائیں پہنے ہوئے وضو کرنے لگے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زوردار آواز نکالی اور ایک کھڑاؤں پکڑ کر ہوا میں پھینکی تو وہ ہماری نگاہوں سے غیب ہوگئی پھر دوبارہ زوردار آواز نکالی اور دوسری کھڑاؤں پھینکی تو وہ بھی ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئی۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے اور کسی میں یہ جرات نہ ہوئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے۔ پھر تیس ۲۳ دن کے بعد بلادِ عجم سے ایک قافلہ آیا۔ اس نے کہا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے۔ ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اذن طلب کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

ان سے لے لو

تب انہوں نے ہم کو دریائی اور ریشمی کپڑے اور سونا اور شیخ کی وہ کھڑائیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھینکی تھیں دیں۔

ہم نے ان سے پوچھا

تم نے یہ کھڑائیں کہاں سے لیں۔

انہوں نے کہا کہ

ہم اتوار کے دن ۳ صفر المظفر کو سفر کر رہے تھے کہ اتفاقاً ہمارے سامنے عرب کا قافلہ آیا۔ ان کے دو سردار تھے۔ انہوں نے ہمارا مال لوٹنا شروع کر دیا اور بعض کو قتل کر دیا۔ پھر وہ جنگل میں اتر کر مال تقسیم کرنے لگے۔ ہم جنگل کے ایک کنارے اترے اور ہم نے کہا کہ کاش ہم حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت یاد کرتے اور ہم نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کچھ مال نذر مانا کہ اگر ہم بچ گئے تو دیں گے۔ پھر ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کرنے لگے تھے کہ ہم نے دو ایسی بلند آوازیں سنیں جس سے تمام جنگل بھر گیا۔ ہم نے ان کو دیکھا کہ وہ خوفزدہ ہیں۔ ہم نے گمان کیا کہ ان پر اور عرب آ گئے ہوں گے۔ پھر ان میں سے بعض ہمارے پاس آئے

اور کہنے لگے کہ

آؤ اپنا مال لے لو اور دیکھو کہ ہم پر کیا آفت آئی ہے۔ پھر وہ ہم کو اپنے سرداروں کے پاس لائے اور ہم نے ان کو مردہ پایا اور ہر ایک کے پاس ایک ایک کھڑاؤں ہے جو کہ پانی سے تر ہے۔ تب انہوں نے ہمارا تمام مال لوٹا دیا

اور کہنے لگے کہ

یہ کوئی بڑا واقعہ ہے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۹۲)

مردہ بچہ کو زندہ فرما دیا

شیخ ابوالعباس احمد بن ابوالحسن رفاعی فرماتے ہیں کہ

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جنگلوں میں سے ایک عورت آئی

اور کہنے لگی کہ

میرا لڑکا نہر میں ڈوب گیا ہے اور اس کے سوا میرا اور کوئی بیٹا نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس نے تمہیں طاقت دی کہ میرے بیٹے کو آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر میرے پاس لوٹا دیں اور اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسا نہ کریں گے تو میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شکایت کروں گی۔

میں کہوں گی کہ

میرے رب عزوجل! میں ان کے پاس دکھ سے آئی تھی اور یہ میرے دکھ کو دور کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر نیچا کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

مجھے دکھلا کہ تیرا بیٹا کہاں غرق ہوا۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر کنارے پر آئی تو دیکھا کہ اس کا بیٹا پانی پر مردہ تیر رہا ہے۔ پھر سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ پانی میں اتر کر وہاں تک پہنچے اور اس کو اپنے کندھے پر اٹھا لائے اور اس کی ماں کو دے کر فرمایا کہ لے اس کو میں نے زندہ پایا ہے۔ وہ گئی ایسے حال میں کہ بچہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا یا

کہ کبھی اس پکھ ہوا ہی نہ تھا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۳۸۴)

انگور کا بے موسم پیدا ہو جانا

شیخ پیشوا ابو محمد صالح بن دیر جان دوکالی فرماتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے کچھ لوگ ہمارے شیخ کی خدمت میں آئے۔

اور عرض کرنے لگے کہ

ہم انگور کھانا چاہتے ہیں

اس وقت مغرب میں انگوروں کا وقت نہ تھا۔

تب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اے صالح! تم باغ کی طرف جاؤ وہاں سے ہمارے پاس انگور لاؤ

میں نے عرض کیا

اے میرے سردار میں تو ابھی باغ سے نکلا ہوں وہاں پر کوئی انگور نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں! اس میں انگور ہیں

پھر میں باغ میں جو آیا تو میں نے دیکھا کہ انگور اس طرح لدے ہوئے ہیں کہ جس طرح موسم میں کثرت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تھوڑی دیر پہلے اس کو چھوڑا کہ ایک انگور کا دانہ وہاں نہ تھا پھر میں اس میں سے بہت سے انگور توڑ کر لایا۔ ان سب نے کھائے اور میں نے بھی ان کے ساتھ کھائے اور دیکھا کہ ان میں دانہ نہیں۔

وہ کہتے تھے کہ

ہم انگور کھانے کے مشتاق تھے اور جانتے تھے کہ مغرب کے علاقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور کوئی ہم کو نہ کھلائے گا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۵۴۸)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مہینوں کا حاضر ہونا

شیخ ابوحفص عمر یکمانی شیخ ابوالعباس احمد اسکانی شیخ سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ عبدالقادر سب کے سب اپنے شیخ، شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جمعہ کے آخر میں ۳۰ جمادی الاخر ۵۶۰ھ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ہم کو وعظ سناتے تھے۔ تب ایک جوان خوبصورت آیا۔ شیخ کے پاس ایک طرف بیٹھ گیا اور کہنے لگا: اے ولی اللہ! تم کو سلام ہو۔ میں ماہ رجب ہوں۔ آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو خوشخبری سناؤں اور آپ کو خبر دوں کہ جو معاملات مجھ سے ہونے والے ہیں۔ یہ مہینہ لوگوں پر بہتر ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ

اس رجب کے مہینہ میں نیکی کے سوا لوگوں نے اور کچھ برائی نہ دیکھی اور جب اتوار کا دن ہوا اور وہ مہینہ گزر گیا تو ایک بدشکل آیا اس وقت بھی ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

اس نے آ کر کہا

اے ولی اللہ! آپ کو سلام ہو۔ میں شعبان کا مہینہ ہوں۔ آیا ہوں کہ آپ کو خوشخبری نہ سناؤں اور آپ کو وہ امور بتلاؤں جو مجھ سے ہونے والے ہیں۔ بغداد میں بہت لوگ مریں گے، حجاز میں گرانی ہوگی۔ خراسان میں تلوار چلے گی، سو ویسے ہی ہوا۔

بغداد میں بڑی بیماری پھیلی اور خبر آئی کہ عرب میں بڑائی گرانی ہے اور خراسان میں تلوار چلی ہے۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ چند روز رمضان شریف میں بیمار رہے جب پیر کا دن ہوا اور ۲۹ رمضان شریف کی ہوئی تب بھی ہم آپ کے پاس تھے اور اس دن حضور انور کے پاس شیخ علی بن الہیتی، شیخ نجیب الدین، عبدالقاہر سہروردی، شیخ ابوالحسن جوسقی، قاضی ابویعلیٰ محمد بن محمد براء موجود تھے۔

ایک شخص خوبصورت باوقار آیا اور کہنے لگا کہ

السلام علیک یا ولی اللہ

میں رمضان شریف کا مہینہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں اس بات کا عذر کرتا ہوا آیا ہوں جو مجھ میں مقدر ہیں اور میں آپ کو رخصت کرتا ہوں۔ یہ میرا آخری آپ سے ملنا ہے پھر وہ چلا گیا۔ حضور انور نے اگلے سال کے ربیع الثانی میں وصال فرمایا اور اگلے رمضان شریف کو نہ پایا۔ (بہجۃ الاسرار: ص ۵۳)

اڑتا ہوا تیتر کھانے کی خواہش کا جاننا

خبر دی ہمیں ابوالفتح عبدالرحمن بن شیخ صالح ابوالفرج توبہ بن ابراہیم بن سلطان بکری صدیقی بغدادی نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا تھا۔

وہ کہتے تھے کہ

میں نے شیخ مکارم النہر خالصی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا

وہ کہتے تھے کہ

میں ایک دن حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مدرسہ میں ازج کے دروازہ بغداد میں بیٹھا تھا تب ہمارے سامنے سے ایک تیتر اڑتا ہوا گزرا۔ میرے دل میں گزرا کہ میں اس کو کشک (جو کا پانی جسے سرکہ یا دودھ کے ساتھ ابالا گیا ہو) کے ساتھ کھانا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے زبان سے اس کا اظہار نہ کیا تھا۔

تب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف ہنس کر دیکھا اور اوپر کو دیکھا تو وہ تیتر مدرسہ کی زمین پر گر پڑا اور اس نے سعی کی یہاں تک کہ میری ران پر ایک گھنٹہ تک ٹھہرا رہا۔

تب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے مکارم لے جو چاہتا ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل میں سے تیتر اور کشک کھانے کی رغبت دور کردے۔

مکارم کہتے ہیں

اس وقت سے اس وقت تک میرے دل میں تیتر اور خشک کی عداوت پیدا ہوگئی وہ

میرے سامنے بھنا ہوا اور پکا ہوا رکھا جاتا ہے اور اس میں اس کی خوشبو کی بوجہ کراہت کے طاقت نہیں رکھتا اور پہلے اس میں سے تمام لوگوں سے زیادہ اس کو چاہا کرتا تھا۔
(بہجۃ الاسرار، ص ۱۱۹)

مردوں کے حالات اور ملائکہ عظام کی تسبیحات سنوادیں

خبر دی ہم کو ابو حفص عمر بن محمد بن عمر نیری مشہور ابن مزاحم نے قاہرہ کے میدان میں ۶۷۰ھ میں اس نے کہا میرے سردار شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے سردار شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۵۵۰ھ میں لے کر آئے۔

آپ سے جا کر عرض کیا کہ

یہ میرا غلام ہے۔ تب آپ نے اپنا کپڑا اتارا اور مجھے پہنا دیا۔

مجھ سے فرمایا کہ

اے علی! تم نے آرام کی قمیض پہن لی

وہ کہتے ہیں کہ

مجھے وہ لباس پہنے ہوئے ۶۵ سال گزر چکے ہیں کہ اس سے مجھے درد وغیرہ محسوس نہیں ہوا کہ جس کی میں شکایت کروں۔

اور کہا کہ

وہ مجھے ۵۶۰ھ میں بھی ان کی خدمت میں لائے

اور کہا کہ

میں آپ سے اس کے لئے خلعت باطنیہ بھی طلب کرتا ہوں۔ تب تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا تو میں نے ایک نور کی بجلی دیکھی جو کہ آپ کے سینہ سے نکلی اور مجھ سے قریب ہوئی تب میں نے اسی وقت مردوں اور ان کے حالات کو اور ملائکہ کو ان کے مقام پر دیکھا۔ ان کی تسبیحیں بولیوں میں سنیں۔ ہر انسان کی پیشانی پر لکھا ہوا میں نے پڑھ لیا اور

بڑے بڑے امور کا مجھ پر کشف واضح طور پر ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۳۵)

بے موسم سیب حاصل ہو گئے

بیان کیا مجھ سے ابوعبداللہ محمد بن شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ بن یحییٰ احسن موصلی نے قاہرہ میں کہا خبر دی ہمیں میرے باپ نے موصل میں ۶۲۳ھ میں کہا کہ میں نے خلیفہ کو ایک دن آپ کی خدمت میں دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ میرا دل تسلی پائے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ

تم کیا چاہتے ہو۔

اس نے عرض کیا کہ

میں غیب سے سیب چاہتا ہوں۔

اور تمام عراق میں وہ زمانہ سیب کا نہ تھا۔

آپ نے ہوا میں ہاتھ بڑھایا تو دو سیب آپ کے ہاتھ میں تھے۔

اس نے کہا کہ

کیا ہی بات ہے

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سیب کو کاٹا تو نہایت سفید خوشبودار تھا اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

اور المستجد خلیفہ نے اپنے ہاتھ والے کو کاٹا تو اس میں کیڑے تھے۔

اس نے کہا کہ

یہ کیا بات ہے۔ آپ کے ہاتھ کا تو میں (اچھا عمدہ) دیکھتا ہوں۔

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

ابوالمظفر! تمہارے سیب کو ظلم کے ہاتھ لگے تو اس میں کیڑے پڑ گئے۔

(بہجۃ الاسرار ص ۱۷۲)

جن کا لڑکی اٹھا جانا اور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا واپس کرانا

ابوسعد عبداللہ بن احمد بن علی بن محمد بغدادی ازجی نے بغداد میں ۵۵۴ھ میں کہا کہ میری بیٹی جس کا نام فاطمہ تھا ہماری چھت پر چڑھی ۵۳۰ھ میں جس کو کوئی اٹھا کر لے گیا وہ باکرہ تھی اور اس کا سن اس دن ۱۶ سال کا تھا۔ تب میں حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اس کا ذکر آپ سے کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

آج کی رات تم کرخ کے جنگل کی طرف جاؤ پانچویں ٹیلے کے پاس جا کر بیٹھو زمین پر اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ لو اور خط کھینچنے کے وقت یہ کہنا

باسم اللہ دینہ عبدالقادر

پھر جب تھوڑی دیر رات آجائے گی تو تمہارے پاس جنوں کا گروہ آئے گا۔ جن کی صورتیں مختلف ہوں گی۔ تم ان سے مت ڈرنا اور جب صبح ہو جائے گی تو اس وقت ان کا بادشاہ تمہارے ایک لشکر کے ساتھ آئے گا تم سے تمہارا مطلب پوچھے گا تم انہیں کہہ دینا کہ مجھ کو عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور اس سے اپنی لڑکی کا حال بیان کرنا تب میں گیا اور جو کچھ مجھے آپ نے حکم دیا تھا اس کے موافق عمل کیا مجھ پر ڈراؤنی مشکل والی صورتیں گزریں لیکن کسی کو مجال نہ تھی کہ اس دائرہ کے قریب آئے جس میں کہ میں تھا اور رات بھر گروہ در گروہ آتے رہے حتیٰ کہ ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اس کے سامنے ایک گروہ تھا وہ آ کر دائرہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔

اور کہنے لگا

اے انسان تمہاری کیا حاجت ہے

میں نے کہا کہ

مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تب وہ گھوڑے پر سے اترا اور زمین پر بوسہ دیا اور دائرہ سے باہر بیٹھ گیا اس کے ساتھی بھی بیٹھ گئے۔

اور کہا

تمہارا کیا معاملہ ہے

تب میں نے اپنی لڑکی کا حال بیان کیا

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

یہ کام کس نے کیا ہے

انہوں نے اس کے حال سے لاعلمی بیان کی پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک جن کو پکڑ کر لائے جس کے ساتھ وہ لڑکی تھی۔

اور کہا گیا کہ

یہ چین کا جن ہے

اس سے پوچھا گیا

تم کو کس چیز نے اس پر برانگیختہ کیا کہ قطب کی رکاب کے نیچے چوری کرے۔

اس نے کہا کہ

میں نے اس کو دیکھا اور اس کی محبت میرے دل میں آئی۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ

اس کی گردن اڑا دی جائے اور مجھ کو میری بیٹی حوالے کی

میں نے اس سے کہا کہ

میں نے آج رات جیسا معاملہ کبھی نہیں دیکھا اور تم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر فرمانبرداری کرتے ہو۔

اس نے کہا

ہاں بے شک وہ اپنے گھر بیٹھے ہمارے جنوں کو دیکھتے ہیں حالانکہ کے دور کے رہنے والے ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہی اپنے مکانوں کی طرف آپ کی ہیبت کی وجہ سے بھاگ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب کسی قطب کو مقرر کرتا ہے تو اس کو جن وانس پر غلبہ دیتا

ہے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۰۴)

مرید کی بیوی کی مرگی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی

فقیہ ابوالفتح نصر اللہ بن یوسف بن خلیل نے احمد بن ہاشمی بغدادی کرخی نے قاہرہ میں ۶۶۹ ھ میں کہا کہ

ایک شخص حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور کہنے لگا کہ میں اصبہان کا رہنے والا ہوں میری ایک بیوی ہے جس کو اکثر مرگی کا دورہ رہتا ہے اور تعویز منتر والوں کو اس کے معاملہ نے عاجز کر دیا ہے۔

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

یہ ایک جن ہے جو کہ سراندیپ کے جنگل کا رہنے والا ہے اس کا نام خانس ہے اور جب تیری بیوی پر مرگی تو اس کے کان میں یہ کہہ دینا کہ اے خانس تمہیں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بغداد میں رہتے ہیں فرماتے ہیں کہ پھر نہ آنا اور اگر منع نہ ہوگا تو ہلاک ہوگا۔ تب وہ چلا گیا اور دس سال تک غائب رہا پھر وہ آیا اور ہم نے اس سے پوچھا:

اس نے کہا کہ

میں نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق اس سے کہہ دیا تھا سو اب تک اس کو مرگی کا اثر نہیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۰۵)

مردہ بچہ زندہ ہوگیا

خانقاہ میں ایک بار دہ خاتون اپنے بچے کی لاش چادر میں لپٹائے سینے سے چمٹائے زاروقطار رو رہی تھی اتنے میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ دوڑتے ہوئے آئے اور ہمدردانہ لہجے میں اس خاتون سے رونے کا سبب دریافت کیا۔

وہ روتے ہوئے کہتی ہے۔

بیٹا! میرا شوہر اپنے لختِ جگر کے دیدار کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ یہ بچہ اس وقت میرے پیٹ میں تھا اور اب یہی اپنے باپ کی نشانی اور میری زندگانی کا سرمایہ تھا۔ یہ بیمار ہو گیا میں اسے اسی خانقاہ میں دم کروانے لا رہی تھی کہ راستے میں اس نے دم توڑ دیا ہے۔ میں پھر بھی بڑی امید لے کر یہاں حاضر ہو گئی کہ اس خانقاہ والے بزرگ کی ولایت کی ہر طرف دھوم ہے اور ان کی نگاہ کرم سے اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر وہ مجھے صبر کی تلقین کر کے اندر تشریف لے جا چکے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ خاتون پھر رونے لگی۔

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دل پگھل گیا اور آپ کی رحمت بھری زبان سے یہ الفاظ نکلے: ''محترمہ! آپ کا بچہ مرا ہوا نہیں بلکہ زندہ ہے! دیکھو تو سہی! وہ حرکت کر رہا ہے' دکھیاری ماں نے بے تابی کے ساتھ اپنے بیٹے کی لاش پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو وہ سچ مچ زندہ تھا اور ہاتھ پاؤں ہلا کر کھیل رہا تھا۔ اتنے میں خانقاہ والے بزرگ اندر سے واپس تشریف لائے۔ بچے کو زندہ دیکھ کر تمام بات سمجھ گئے اور لاٹھی اٹھا کر یہ فرماتے ہوئے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھے کہ تو نے ابھی سے تقدیر خداوندی کے سربستہ راز کھولنے شروع کر دیئے ہیں۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے بھاگے اور بزرگ آپ کے پیچھے دوڑنے لگے۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ یکایک قبرستان کی طرف مڑے اور بلند آواز سے پکارنے لگے۔

اے قبر والو!

مجھے بچاؤ! تیزی سے بڑھتے ہوئے بزرگ اچانک ٹھٹھک کر رک گئے کیونکہ قبرستان سے تین سو مردے اٹھ کر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ڈھال بن چکے تھے اور آپ دور کھڑے اپنا چاند سا چہرہ چمکاتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ اس بزرگ نے بڑی حسرت کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بیٹا!

ہم تیرے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے تیری مرضی کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ (الحقائق فی الحدائق: ص ۱۴۲، ج ۱)

مسلمانو!

یہ واقعہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا ہے اور بہت مشہور کرامت ہے۔

بارہ سال ڈوبی ہوئی بارات نمودار ہوگئی

ایک بار حضور سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ دریا کی طرف تشریف لے گئے وہاں ایک ۹۰ سال کی بڑھیا کو دیکھا جو زار و قطار رو رہی تھی۔ ایک مرید نے بارگاہ غوثیت رحمۃ اللہ علیہ میں عرض کیا۔

مرشدی!

اس ضیعفہ کا اکلوتا خوبرو بیٹا تھا۔ بیماری نے اس کی شادی رچائی۔ دولہا دلہن نکاح کر کے دلہن کو اسی دریا میں کشتی کے ذریعے اپنے گھر لا رہا تھا کہ کشتی الٹ گئی اور دولہا دلہن سمیت بارات ڈوب گئی۔

اس واقعہ کو آج بارہ برس گزر چکے ہیں مگر ماں کا گھر ہے۔ بے چاری کا غم نہیں جاتا ہے یہ روزانہ یہاں دریا پر آتی ہے اور بارات کو نہ پا کر رو دھو کر چلی جاتی ہے۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو اس ضعیفہ پر بڑا ترس آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے چند منٹ تک ظہور نہ ہوا بے تاب ہو کر بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کی۔

یا اللہ عزوجل اس قدر تاخیر کی وجہ کیا ہے؟

ارشاد ہوا

اے میرے پیارے! یہ تاخیر خلاف تقدیر نہیں ہے۔ ہم چاہتے تو ایک حکم کن سے تمام زمین و آسمان پیدا کر دیتے مگر بمقتضائے حکمت چھ دن میں پیدا کئے۔ بارات کو

ڈوبے ہوئے بارہ سال گزر چکے ہیں اب نہ وہ کشتی باقی رہی نہ ہی اس کی کوئی سواری۔ تمام انسانوں کا گوشت وغیرہ بھی دریائی جانور کھا چکے ہیں۔ ریزہ ریزہ کو اجزائے اجسام جسم میں اکٹھا کروا کر دوبارہ زندگی کے مرحلہ میں داخل کر دیا ہے۔ اب ان کی آمد کا وقت ہے۔ ابھی یہ کلام اختتام کو بھی نہ پہنچا تھا کہ یکایک وہ کشتی اپنے تمام تر ساز و سامان کے ساتھ بمع دولہا دلہن و باراتی سطح آب پر نمودار ہو گئی اور چند لمحوں میں کنارے آ لگی۔ تمام باراتی حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے دعائیں لے کر خوشی خوشی اپنے گھر پہنچے۔ اس کرامت کو سن کر بے شمار کفار نے آ آ کر سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دس اقدس پر اسلام قبول کیا۔ (سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار)

اعلیٰ حضرت مجدد دین الشاہ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کرامت کے بارے میں جلد نمبر ۲۹ میں سوال کیا گیا

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اگرچہ یہ روایت میری نظر سے گزری مگر زبان پر مشہور ہے اور اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں۔ اس کا انکار نہ کیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۶۲۹ ج ۲۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قادریوں کو مرنے سے پہلے توبہ کی بشارت

شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

ہمارے شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قطب ربانی تاجدار بغداد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے لئے قیامت تک اس بات کے ضامن ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی توبہ کئے بغیر نہیں مرے گا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۹۱)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی مرید دوزخ میں نہیں جائے گا

حضور سیدنا غوث پاک شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے دوزخ کے داروغہ حضرت علیہ السلام سے دریافت کیا کہ

کیا تمہارے پاس میرا کوئی مرید ہے۔

انہوں نے کہا

نہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے میرے معبود عزوجل کی عزت وجلال کی قسم! میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جس طرح آسمان زمین کے اوپر ہے اگر میرا مرید عمدہ نہیں تو کیا ہوا میں تو عمدہ ہوں۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اپنے رب عزوجل کی عزت وجلال کی قسم! میرے قدم میرے رب عزوجل کے سامنے برابر رہیں گے یہاں تک کہ مجھ کو اور تم کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۱۹۳)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید کے سات پشتوں تک جنت کے ضامن

حضرت شیخ ابو عبد اللہ محمد بن قاوید اوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے لئے اس بات کے ضامن ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص بغیر توبہ کے نہ مرے گا اور ان کو یہ فضیلت دی گئی ہے کہ ان کے مرید اور سات پشت تک ان کے مردیوں کے مرید جنت میں داخل ہوں گے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۹۱)

سبحان اللہ! آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ضامن ہیں لہٰذا اگر ایمان کی سلامتی حاصل کرنی ہے تو حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شامل ہو جائیں اور اپنا ہاتھ میرے پیر و مرشد شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے مقدس ہاتھ میں دے دیں انشاء اللہ روحانی فیض ملنا شروع ہو جائے گا اور دنیا و آخرت بھی آپ دامت برکاتہم کے نقش قدم پر چلنے سے سنور جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل۔

سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا وصال باکمال

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی شہنشاہ بغداد ۹ ربیع الاخر ۵۶۱ھ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً ۹۰ نوے سال تھی۔

(الذیل علی الطبقات الحنابلۃ، ص ۲۵۱، ج ۳)

مسلمانو!

میں نے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر اس لئے کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یکم رمضان المبارک کو اس عالم میں تشریف لائے اور ہمارے لئے باعث رحمت و برکت ہے۔ آپ نے کرامات ملاحظہ کیں اور آج بھی سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے چاہنے والوں کی سنتے اور مدد کرتے ہیں۔

سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی اور بہت پیاری صاجزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چوتھی صاجزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیسیوں سال میں ہوئی اور وفات تین رمضان المبارک کو ہوئی۔ اسی لئے میں ترتیب وار تاریخ کے اعتبار سے رمضان المبارک میں ہونے والے اس واقعہ کو ذکر کرتا ہوں اور آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت اور فضائل عرض کروں گا۔

اہل سیر کا قول.

اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ قول (یعنی پیدائش ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیسویں سال میں ہوئی) ابوبکر رازی کا قول ہے اور یہ قول اس قول کے مخالف ہے جسے ابن اسحاق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد اظہار نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہیں۔ بجز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے اس لئے اس قول کے بموجب سیرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت بعد از نبوت ایک سال بعد ہوئی ہے۔

ابن جوزی نے فرمایا کہ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت اظہار نبوت سے پانچ سال پہلے ہے مشہور تر روایت یہی ہے۔

(مدارج النبوت ص ۵۳۴ ج ۲)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کون؟

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سید نساء العالمین اور سیدہ نساء اہل الجنۃ ہیں۔

فاطمہ نام کیوں رکھا گیا

فاطمہ اس بنا پر نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے محبین کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔ (مدارج النبوت، ص ۵۳۴، ج ۲)

بتول نام کیوں رکھا گیا

بتول اس بنا پر نام رکھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے فضیلت دین اور حسن و جمال میں جدا ہیں اور ماسوی اللہ سے بے نیاز ہیں۔

(مدارج النبوت، ص ۵۳۴، ج ۲)

زہرا نام کیوں رکھا گیا

زہرا اس بنا پر کہ زہرت بہجت اور جمال میں کمال و مرتبہ میں ہیں۔

(مدارج النبوت، ص ۵۳۴، ج ۲)

زاکیہ اور راضیہ بھی لقب تھا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا زاکیہ اور راضیہ بھی لقب تھا۔

(مدارج النبوت، ص ۵۳۴، ج ۲)

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ روش اور صورت و سیرت اور کلام میں سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔

(مدارج النبوت، ص ۵۳۴، ج ۲)

جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ

عنہا آتیں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ تھام لیتے اور ان کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آگے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام لیتیں اور اپنی جگہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔

(مدارج النبوت: ص ۵۳۴، ج ۲)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ سے ۲ ہجری کی ماہ رمضان المبارک میں ہوا اور اس کی بنا ذوالحجہ میں ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ

ماہ رجب میں نکاح ہوا

بعض کہتے ہیں کہ

ماہ صفر میں ہوا

بعض کہتے ہیں کہ

غزوہ احد کے بعد ہوا، جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔

(مدارج النبوت، ص ۱۰۹، ج ۲)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر مبارک

بوقت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سولہ سال تھی

اور بعض کے نزدیک

اٹھارہ سال تھی (مدارج النبوت، ص ۱۰۹، ج ۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نکاح کے وقت عمر مبارک

حضرت فاطمۃ الزہراء سے نکاح کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر

مبارک اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ (مدارج النبوت' ص ۱۰۹' ج ۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پیام نکاح دینا

روایتوں میں آیا ہے کہ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیام نکاح دیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علت بیان کرتے ہوئے فرمایا میں ان کے نکاح میں وحی کا انتظار کر رہا ہوں۔ (مدارج النبوت' ص ۱۰۹' ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیام نکاح دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیام نکاح دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا جواب دیا (کہ وحی کا انتظار کر رہا ہوں)

(مدارج النبوت' ص ۱۰۹' ج ۲)

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ

جب حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے پیام نکاح دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ خورد سال ہیں۔ (مدارج النبوت' ص ۱۰۹' ج ۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ترغیب دینا

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترتیب دی

روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے کہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان سے کہا آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں

اور فرمایا

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کا پیام رد فرمادیا تو میرا پیام کیوں قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فرزندار جمند ہیں۔

''جاؤ اور شرم نہ کرو''

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا

اے ابوطالب کے فرزندار جمند کیا بات ہے کیسے ہمارے پاس آنا ہوا

عرض کیا

میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیام نکاح اپنے لئے پیش کروں

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا و اہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے تو

ارشاد فرمایا

اے انس رضی اللہ عنہ! رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردو۔

تو اے انس رضی اللہ عنہ جاؤ اور ابوبکر وعمر وعثمان وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا۔ پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا اس پر رب العزت کی حمد وثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور ارشاد فرمایا

''اے علی رضی اللہ عنہ! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوا

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بکھیر کر لٹایا۔ اسی بنا پر فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شکر و بادام وغیرہ کا بکھیر کر لٹانا عقد نکاح کی ضیافت مستحب ہے۔

مواہب لدنیہ نے خطبہ نکاح کو نقل کیا ہے وہ یہ ہے

الحمد لله المحمود بنعمة المعبود بقدرته المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه و سطوته النافذ امره في سماء وارضه الذى خلق الخلق بقدرته و ميزهم باحكامه واعزهم بدينه واكرمهم بنبيه محمد صلى الله عليه و سلم ان الله

تبارك اسمه و تعالیٰ عظمة جعل المصاهرة سببا لاحقا وامرا مفترضا و شبخ به الارحام و اکرم الانام فقال عزمن قال وهوالذی خلق من الماء بشر افجعله نسبا وصهرا و کان ربك قديرا فامر الله تعالیٰ یجری الی قضائه و قضاء یجری الی قدرته ولکل قدر اجل و لکل اجل کتاب یمحوالله مایشاء ویثبت عنده ام الکتاب ثم ان الله امرلی ان ازوج فاطمةمن علی بن ابی طالب الخ

جزری نے حصن حصین میں بن حبان سے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ پھر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے لکڑ کا پیالہ لیا اور اس میں پانی بھرا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پانی لے کر اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: قریب آؤ تو آپ رضی اللہ عنہ قریب آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو آپ رضی اللہ عنہا کے سینہ کے درمیان اور سر پر چھڑکا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے

اس کے بعد ارشاد فرمایا

''اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میری طرف پشت کرو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان کے شانوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دیئے اور

ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم

سے۔

پھر ارشاد فرمایا

اور لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا تھا کہ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کریں گے تو میں کھڑا اور پانی بھر کر لایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو لیا اور اس میں لعاب دھن مبارک ڈالا اور مجھ سے ارشاد فرمایا۔ میرے سامنے آؤ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے چھینٹے میرے سر اور میرے چہرے پر دیئے۔

اور ارشاد فرمایا

اللھم انی اعیذبك و ذریته من الشیطن الرجیم

اے اللہ عزوجل! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم

سے

اس کے بعد ارشاد فرمایا

بسم اللہ والبرکۃ کہہ کر اپنی زوجہ کے پاس جاؤ

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز نکاح سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بعد نماز عشاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر لائے۔ پھر پانی کا پیالہ اٹھا کر اس میں اپنا لعاب دہن شریف ڈال کر معوذتین اور دعا پڑھی

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ

اس پانی کو پی جاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا

اس پانی کو پی جاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل! یہ دونوں جانیں مجھ سے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ اے اللہ عزوجل جس طرح تو نے مجھ سے ناپاکی کو دور کر کے پاک بنایا ہے اسی طرح ان دونوں کا پاک بنا۔

اس کے بعد دونوں سے ارشاد فرمایا

جاؤ اپنی خواب گاہ میں۔

اور ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل! ان کے درمیان محبت و الفت شامل فرما اور ان میں اور ان کی اولاد میں برکت دے اور ان سے پریشانی کو دور فرما ان کے نصیبہ کو نیک گردان! ان پر برکت نازل فرما اور ان سے بکثرت پاک اولاد پیدا فرما۔

خطیب بغدادی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا۔ میری لخت جگر کس بات سے تم رونے لگیں۔

انہوں نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر دیا ہے جس کے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی چیز۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو شخصوں کو برگزیدہ فرمایا جن

میں سے ایک تمہارا والد ہے اور دوسرا تمہارا شوہر

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ارشاد فرمایا

کیا تم راضی نہیں کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے جو از روئے اسلام سب سے پہلے مسلمانوں میں سے ہے اور علم کے اعتبار سے ان سب میں دانا ترین ہے۔ تم میری امت کی عورتوں میں سب سے بہترین ہو جس طرح کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنی قوم میں تھیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ

ارشاد فرمایا

میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا

کیا تمہارے پاس کچھ ہے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

ایک گھوڑا اور ایک زرہ رکھتا ہوں

ارشاد فرمایا

گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے لیکن زرہ کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے اسے چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا اور قیمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیدیا کہ اس سے عطر و خوشبو خرید لائیں اور باقی رقم ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دی کہ اس سے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے جہیز کا سامان فراہم

کریں اور امور خانہ داری کا ساز و سامان مہیا کریں۔ انہوں نے دو چادریں' دو کتان کی نہالی' چار بالشت کپڑا' دو چاندی کے بازو بند' گدا' تکیہ' ایک پیالہ' ایک چکی' ایک مشکیزہ اور کچھ مشروبات وغیرہ خریدے اور ان کو ترتیب کے ساتھ رکھ دیا۔

روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانہ داری تو اس طرح مقرر فرمایا کہ گھر کے کام مثلاً روٹی پکانا' جھاڑو دینا' چکی پیسنا وغیرہ سیدنا تنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا انجام دیں اور باہر کے کام مثلاً اونٹ کو پانی چارہ دینا اور بازار سے سودا وغیرہ خرید کر لانا یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء بنت اسد کریں۔

روایت ہے کہ

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا خود آگ کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکاتیں۔ گھر میں جھاڑو دیتیں اور چکی پیستیں تھیں جس سے ان کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا تھا اور ہاتھوں میں ٹھیٹ پڑ گئے تھے اور ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ کسی خادمہ کی طلب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔

جب تم سونے کا ارادہ کرو تو (۳۳) بار سبحان اللہ' (۳۳) بار الحمد للہ اور (۳۴) بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے صفین کی رات کے سوا کبھی بھی اس ورد کو نہ چھوڑا۔

مواہب لدنیہ میں اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا پر ولیمہ کیا اس وقت ان کے پاس ولیمہ کے لئے کچھ موجود نہ تھا مگر انہوں نے ولیمہ کیا اور اپنی زرہ کو ایک یہودی کے

پاس جو پر گروی رکھا تو ان کے ولیمہ میں چند صاع جو کھجوریں اور حیس کا کھانا تھا۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے

(مدارج النبوت' ص ۱۰۹ تا ۱۱۱' ج ۲)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح بحکم باری تعالیٰ ہوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔ (معجم الکبیر ص ۱۵۶' ج ۱۰' حدیث ۱۰۳۰۵)

ایک اور حدیث میں ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے انس رضی اللہ عنہ کیا تم جانتے ہو کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

(البیان والتعریف' ص ۳۰۱' ج ۲' حدیث ۱۸۰۳' بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح پر چالیس ہزار ملائکہ گواہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہے جو مجھے یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سے تمہاری شادی کردی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور

پر مجلس نکاح میں شریک کیا گیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے ارشاد فرمایا۔

ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو۔ پھر دلکش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھالی بھرنے لگیں۔ جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیں گے۔

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ: ص ۱۴۶، ج ۳)

میں نے آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے

میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ عن علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے۔ پس آپ زمین پر بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ۷۲)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے بارے میں دعائے خیر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے خصوصی دعا

فرمائی۔ باری تعالیٰ! میں (اپنی) اس (بیٹی) اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

(معجم الکبیر' ص ۴۰۹' ج ۲۲' حدیث ۱۰۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر پانی چھڑکنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے ملے بغیر کوئی عمل نہ کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا۔ اس سے وضو کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی ڈال کر ارشاد فرمایا۔ اے اللہ عزوجل! ان دونوں کے حق میں برکت اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔

(سنن نسائی' عمل الیوم واللیلۃ ۲۵۳' حدیث ۲۵۸' بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرے نکاح کی اجازت نہ تھی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔

بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی کا علی رضی اللہ عنہ سے رشتہ کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے۔ میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا

میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میری جان کا حصہ ہے اس کی پریشانی مجھے پریشان

کرتی ہے اور اس کی تکلیف مجھے تکلیف دیتی ہے۔

(صحیح مسلم، ص ۱۹۰۲، ج ۴، حدیث ۲۴۴۹، بیروت)

خدا کی قسم کسی شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہو سکتیں

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بے شک! فاطمہ میری جان کا حصہ ہے اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے ناراض کرے۔ خدا کی قسم! کسی شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دشمن خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

(صحیح البخاری، ص ۱۹۰۳، ج ۴، حدیث ۲۵۲۳، بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد مبارک حضور ﷺ کی طرف منسوب

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر ماں کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔

(معجم الکبیر، ص ۴۴، ج ۳، حدیث ۲۶۳۲، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف سے ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

(معجم الکبیر، ص ۴۴، ج ۳، حدیث ۲۶۳۱، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر ماں کی اولاد کا عصبہ (باپ) ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتی ہے۔ سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے کہ میں ہی ان کا ولی اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔

(المستدرک للحاکم: ص ۱۷۹، ج ۳، حدیث ۴۷۷۰، بیروت)

قیامت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سوا سب کا رشتہ اور نسب منقطع

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

میرے نسب اور رشتہ کے سوا قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔

(المستدرک للحاکم، ص ۱۵۳، ج ۳، حدیث ۴۶۸۴، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قیامت کے دن ہر نسب و تعلق منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے

(معجم الاوسط، ص ۲۵۷، ج ۴، حدیث ۴۱۳۲، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے رشتہ اور نسب کے سوا قیامت کے دن ہر رشتہ اور نسب منقطع ہو جائے گا۔

(معجم الکبیر، ص ۲۴۳، ج ۱۱، حدیث ۱۱۶۲۱، بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(درالسحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ، ص ۲۷۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(المستدرک، ص ۱۷۰، ج ۳، حدیث ۴۷۴۰، بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں کہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے تمام جوانوں کے۔

(مجمع الزوائد، ص ۲۰۱، ج ۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا۔ اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے۔ فاطمہ

رضی اللہ عنہا جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، ص ۱۳۶۰، ج ۳)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آل فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر جہنم کی آگ حرام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا
اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔

(معجم الکبیر، ص ۲۱۰، ج ۱۱، حدیث ۱۱۶۸۵، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔

(المستدرک للحاکم، ص ۱۶۵، ج ۳، حدیث ۴۷۲۶، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
میری بیٹی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔

(کنز العمال، ص ۱۰۹، ج ۱۲، حدیث ۳۴۲۲۷، بیروت)

حضور ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کیلئے اپنی چادر مبارک بچھاتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگادی۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! تو بھی ان سے راضی ہوجا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔

(معجم الاوسط، ص ۳۴۸، ج ۵، حدیث ۵۵۱۴، بیروت)

سفر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء وانتہاء حضرت فاطمۃ الزہراء سے ہوتی تھی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرماتے (فاطمہ) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(ابوداؤد، ص ۷۸، ج ۴، حدیث ۴۲۱۳، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان

ہوں۔ (صحیح ابن حبان، ص ۴۰۷، ج ۲، حدیث ۶۹۶، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے۔

(معجم الاوسط، ص ۳۴۸، ج ۴، حدیث ۴۱۰۵، بیروت)

حضور ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آمد پر خوش آمدید فرما کر کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ چومتے

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو خوش آمدید کہہ کر کھڑے ہو جاتے اور استقبال فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔

(نسائی، فضائل الصحابہ، ص ۷۸، حدیث ۲۶۴، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے ملاحظہ فرماتے تو خوش آمدید فرماتے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی خاطر کھڑے ہو جاتے۔ انہیں بوسہ دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور انہیں اپنی پشت پر بٹھا لیتے اور جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتیں۔

(سنن الکبریٰ، ص ۳۹۱، ج ۵، حدیث ۹۲۳۶، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے۔ انہیں بوسہ دیتے۔ خوش آمدید فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں رونق افروز ہوتے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں رونق افروز ہوتے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں۔

(المستدرک للحاکم، ص ۱۴۷، ج ۳، حدیث ۴۷۵۳، بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام جہان کی عورتوں کی سردار

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں! میری اس امت کی تمام عورتوں اور مومنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔

(نسائی، سنن الکبریٰ، ص ۲۵۱، ج ۴، حدیث ۸۰۷۸، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔

(بخاری، ص ۲۳۱۷، ج ۵، حدیث ۵۹۲۸، بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا چلنا ہو بہو حضور ﷺ جیسا تھا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء آئیں اور ان کا چلنا ہو بہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے جیسا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو خوش آمدید فرمایا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر چپکے چپکے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پس میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی بات چپکے چپکے کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ پس میں نے کہا کہ آج کی طرح میں نے خوشی کو غم کے اتنے نزدیک کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے (حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے) پوچھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟

انہوں نے جواب دیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی کی کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن کریم کا ایک بار دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے تم ہو جو سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اس بات نے مجھے رلایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو پس اس بات پر میں ہنس پڑی۔

(صحیح مسلم ص ۱۹۰۴، ج ۴، حدیث ۲۴۵۰، بیروت)

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

آسمان کے ایک فرشتے نے میری زیارت نہیں کی تھی۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ سے

میری زیارت کی اجازت لی اور اس نے مجھے خوش خبری (یا) مجھے خبر دی کہ فاطمہ میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

(معجم الکبیر، ص ۴۰۳، ج ۲۲، حدیث ۱۰۰۶)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا عادت و اطوار میں حضور ﷺ کے مشابہ تھیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

میں نے انداز گفتگو میں کسی کو بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

(سنن الکبریٰ: ص ۱۰۱، ج ۷)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کوئی بھی شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں تھا۔

(بخاری، ص ۲۳۱۷، ج ۵، حدیث ۵۹۲۸، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

(ترمذی ص ۷۰۰، ج ۵، حدیث ۳۸۷۲، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھی۔

اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں جن کی چال ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مرحبا' میری بیٹی! پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔

(ابن ماجہ' ص ۵۱۸' ج ۱' حدیث ۱۶۲۰' بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھیں اور کوئی بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وہاں آ گئیں۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ان کا چلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔

(نسائی' ص ۷۷' حدیث ۲۶۳' بیروت)

اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ فاطمہ بنت محمد (ﷺ) گزر جائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا! قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پردے کے پیچھے سے آواز دے گا۔ اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گزر جائیں۔

(المستدرک للحاکم: ص ۱۶۶' ج ۳' حدیث ۴۷۲۸' بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

روز قیامت ایک ندا دینے والا آواز دے گا۔ اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ فاطمہ بنت

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گزر جائیں۔

(تاریخ بغداد، ص۱۴۲، ج۸)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا:

اے محشر والو!

اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو تا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی طرف گزر جائیں۔

(کنز العمال: ص۱۰۶، ج۱۲، حدیث ۳۴۲۱۱، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہو گا تو کہا جائے گا۔

اے اہل محشر!

اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں۔ پس وہ دو سبز چادروں میں لپٹی ہوئی گزر جائیں گی۔

(معجم الکبیر، ص۱۰۸، ج۱، حدیث ۱۸۰، بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ستر ہزار حوروں کیساتھ پل صراط پر گزرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا قیامت کے دن اس طرح اٹھے گی کہ اس پر

عزت کا جوڑا ہوگا۔ جسے آب حیات سے دھویا گیا ہے۔ تمام مخلوق اسے دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔ پھر اسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ جس کا ہر حلہ ہزار حلوں پر مشتمل ہوگا۔ ہر ایک پر سبز خط سے لکھا ہوگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو احسن صورت' اکمل ہیبت' تمام تر کرامت اور وافر تر عزت کیساتھ جنت میں لے جاؤ۔ پس آپ رضی اللہ عنہ کو دلہن کی طرح سجا کر ستر ہزاروں کے جھرمٹ میں جنت کی طرف لایا جائے گا۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ۹۵)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا۔

اے محشر والو!

اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کرلو تاکہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پل صراط سے گزر جائیں پس آپ رضی اللہ عنہ گزر جائیں گی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حورعیں میں چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی۔

(کنز العمال' ص ۱۰۵' ج ۱۲' حدیث ۳۴۲۰۹' بیروت)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بروز قیامت حضور ﷺ کی سواری پر بیٹھیں گی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن مجھے براق پر اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میری سواری عضباء پر بٹھایا جائے گا۔ (تاریخ دمشق' ص ۳۵۳' ج ۱۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر گزریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس براق پر سوار ہوں گا جو انبیاء کرام علیہم السلام میں خصوصی طور پر صرف مجھے عطا ہوگا۔ میری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میری سواری عضباء پر ہوگی۔

(کنز العمال، ص ۴۹۹، ج ۱۱، حدیث ۳۴۲۳۰، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام (علیہم السلام) قیامت کے دن اپنی اپنی سواری کے جانوروں پر سوار ہو کر اپنی قوم میں سے ایمان والوں کے ساتھ میدان محشر میں تشریف لائیں گے اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر لائے جائیں گے اور مجھے براق پر لایا جائے گا جس کا قدم اس کی منتہائے نگاہ پر پڑے گا اور میرے آگے فاطمہ ہوگی۔

(مستدرک للحاکم، ص ۱۶۶، ج ۳، حدیث ۴۷۲۷، بیروت)

حضور ﷺ کا فرمان کہ جنت میں میری بیٹی پہلے داخل ہوگی

حضرت ابویزید مدنی سے روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں داخل ہونے والوں میں سے سب سے پہلے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوگی اور اس امت میں وہ ایسی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں مریم ہیں۔

(کنز العمال، ص ۱۱۰، ج ۱۲، حدیث ۳۴۲۳۴، بیروت)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوگی۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ص ۳۵۱، ج ۴)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو وصال کی خبر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی۔

(فضائل الصحابہ: ص ۷۶۴، ج ۲، حدیث ۱۳۴۵، بیروت)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب آیت .... جب اللہ عزوجل کی مدد اور فتح آ پہنچے...... نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

میری وفات کی خبر آ گئی ہے۔ وہ رو پڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مت رو! بے شک تو میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے آ ملے گی تو وہ ہنس پڑیں۔ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی دیکھا۔

انہوں نے کہا

فاطمہ رضی اللہ عنہا (کیا ماجرا ہے)؟ ہم نے تجھے پہلے روتے اور پھر ہنستے ہوئے دیکھا۔

تو وہ بولیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا:

میرے وصال باکمال کا وقت آ پہنچا ہے (اس پر) میں رو پڑی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مت رو! تو میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھے ملنے والی ہے تو میں ہنس پڑی۔ (سنن دارمی، ص ۵۱، ج ۱، حدیث ۷۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا:

میرے اہل بیت میں سے (میرے وصال باکمال کے بعد) تم سب سے پہلے مجھے ملو گی تو میں اس خوشی پر ہنس پڑی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۲۶۹، ج ۷، حدیث ۳۵۹۸۰، بیروت)

وفات سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات شب سہ شنبہ تیسری ماہ رمضان (یعنی تین رمضان المبارک) ۱۱ ہجری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے چھ ماہ بعد واقع ہوئی۔ یہی قول مشہور و صحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجہ صحت سے دور ہیں اور بقیع شریف میں رات میں مدفون ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ایک قول سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھی۔

کہتے ہیں کہ دوسرے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں نہ خبر کی ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عذر خواہی میں فرمایا:

میں نے فاطمہ کی وصیت کی بنا پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو

رات میں دفن کرنا تا کہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں لوگوں میں یہی مشہور ہے مگر روضۃ الاحباب وغیرہ میں یہ ہے اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن عفان وعبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی آئے۔

(مدارج النبوت، ص ۵۳۶، ج ۲)

ایک واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتداد مرض کے وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو ارشاد فرمایا:

"مرحبا یا بنتی"

اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ صحت کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے متوجہ و مستقبل ہو کر ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے لیکن اس وقت جب وہ آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں۔ اس کے بعد پھر کچھ کان میں فرمایا وہ خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے فاطمۃ الزہراء سے کہا: "میں نے کسی رونے والے کو ہنستا ہوا اور کسی غم کو خوشی کے ساتھ معاون و متصل نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے آج دیکھا ہے اس کا سبب کیا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز کی بات ہے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہراء نے اس راز کو ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد میں نے ان سے پھر دریافت کیا کہ وہ بات کیا تھی۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ آ کر میرے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میری اجل قریب آ گئی ہے جن کی بناء پر جبرائیل علیہ السلام نے قرآن کریم کے پڑھنے میں اتنا اہتمام کیا۔ یہ سن کر میں رونے لگیں۔

دوسری مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میری اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ کو ملوگی۔ اس پر میں ہنسنے لگی

پھر فرمایا

کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔

پہلی روایت دلالت کرتی ہے کہ

خوشی وخندہ پہلے ملنے پر ہے اور نساء اہل جنت میں افضلیت اس پر زائد ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مشہور تر قول کے بموجب چھ ماہ تین رمضان المبارک ہے۔

اور بعض کہتے ہیں۔

تین ماہ ہے (مدارج النبوت ص ۴۸۶ ج ۲)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے محل دفن میں اختلاف ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا مرقد بقیع میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قبہ میں ہے جہاں تمام اہل بیت نبوت آسودہ (اور بقیع کے تمام مزارات اور قبور کو ملعون نجدیوں نے

اپنے دور استبداد (۱۳۴۳ھ میں شہید کر دیا ہے)

اور بعض کا خیال یہ ہے کہ

ان کا مدفن ان کے گھر میں ہی ہے جو کہ مسجد نبوی شریف میں ہے ان کا جنازہ گھر سے باہر نہ نکالا گیا آج بھی ان کی زیارت وہیں مشہور ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بقیع کی مسجد میں ہے جو قبہ عباسی کے نام سے منسوب ہے اور شرقی کی جانب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بقیع کی زیارت میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے۔

بعض اور حضرات نے بھی اس مسجد شریف کا ذکر کیا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ

وہ بیت الحزن کے نام سے معروف ہے کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے غم وجدائی کی مصیبت کے زمانہ میں لوگوں کی صحبت سے پریشان ہو کر تنہائی اختیار کر کے اس جگہ قیام پذیر ہو گئی تھیں۔

نیز کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک گھر ہے جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بقیع میں لیا تھا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا قول صحیح اور اخبار و آثار کے موافق ہے۔

مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کیا ہے کہ

حضرت امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبروں کی جگہ میں ایک پتھر پاتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہے۔

"ھٰذا قبر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ نساء العلمین و قبر الحسن بن علی بن حسین بن علی و جعفر بن

محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہم التحیۃ والسلام"

اس پتھر کا ظہور ۳۳۰ھ میں ہوا۔

امام المسلمین سیدنا حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دفن کے قصہ میں مروی ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر لوگ مزاحمت نہ کریں تو مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنا ورنہ بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کر دینا۔ غرض یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف میں یہی جگہ مختار ہے۔

محب طبری ذخائر العقبیٰ میں نقل کرتے ہیں کہ

مجھے ایک مرد صالح نے جو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے اخوت رکھتا تھا خبر دی کہ جب شیخ ابو العاص مرسی جو کہ شیخ ابوالحسن شاذلی کے شاگرد ہیں وہ بقیع کی زیارت کرتے تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبر کے آگے کھڑے ہو کر سیدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے تھے اور فرماتے کہ شیخ پر اسی جگہ میں حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کی قبر انور منکشف ہوئی ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ

کشف میں حضرت شیخ کو ایک آیت کبریٰ ہے۔ فرماتی ہیں کہ عرصہ دراز تک اس بنا پر کہ جو جو اعتقاد مجھے حضرت شیخ سے تھا۔ اسی اعتقاد پر قائم یہاں تک کہ میں نے وہ روایت ابن عبدالبر سے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے قصہ میں منقول ہے دیکھی اس کے بعد شیخ نے جو کشف سے خبر دی تھی اس پر میرا اعتقاد زیادہ ہو گیا

اور فرمایا کہ

حدیث کی صحت مجھ پر شیخ کے کشف سے ثابت ہوئی اور حدیث کے مطابق حضرت شیخ کا کشف سچا ثابت ہوا۔

واللہ ورسول اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

(مدارج النبوت، ص ۵۳۶، ج ۲)

مسلمانو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال تین رمضان المبارک کو ہے اور مقدس گھڑیوں میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کتنا عظیم مقام عطا فرمایا۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفا شعار زوجہ مبارکہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات (۱۰) دس رمضان المبارک کو ہوئی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہ کے وصال پر بہت رنج ہوا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جن عورتوں کو زوجیت کا شرف ہوا۔ ان کی ہستی بھی تبدیل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی اس نسبت کے پیش نظر کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں انہیں امہات المومنین لقب عطا فرمایا ہے۔ اسی نسبت مقدسہ کی بنا پر مومنوں کی مائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۷ سورہ احزاب: ۶)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو امہات المومنین کے لقب سے نوازا گیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں دنیاوی امور میں جو چیزیں زیادہ محبوب تھیں ان میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی تھیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سے زیادہ نکاح کرنا مباح تھا۔ حضرت سیدنا عیسیٰ روح علیہ السلام اور

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صاحبان ازواج و اولاد ہوئے ہیں۔

روایات شاہد ہیں کہ

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی ننانوے بلکہ ایک سو ازواجِ مطہرات تھیں

اور

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو منکوحہ ازواجِ مطہرات اور ایک ہزار باندیاں تھیں۔ یہ شرف انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل تھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اگرچہ کم تھی لیکن شرف و فضل میں جو ارفع و اعلیٰ مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل وہ کسی اور نہ کو نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات گیارہ ہیں

چھ قریش میں سے

(۱) ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(۳) ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

(۴) ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

(۵) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

(۶) ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

اور چار عربیہ قریشیہ ہیں

(۱) ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

(۲) ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

(۳) ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ ام المساکین

(۴) ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

اور ایک غیر عربیہ بن اسرائیل سے ہیں

(۱) ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی بن نظیر رضی اللہ عنہا

اور اوہ ازواجِ مطہرات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں پردہ فرما گئیں دو ہیں۔

(۱) ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۲) ام المومنین سیدہ زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بلا اختلاف (۹) نو ازواجِ مطہرات حیات تھیں۔ (مدارج النبوت، ص ۹۶۷، ج ۲)

سب سے پہلے جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور جب تک آپ حیات رہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری زوجہ سے نکاح نہ فرمایا۔

نسب نامہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ یوں ہے۔

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قصی میں مل جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصی کی اولاد سے بجز ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی کی خواستگاری قبول نہ فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت

ام ہند ہے

اور آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ فاطمہ بنت زاہدہ بن الاصم، بنی عامر بن لوی سے تھیں وہ پہلے ابو ہالہ بن نیاس بن زرارہ کی زوجیت میں تھیں اور اس سے ان کے دو فرزند ہوئے۔

(۱) ہالہ

(۲) ہند

اور ابو ہالہ کا نام مالک تھا

اور ایک قول سے زرارہ

اور دوسرے قول سے ہند تھا

اس کے بعد انہوں نے عتیق بن عایز مخزومی سے نکاح کیا اس سے ان کی ایک لڑکی ہوئی جس کا نام ہند تھا۔

روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے کہ

ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔

اور ہند ایسا نام ہے جو مرد و عورت دونوں کے لئے رکھے جاتے ہیں۔

جس طرح جویریہ ہے

اور بعض نے

عتیق کو ابو ہالہ پر مقدم بیان کیا ہے۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا اور ہند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔ نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔

اور ایک قول کے موجب اکیس سال تھی۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

بعض نے تیس بھی کہا ہے۔

اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف ۴۰ سال تھی۔

(مدارج النبوۃ ص ۷۹ ج ۲)

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح سے پہلے تجارت کا عرض کرنا

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تجارت کے لئے حضور انور صلی

اللہ علیہ وسلم کو اپنے میسرہ غلام بمع ساز و سامان کے شام کی طرف بھیجا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے میسرہ غلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بھیجتے ہوئے تاکیدی حکم دیا کہ

لاتعص له امراً ولا تخالف له رايا

ترجمہ: میسرہ! خبردار ان کی نافرمانی نہ کرنا اور نہ ہی ان کی کسی رائے کی مخالفت کرنا۔

امیر المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اس حکم سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے میسرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھنے کے لئے اور خدمت گزاری کے لئے بھیجا تھا۔ ۱۶ ذی الحجہ کو یہ قافلہ روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا صاحبان الوداع کہنے کے لئے آئے اور اہل قافلہ کو تاکید کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طرح خیال رکھیں۔

شیخ محمد زہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبت بھرے انداز میں قافلہ کی روانگی کا منظر یوں بیان فرماتے ہیں:

''قافلہ مکہ سے روانہ ہوا جس میں وہ ہستی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے اعلیٰ و افضل تھی۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف و عنایت اس کی نگرانی فرما رہی تھی۔

اس دفعہ بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال بردار اونٹوں کی تعداد دیگر قافلے والوں کے تمام اونٹوں کی تعداد کے برابر تھی۔ چند روز کی کٹھن مسافت طے کرنے کے بعد قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں جا اترا اور ایک خانقاہ کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے پہلے سفر شام میں بھی بصریٰ آئے تھے اور اسی خانقاہ کے قریب قیام کیا تھا اور یہاں ایک راہب سے ملاقات بھی ہوئی لیکن اس راہب کا نام بحیرہ تھا اور موجودہ راہب جس سے ملاقات ہوئی یہ دوسرا شخص تھا جس کا نام

''نسطورا'' تھا دونوں سفروں میں تیرہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال اور اب پچیس سال تھی۔

ممکن ہے اس اثناء میں پہلا راہب فوت ہو گیا ہو اور یہ بھی بعید نہیں کہ وہ یہاں سے نقل مکانی کر کے کسی دوسری خانقاہ میں چلا گیا ہو۔ نسطورا کی ملاقات جب میسرہ سے ہوئی تو اس نے پوچھا:

یہ شخص کون ہے؟ جو اس درخت کے نیچے تشریف فرما ہے

میسرہ نے بتایا کہ

یہ مکہ کے ایک قریشی نوجوان ہیں۔

راہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قریب ہو گیا۔

سر مبارک اور قدمین شریف کا بوسہ لیا۔

اور کہا

"امنت بك واشهد انك الذى ذكره الله تعالىٰ فى التوراة فلما راى الخاتم قبله وقال اشهد انك رسول الله النبى الامى الذى بشر بك عيسىٰ''

ترجمہ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے۔ پھر جب اس نے مہر نبوت کو دیکھا تو چوم لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نبی اُمی ہیں۔ جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

(خاتم النبیین، ص ۱۵۹، ج ۱)

میسرہ نے جب راہب کی یہ بات سنی ہوگی تو حیران رہ گیا ہوگا۔ راستہ میں اس نے

یہ ایمان پرور منظر تو بارہا دیکھا تھا کہ جب بھی دھوپ تیز ہو جاتی تھی تو فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ فگن ہو جاتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام میں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تمام سامان تجارت جو مکہ سے ساتھ لائے تھے وہ فروخت کر دیا اور جو قیمت وصول ہوئی اس سے شام کی مصنوعات اور مغربی ممالک سے درآمد شدہ چیزیں خرید فرمالیں۔ پھر اپنے نئے خرید وفروخت کردہ سامان کو اونٹوں پر لدوایا اور مکہ کی واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ اسی اثناء میں کسی گاہک سے کسی چیز کی خرید وفروخت پر اختلاف ہو گیا۔

اس نے کہا

لات وعزیٰ کی قسم کھائے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لوں گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ان جھوٹے خداؤں کی قسم نہیں کھایا کرتا۔

وہ شخص ایسا متاثر ہوا کہنے لگا

القول لك

اے امین اے صادق، جو تو کہتا ہے وہی سچ ہے۔ قسم کی ضرورت نہیں اس سفر میں دگنا نفع ہوا۔ جو توقع سے بھی بہت زیادہ تھی۔ یہ محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور کاروباری مہارت کا ثمر تھا اور سب سے زیادہ اس برکت کا نتیجہ تھا جو اس ذات ستودہ صفات کیساتھ وابستہ کر دی گئی تھی۔ نئے خرید کردہ سامان تجارت کو اونٹوں پر لادا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب مرالظہران کے مقام پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میسرہ کو حکم دیا کہ وہ آگے چلا جائے اور اپنی مالکہ کو کامیاب تجارتی سفر کی خوشخبری سنائے۔ جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر قافلہ کی آمد کا نظارہ کرنے لگیں۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اونٹ پر سوار ہیں سخت دھوپ ہے۔ دو فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچنے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو تمام تفصیلات سے آگاہ فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ میسرہ نے طویل سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت و دیانت، سیرت کی پختگی، کردار کی بلندی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک، معاملہ فہمی اور کاروباری مہارت کے جو روح پرور مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے ان کا تذکرہ کیا۔ نسوطرا راہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جس طرح فریفتہ ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل کے بارے میں جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ سنائیں۔ حضور۔ اپنے حسب ونسب کے لحاظ سے پہلے ہی ارفع و اعلیٰ تھے۔ ذاتی خصال حمیدہ کا ذکر جمیل سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے دل میں طے کر لیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بننے کا شرف انہیں ہو جائے تو ان کی بڑی خوش قسمتی ہو گی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نکاح کس طرح کیا؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دو مرتبہ شادی ہو چکی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں شوہر فوت ہو گئے تھے۔ ان سے آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی تھی۔ اس کے بعد بڑے بڑے امراء اور رؤسا نے کوشش کی کہ وہ انہیں رشتہ ازواج میں قبول کریں لیکن حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اور باطنی کمالات کو دیکھ کر انہوں نے ایک زیرک اور دور اندیش خاتون کی طرح فیصلہ فرمایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کریں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی دریافت کرنے کے لئے ایک ہمراز سہیلی نفیسہ بنت منیہ کو کہا کہ وہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اس بارے میں معلوم کرے۔

یہ واقعہ نفیسہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

نفیسہ نے کہا

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک عقلمند، بہادر اور شریف النفس خاتون تھیں۔ نسب میں اعلیٰ شرافت میں ارفع، مال و ثروت میں سب سے زیادہ تمام قوم کے شرفاء ان سے نکاح کرنے کے لئے بے قرار تھے اگر ان کا بس چلتا سب نے کوشش کی لیکن بے سود۔

نفیسہ کہتی ہے کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر شام سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے مجھے مامور کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے دریافت کروں۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی۔

اور پوچھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کرتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے پاس سرمایہ نہیں جس سے شادی کا فریضہ ادا کرسکوں

میں نے کہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پروانہ کریں اس کی میں ذمہ دار ہوں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال، شرف اور خوشحالی کی طرف دعوت دی جائے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول نہیں فرمائیں گے۔

دریافت فرمایا

کون؟

میں نے عرض کیا

خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے لیے یہ کیوں کر ممکن ہے

میں یہ جواب سن کر خوشی خوشی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور جا کر تمام ماجرا کہہ کر سنایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ بات چیت ہوئی۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست کو مسترد نہیں کریں گے۔

تو عرض کرنے لگیں

اے میرے چچازاد! میں اس لئے تم میں رغبت رکھتی ہوں کہ رشتہ میں تم میرے قریبی ہو۔ اپنی قوم میں تمہاری شان بلند ہے۔ امانت' حسن خلق' صدق فعال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی صفات ہیں۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ادب و احترام کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔

منگنی تھی عقد نکاح نہ تھا۔ اس باہمی رضامندی کے باعث حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا جان کے پاس تشریف لے جائیں اور کل سویرے انہیں ہمارے ہاں بھیجیں۔

دوسرے روز حضرت ابوطالب' حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔

حضرت خدیجۃ اکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

آپ میرے چچا کے پاس جائیں اور اپنے بھتیجے کے لئے میرا رشتہ طلب کریں۔

حضرت ابوطالب نے اس پر اپنی خوشی کا اظہار کیا

اور فرمایا

هذا صنع الله

یہ قدرت الٰہی عزوجل کا کرشمہ ہے۔

اس طرح کائنات کے دولہا کی دلہن کے بزرگوں کی منظوری سے منگنی انجام پذیر

ہوئی اور نکاح کے لئے تاریخ مقرر ہوئی۔

مقررہ تاریخ پر قبیلہ مضر کے رؤسا مکہ کے شرفاء اور امراء اکٹھے ہوئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے۔ حضرت ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ نے اس وقت ایک فصیح بلیغ خطبہ نکاح ارشاد فرمایا:

"الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم و زرع اسماعیل وضعفئی معدو عنصر صغر، وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد ابن عبد الله (صلی الله علیه و سلم) لایوذن برجل الارجح به وان کان فی المال قلا وان المال ظل زائل وامرجائل و محمد (صلی الله علیه وسلم) من قد عرفتم قرابته وقد خطب خدیجة بنت خویلد. وقد بذل لها من الصداق ماجله وعاجله اثنتا عشرة اوقیة ذهبا ونشا وهو والله بعد هذا له نبا عظیم و خطر جلیل

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سے معد کی نسل سے اور مضر کے اصل سے پیدا فرمایا نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا۔ ہمیں اللہ نے ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے۔ نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر فرمایا۔ حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کا دنیا کے جس بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا اس کا پلڑا بھاری رہے گا۔

اگر یہ مالدار نہیں تو کیا ہوا مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ ہے اور بدل جانے والی چیز ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو اس نے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ کا رشتہ طلب کیا اور ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر مقرر کیا ہے اور بخدا عز وجل مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہوگی اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہوگی۔

(خاتم النبیین ص ۱۶۲ ج ۱)

حضرت ابو طالب کے اس خطبہ کے بعد ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے اور جوابی خطبہ دیا

جن کا ترجمہ یوں ہے

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں ان عزتوں اور انعامات سے نوازا۔ جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اور ہمیں وہ فضیلتیں بخشیں جن کو آپ نے گنا ہے۔ یہیں ہمارے تمام عرب کے سردار اور راہبہ ہیں اور تم بھی ان صفات سے متصف ہو۔ قبیلہ کا کوئی فرد ان کا انکار نہیں کرتا اور کوئی شخص تمہاری فضیلت کو رد نہیں کرتا۔ ہم اپنا تعلق تم سے استوار کرنے میں بڑا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اے خاندان قریش کے سردار! گواہ رہو۔ مین نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دختر خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا ہے۔

حضرت ابو طالب گویا ہوئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کار خیر میں اے ورقہ! خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا بھی شریک ہوں۔

چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بولے:

"اشهدوا يا معاشر قريش انى قد انكحت محمد بن عبدالله (صلى الله عليه وسلم) خديجة بنت خويلد و شهد على ذالك صناديد قريش'

ترجمہ: ''اے قبائل قریش! گواہ رہنا میں نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا ہے اور اس پر قریش کے سردار گواہ مقرر ہوئے ہیں''۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پہلی شادی مبارک تھی جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ انجام پذیر ہوگئی اور قیامت تک امت کے لئے ان گنت خیرات و برکات کا سرچشمہ بنی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عنفوان شباب تھا۔ عمر مبارک پچیس سال تھی اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور اس سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ دوبارہ بیوہ ہو چکی تھیں۔

یہ عقد زواج بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ جو طیب اور طاہر کے لقب سے ملقب ہے تولد ہوئے دونوں صاحبزادے بچپن میں انتقال فرما گئے۔

تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے پیدا ہوئے وہ بھی عالم شیر خوارگی میں وفات پا گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں سیدات

(۱) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

(۴) اور سیدۃ النساء سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے شکم سے ہوئی ان سب نے عہد نبوت پایا سب مشرف با اسلام ہوئیں۔

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

خدیجة اول خلق الله اسلم باجماع المسلمین لم یتقدمها رجل ولا امراة

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی مرد اور کوئی عورت آپ سے پہلے اسلام نہیں لایا۔

(الکامل ابن اثیر ص ۳۷ ج ۲)

علامہ بن ہشام اپنی سیرت میں رقم طراز ہیں:

"وامنت به خدیجة بنت خویلد و صدقت بما جاء ہ من الله وازرته علی امره و کانت اول من امن باالله ورسوله صدقت بما جآء منه و خفف الله بذالك عن نبیه صلی الله علیه وسلم لایسمع شیئا مما یکرهه من ردعلیه وتکذیب له فیحرنه ذالك الا فرج الله عنه بها اذار جع الیها تثبته وتخفف علیه و تصدقه و تهون علیه امر الناس رحمها الله تعالیٰ"

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت خدیجہ بنت خویلد ایمان لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور رسالت کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ جب مخالفین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلخ کلامی کرتے یا جھٹلاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ ہوتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو

ام المومنین رضی اللہ عنہا ایسی گفتگو فرماتیں کہ غم واندوہ کے بادل چھٹ جاتے۔آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدمی پر ابھارتیں۔ اس غم کو ہلکا کرتیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتیں۔اس طرح لوگوں کی مخالفتوں کے باعث دل کو جو ملال اور رنج پہنچتا اس کا ازالہ کر دیتیں اللہ تعالیٰ کی آپ رضی اللہ عنہ پر رحمتیں ہوں۔

(سیرۃ النبویہ ابن ہشام: ص ۲۵۹، ج ۱)

ایمان لانے میں سب سے سبقت لے جانے اور ہر مرحلہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کرتے رہنے کا صلہ بارگاہ الٰہی عزوجل سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف فرما تھے۔

انہوں نے آ کر عرض کیا

اقراء علیھا السلام من ربھا ومنی و بشرھا بیت فی الجنة من قصب لا صنحب فیه ولا نصب فقالت ھوالسلام و منه السلام وعلی جبرائیل السلام وعلیك یارسول اللہ السلام ورحمة اللہ و برکاته

ترجمہ: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب عزوجل کی طرف سے اور میری طرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام پہنچایئے اور انہیں خوشخبری دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں موتیوں کا بنا ہوا ایک محل مخصوص کرلیا ہے۔جس میں کوئی شور نہیں ہوگا اور نہ کوئی کوفت۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے تمام سلامتیاں اسی سے ہیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام پر

سلام ہو اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام ہو نیز اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔

(سیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان ص ۱۷۵ ج ۱)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اس سے اولیت اسلام ثابت ہوئی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ میں نوع بشری کا روز قیامت سردار ہوں مگر انبیاء علیہم السلام میں سے میری نسل میں ایک ہستی ہے جس کا نام اقدس احمد ہے ان کو مجھ پر دو باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) ان کی بیوی بھلائی میں ان کی مددگار و معاون ہوگی اور میری بیوی میرے لیے خطا پر ابرانگیختہ کرنے میں معاون ہوئی کہ درخت کا پھل کھلایا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے شیطان پر اعانت فرمائی کہ وہ مسلمان ہو گیا مگر میرا شیطان کافر ہوا۔

اسے ذلالی نے بیان کیا ہے جیسا کہ طبری میں ذکر ہی۔

اور ایسی حدیث مبارکہ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ ارشاد فرمایا

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو ایسا ہی فرمایا (اللہ اعلم) ہر تقدیر حاصل یہی ہوتا ہے کہ مراد زوجہ سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(مدارج النبوت ص ۵۴۰ ج ۲)

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں میں سب سے افضل

مسند امام احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنتی عورتوں میں سب سے افضل سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہا)

اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہ

اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہ امراۃ فرعون

(مدارج النبوت ص ۵۴۰ ج ۲)

ولی الدین بن العراقی نے فرمایا کہ

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں ہر قول صحیح ومختار افضل ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

(مدارج النبوت ص ۵۴۰ ج ۲)

شیخ الاسلام زکریا انصاری نے ''لہجہ'' میں فرمایا کہ

ازواجِ مطہرات میں افضل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان دونوں کے درمیان افضلیت میں اختلاف ہے۔

ابن عماد نے تصریح کی ہے کہ

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس بنا پر افضل ہیں کہ یہ ثابت شدہ ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بہتر زوجہ مرحمت فرمائی۔ انہوں نے اس سے اپنے آپ کو مراد لیا اور خود سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر فضیلت دی۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! خدا عزوجل کی قسم! اللہ تعالیٰ نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بہتر مجھے زوجہ مرحمت نہ فرمائی کیونکہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جبکہ لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور انہوں نے اپنے مال سے میری ایسے وقت

میں مدد کی جبکہ لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔

ابن داؤد سے پوچھا گیا کہ

ان دونوں میں سے افضل کون ہے۔

فرمایا:

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت کہلوایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے سلام، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے کہلوایا۔ اس بنا پر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا افضل ہوئیں۔

اس کے بعد ابن داؤد سے پوچھا گیا کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا؟

تو فرمایا:

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ میرا جگر گوشہ ہیں۔ اس بنا پر کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پارہ گوشت کے برابر نہیں ہے۔ میری نے اس بات کی گواہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک دیتا ہے۔ جو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ سیدہ نساء اہل جنت ہو۔ بجز حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے۔ وہ حضرات جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت دیتے ہیں۔

انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے

درجہ میں ہوں گی۔

ابوامامہ بن النفاش نے فرمایا کہ

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سبقت اول اسلام میں ان کی تاثیر اور دین خدا عزوجل کے قیام ونصرت اور اس کی تقویت میں اپنے مال کو خرچ کرنے میں ہے کوئی بھی اس میں ان کا شریک نہیں ہے نہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ امہات المومنین میں کوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آخر اسلام میں ان کا اثر اور امت کیساتھ حمل دین اور تبلیغ اسلام میں ان کی تلقین اور امت کا ان سے اسلام کے مسائل اور احکام حاصل کرنا یہ سب ایسی خوبیاں ہیں جن میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے نہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور نہ کوئی اور امہات المومنین میں سے۔ یہ ان کی امتیازی شان ہے جو ان کے سوا کسی میں نہیں ہے۔

(مدارج النبوت: ۵۴۰ تا ۵۴۱ ج ۲)

ام المومنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۰ رمضان المبارک کو اس دار فانی سے انتقال فرمایا جس کی تائید یوں ملتی ہے۔

نبوت کے دسویں سال سفر ہجرت سے تین سال پہلے حضرت ابوطالب کی وفات پر ابھی صرف پینتیس دن گزرے تھے کہ ۱۰ رمضان المبارک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفا شعار اور غمگسار رفیقہ حیات حضرت ام المومنین السیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ (انساب الاشراف ص ۴۰۵ ج ۱)

آپ رضی اللہ عنہ وہ عدیم النظر رفیقہ حیات تھیں جنہوں نے اپنے نامور شوہر آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں صرف جان و مال کا نذرانہ پیش نہیں کیا تھا بلکہ اپنی دولت وثروت کے خزینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لئے بصد

مسرت نچھاور کر دیئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پچیس سالہ زندگی کا ہر لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت و آرام کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جب بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی کٹھن گھڑی آئی تو آپ رضی اللہ عنہ بڑی عالی حوصلگی سے آگے بڑھیں اور اپنی فرزانگی اور عقل مندی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا بنی۔ غار حرا کی وہ مبارک رات جب جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رب عزوجل سے منصب نبوت پر فائز ہونے کی نوید لے کر آئے اور کلام الٰہی عزوجل سے پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرشار کیا اس وقت قلب مبارک پر حیرت و مرعوبیت کی جو کیفیت تھی اور جن فطرات اور اندیشوں نے ہراساں کر دیا تھا اس وقت جس انداز سے آپ نے دل داری کی اس کی مثال تاریخ مثال میں نایاب ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک جملے سے ان تمام خدشات اور خطرات کا قلع قمع کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر رہے تھے۔

عرض کی

کلا ابشر فوالا لا یحزیك الله ابدا الخ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز خوفزدہ نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش خبری ہو۔ خدا عزوجل کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا نہ کرے گا۔ پھر اس کے بعد اس کی وجوہات بیان کیں۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و شرک کے گھپ اندھیروں میں جب توحید کی شمع روشن کی تو کفار نے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کفار کی دل آزاریوں بہتان طرازیوں اور عداوت کیشیوں سے افسردہ خاطر ہو کر گھر تشریف لاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طیبہ طاہرہ زوجہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایسے دل آویز انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرماتیں کہ رنج واندوہ کے تمام بادل چھٹ جاتے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے بے پایاں خلوص لازوال محبت اور بے مثال ایثار کے باعث ام

المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے اور دل سے آپ رضی اللہ عنہ کی قدر کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں دوسری شادی کرنے کا خیال تک نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر بڑی محبت اور پیار سے فرمایا کرتے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی سہیلیوں سے بھی بڑی شفقت کا برتاؤ فرماتے اور ہر موقع پر ان کا خیال رکھتے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کثرت سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر کرتے تھے اس لئے کئی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو رشک آنے لگتا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مجھے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ پر غیرت نہیں آئی جتنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی کثرت سے آپ رضی اللہ عنہ کو یاد فرماتے اور سب کو یہ بھی بتاتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یہ خوشخبری دوں کہ اللہ تعالیٰ نے موتیوں سے بنا ہوا ایک محل انہیں جنت میں مرحمت فرمایا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب بکری ذبح فرماتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی بھجواتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو کثرت سے ان کی مدح وثناء فرماتے مجھے ایک روز بڑی غیرت آئی۔

میں نے عرض کیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اس خاتون کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں جس کے دونوں ہونٹوں کے گوشے سرخ تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحاظ سے بہتر بیویاں ارزانی فرمائی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس سے بہتر اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی اور بیوی نہیں دی وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے میرا انکار کیا۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری دلجوئی کہ جب لوگوں نے مجھے محروم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری بیویوں کو اولاد سے محروم رکھا۔ ایسی وفا شعار اور خدمت گزار' دانا' عالی ظرف اور بلند نگاہ رفیقہ حیات کا اس وقت داغ مفارقت دے جانا جبکہ دعوت توحید بڑے جانگسل مرحلوں سے گزری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنا تکلیف دہ اور باعث رنج وغم ہوا ہوگا۔ اس کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ دونوں روح فرسا حادثے ایک ہی سال میں بڑی قلیل مدت کے اندر اندر رونپذیر ہوئے تھے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن "یعنی غم واندوہ کا سال" سے موسوم فرمایا۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے (۶۵) پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حجون کے قبرستان میں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ ابھی تک نماز جنازہ کا آغاز نہیں ہوا جب مرقد مبارک تیار ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے رحمت بھرے مقدس نورانی ہاتھوں سے اپنی رفیقہ حیات رضی اللہ عنہا کو اس مرقد میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔ (انساب الاشراف: ص ۴۰۶' ج ۱)

جس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے منصب نبوت پر فائز ہونے کی اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ اسی روز ایمان لائیں اور اسی دن سے اپنی دولت اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے خرچ کرنا شروع کر دیا اور تادم واپسی بڑی فیاضی سے اس روش پر قائم رہیں جس روز آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھجور کی گٹھلی میں سیاہ نشان کے برابر بھی سیم وزر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ مسلمانوں میں دو

ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنی تمام دولت دعوت اسلام کی ترقی کی راہ میں خرچ کر ڈالی۔

وہ دو ہستیاں

(۱) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اسلام لانے سے پہلے یہ دونوں مقدس ہستیاں بڑے دولت مند تھے اور جب وفات پائی تو ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

(نظرۃ جدیدۃ: ص ۱۱۶ ج ۱)

کتنی خوش نصیب تھیں پورے عرب میں
دونوں جہاں کے دولہا ﷺ مل گئے

جس نسبت سے تعلق ہے تجھے اے ام المومنین
اس پیارے حبیب ﷺ پہ کروڑوں درودو سلام

آپ کی عترت قائم رہے گی قیامت تک
اے ام المومنین تم پہ لاکھوں سلام

غزوۂ بدر

غزوۂ بدر بروز جمعہ سترہ (۱۷) رمضان المبارک کو واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح نصیب فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (آل عمران:۱۲۳)

''اور بے شک اللہ (عزوجلّ) نے تمہاری بدر میں مدد کی حالانکہ تم بے سروسامان تھے''۔

تاریخ اسلام کا یہ وہ معرکہ ہے جب اسلام اور کفر حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کا پہلا مقابلہ ہوا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن مسلمانوں کا حامی وناصر اللہ تعالیٰ تھا۔ غزوہ بدر کو یوم الفرقان سے موسوم کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ

سب سے پہلے غزوہ بدر کا مختصر تذکرہ عرض کرتا ہوں تاکہ غزوہ بدر کا خلاصہ ذہن نشین کرلیں پھر تفصیل کے ساتھ مکمل واقعہ عرض کروں گا۔

امام ابن ہشام بیان فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا کہ ابوسفیان شام سے مال تجارت کا ایک قافلہ لے کر آ رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلایا

اور ارشاد فرمایا:

یہ ابوسفیان ہے جو اپنے قافلہ سمیت واپس آ رہا ہے۔ نکلو شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں عطا فرما دے۔ اس قافلہ میں ابوسفیان کیساتھ چالیس آدمی تھے اور مکہ کے سرداروں میں سے عمرو بن العاص تھے۔ ہجرت کے انیس ماہ بعد (۱۲) بارہ رمضان المبارک کو ہفتہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ مجاہدین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس دو گھوڑے، ساٹھ زرہیں اور اسی اونٹ تھے۔ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان پیادہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کے لئے ایک اونٹ مقرر کر دیا جس پر وہ باری باری سواری کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو دو صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے۔

انہوں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری باری میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوں۔ ہم پیدل چلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سنو! تم دونوں نہ مجھ سے زیادہ قوی ہو نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں!

جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو وہ آنے جانے والوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبریں معلوم کرتا تھا۔

اسے بعض سواروں نے بتایا کہ

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر اور تمہارے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ اس نے فوراً ضمضم بن عمرو الغفاری کو مکہ روانہ کیا۔

اور یہ پیغام دیا کہ

وہ قریش کو جا کر کہے کہ وہ اپنے اموال کی حفاظت کا انتظام کریں کیونکہ (سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف مکہ

میں عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ قریش پر کوئی آفت اور مصیبت آنے والی ہے۔ اس نے یہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بیان کیا۔ ابھی اس خواب کا چرچا ہو رہا تھا اور اس کے متعلق چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں کہ مکہ والوں نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ و پکار سنی اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان دیئے تھے کجاوہ کو الٹا کر دیا تھا اور اپنی قمیض پھاڑ ڈالی تھی اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اپنے اس قافلہ کو بچاؤ جس پر تمام مکہ والوں کے اموال لدے ہوئے ہیں۔ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر حملہ کر دیا ہے اور مجھے امید نہیں ہے کہ تم اس کی مدد کے لئے بروقت پہنچ جاؤ گے۔

قریش نے اپنا تمام مال و متاع داؤ پر لگا کر جنگ کی تیاری کی جب انہوں نے عزم سفر کیا تو قریش مکہ کی فوج کی تعداد نوسو پچاس تھی۔ ان کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر ایک سو زرہ پوش سوار تھے۔ پیدل سپاہیوں کے لئے بھی زرہیں مہیا تھیں۔ ان کے ساتھ رقص کرنے والی کنیزیں بھی تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جو شیلے گیت گا کر ان کی آتش غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں۔ سو قریش کا یہ لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ روانہ ہوا۔ ضمضم غفاری کو بھیجنے کے بعد ابوسفیان نے مزید احتیاط کی خاطر عام راستہ کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ کو جاتا تھا اور اس نے بڑی سرعت کے ساتھ مسلسل سفر کرنا شروع کر دیا اور جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہو گیا ہے تو اس نے قیس بن امرء القیس کو یہ پیغام دے کر قریش کے لشکر کے پاس بھیجا کہ اب یہ قافلہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہے اس لئے اب اس کی حفاظت کے لئے لشکر کی ضرورت نہیں ہے اور تم لوگ واپس مکہ چلے جاؤ۔ اس نے یہ پیغام لشکر کے سپہ سالار ابوجہل تک پہنچا دیا لیکن ابوجہل نے واپس جانے سے صاف انکار کر دیا۔

اور کہا

بخدا ہم ضرور جائیں گے اور بدر پہنچ کر دم لیں گے اور مسلمانوں کو سبق سکھائیں گے تاکہ آئندہ وہ ہمیشہ ہم سے دبے رہیں ہرچند کہ بعض متحمل مزاج لوگوں نے ابوجہل کی مخالفت کی اور کچھ لوگ واپس چلے گئے لیکن اکثریت ابوجہل کیساتھ رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قریش بڑی تیاری کے ساتھ اپنے قافلہ کے دفاع کے لئے آ رہا ہے۔ اب صورتحال اچانک بدل چکی تھی۔ پہلے مسلمان ایک قافلہ پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے تھے جس کے ساتھ صرف چالیس آدمی تھے۔ اب معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے قریش کا ایک لشکر جرار چلا آ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نئی صورتحال سے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو آگاہ فرمایا اور ان سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب فرمایا۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہایت گرمجوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے کا عزم کو ظاہر کیا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اللہ تعالیٰ نے جانے کا حکم دیا ہے وہاں چلیے۔ ہم قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں جو یہ کہہ دیں کہ جائیے آپ (علیہ السلام) اور آپ (علیہ السلام) کا خدا عزوجل ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کیساتھ بھیجا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ دشمن کیخلاف جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جائیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کیساتھ بھیجا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سمندر پر لے جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل

ہو جائیں تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے یہ ایمان افروز کلمات سن کر بہت خوش ہوئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روانہ ہو جاؤ

اور تمہیں یہ خوشخبری مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا عزوجل میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔

بدر میں پہنچ کر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان تھکے ہارے سو گئے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر ایک درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے رہے۔ اس رات خوب بارش ہوئی۔ مسلمان ریتلے علاقہ میں خیمہ زن تھے۔ اس بارش سے وہ ریت جم کر پختہ ہو گئی اور مسلمانوں کے لئے چلنے پھرنے میں آسانی ہو گئی اور جہاں کفار قریش خیمہ زن تھے وہاں بارش سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گئی۔

صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے غرور و تکبر سے چلا آ رہا ہے۔ اے اللہ عزوجل! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔

اے اللہ عزوجل! کل ان کو ہلاک کر دے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے اور یہ دعا کر رہے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں۔ اے اللہ عزوجل اگر تو نے (بالفرض) اپنے وعدہ کو پورا نہ فرمایا تو پھر کبھی بھی تیری عبادت نہیں کی جائے

گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دعا بہت کافی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ○ (القمر:۴۵)

عنقریب یہ جماعت پسپا ہوگی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات ہی کو صف بندی کر دی تھی اور تمام مجاہدین صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تھے۔ جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل تھیں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت موثر خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر برانگیختہ فرمایا اور اس کے عذاب سے ڈرایا جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ

کافروں کے لشکر سے اسود بن عبدالاسد المغزومی مسلمانوں کے حوض سے پانی پینے کا بلند بانگ دعویٰ کر کے مسلمانوں کے لشکر کی طرف آیا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو تہ تیغ کر دیا۔ جنگ بدر میں ہمارا جانے والا یہ پہلا کافر تھا یہ منظر دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے ولید بیٹے کو لیکر جوش غضب میں مسلمانوں کی طرف آیا اور یہ نعرہ لگایا کہ میرا مقابلہ کون کرے گا۔ تین انصاری نوجوان ان کے مقابلہ میں نکلے۔

مگر اس نے کہا

ہمارے مقابلہ کے لئے ہماری قوم قریش کے جوانوں کو بھیجو۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہؓ، حضرت حمزہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن عتبہ کے ایک وار سے حضرت عبیدہ کی ٹانگ کٹ گئی۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی امداد کو پہنچے تو ان کے حملہ سے عتبہ کی لاش خاک اور خون

میں تڑپ رہی تھی۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے آخری لمحات میں اپنا رخسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں رکھ دیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔

اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ یہ جنگ اسی طرح جاری اسی دوران ابو جہل دو انصاری نوجوانوں حضرت معاذ اور حضرت معوذ کے ہاتھوں مارا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں امیہ بن خلف مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی میں کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! ان کے چہروں کو بگاڑ دے۔ ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ان کے قدم اکھاڑ دے ان کنکریوں کا لگنا تھا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مشرکین میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔

مجاہدین اسلام نے جب بھگدڑ دیکھی تو انہوں نے مشرکوں کو اپنا قیدی بنانا شروع کیا اور ان کو رسیوں سے باندھنے لگے۔ معرکہ بدر سترہ (۱۷) رمضان المبارک بروز جمعہ واقع ہوا۔ صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور زوال آفتاب تک جاری رہی جب سورج ڈھلنے لگا اس وقت کفار کے قدم اکھڑ گئے۔ جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے اور ستر کافر مارے گئے اور ستر کافر گرفتار کیے گئے۔

(الروض الانف مع السیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۶۱ تا ۸۱، ج ۲)

یہ مختصر جنگ بدر کا تذکرہ عرض کر دیا ہے۔ اب تفصیل کیساتھ عرض کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ کا تعاقب کرنا

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب میں نکلے

تھے جو ابوسفیان کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے شام جا رہا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عشیرہ کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ ایک دو روزہ پہلے یہاں سے نکل گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی واپسی کا انتظار تھا۔ جب اطلاع ملی کہ وہ قافلہ واپس آ رہا ہے۔ ابوسفیان کے علاوہ مکہ کے رئیسوں میں سے محترمہ بن نوفل، عمرو بن العاص بھی اس کے ہمراہ ہیں اور قافلہ کی حفاظت کے لئے چالیس آدمیوں کا گروہ اس کے ہمرکاب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یعنی یہ ابوسفیان ہے جو اپنے قافلہ سمیت واپس آ رہا ہے نکلو شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں عطا فرما دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر چند حضرات تو ہمرکاب ہو گئے اور کچھ پیچھے رہ گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ جنگ تک نوبت آئے گی۔ ان حضرات مقدسہ نے یہی خیال کیا کہ قافلہ کے ساتھ چالیس کے لگ بھگ محافظوں کا دستہ ہے۔ ان کو دبوچ لینا کوئی ایسا کام نہیں جس کے لئے سب مسلمانوں کا ساتھ جانا ضروری ہو۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سب کو اس مہم میں شرکت کا حکم نہیں فرمایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا

من كان ظهره حاضرا فليركب معنا ولم ينتظر من كان ظهره غائبا عنه

ترجمہ: یعنی جس کی سواری حاضر ہے وہ تو سوار ہو جائے اور ہمارے ساتھ چلے اور جن کی سواریاں وہاں موجود نہ تھیں بلکہ ان کی چراگاہوں میں یا

زرعی فارموں میں تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتظار نہ فرمایا

ہجرت سے انیس ماہ بعد رمضان المبارک کی بارہ تاریخ بروز ہفتہ کا دن تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ باتیں سو پندرہ جان نثاروں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمان لشکر کے پاس سواری کے لئے ایک گھوڑا اور اسی اونٹ تھے باقی مجاہدین پاپیادہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا کہ جس کے پاس سواری کا اونٹ ہے وہ تو اپنے اونٹ پر سوار ہو جائے اور باقی پاپیادہ سفر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ایک ایک اونٹ مقرر کر دیا جس پر وہ باری باری سوار ہوا کریں گے۔

علامہ باذری لکھتے ہیں کہ

مسلمان تو اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے اور باقی پاپیادہ سفر کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ایک ایک اونٹ مقرر فرما دیا اور اپنے اونٹ کو بھی اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں فرمایا حالانکہ امت کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام الائمہ ہیں۔ لشکر کی کمانڈ کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کو صرف اپنی سواری کے لئے مختص فرماتے تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا لیکن جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانی مساوات کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لایا تھا اگر وہ اپنے حسن عمل سے مساوات کا درس نہ دیتا تو اور کون دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کے لئے بھی تین آدمی تجویز فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت علی المرتضیٰ اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ جب روحاء کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو مدینہ طیبہ کا والی بنا کر واپس دیا تو مرثد بن ابی مرثد کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ ملکوتیوں کا یہ نورانی لشکر اس شان سے اپنے مرکز سے رخصت ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی باری کی مسافت طے کر چکے اور

اترنے لگے تاکہ دوسرا ساتھی سوار ہوتو دونوں جاں نثار صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری باری میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سوار رہیں۔ ہمارے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہوں نکیل ہمارے ہاتھوں میں ہو۔ اس کے پاؤں کی گرد اڑ رہی ہو اور ہماری آنکھوں کا سرمہ اور چہروں کا غازہ بن رہی ہو۔ اے اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری یہ مخلصانہ پیشکش ضرور قبول فرمایئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما انتما باقوی منی وما انا اغنی عنکما عن الاجر

ترجمہ: ''یعنی اے میرے دوستو! تم دونوں نہ مجھ سے طاقتور ہو اور نہ یہ بات ہے کہ مجھے اجر کی ضرورت نہ ہو صرف تمہیں اجر کی ضرورت ہو''۔

اپنے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کیف و سرور کا کیا عالم ہوگا۔ ان کے ایمان کو کتنی جلاء اور توانائیاں نصیب ہوئی ہوں گی۔ قیامت تک آنے والے قائدین قوم اور سالاران فوج کو مناوات انسانی اور عمل کی عظمتوں کا کتنا جلیل المرتبت سبق ملا ہوگا۔ (انساب الاشراف: ص ۲۸۹، ج۱)

اسی اثناء میں ابوسفیان کو بھی ایک شخص نے بتایا کہ جب تمہارا قافلہ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا تعاقب کیا تھا اور اب بھی تمہاری واپسی کی انہیں اطلاع ملی ہے وہ اپنے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو لے کر تیرے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔ جب یہ قافلہ حجاز کی حدود میں داخل ہوا تو ابوسفیان کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ اس نے تمام علاقہ میں جاسوس پھیلا دیئے تاکہ مسلمانوں کی سرگرمیوں کے بارے میں اسے مطلع کرتے رہیں۔ اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو اسے ازحد

خوف لاحق ہوا۔ اس نے بنی غفار کے ایک ماہر شتر سوار ضمضم غفاری کو بیس مثقال سونا بطور اجرت دیا۔

اور اسے کہا

وہ بجلی کی سرعت سے مکہ پہنچے اور قریش کو آگاہ کرے کہ تمہارے تجارتی کاروان پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے ہیں اس لئے اس قافلہ کو بچانے کے لئے فوراً پہنچیں۔

اس قافلہ کی سلامتی سے مکہ مکرمہ کے تمام قریش کا مفاد وابستہ تھا۔ قبیلہ قریش کا کوئی مرد یا عورت ایسی نہ تھی جس نے اپنے مقدور کے مطابق اس قافلہ میں سرمایہ نہ لگایا ہو۔ ضمضم غفاری مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ آپ آئے

تو عاتکہ نے کہا

بھائی جان بخدا! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوفزدہ کر دیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہے۔ اگر اپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ اس راز کو افشا نہ کریں گے تو میں آپ کو بتاتی ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے راز افشا نہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔

آپ نے اپنا خواب یوں بیان کرنا شروع کیا

میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح وادی میں آ کر کھڑا ہو گیا

اور اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا

الا انفروا یا ال غدر الی مصارعکم فی ثلاث

ترجمہ: ''اے دھوکہ بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ''۔

میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

پھر میں نے دیکھا کہ

اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے اس شخص نے وہی نعرہ بلند کیا پھر میں نے اس اونٹ کو جبل ابی قبیس کے اوپر کھڑا ہوا دیکھا وہاں جا کر اس شتر سوار نے پھر وہی نعرہ لگایا اور ایک بھاری بھر کم چٹان کو نیچے لڑھکا دیا جب وہ لڑھکتی ہوئی نیچے پہنچی تو اچانک پھٹ گئی۔ مکہ کا کوئی ایسا گھر نہ رہا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو کہا کہ

یہ تو بڑا اہم خواب ہے عاتکہ! کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا اس کو پوشیدہ رکھنا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر وہاں سے نکلے۔ راستہ میں ان کی ملاقات ولید بن عتبہ سے ہو گئی یہ ان کا دوست تھا۔ انہوں نے اس خواب کا ذکر ولید سے کر دیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز افشا ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میں شام کو حرم شریف میں طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابوجہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے وہاں اس خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے ابوجہل نے مجھے دیکھا

اور کہا

ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا

چنانچہ میں طواف سے فارغ ہوا تو اس کے پاس چلا گیا ابوجہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا

اے بنو عبدالمطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی ہے۔

میں نے اسے کہا

تمہارا اس سے کیا مطلب ہے

اس نے کہا

میں اس خواب کا ذکر کر رہا ہوں جو عاتکہ نے دیکھا ہے

میں نے انجان بنتے ہوئے کہا

اس نے کیا دیکھا

ابو جہل نے کہا

اے عبدالمطلب کی اولاد! تم اس پر مطمئن نہیں کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا اور اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔

پھر اس نے کہا

عاتکہ کا کہنا ہے کہ اس شتر سوار نے تین دن کے اندر نکلنے کیلئے کہا۔ ہم تین دن انتظار کریں گے۔ اگر ان تین دنوں کے اندر اس کا یہ خواب سچا نہ ہوا تو ہم یہ لکھ کر ہر جگہ چسپاں کریں گے۔

"انکم اکذب اھل بیت فی العرب"

ترجمہ: "کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے"

مجھے بے بس ہو کر اس خواب کا انکار کرنا پڑا

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غصہ سے کہا کہ اے بزدل! جھوٹ تجھ میں ہے یا تیرے خاندان میں ہے۔

هل انت منية يا مسفرا استه

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

شام کو میں گھر گیا بنی عبدالمطلب کی کوئی خاتون باقی نہ رہی جس نے مجھے یہ کہہ کر

ڈانٹ نہ پلائی ہو اور یہ نہ کہا ہو۔

"اقررتم لهذا لفاسق الخبيث ان يقع رجالكم ثم قد تناول النساء وانت تسمع ثم لم يكن عندك غيره لشئ مماسمعت"

ترجمہ: "پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے اسے برداشت کرلیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے سن رہے ہو تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو"۔ (سیرت ابن کثیر، ص ۳۸۲، ج ۲)

میں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑالی کہ میں ابھی اس کے پاس سے ہو کر آیا ہوں اور اگر اس نے پھر کوئی ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کردوں گا۔ اس واقعہ کے تیسرے روز میں پھر حرم شریف گیا۔ آج میں نے دل میں ٹھان لی تھی کہ اگر ابوجہل سے میری ملاقات ہوئی تو میں اس سے بدلا لے کر رہوں گا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو ابوجہل نظر آیا میں اس کے پاس جانے کے لئے آگے بڑھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جارہا ہے۔ درحقیقت یہ بات نہ تھی اس نے ضمضم غفاری کی چیخ سن لی تھی اور وہ ادھر دوڑا جارہا تھا میں بھی باہر آ گیا وہاں میں نے ضمضم کو وادی کے درمیان اپنی اونٹ پر سوار کھڑا ہوا دیکھ لیا اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیئے تھے۔ اپنے کجاوے کو الٹ کردیا اور اپنی قمیص آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالی تھی اور چیخ چیخ کر یہ اعلان کررہا تھا۔

"اللطيمه اللطيمه اى ادركو اللطيمه وهى العير التى تحمل الطيب والبز واموالكم مع ابى سفيان قد عرض لها محمد صلى الله عليه وسلم فى اصحابه لاادرى ان تدر كوها الغوث الغوث"

ترجمہ: "اللطیمہ اللطیمہ اپنے اس قافلہ کو بچاؤ جس پر خوشبو بزازی اور دیگر

اموال تجارت لدے ہوئے ہیں۔ مع ابوسفیان اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب علیہم الرضوان نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے فریاد فریاد"۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۲۸۳، ج ۲)

اس نئے حادثے نے مجھے بھی اور اسے بھی یوں مصروف کر دیا کہ پھر ہم اس موضوع پر کوئی بات نہ کر سکے۔

ضمضم کا یہ اعلان سننے کے بعد لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ عاتکہ کے خواب کے باعث ہر ایک پر خوف و ہراس طاری تھا۔ کفار مکہ ڈینگیں مارنے لگے اور شیخی بھگاڑنے لگے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم فدا ابی و اُمی) اور اس کے اصحاب (علیہم الرضوان) نے ہر ایک کو حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے اب جب ہم سے ٹکرلیں گے تو ان کو اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

قبیلہ قریش میں جوش و خروش کا ایک عجیب عالم تھا۔ ان میں سے ہر ایک خود اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ اگر کسی مجبوری کے باعث خود جانے سے قاصر تھا تو اپنے قائم مقام ایک جوان کو بھیج رہا تھا جو لوگ مالی لحاظ سے طاقتور تھے وہ نادار افراد کی مالی اعانت کر کے انہیں سامان جنگ و سواری کے لئے اونٹ مہیا کر رہے تھے۔ قریش کے رؤسا عام لوگوں کو بھی مشتعل کر رہے تھے کہ وہ اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ سہل بن عمرو جو مکہ کا رئیس اعظم تھا وہ لوگوں کو یہ کہہ کر برانگیختہ کر رہا تھا۔

"اتارکون انتم محمدا والصباة من اهل يثرب يا خذون اموالكم من اراد مالا فهذا مالي ومن اراد قوة فهذه قوتي"

ترجمہ: "کیا تم محمد (فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم) اور یثرب کے بے دینوں کو اس بات کی اجازت دے دو گے کہ وہ تمہارے مال لوٹ کر لے جائیں جس شخص کو دولت کی ضرورت ہو تو میری دولت اس کے لئے حاضر

ہے اور جس شخص کو اسلحہ کی ضرورت ہو تو وہ میرے اسلحہ خانہ سے اسلحہ لے سکتا ہے"۔

اس اعلان پر امیہ بن ابی صلت نے اس بارے میں مدحیہ قصیدہ لکھا نوفل بن معاویہ مکہ کے اہل ثروت کے پاس گیا اور انہیں اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ اس لشکر کے لئے کھل کر مالی امداد دیں اور فوجیوں کی سواری کے لئے اونٹ مہیا کریں۔ نوفل کی باتیں سن کر عبداللہ بن ابی ربیعہ بولا۔

یہ لو پانچ سو اشرفیاں' جہاں مناسب سمجھیے خرچ کر ڈالو۔ عویطب بن عبدالعزیٰ نے تین سو اشرفیاں پیش کیں۔ طعیمہ بن عدی نے بیس اونٹ پیش کئے اور یہ وعدہ کیا کہ جو لوگ کے لئے جائیں گے وہ ان کے اہل وعیال کی جملہ ضروریات پوری کرے گا الغرض ابوجہل نے تمام سرکردہ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلیں حتیٰ کہ اس نے قبیلہ بنو ہاشم کے جو افراد مکہ مکرمہ میں موجود تھے ان کو بھی معاف نہ کیا ان میں سے بھی حضرت عباس بن عبدالمطلب' نوفل بن حارث' طالب بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب کو مجبور کیا کہ وہ اس لشکر میں شامل ہوں۔

الغرض ہر قریشی یا خود اس لشکر میں شامل ہوا یا کسی شخص کو اپنے قائم مقام بھیجا مکہ کے سرکردہ لوگوں کو ایک وفد ابولہب کے پاس گیا اس نے لشکر میں شریک ہونے سے تو صاف انکار کر دیا البتہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنی جگہ بھیجا۔ عاص ابولہب کا مقروض تھا۔ چار ہزار درہم اس کے ذمہ واجب الاداء تھے وہ افلاس کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا تھا۔

ابولہب نے اس سے کہا کہ

اگر تم میری جگہ اس لشکر میں شریک ہو تو میں تمہیں چار ہزار درہم کی خطیر رقم معاف کر دوں گا۔ چنانچہ عاص اس بات پر رضامند ہو گیا اور ابولہب کے قائم مقام لشکر میں شریک ہوا۔ دراصل عاتکہ کے خواب نے اس کو حواس کر دیا تھا۔

وہ کہتا تھا کہ

عاتکہ کا خواب یقینی سچا ہے۔

امیہ بن خلف جو مکہ کا رئیس اعظم تھا اور اپنی قوم میں معزز محترم تھا اس نے بھی جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک روز وہ اپنی قوم کے پاس حرم میں بیٹھا ہوا تھا کہ عقبہ بن ابی صعیط آیا اس کے ہاتھ میں کانگڑی (چھوٹی انگیٹھی) تھی جس میں کچھ انگارے تھے اس نے ان پر بخور ڈالا ہوا تھا اس نے اس امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

اور کہا

محترمہ! آپ دھونی لیں آپ مرد نہیں عورت ہیں۔

دراصل ابوجہل نے عقبہ کو ایسا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ عقبہ احمق شخص تھا۔ امیہ نے سے خوب گالیاں سنائیں پھر ابوجہل خود اس کے پاس آیا

اور اسے کہا

اے ابا صفوان! (امیہ کی کنیت) تم اس علاقہ کے سردار ہو جب لوگ دیکھیں گے کہ تم اس جنگ میں شرکت نہیں کر رہے تو وہ بھی شرکت سے باز رہیں گے اور اس سے برا اثر پڑے گا۔ آپ ایسا کریں کہ یہاں سے ہمارے ساتھ روانہ ہوں ایک دو روز کے بعد بے شک آپ واپس چلے آئیں۔ امیہ کے خوفزدہ ہونے کی وجہ وہ دھمکی تھی جو حضرت سعد بن معاذ نے اسے دی تھی۔ امیہ بن خلف' عتبہ' شیبہ' زمعہ بن اسود' عمیر بن وہب' حکیم بن حزام وغیرہ اکابر مکہ فال نکالنے کے لئے اپنے بڑے بت ہبل کے پاس اکٹھے ہوئے۔ جب انہوں نے فال نکالی تو وہ تیر نکلا جس میں جنگ میں شرکت کی ممانعت تھی۔ چنانچہ انہوں نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ابوجہل نے ان کو اتنا مجبور کیا کہ وہ بادل نخواستہ لشکر میں شمولیت پر آمادہ ہو گئے۔ عداس عتبہ اور شیبہ کا غلام تھا۔ اس نے طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انگور پیش کئے تھے اور اسلام قبول کیا تھا جب اس کے آقا ربیعہ کے دونوں فرزند عتبہ اور شیبہ پر روانہ ہونے لگے

تو از راہ خیر اندیشی عداس نے کہا

بابی و امی انتما واللہ ما تساقان الا لمصار عکما

ترجمہ: میرے ماں باپ دونوں پر قربان ہوں، تم اپنی قتل گاہوں کی طرف روانہ ہو رہے ہو، بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کردو۔

(سیرت حلبیہ، ص ۵۳۱، ج ۱)

کفار مکہ کے قافلہ کی روانگی

انہیں ابھی ابو جہل نے مجبور کیا اور وہ اس خیال سے روانہ ہوئے کہ چند روز بعد واپس آ جائیں گے۔ تین روز تک یہ لشکر اس سفر پر جانے کی تیاری کرتا رہا جب تیاری مکمل ہو گئی جنگ جو بہادروں کا ایک لشکر جرار اس کے لئے سامان جنگ اور سواری کے جانور فراہم ہو گئے تو انہوں نے عزم سفر کیا۔ قریش مکہ کی فوج کی تعداد ۹ سو پچاس تھی۔ ان کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر سو زرہ پوش سوار تھے۔ پیدل سپاہیوں کے لئے زرہیں ان کے علاوہ تھیں۔ اس روز ان کا علمبردار صائب بن یزید تھا۔

صائب اسے اللہ تعالیٰ نے بعد میں نعمت ارزائی فرمائی اور ان کی پانچویں پشت میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ جیسی نابغہ روزگار ہستی پیدا ہوئی۔ یہ لشکر کس شان سے مکہ سے روانہ ہوا۔

اس کے بارے میں تمام مورخین نے یوں لکھا ہے

"ومعهم القیان وهن الاماء المغنیات یضر بن بالدفوف یغنین بهجاء المسلمین وهم فی غایة من البطر والخیلاء حین خروجهم"

ترجمہ: ان کیساتھ رقص کرنے والی کنیزیں تھیں جو دف بجا رہی تھیں۔ انہیں جوش دلانے کے لئے گیت گا رہی تھیں اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار سنا کر ان آتش غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں۔ نیز کفار مکہ جب مکہ مکرمہ سے نکلے تو

غرور ونخوت کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۳۲ ج ۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے غرور تکبر کو اس طرح فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

(الانفال: ۴۷)

اور (دیکھو) نہ بن جان ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اور روکتے تھے اللہ عزوجل کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے (اپنے علم و قدرت سے) گھیرے ہوئے ہیں۔

ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں

جب تیاریاں مکمل ہو چکیں تو اچانک ایک خیال نے ان سب کو پریشان کر دیا۔ قریش نے بنی کنانہ کے ایک بوڑھے شخص کو قتل کر دیا تھا۔ ان کے علاقہ قریش کا ایک خوبرو جوان گزرا انہوں نے اسے پکڑا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ عرصہ بعد مرالظہر ان سے بنی کنانہ کا ایک سردار عامر نامی گزر رہا تھا۔ مقتول قریش کے بھائی نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے کر مکہ میں آیا اور اسے غلاف کیساتھ لٹکا دیا جب صبح ہوئی تو قریش نے ایک تلوار غلاف کعبہ کے ساتھ لٹکی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے پہچان لیا کہ یہ بنو کنانہ کے سردار عامر کی تلوار ہے۔ انہیں یہ بھی پتہ چل اگیا کہ فلاں قریشی نے عامر کو قتل کر دیا ہے۔ اب انہیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کیساتھ جنگ کرنے کے لئے مکہ سے اتنے دور چلے جائیں بنو کنانہ ہمارے گھروں کو خالی پا کر حملہ کر دیں ہمارے اہل وعیال کو قید کر کے اور ہمارے مال واسباب لوٹ کر لے جائیں۔ انہوں نے سوچا کہ ایسے حالات میں ان کا باہر جانا بڑا خطرناک ہے چنانچہ انہوں نے اس مہم کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اچانک ابلیس ملعون سراقہ بن مالک

المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور انہیں تسلی دی کہ بنو کنانہ ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے اور اپنے آپ کو اس بات کا ضامن بنایا۔

اس نے کہا

انا لکم جار من انا یاتیکم کنانة من خلفکم بشیء تکرھونه

ترجمہ: میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں پسند ہو۔

اس نے ایک اور جھوٹ بولا کہ

بنو کنانہ تو تمہاری امداد کے لئے آنے کی تیاریاں کر رہے ہیں

قرآن مجید میں شیطان کی مکاری یوں ذکر ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال ۴۸)

اور یاد کرو جب آراستہ کر دیئے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور انہیں کہا کہ کوئی غالب نہیں آ سکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا۔

چنانچہ کفار قریش کا لشکر جرار ان مٹھی بھر مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے بڑے کروفر سے روانہ ہوا۔

ابوسفیان کی جاسوسیاں تیز ہو گئیں

ضمضم غفاری کو مکہ بھیجنے کے بعد ابوسفیان بے فکر نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنی جاسوسی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اس نے عمومی راستہ چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو جاتا تھا اور بڑی تیز رفتاری سے مسلسل مسافت طے کرنا شروع کر دی۔ اس طرز عمل سے وہ مسلمانوں کے حملہ کی زد سے محفوظ ہو گیا۔ اس وقت اس نے

قیس بن امراء القیس کو قریش کے لشکر کو یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں وہ مسلمانوں کے حملہ سے خطرہ سے محفوظ ہو گیا۔ قافلہ کی حفاظت اور امداد کے لئے اب لشکر کی ضرورت نہیں اس لئے آپ مکہ کو واپس لوٹ جائیں۔ جب ابوسفیان کا قاصد پیغام لے کر پہنچا تو کفار کا لشکر جحفہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ جحفہ مکہ سے تین چار منزل کی مسافت پر ہے اس نے وہ پیغام لشکر کے سپہ سالار ابو جہل کو پہنچا دیا لیکن اس فرعون مزاج قریشی نے ابوسفیان کے مشورہ کی ذرا پروانہ کی۔

اور کہا

"حتی نحضر بدرا فنقیم فیه ثلاثة ایام و ننحر الجزور ونطعم الطعام و نسقی الخمر، و تعزف علینا القیان بالمعازف وتسمع بنا العرب وبمسیرنا وجمعنا فلا تزالون یوبوننا ابدا فامضوا"

ترجمہ: بخدا ہم ہرگز نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچیں وہاں تین دن قیام کریں گے اونٹوں کو ذبح کریں گے وہاں تمام لشکر کو کھانا کھلائیں گے۔ شراب کے جام پر جام لنڈھائیں گے ہماری کنیزیں سارنگیاں اور دف بجا کر رقص و سرور کی محفل گرم کریں گی۔ تمام عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر کے متعلق اور ہمارے لشکر کے بارے میں سنے گا پھر ہمیشہ کے لئے وہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اے دوستو! بڑھتے چلے جاؤ۔

اخنس بن شریق کا مشورہ دینا

اگرچہ ابو جہل نے ابوسفیان کے مشورہ کو مسترد کر دیا لیکن کئی سلیم الطبع لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس پر غور کیا اور اس پر عمل کرنے میں ہی اپنی فلاح سمجھی۔ اخنس بن شریف الثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا وہ جحفہ کے مقام پر ہی بنی زہرہ کے پاس گیا۔

اور انہیں جا کر کہا

تمہارے اموال بھی اللہ تعالیٰ نے بچا لئے تمہارا آدمی مخرمہ بن نوافل بھی بسلامت

واپس پہنچ گیا۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچالو اور اس کے اموال تجارت کی حفاظت کرو تمہارا وہ مقصد پورا ہو گیا اب تم اس جنگ کی آگ میں اپنے آپ کو بلا مقصد کیوں جھانکتے ہو۔

میری رائے یہ ہے کہ

تم واپس جاؤ۔ اگر کوئی تمہیں بزدلی کا طعنہ دے تو تم یہ الزام مجھ پر عائد کر دینا میں اس الزام سے خود نپٹ لوں گا۔

اخنس جو پکا کافر تھا اس میں یہ تبدیلی کیوں کر رونما ہوئی

علامہ مقریزی ''الامتاع'' میں اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ اس سفر میں اخنس نے تنہائی میں ابوجہل سے ملاقات کی

اور اس سے پوچھا

کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں۔

ابوجہل نے کہا

''کیف یکذب علی اللہ وقد کنا نسمیہ الامین لانہ ماکذب قط لکن اذا کانت فی عبد مناف السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ ثم تکون فیھم النبوۃ فای شیء بقی لنا''

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں امین کہا کرتے تھے انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن بات یہ ہے کہ عبد مناف کے پاس پہلے ہی سقایہ، رفادہ اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں اگر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لیے کیا باقی رہے گا''۔

اخنس نے ابوجہل کی جب یہ بات سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ محض اقتدار کی جنگ ہے۔ ابوجہل کے دل میں بنوہاشم کے بارے میں جو حسد اور بغض ہے محض اس لئے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صادق ومصدوق کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے بنوزہرہ

کو سمجھایا اور انہیں اس جنگ میں شرکت نہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ بنی زہرہ کے جتنے افراد کفار کے لشکر میں تھے۔ وہ سب واپس چلے گئے اور بنو عدی قبیلہ کے افراد اس سے پہلے مرالظہر ان سے ہی واپس چلے گئے تھے۔

مورخین کا اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ

اخنس اور بنوزہرہ کس مقام پر لشکر کفار سے جدا ہوئے۔

مقریزی کا خیال ہے کہ

ابواء کے مقام پر ہی بنوزہرہ واپس چلے گئے تھے۔

(الامتاع: ص ۷۹ تا ۸۰، ج ۱)

حضرت ابوطالب کے بیٹے کا واپس مکہ جانا

حضرت ابوطالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ اثنائے سفر کسی قریشی کیساتھ ان کی گفتگو ہوئی۔

اسی قریش نے طالب کو کہا

بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ بظاہر اگرچہ تم ہمارے ساتھ ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں یہ بات سن کر طالب کو بہت غصہ آیا اور اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ وہ بھی مکہ لوٹ گیا۔

(سیرت ابن کثیر: ص ۴۰۰، ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہا کو امامت کے لئے واپس مدینہ بھیجنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ اسلامی لشکر جب روحاء کے مقام پر پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو واپس مدینہ بھیج دیا تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی تک نیابت کے فرائض انجام دیں۔ لشکر اسلام کا پرچم جو سفید رنگ کا تھا وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا

فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے دو اور جھنڈے لہرا رہے تھے۔

ایک پرچم سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں تھا اس پرچم کا نام عقاب تھا اور دوسرا پرچم ابن ہشام کی رائے کے مطابق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا لیکن بعض اصحاب سیر نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو علمبردار کہا ہے۔

(سیرت ابن کثیر' ص ۳۸۷' ج ۲)

امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے (عبداللہ نے) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں شریک نہ ہونے والوں پر کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ جب یہ لشکر روانہ ہو تو اس کے پیش نظر ابوسفیان کا قافلہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت اور حکمت سے مسلمانوں اور کفار مکہ کو آمنے سامنے کر دیا جس کے بارے میں پہلے کوئی معیاد مقرر نہ کی گئی تھی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں:

لشکر کے ساقہ (آخری حصہ) پر قیس ابن ابی صعصعہ کو امیر مقرر فرمایا جو بن نجار کے بنی معاذ قبیلہ سے تھے۔ میمنہ (دائیں جانب) پر سعد بن خیثمہ کو میسرہ (بائیں جانب) پر مقداد بن اسود کو امیر مقرر فرمایا۔ جب لشکر اسلام روانہ ہونے لگا

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

جن اونٹوں کے گلے میں گھنٹیاں ہیں انہیں کاٹ دیا جائے اسکا مقصد یہ تھا کہ لشکر کی رازداری برقرار رکھی جا سکے۔

(سیرت ابن کثیر: ص ۳۸۹' ج ۲)

مدینۃ المنورہ سے روانگی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بارہ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینۃ المنورہ سے روانہ ہوئے۔ پہلا پڑاؤ مدینہ سے ایک میل دور بئر شرابی عنبہ مرج الظبیہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مندرجہ

ذیل مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

(۱) نقب المدینہ

(۲) العقیق

(۳) ذوالحلیفہ

(۴) اولاۃ الجیش

(۵) تربان

(۶) ملل

(۷) عمیس

(۸) الحمام

(۹) صخیرات الیمامہ

(۱۰) السیالہ

(۱۱) فج الروحاء

(۱۲) شنوکہ

یہی وہ درمیانی راستہ ہے جو مدینۃ المنورہ سے مکہ کی طرف جاتا ہے۔ جب لشکر اسلام مرج الظبیہ پہنچا تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اس سے لشکر کفار کے بارے میں پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

اسے کہا گیا کہ

سلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: اے فلاں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرو۔

اس نے پوچھا:

کیا تم میں کوئی اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

مسلمانوں نے کہا:

ہاں تم سلام عرض کرو۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر سنے گا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو بتایئے!

میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی بولے۔

لاتسئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واقبل علی وانا اخبرك عن ذالك

ترجمہ: یہ سوال اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھو ادھر آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔

نزوت علیها ففی بطنها منك سخلة

ترجمہ: تم نے اس سے بدمعاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۳۹۰، ج ۲)

چھوٹے بچوں کو واپسی کا حکم دیا جانا مگر عمیر ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا رونا اور شہادت کا رتبہ پانا

مرج الظبیہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا اور جو کم عمر بچے تھے ان کو واپس بھیج دیا۔

(۱) عبد اللہ بن عمر

(۲) اسامہ بن زید

(۳) رافع بن خدیج

(۴) براء بن عازب

(۵) اسید بن حضیر

(۶) زید بن ارقم

(۷) اور زید بن ثابت انصاری النجاری رضی اللہ عنہ کو واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کم سنی کی وجہ سے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ رو پڑے ان کے جذبہ جہاد کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آ گیا تو انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے میدان بدر میں جام شہادت نوش فرمائی اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔

(امتاع الاسماع: ص ۷۴، ج ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینۃ المنورہ کے لئے دعا

بئر سقیا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی نوش فرمایا اور اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی حکم دیا کہ اس کنویں کا پانی پئیں پھر وہاں نماز ادا کی اور اس روز ان الفاظ سے مدینۃ المنورہ کے لئے دعا فرمائی:

"اللھم ان ابراھیم عبدك و خلیلك و نبیك دعاك لاھل مکة وانی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبدك و نبیك ادعوك لاھل المدینة ان تبارك لھم فی صاعھم و مدھم و ثمارھم اللھم حبب الینا المدینة واجعل ما بھا من الوباء بخم. اللھم انی حرمت ما بین لا بتیھا کما حرم ابراھیم خلیك مکة"

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! ابراہیم (علیہ السلام) تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔ انہوں نے اہل مکہ کے لئے تجھ سے دعا مانگی تھی اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ میں اہل مدینہ کے لئے تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو ان کے لئے ان کے صاع میں ان کے مد میں اور ان کے پھلوں میں برکت عطا فرما۔

اے اللہ عزوجل! مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنادے اور جو وبائی امراض وہاں ہیں انہیں خم میں بھیج دے۔

اے اللہ عزوجل! میں نے مدینۃ المنورہ کے دو کناروں کے درمیانی علاقہ کو حرم بنا دیا ہے جس طرح تیرے خلیل ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم بنادیا تھا۔

(امتاع الاسماع: ص ۷۴ ج ۱)

خبیب بن اساف جو بہادر جنگ جو تھا ساتھ لے جانے سے انکار فرمانا

اسی مقام پر خبیب بن اساف جو بڑا بہادر اور جنگ جو تھا لیکن ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا وہ اپنی قوم خزرج کی مدد کے لئے اور غنیمت کے لالچ کے لئے آیا اور ساتھ جانے کی اجازت طلب کی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کی آمد سے بڑے خوش ہوئے کہ ایسا بہادر اور جنگ جو سپاہی ہمارے ساتھ جا رہا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ساتھ لے جانے سے انکار فرما دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

لایصحبنا الامن کان علی دیننا

ترجمہ: کہ ہم کسی ایسے شخص کو اپنے ہمراہ نہیں لے جائیں گے جو ہمارے دین پر نہ ہو۔ (امتاع الاسماع: ص ۷۴ ج ۱)

لشکر اسلام کا بیر الروحاء اترنا

اتوار کی شام کو سفیا کے مکانوں سے جب روانہ ہوئے تو بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کی:

اللھم انھم حفاق فاحملھم و عراق فاکسھم و جیاع فاشبعھم و عالۃ فاغنھم من فضلك

ترجمہ: ''اے اللہ عزوجل! یہ پیادہ ہیں ان کو سواریاں عطا فرما یہ عریاں ہیں ان کو لباس عنایت فرما یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر یہ مفلس ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی فرمادے''۔

وہاں سے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجسج، جسے بیرالروحاء بھی کہتے ہیں آ کر اترے۔ وہاں سے جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ مکرمہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور نازیہ کے راستہ کا قصد فرمایا پھر وادی کو درمیان سے چیرتے ہوئے رحقان نامی وادی سے گزر کر مضیق الصفراء سے ہوتے ہوئے اصغراء کے مقام پر تشریف فرما ہوئے یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جاسوس ابوسفیان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بدر روانہ کئے ان میں سے ایک نام

بسبس بن عمرو الجہنی

جو بنی ساعدہ کا حلیف تھا

دوسرے کا نام

عدی بن ابی زغباء

جو بنی بخار کا حلیف تھا

وہ تعمیل ارشاد کے لئے بدر کی طرف چل دیئے۔ پانی کے چشموں کے قریب ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ اس کی اوٹ میں انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے

انہوں نے دیکھا کہ

دو نوعمر عورتیں جارہی ہیں۔ ایک نے دوسری کو اس طرح پکڑا ہوا ہے جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو پکڑتا ہے جس عورت کو پکڑا ہوا تھا

اس نے اپنی رفیقہ سے کہا

انما تردالعیر غدا او بعدہ فاعمل لھم ثم اقضیک

ترجمہ: کہ کل یا پرسوں قافلہ پہنچے گا میں ان کی خدمت کروں گی جو معاوضہ ملا

میں اس سے تمہارا قرض ادا کردوں گی۔

مجدی بن عمرو وہاں چشمہ پر تھا۔ اس نے کہا تم سچ کہتی ہو یوں اس نے ان کے درمیان بیچ بچاؤ کرا دیا۔ بسبس اور عدی رضی اللہ عنہ دونوں کی باتیں سن رہے تھے وہاں سے واپس آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ ابوسفیان کو ہر وقت مسلمانوں کے حملہ کا دھڑکا لگا ہوا تھا وہ اپنے قافلے سے آگے بدر کی طرف نکل آیا تا کہ کچھ معلومات حاصل کر سکے۔

جب وہاں پہنچا تو مجدی ابھی وہیں موجود تھا۔

ابوسفیان نے اس سے پوچھا

کیا تم نے کوئی مشکوک آدمی دیکھا ہے

اس نے کہا

نہیں

البتہ میں نے دو شتر سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اس ٹیلے کے پیچھے اپنے اونٹ بٹھائے۔ پھر اس چشمہ سے مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ ابوسفیان وہاں آیا جہاں اونٹ بیٹھے تھے وہاں اونٹوں کی لیدے پڑے ہوئے تھے۔ ایک لیدنا اٹھایا اور اسے پھوڑا جب اس میں اسے کھجور کی گٹھلیاں نظر آئیں تو چیخ اٹھا۔

ھذہ واللہ علائف اھل یثرب

ترجمہ: بخدا! یہ اہل یثرب کے چارہ کے لیدنے ہیں

وہ جلدی سے بھاگا اور اپنے قافلہ کو لے کر ساحل سمندر کی طرف نکل گیا۔ بدر کو اپنی بائیں جانب چھوڑ کر ساحل کے کنارے کنارے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

(الاکتفاء: ص ۱۸، ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا روزہ رکھنا

قیس بن امرء القیس نے ابوسفیان کا پیغام لشکر قریش کو پہنچایا لیکن ابوجہل نے

واپس جانے سے انکار کر دیا۔قیس نے واپس جا کر ابوسفیان کو تمام حال بتایا۔

اس نے سن کر آہ بھری اور کہا

واقوماہ! ھذا عمل عمرو بن ھشام

ترجمہ:ہائے میری قوم کی بدبختی یہ عمرو بن ہشام کا کارنامہ ہے۔

بنو زہرہ اخنس کے مشورہ پر واپس چلے آئے تھے۔وہ عمر بھر اس صائب مشورہ کے لئے اس کے شکر گزار رہے۔بنو ہاشم کے جو چند حضرات لشکر کے ہمراہ آئے تھے انہوں نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا۔

ابوجہل کو پتہ چلا تو

اس نے آ کر انہیں کہا کہ

ہم کسی قیمت پر تم لوگوں کو واپس نہیں جانے دیں گے۔یوں بادل نخواستہ انہیں وہاں رکنا پڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یا دو دن روزہ رکھا رمضان المبارک کا' مہینہ تھا باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی روزہ رکھ رہے تھے۔

دو روز بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

انی مضطر فا فطروا

ترجمہ:''میں نے روزہ افطار کر دیا ہے تو بھی افطار کر دو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو وہاں قیام فرمایا۔اسی جگہ یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ بڑھا چلا آ رہا ہے تا کہ وہ اپنا قافلہ کا بچاؤ کر سکے۔اس اطلاع نے تمام صورتحال کو بدل کر رکھ دیا۔پہلے مسلمان ابوسفیان کے تعاقب میں بڑھے چلے آ رہے تھے اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ بچ کر نکل گیا ہے اور قریش مکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔اس لئے اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مشاورت قائم کی۔

مہاجرین انصار اوس وخزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔
جب سب جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ صورتحال سے ان کو آ گاہ فرمایا۔
اور استفسار فرمایا
اب تمہاری کیا رائے ہے۔
سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بڑی خوبصورت گفتگو فرمائی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی اپنے جذبہ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا پھر مقداد عمر وا ٹھے۔
انہوں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! امعن لما اراك اللہ ونحن معك واللہ لا نقول لك كما قال بنو اسرائيل لموسى. اذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا قصدون ولكن اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون فوالذى بعثك بالحق لوسرت بنا الى برك الغماد لجا لدنا معك من دونه حتى تبلغه"

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تشریف لے چلئے جدھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ بخدا عزوجل ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا" جایئے آپ اور آپ کا خدا" اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ یہ آئیں گے تشریف لے چلئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار عزوجل اور جنگ کیجئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقداد کے ان ایمان افروز جذبات کو سن کر انہیں کلمہ خیر سے یاد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا:

اشیروا علی ایھا الناس

ترجمہ: اے لوگو! مجھے مشورہ دو

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اور عرض کی:

واللہ لکانک تریدنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: اے اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یوں لگتا ہے جیسے ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک

تو سعد گویا ہوئے۔

فقد امنابك و صدقناك و شهدنا ان ماجئت به هوالحق واعطينك على ذالك عهودنا و مواثيقنا على السمع والطاعة لك فامض يارسول الله صلى الله عليه وسلم لما اردتو نحن معك فوالذى بعثك باالحق لواستعرضت بنا البحر فخضته لخفنا معك ماتخلف منا رجل واحد و,مانكره ان تلقى بنا

عدونا غدا انا لصبر فی الحرب و صدق عندالقاء لعل اللّٰہ
یریک منا ما تقربہ عینك فسر علی برکۃ اللّٰہ

ترجمہ: بے شک ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدے کیے ہیں اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمان باندھے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تشریف لے جائیے۔ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کیساتھ مبعوث فرمایا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اس بات کو ناپسند نہیں کرتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں، ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ تعالیٰ کی برکت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ (سیرت ابن کثیر، ص ۳۹۲، ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشخبری دینا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ان پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی حد نہ رہی۔

پھر ارشاد فرمایا:

"سیروا وابشروا فان اللہ قد وعدنی احدی الطائفتین واللہ لکانی الان انظر الی مصارع القوم"

ترجمہ: روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۳۹۲، ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں

مجلس مشاورت بخیر انجام پذیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دشمن کے مقابلہ کے لئے چلنے کی دعوت وہاں سے روانہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے میدان میں پہنچے۔ اب میدان بدر کے محل وقوع کے بارے میں عرض کرتا ہوں تاکہ جنگ میں رونما ہونے والے واقعات کا آپ صحیح صحیح اندازہ لگا سکیں۔

علامہ یعقوب الحمولی معجم البلدان میں بدر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ماء مشهور بين مكة والمدينة السفل وادى الصغراء بينه وبين الجار وهو ساحل البحر ليلة ويقال انه ينسب الى بدر بن يخلد بن نضر بن كنانة

ترجمہ: "یہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ المکرمہ اور مدینہ المنورہ کے درمیان اس نام سے مشہور ہے وادی صغراء کے نشیب میں ساحل سمندر سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ

یہ بدر بن یخلد بن نضر کی طرف منسوب ہے۔

اس لئے اس نام سے اس کو شہرت ملی

مولانا ابوالکلام آزاد نے بدر کے موقع و محل کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا

ہے۔ جو پیش خدمت ہے۔

بدر، مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل مغرب مائل بجنوب اس شاہراہ پر واقع ہے جو زمانہ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی جولانگاہ رہی ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے اور راستے بھی ہیں جن میں سے بعض کا فاصلہ نسبتاً کم ہے لیکن لوگ بدر ہو کر ہی آتے جاتے ہیں اور حال میں جو پختہ سڑک موٹروں کے لئے حرمین شریفین کے درمیان بنائی گئی ہے وہ بدر سے ہوتی ہوئی گئی ہے۔ بحیرہ احمر کے ساحل سے اس مقام کا فاصلہ دس بارہ میل سے زیادہ نہ ہوگا۔

بدر کی شکل وصورت

بدر بیضوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے۔ اردگرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں۔ مشرقی جانب کے پہاڑوں یا ٹیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ شمال وجنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں جو دور سے ریت کے بلند تودے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے شمالی ٹیلے کا نام

"العدوة الدنیا"

جنوبی ٹیلہ کا نام

"العدوة القصوىٰ"

آخری ٹیلہ کے پاس جو اونچا ٹیلہ ہے اسے

عقنقل

کہا جاتا ہے۔

مغربی جانب کا ٹیلہ

جنبل اسفل

کہلاتا ہے۔ یہاں سے سمندر صاف نظر آتا ہے۔

سورہ انفال میں غزوہ بدر مسلمانوں اور قریش مکہ کے ٹھہرنے کی جگہوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْ وَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّ كْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ط (انفال:۴۲)

''یہ وہ دن تھا کہ تم قریب کے ناکہ پر تھے۔ادھر دشمن دور کے ناکہ پر تھا اور قافلہ تم سے نچلے حصہ میں (یعنی سمندر کے کنارے) نکل گیا تھا''۔

گویا پہلے دو نام یا تو نزول قرآن سے پیشتر موجود تھے یا پھر قرآن میں مذکورہ نام رکھ لئے گئے۔البتہ جبل اسفل کا نام بظاہر یقینی طور پر نزول قرآن کے بعد رکھا گیا یا مشہور ہو گیا۔قرآن میں اسفل کا تعلق پہاڑ سے نہیں۔تجارتی قافلہ کے نکل جانے کی سمت وجہت سے ہے مگر وہ پہاڑ کے نام کا جزولاینفک بن گیا۔

آبادی کی حالت

آبادی بظاہر خاصی بڑی ہے۔

حمید اللہ فرماتے ہیں:

کئی سو مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں جنہیں مقامی اصطلاح میں حقر کہتے ہیں۔دو مسجدیں عام نمازوں کے لئے بھی ہیں مسجد جامع' جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے۔اس مقام پر ہے جہاں غزوہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عرش یعنی سائبان بنایا گیا تھا۔یہ بلند مقام تھا اس لئے وہاں سے پورے میدان کا ہر حصہ صاف نظر آتا تھا۔اس مسجد کو مسجد العریش بھی کہتے ہیں اور مسجد الغمامہ بھی آخری نام کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔اس نام کی ایک مسجد مدینہ منورہ میں بھی ہے۔کتبہ کے مطابق یہ مسجد ''خوش قد'' کے زیر اہتمام ۲۱ ربیع النور ۹۰۶ھ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۰۰ء میں بنی تھی۔یہی سال ہے جب مصر کے برجی مملوک حکمرانوں میں اشرف قانصوہ غوری مسند نشین ہوا تھا اور اسی کو اس سلسلہ کا آخری حکمران سمجھنا چاہئے پھر مملوک سلطنت اور عباسی خلافت دونوں عثمانی سلطان سلیم

کے حوالے ہو گئیں اور ترکوں کے دور خلافت کا آغاز ہوا ''خوش قدم'' حکومت مصر کی طرف سے سرکاری تعمیرات کا مہتمم تھا۔

ترکوں کے عہد حکومت میں شریف عبدالمطلب نے بدر میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا تھا مگر بعد میں دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث وہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ بدر ایک بڑا تجارتی مرکز اور مشہور شاہراہ تجارت کا نہایت اہم مقام تھا اس لئے وہاں زمانہ جاہلیت میں بھی ہر سال میلہ لگتا تھا جو یکم ذی قعدہ تک رہتا تھا۔

حمید اللہ فرماتے ہیں

آج کل یہاں پر جمعہ کو بازار لگتا ہی اس میں لوگ دور دور سے اشیاء بعرض فروخت لے آتے ہیں مثلاً گھی، چمڑا اور چمڑے کی بنی ہوئی مختلف چیزیں روغن بلسان کمبل عبائیں اونٹ بھیڑ بکریاں وغیرہ۔ بعض اوقات گائیں بھی اس بازار میں آ جاتی ہیں۔

(رسول رحمت: ص ۲۷۷)

میدان بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ

میدان بدر میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بڑی تفصیل سے لکھا

فرماتے ہیں:

قریش نے آگے بڑھ کر وادی کے دور افتادہ کنارے العدوۃ القصویٰ پر اپنے خیمے نصب کئے لیکن تمام پرانے کنویں وادی کے ٹیلے کے نشیبی علاقہ میں تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عدوۃ الدنیا کی طرف سے وادی بدر میں داخل ہوئے جب پہلے کنویں پر پہنچے تو وہاں قیام کا ارادہ فرمایا:

حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا ہے اور ہم اس سے آگے جا سکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ

سکتے ہیں یا یہ رائے ہے جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیے ہم آگے بڑھ کر وہاں تک پہنچ جائیں کہ تمام پرانے کنویں ہمارے عقب میں ہو جائیں پھر تمام کنوؤں کو بند کر دیں اور صرف ایک کنواں رہنے دیں اور وہاں ایک حوض بنا کر ہم پانی جمع کر لیں کہ حوض بھر جائے پھر ہم دشمن سے جنگ کا آغاز کریں ہم ایسی پوزیشن میں ہوں گے جب ہمیں پیاس لگے گی ہم سیر ہو کر پانی پئیں گے اور دشمن کو ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ اس طرح ہم دشمن سے مصروف جہاد رہیں گے یہاں تک اللہ تعالیٰ ہی مرے درمیان اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ فرمادے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری رائے بڑی صائب ہے اور اس کے مطابق تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور ایک کنویں کو حوض بنادیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا۔

میدان بدر میں خوب بارش ہونا

اس رات کو اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیئے۔ خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ مسلمان رتیلے علاقے میں خیمہ زن تھے اس بارش سے وہ ریت جم کر پختہ ہوگئی اور مسلمان آسانی سے چلنے پھرنے لگے لیکن قریش جس جگہ خیمہ زن تھے وہاں بارش سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا ان کے لئے ں لنا پھر دشوار ہو گیا۔ رات بھر وہ اپنے خیموں میں محضور ہو کر بیٹھے رہے۔ ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکر اسلام نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اس جگہ اپنا پڑاؤ کیا جس کو بارش نے ہموار میدان میں بدل دیا تھا۔ یہ جمعہ کی رات تھی ہر شخص پر نیند مسلط تھی اور وہ اونگھ رہا تھا۔ مسلمانوں اور کفار قریش کی قیام گاہوں کے درمیان ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلا تھا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کفار کا حال معلوم کرنے کے

لئے بھیجا۔

انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ

وہاں موسلا دھار بارش شروع ہے وہ لوگ سخت سراسیمگی کے عالم میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق ان چشموں پر قبضہ کر لیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ص ۳۵' ج ۳)

اس موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دوسری تجویز بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کی یہ وہی سعد ہیں جنہوں نے ذفران کے مقام پر مجلس مشاورت میں ایمان افروز جواب دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو مسرور کیا تھا۔

انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عریش (چھپر) نہ بنا دیں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اثنائے جنگ اس میں قیام فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے اونٹ بھی وہاں تیار کھڑے رہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عزت و فتح سے سرفراز فرما دے پھر تو ہمارا مدعا پورا ہو گیا۔ یہی ہم پسند کرتے تھے۔ اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں پر سوار ہو کر مدینۃ المنورہ تشریف لے جائیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وفا شعار غلاموں کی معقول تعداد موجود ہے جو ہم سے کہیں زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فریفتہ ہیں۔ اس کے بعد اگر دشمنوں سے جنگ کرنے کی نوبت آئے گی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم کے نیچے اپنی جان کی بازی لگا دیں گے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ خلوص و ایثار میں کسی سے کم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت میں میدان جہاد میں داد شجاعت دے کر اپنی غلامی کا حق ادا کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار سعد کی یہ رائے سن کر ان کو آفرین کہی اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ انہوں نے

اجازت ملنے کے بعد ایک ٹیلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش بنا دیا وہاں بیٹھ کر میدان جنگ کا تمام حال دیکھا جا سکتا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ خود تلوار سجا کر پہرہ دینے کے لئے اس عریش کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ (سبل الہدیٰ ص ۴۹ ج ۴)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا خوب نیند کرنا

یہ جمعہ کی رات تھی اس رات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خوب نیند آئی صبح اٹھے تو تروتازہ اور ہشاش بشاش تھے سفر کی تمام تھکن کافور ہو چکی تھی۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس رات کے بارے میں فرماتے ہیں:

ماکان فینا فارس یوم بدر غیر المقدر والقدرائیتنا وما فینا الانائم الارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی تحت شجرۃ حتی اصبح"

ترجمہ: ہم میں مقداد رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی بھی گھڑ سوار نہ تھا۔ ہم نے دیکھا کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ (سبل الہدیٰ ص ۴۸ ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سویرے سویرے وادی بدر میں پہنچ گئے۔ اب قریش کا لشکر بھی خوب بن سنور کر کیل کانٹے سے لیس ہو کر بڑے طمطراق سے پیکر نخوت و رعونت سے وادی بدر کی طرف آنا شروع ہوا۔ ان کے سینے اسلام، پیغمبر اسلام اور فرزندان اسلام کے لئے غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ غصہ سے دانت پیس رہے تھے ان کا بس چلتا تو مسلمانوں کو کچا چبا لیتے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شان سے جب انہیں ادھر آتے دیکھا تو اپنے عزیز و حکیم پروردگار عز و جل کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔

اور عرض کی

اللھم ھذہ قریش قداقبلت بخیلاء ھا و فخرھا تحادك وتکذب رسولك اللھم فنصرك الذی وعدتنی اللھم احنھم الغداۃ

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آ رہا ہے تا کہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلائے۔

اے اللہ عزوجل! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔

اے اللہ عزوجل! کل ان کو ہلاک کر دے۔

عتبہ بن ربیعہ کا اپنی قوم کو واپس جانے کا کہنا

عتبہ بن ربیعہ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر میدان سے گزر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا

اور ارشاد فرمایا:

لشکر قریش میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جا سکتی ہے تو صرف سرخ اونٹ کے اس سوار سے۔ اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پا جائیں گے۔

اے علی رضی اللہ عنہ

ذرہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو آواز دو

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت لشکر کفار کے بالکل قریب تھے وہ آئے

تو ان سے پوچھا کہ

یہ سرخ اونٹ والا کون ہے؟

انہوں نے بتایا

یہ عتبہ بن ربیعہ ہے یہ لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے اور انہیں

واپس چلے جانے کی ترغیب دے رہا ہے۔

وہ اپنی قوم کو کہہ رہا ہے

یاقوم اعصبوها الیوم براسی وقولوا جبن عتبة وابوجهل یابی

ترجمہ: اے میری قوم! واپسی کا تمام الزام مجھ پر عائد کردو تم یہ کہنا کہ عتبہ نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اس لئے ہم واپس آ گئے لیکن ابوجہل عتبہ کی اس تجویز کو ماننے سے انکار کررہا ہے۔ (سبل الہدیٰ ص ۵۰ ج ۴)

حکیم بن حوض کو حوض سے پانی پینے دینا

قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انہیں پانی پینے دو جن لوگوں نے وہاں سے پانی پیا' وہ سب میدان جنگ میں مارے گئے سوائے حکیم بن حزام کے۔ یہ اس کے بعد مشرف بااسلام ہوئے اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔

اس واقعہ کا ان پر گہرا اثر ہوا کہ زندگی بھر جب قسم کھاتے تو یوں کہتے

لاوالذی نجانی یوم بدر

ترجمہ: یعنی اس ذات کی قسم! جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی۔

(سبل الہدیٰ ص ۵۱ ج ۴)

کفار کا عمیر بن وہب الجمی کو لشکر اسلام کے دیکھنے کیلئے بھیجنا

جب سب لوگ اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب الجمی کو بھیجا کہ جاؤ اندازہ لگاؤ کہ ہمیں بتاؤ کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کتنی ہے گھوڑے پر

سوار ہو کر اس نے مسلمانوں کے لشکر کے ارد گرد چکر لگایا پھر آ کر انہیں

کہا

ان کی تعداد تین سو ہے یا کچھ زیادہ یا کچھ کم۔ لیکن مجھے مہلت دو کہ میں اس امر کی بھی تسلی کر لوں کہ کیا کچھ فوجیوں کو انہوں نے کمین گاہوں میں تو چھپا نہیں رکھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا وادی میں دور تک چلا گیا اسے کوئی آثار نظر نہ آئے واپس آ کر انہیں بتایا کہ میں نے کسی کمین گاہ میں ان کا کوئی سپاہی نہیں دیکھا۔

لیکن معاً اس نے کہا

"لكن رايت يا معشر قريش البلايا تحمل المنايا نواضح يثرب تحمل الموت الناقع قوم ليس لهم منعة ولا ملجا الاسيوفهم اماترونهم خرسا لا يتكلمون يتلمظون تلمظ الافاعی واللہ مااری ان يقتل رجل منهم حتى يقتل رجلا منكم واذا اصابوا منكم اعدادهم فما في العيش خير بعد ذالك فروا رايكم"

ترجمہ: لیکن اے گروہ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جن پر موتیں سوار ہیں۔ یثرب کے اونٹ اپنے اوپر یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کے پاس کوئی بچاؤ کا سامان نہیں اور ان کی تلواروں کے سوا ان کی کوئی پناہ گاہ نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ گونگے بنے ہوئے ہیں کوئی بات نہیں کر رہے اور زہریلے سانپوں کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ بخدا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ جب تک تم میں سے ایک آدمی مقتول نہ ہو جائے اور اگر اپنی گنتی کے مطابق انہوں نے تمہارے آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتا دی اب جس

طرح تم مناسب سمجھتے ہو کرو۔

(سبل الہدیٰ ص ۵۱ ج ۴)

کسی عرب کے مشاہدہ کی گہرائی اور وسعت کا آپ نے اندازہ لگانا ہو تو عمر کے ان جملوں کا بغور مطالعہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی غضب کی صلاحیتیں اور وہ بھی کتنی فیاضی سے عطا فرمائی تھیں۔

کفار کا ابو سلمہ الجشمی کو لشکر اسلام کے دیکھنے کے لئے بھیجنا

عمیر کے بعد کفار نے ایک اور شخص کو مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا اس کا نام ابو سلمہ الجشمی تھا۔ اس نے بھی گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا چکر لگایا اور واپس آ کر انہیں

اس طرح کہا

"واللہ مارایت جلداً ولا عدداً ولا حلقة ولا کراعاً ولکن رایت قوماً لایریدون ان یوبوا الی اھلھم قوما مستمیتین لیست لھم منعة، ولاملجا الاسیوفھم زرق العیون کانھا الحصی تحت الجحف فروا رایکم"

ترجمہ: بخدا! میں نے ان کے پاس کوئی قوت وطاقت دیکھی ہے نہ اسلحہ کے انبار نہ گھڑسواروں کے دستے لیکن میں نے ایک ایسی قوم دیکھوی ہے جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ایسی قوم جس نے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے۔ ان کے پاس ان کی تلواروں کے بغیر کوئی قوت اور جائے پناہ نہیں ان کی آنکھیں نیلگوں ہیں گویا وہ کنکریاں ہیں چمڑے کی ڈھال کے نیچے۔ میں نے اپنی رائے سے تمہیں آگاہ کر دیا اب جیسے تم مناسب سمجھو کرو۔

(سبل الہدیٰ ص ۵۲ ج ۴)

حکیم بن عزام کا لشکر کفار واپس لے جانا کا مشورہ

حکیم بن حزام نے جب یہ باتیں سنیں تو اس نے مختلف لوگوں سے ملاقات کی پھر

عتبہ کے پاس آیا

اور کہا

اے ابا ولید! (عتبہ کی کنیت) تو قبیلہ قریش میں بڑا برگزیدہ شخص ہے تمام قوم کا

سردار اور مطاع ہے کیا تم ایک ایسا کارنامہ انجام دینے کے لئے تیار ہوتا ہے کہ تجھے تا ابد

کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے۔

عتبہ نے پوچھا

وہ کون سا ایسا کام ہے

حکیم نے کہا

لوگوں کو اس میدان جنگ سے واپس لے جاؤ۔ عمرو بن الحضر می مقتول تمہارا

حلیف تھا اس کا بوجھ تم اٹھالو۔

عتبہ نے کہا

مجھے منظور ہے اور میں تجھے اپنا ضامن مقرر کر رہا ہوں اس کی دیت بھی اپنی گرہ سے

ادا کروں گا اور جو اس کا مال ضائع ہوا ہے اس کا معاوضہ بھی عہدے ذمہ ہے تم جاؤ۔ ابن

حنظلیہ (ابو جہل) کے پاس اور اس کو اس بات پر آمادہ کرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں کو

لڑا کر رہے گا۔

عتبہ نے حکیم کو ابو جہل کے پاس بھیجا

اور خود اس نے تمام قوم کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی

اے گروہ قریش! تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب (علیہم الرضوان)

سے جنگ کر کے کیا کرو گے۔ اگر تم قتل کرو گے تو وہ تمام تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ پھر

زندگی بھر تم ایک دوسرے کا منہ دیکھنا نہیں گوارا کرو گے۔ کسی نے کسی کا بھائی قتل کیا ہو گا۔ کسی کا بیٹا' کسی کا چچا قتل کیا ہو گا' کسی کا ماموں

میرا مشورہ یہ ہے کہ

اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عرب کے دوسرے قبیلوں سے لڑنے دو۔ اگر ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا تو تمہارا مدعا پورا ہو گیا۔ اگر یہ غالب آ گئے تو تمہیں اس سے ملتے ہوئے کوئی شرم نہیں آئے گی کیونکہ تم نے ان کا کچھ بگاڑا نہ ہو گا۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ

مسلمانوں نے جان دے دینے کا عزم کر رکھا ہے تم اپنے آپ کو نقصان پہنچائے بغیر ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہو

اے قوم!

بزدلی کی تہمت مجھ پر جڑ دو اور اعلان کر دو کہ عتبہ کی بزدلی کی وجہ سے ہم جنگ نہیں کر سکے حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں۔

حکیم عتبہ سے بات کر کے ابوجہل کے پاس آیا

اور کہا

کیا دیکھتا ہے کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور وہ اسے درست کر رہا ہے۔

میں نے اسے کہا

اے ابا الحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے۔ میری بات سن کر ابوجہل بگڑ گیا۔

کہنے لگا

انتفخ واللہ سحرہ ان رائی محمدا واصحابہ بہ کلا واللہ لا نرجع حتی یحکم اللہ بیننا وبین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: یعنی عتبہ نے جب سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا ہے شدت خوف سے اس کا سانس پھول گیا ہے بخدا ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان فیصلہ کر دے۔

حکیم کو بڑی بے مروتی سے ٹکا سا جواب دینے کے بعد اس نے عمرو بن الحضرمی (مقتول) کے بھائی عامر کو بلا بھیجا۔

تو اسے کہا

دیکھ! تیرا حلیف عتبہ۔ لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کے خون کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ تم اٹھو اپنے معاہدے اور اپنے بھائی کے خون کی دھائی دو عامر بن الحضرمی کھڑا ہو گیا اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق پیچھے سے اپنی چادر اٹھا دی۔

پھر چلا کر کہنے لگا

واعمراہ واعمراہ

اس کی چیخ و پکار پر لوگ بھڑک اٹھے اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے اس طرح مصلحت کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی بات پہنچی

"انتفخ واللہ سحرہ یسعلم من انتفخ سحرہ انا ام ھو"

ترجمہ: اس ذلیل کو جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا سانس پھولا ہے میرا یا اس کا۔

(سبل الہدیٰ ص ۵۳ ج ۵)

لشکر کفار کا اونٹوں کا ذبح کرنا

دشمن کی تعداد حق کے علمبرداروں کی تعداد سے تین گنا ہے ان کے پاس صرف ایک گھوڑا اسی کے قریب اونٹ ٹوٹی ہوئی کمانیں شکستہ نیزے اور پرانی تلواریں ہیں جبکہ

اعدائے اسلام کے پاس سو برق رفتار عربی گھوڑے ہیں جن پر سوزرہ پوش آزمودہ کار لڑاکے سوار ہیں۔ چھ سواعلیٰ نسل کے اونٹوں کا بیڑا ہے خوردونوش کے ذخائر کے انبار اٹھانے والے باربرداری کے جانوران کے سوا ہیں۔ نونو دس دس اونٹ ہر روز ذبح کیئے جاتے ہیں۔ ہر روز ان کا کوئی نہ کوئی رئیس اتنے اونٹ ذبح کرتا ہے اور لشکر کفار کی پرتکلف دعوت کا اہتمام کرتا ہے۔

جب مکہ سے نکلے تو پہلے روز ابوجہل نے دس اونٹ ذبح کیے۔

دوسرے روز عسقان کے مقام پر امیہ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کیئے۔ اس کے بعد قدید کے مقام پر سہیل بن عمرو نے دس اونٹ۔ اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ۔ پھر جھفہ کے مقام پر عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ پھر ابواء کے مقام پر نبیہ اومنبہ پسران الحجاج نے دس اونٹ پھر حارث بن عامر بن نوفل نے نو اونٹ اور جب بدر کے چشمہ پر پہنچے تو ابوالبختری نے دس اونٹ۔ دوسرے روز اسی مقام پر مقیس الجمعی نے نو اونٹ ذبح کیئے اور پھر وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ص ۱۱۰، ج ۳)

لشکر اسلام کا ایمان وقوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہر شب بزم عیش نشاط برپا کی جاتی ہے جس میں بادۂ لالہ فام کے جام پر جام لنڈھائے جاتے ہیں۔ عشوہ طراز کنیزیں اپنے رقص وسرور سے اپنی نشیلی اداؤں اور رسیلی نواؤں سے ان کی آتش غضب وعناد کو بھڑکاتی رہتی ہیں۔ اس کے باوجود ان عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم کے چہروں پر اطمینان وسکون کا نور برس رہا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنے قلوب واذہان کو معطر کر رہے تھے۔ صہباء محبت سے سرشار اپنے رب عزوجل کے نام کو بلند کرنے کے لئے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حنیف کا پرچم ہرانے کے شوق میں سردھڑ کی بازی لگانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ مستانہ وار منزل رضائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے چلے جا

رہے ہیں۔ انہیں دشمن کی تعداد کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی کا ذرا خوف نہیں۔ باطل کے سنگین قلعوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کر دینے کا عزم انہیں ماہی آب کی طرح تڑپا رہا ہے۔ یہ ان عشاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگ کر نوافل پڑھنا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مزے کی نیند سونا

حضرت حارثہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ماکان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد وعلی فرس ابلق ولقد رائیتنا مافینا الانائم الارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت السمرہ یصلی ویبکی حتی اصبح"

ترجمہ: بدر کے دن ہمارے پاس حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی سوار نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابلق گھوڑے پر سوار تھے۔ اس شب سب لوگ نیند کے مزے لوٹتے رہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات صبح تک نفل پڑھتے رہے اور رحمت الٰہی عزوجل کو متوجہ کرنے کے لئے اپنے مقدس آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے۔

(دلائل النبوۃ، ص ۴۹، ج ۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر بسجود ہو کر دعائیں مانگنا

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

روز بدر جنگ شروع ہوئی تو میں کچھ وقت تک اس جنگ میں داد شجاعت دیتا رہا پھر میں تیزی سے عریش میں آیا تاکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھ لوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کر رہے ہیں۔ جب میں آیا

تو میں نے دیکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر بسجود ہیں اور زبان مبارک ہے

"یاحی یاقیوم" یاحی یاقیوم"

کا ورد فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہیں نکل رہا۔ میں پھر میدان میں لوٹ آیا اور کچھ دیر مشرکین مکہ کے ساتھ نبرد آزما رہا۔ کچھ دیر کے بعد میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے کے لئے عریش میں واپس آیا تو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک بھی سر بسجود ہیں اور زبان مبارک سے۔

یاحی یاقیوم یاحی یاقیوم

کا ورد فرما رہے ہیں۔ پھر میں دوڑ کر میدان جنگ میں پہنچا اور دشمن کو اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھانے لگا۔ کچھ دیر بعد دل بے چین مجھے پھر عریش میں لے آیا تاکہ اپنے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو دیکھوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں مصروف ہیں۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سر بسجود پایا اور وہی اسماء مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے ادا ہو رہے تھے کئی بار میں آیا اور واپس گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

"یاحی یا قیوم"

کا ورد کرتے ہوئے پایا۔ یہاں تک کہ دشمن شرمناک شکست سے دوچار ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہدین کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا:

فلم یزل یقول ذالك حتی فتح الله علیه

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن پر فتح عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ماسمعت منا شدا ینشد حقاله اشد من مناشدة محمد صلی اللہ علیه وسلم یوم بدر جعل یقول اللهم انی انشدك عهدك ووعدك اللهم ان تهلك هذه العصابة لا تعبد ثم التفت وكان شق وجه القمر۔ وقال كانما انظر الی مصارع القوم عشية

ترجمہ: میں نے اس شدت اور قوت سے کسی کو اپنے حق کا واسطہ دیتے ہوئے نہیں سنا جس شدت اور قوت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روز بدر اللہ تعالیٰ کو واسطہ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے رہے۔

اے اللہ عزوجل!

میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا تو پھر تیری بھی عبادت نہیں کی جائے گی۔

دعا کے بعد!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رخ مبارک پھیرا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

پھر ارشاد فرمایا:

گویا کہ میں کفار کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں وہ کل گرے پڑے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے اور یہ دعا مانگ رہے تھے۔

"اللهم انی انشدك عهدك ووعدك اللهم ان شئت لم تعبد بعد اليوم ابدًا"

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے"۔

اے اللہ عزوجل! اگر تو اسے پورا نہیں کرے گا تو پھر تا ابد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

اور عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کافی ہے یہ کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل پر اصرار کی حد کردی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت زرہ پہن رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں نکلے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ٥ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ٥ (القمر: ۴۵-۴۶)

ترجمہ: "عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے وعدے کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یوم بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعداد تھی۔ یہ تفاوت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ رب العزت میں پھیلا دیئے اور اسی حالت میں اپنے رب عزوجل کے حضور میں فریاد شروع کر دی۔ یہاں تک کہ محویت کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں سے چادر نیچے گر

پڑی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیزی سے آئے وہ چادر اٹھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سینہ سے لگایا۔

اور عرض کی

اے اللہ عزوجل کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطہ دینے میں انتہا کر دی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرمائے گا اسی وقت جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ الٰہی عزوجل سے یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۝

ترجمہ: ”یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب عزوجل سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں“۔

(سورہ الانفال:۹)

ایک بار پھر اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند اقدس عزوجل کی بارگاہ میں بڑے عجز و نیاز سے دعا مانگنا شروع کی۔

”اللھم ان ظھروا علی ھذہ العصابۃ ظھر الشرک ولایقوم لک دین“

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! اگر یہ کافر۔ مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آ گئے تو شرک غالب آ جائے گا اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور مدد فرمائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ اقدس کو فتح کی مسرت سے روشن فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی قوت ایک ہزار فرشتے نازل کئے جو قطار در قطار نازل ہوئے اور دشمنوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے صدیق رضی اللہ عنہ مژدہ باد۔ یہ ہے جبرائیل (علیہ السلام) جو زرد عمامہ باندھے گھوڑے کی لگام پکڑے آ گئے ہیں اور آسمان وزمین کے درمیان کھڑے ہیں۔ پھر وہ نیچے اترے اور ایک ساتھ مجھ سے غائب ہو گئے پھر ظاہر ہو گئے اس وقت ان کے پاؤں پر گرد جمی ہوئی تھی۔

اتاك نصر الله اذدعوته

ترجمہ: جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو پکارا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے پاس آ گئی۔

(دلائل النبوۃ: ص ۵۱، ج ۳)

اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گریہ وزاری عاجزی و نیاز مندی نے عرش و کرسی کے رب عزوجل کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دستگیری اور اس کے سراپا خلوص و ایثار غلاموں کی نصرت وتائید کی طرف مائل کیا اور نوری فرشتوں کو حکم ملا کہ آج آسمان کی رفعتوں سے نیچے اترو ذکر و فکر کی محفلوں کو کچھ وقت کے لئے خیر باد کہہ دو اور خاکدان ارض کی اس وادی کا رخ کرو جہاں میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں سمیت میرے نام کو بلند کرنے کے لئے سر بکف اور کفن بدوش کفر کی قوتوں کے سامنے سینہ پر ہے۔ ابھی چشم مازاغ' آنسوؤں پر تھی ابھی اشکوں کے موتی سر مژگان اپنے کریم و رحیم خدا عزوجل کے حضور اس کی رحیمی اور کریمی کی بھیک مانگنے کے لئے سر بسجود ہونے والے تھے

کہ آیت کریمہ کا نزول ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاط سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ (الانفال:۱۲)

یاد کرو جب وحی فرمائی۔ آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو۔ میں ڈال دوں گا۔ کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر"۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ بَلٰٓى لا اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ط وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○

(آل عمران ۱۲۳ تا ۱۲۶)

ترجمہ: اور بے شک مدد کی تھی اللہ نے بدر میں حالانکہ تم بالکل بے سروسامان تھے۔ پس ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرسکو۔ عجیب سہانی گھڑی تھی جب آپ فرمارہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور اگر آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں اور نہیں بنایا۔ فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے

لئے اور تا کہ مطمئن ہو جائیں۔ تمہارے دل اس سے اور نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب حکمت والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صف بندی فرمانا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صفنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر لیلا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ہی لشکر اسلام کی صف بندی فرمادی۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وقد صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ و عباھم احسن تعبیة"

ترجمہ: "یعنی ان کی صفوں کو مرتب کرنے کے بعد جنگ کے لئے بڑی عمدگی سے انہیں تیار کرلیا"۔

سب مجاہد اسلام علیہم الرضوان اپنے اسلحہ سے لیس ہو کر چاق و چوبند اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے انہیں تاکید کردی گئی کہ وہ ہر حالت میں نظم وضبط کو برقرار رکھیں۔ حکم کے بغیر کوئی اقدام کرنے کی سختی سے ممانعت کردی گئی۔

حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بطن مبارک چومنا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بدر کے روز جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کی صف بندی کردی تو ایک مجاہد جوش جہاد میں اپنی صف سے آگے جانے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

معی معی

یعنی میرے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ کرو۔ بے ترتیبی سے آگے مت بڑھو اسی اثناء

میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے درست مبارک میں ایک تیر تھا۔ جب صفیں درست کرا رہے تھے جو آگے یا پیچھے ہوتا اس کو اس تیر کے اشارہ سے صف شکنی سے منع فرما رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صف کے آگے سے گزر رہے تھے دیکھا کہ

سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ صف سے آگے نکلے کھڑے ہیں ایک تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی۔

اور ارشاد فرمایا:

استو یا سواد

ترجمہ: اے سواد سیدھے ہو جاؤ۔

وہ سیدھے تو ہو گئے لیکن معاً گویا ہوئے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

مجھے اس چوٹ سے درد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل و انصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

فاقدنی

ترجمہ: مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مطالبہ کو بے ادبی یا گستاخی پر محمول نہ کیا۔ میدان جنگ میں ایک سپاہی کا اپنے سالار اعلیٰ سے اس قسم کا مطالبہ بن کر اسے دھمکایا نہیں بلکہ کسی ادنیٰ سی برہمی کا اظہار کئے بغیر زرہ کے بند کھولے اپنی قمیض مبارک اٹھا دی اور اپنے شکم اطہر کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

استقد

ترجمہ: اے سواد! آؤ بدلہ لے لو

فاعتنقه فقتل بطنه

ترجمہ: وہ لپک کر آگے بڑھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگالیا اور بطن انور کو چوم لیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا:
سواد تم نے ایسا کیوں کیا
عرض کیا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

حضرت ماتری فاردت ان یکون اخر العهد بك ان یمس جلدی جلدك

ترجمہ: جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمارہے ہیں میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد مبارک سے مس ہو جائے۔

قربان ہو جائے میری ہزاراں بار جان اس مقدس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ پر پیک اجل کو لبیک کہتے وقت بھی انہیں نہ بیوی کی یاد بے چین کر رہی ہے نہ بچوں کی حسرت ہے تو بس اتنی کہ جسد اطہر کے ساتھ ان کا جسم چھو جائے۔ سب حسرتیں برآئیں گی۔ سب ارمان پورے ہو جائیں گے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ جس خوش نصیب کو یہ سعادت آگئی آتش دوزخ اس کو نہیں جلاسکتی۔ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دل نواز نے اپنے عاشق دل فگار سواد کی اس حسرت پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اسے دعا خیر سے سرفراز کیا۔

عوف بن حارث رضی اللہ عنہ کا جذبہ شہادت پر شہید ہونا

عوف بن حارث ان کی والدہ ماجدہ کا نام عفراء ہے وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ

وسلم میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کرنے لگے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایضحك الرب من عبدہ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فرمایئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

بندہ کا سر برہنہ حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا۔

یہ ارشاد سنتے ہی انہوں نے اپنی زرہ اتار کر دور پھینک دی۔ پھر اپنی تلوار بے نیام کی اور کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ داد شجاعت دیتے رہے دشمنان اسلام کو اپنی شمشیر سے تہ تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا۔ اپنی جان کا نذرانہ اپنے خالق کریم عزوجل کے حضور میں پیش کر دیا۔ صدق واخلاص کے یہ وہ پیکر تھے جنہوں نے اپنے جذبہ جاں نثاری سے اعداء حق کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۴۱۰، ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہدین کی صفوں کو منظم کرنے اور ضروری ہدایات سے انہیں مشرف کرنے کے بعد اپنے عریش میں تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے ان کے علاوہ اور کوئی آدمی ہمراہ نہ تھا۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۴۱۰، ج ۲)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شجاعت بیان کرنا

ایک روز اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یاایھا الناس من اشجع الناس

ترجمہ: "اے لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب لوگوں سے بہادر کون ہے؟
سب نے ایک زبان ہو کر کہا
اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں وہ ہوں جس کو جب کسی نے للکارا تو میں نے اپنی تلوار سے اس کے ساتھ انصاف کر دیا لیکن سب سے زیادہ بہادر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ہم نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش بنایا۔
تو ہم نے اعلان کیا کہ
اس عریش میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا تاکہ کوئی مشرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فواللّٰہ مادنا منا احد الا ابوبکر شاھرا بالسیف علی راس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایھوی الیہ احد الا یھوی الیہ فھذا اشجع الناس

ترجمہ: بخدا! کوئی آدمی اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے نہ اٹھا سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔ جو اپنی تلوار لہراتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارکہ کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے تاکہ اگر کوئی بدبخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا جواب دے سکیں۔ یہ ہے سب لوگوں سے بڑا شجاع۔
اسی طرح کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ
میں نے ایک دفعہ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی دھینگا مشتی کر رہا ہے اور کوئی بک بک کر رہا ہے اور وہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کہ تم وہ ہو جس نے بہت سے خداؤں کے بجائے ایک خدا کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے۔ بخدا ہم میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نرغے سے نکالنے کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔ سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔ آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے کسی کو مار کر کسی کو دھکا دے کر دور ہٹایا اور ان کی ہرزہ سرائیوں کے مسکت جواب دیئے اور ان کو بار بار یہ کہہ کر جھنجھوڑتے رہے۔

"وَيْلَكُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ"

ترجمہ: تمہارا ستیاناس ہو تم ایسے شخص کو مارنے کے درپے ہو جو یہ فرماتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ (تمہیں شرم نہیں آتی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وہ چادر اٹھائی جو آپ رضی اللہ عنہ نے اوڑھی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک بھی گئی۔

پھر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"انشد کم اللہ امومن ال فرعون خیر ام ھو"

ترجمہ: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

تمام قوم نے خاموشی اختیار کر لی۔

انتظار کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فواللہ لساعۃ من ابی بکر خیر من ملا الارض من مومن ال فرعون ذالك رجل یکتم ایمانہ وھذا رجل اعلن ایمانہ"

ترجمہ: خدا عزوجل کی قسم! ابوبکر کی ایک ساعت آل فرعون کے مومن تمام زندگی سے بہتر ہے وہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا لیکن یہ اپنے اعلانیہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے تھے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑائی شروع ہونے سے پہلے خطبہ ارشاد فرمانا

جنگ کے موقع پر جبکہ فریقین پوری تیاری کیساتھ صفیں باندھ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو ایک خطاب ارشاد فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے رب عزوجل کی حمد وثناء کی

پھر ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس بات پر برانگیختہ کرتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں برانگیختہ کیا ہے۔

اور ان کاموں سے منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے۔ وہ حق کا حکم دیتا ہے اور سچائی کو پسند کرتا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو اپنی بارگاہ میں ان کی بلند منزلوں پر فائز کرتا ہے اسی کے ساتھ ان کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اسی سے انہیں فضیلت حاصل ہوتی ہے اور آج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پر کھڑے ہو۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ سوائے اس کے جو محض اس کی رضا کے لئے کیا گیا ہو اور جنگ کے موقع پر صرف صبر ہی ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ حزن واندوہ کو دور کرتا ہے اور اسی صبر کی برکت سے غم سے نجات دیتا ہے اور اسی صبر سے تم آخرت میں نجات پاؤ گے۔ تم میں ؟؟ اللہ تعالیٰ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہے جو تمہیں بعض چیزوں سے منع کرتا ہے اور بعض چیزوں کا تمہیں حکم دیتا ہے۔

آج تمہیں حیا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی ایسے عمل پر آگاہ نہ ہو جس سے وہ تم پر ناراض ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تم سے بیزاری بہت سخت ہے اس بیزاری سے جو تمہیں

اپنے آپ سے ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کا تمہیں حکم دیا ہے ان کو غور سے دیکھو اور جو نشانیاں تمہیں دکھائی ہیں اور ذلت کے بعد تمہیں عزت بخشی ہے اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو اس سے تمہارا رب تم پر راضی ہوگا اور ان مقامات پر اپنے رب عزوجل کو آزماؤ تم اس کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ حق ہے اور اس کا قول سچا ہے اور اس کا عذاب بہت سخت ہے۔ بے شک میں اور تم اس اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہیں جو حی و قیوم عزوجل ہے۔ وہی ہماری پشت پناہی کرنی والا ہے اور اسی کا دامن کرم ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ اس پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے اور تمام مسلمانوں کی۔ (سبل الہدیٰ ص ۵۵ ج ۴)

دشمن پوری طرح مسلح ہو کر سامنے کھڑا ہے گھمسان کا رن پڑنے والا ہے اس کے باوجود قائد اعظم و معظم لشکر اسلام سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم صرف دشمن کو نہ تیغ کرنے کے لئے جوش نہیں دلا رہے بلکہ اس نازک مقام پر بھی بندے کے رشتہ عبدیت کو اپنے معبود حق عزوجل کے ساتھ استوار کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی ہو سکتی ہے جو تمام امور سے صرف نظر کر کے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار رہتا ہے اور اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بھی رضائے الٰہی عزوجل کے شوق کی چنگاری سلگا دیتا ہے۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کو اس ایمان افروز اور روح پرور خطبہ سے سرفراز کرنے کے بعد اپنے عریش میں تشریف لے آئے اور اپنے قدیر و علیم پروردگار عزوجل کی بارگاہ بیکس پناہ میں انتہائی تضرع سے دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

پھر عرض کی

اے اللہ عزوجل! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا تو پھر اس زمین میں تیری عبادت بھی نہیں کی جائے گی۔

پھر دست سوال پھیلا کر بڑے درد و سوز سے التجا کی

اے اللہ عزوجل! جو وعدہ تو نے مجھ سے فرمایا ہے اس کو پورا کر۔

اے اللہ عزوجل! میں تیری نصرت کا طلبگار ہوں

ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض حال کرتے رہے حتیٰ کہ محویت کے عالم میں چادر مبارک سرک کر نیچے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یارائے صبر نہ رہا دوڑ کر آئے اور چادر درست کر دی از راہ شفقت گزارش کرنے لگے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض مناشد تك ربك فانه سینجز لك ما وعدك

ترجمہ: اے اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بس فرمائیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا فرمائے گا۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند مبارک آ گئی پھر بیدار ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا:

"البشر یا ابابکر اتاك نصرالله هذا جبرائیل اخذ بعنان فرسه یقوده علی ثنایاه النقع"

ترجمہ: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ مژدہ باد! اللہ تعالیٰ مدد آ گئی یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہیں جو گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔ (سیرت ابن کثیر، ص ۴۲۰، ج ۲)

حق کے علمبردار اور باطل کے پرستار صفیں باندھ کر آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ مسلمانوں کی قلیل تعداد بے سروسامانی کو دیکھ کر کفار کے تکبر اور رعونت میں مزید اضافہ ہو گیا اور ابوجہل نے للکار کر اپنے ساتھیوں کو ہو گیا۔

لات وعزیٰ کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں ہوں گے جب تک ان مٹھی بھر مسلمانوں محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کو اوران کے اصحاب (علیہم الرضوان) کو ان پہاڑوں میں تر تر بتر نہ کر دیں۔ دوستو انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں ان کو پکڑتے جاؤ اور رسیوں میں باندھتے جاؤ قریش مکہ، مٹے پندار سے مخمور تھے اور یہ خیال کر رہے تھے کہ مسلمان ہمارے پہلے حملہ کی تاب ہی نہ لاسکیں گے۔ ہم طوفان بن کر اٹڈیں گے اور انہیں خس وخاشاک کی طرح اڑا لے جائیں گے۔ عین اس وقت اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنسوؤں مبارک کے نذرانہ پیش کر رہے تھے اور قادر وعزیز مالک باری تعالیٰ عزوجل سے اسلام کی نصرت وفتح کی خیرات مانگ رہے تھے۔

استغاث بریه سید الانبیاء وضج الصحابة بضوف الدعاء الی رب الارض والسماء سامع الدعاء وکاشف البلاء

ترجمہ: سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں فریاد کر رہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان زمین وآسمان کے رب عزوجل دعاؤں کو قبول کرنے والے بلاؤں کو ٹالنے والے۔ کداوند اقدس کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے تھے۔ (سیرت ابن کثیر، ص ۲۲۷، ج ۲)

جنگ کا آغاز

جنگ کی پہلی چنگاری اسود بن عبدالاسد المخزومی نے بھڑکائی۔ یہ شخص بڑا بدسرشت اور بدخو تھا۔

اس نے اعلان کیا کہ

میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیئے گا اور اسی منہدم کر دے گا یا اپنی جان دے دے گا۔ جب وہ فاسد نیت سے پانی کے تالاب کی طرف بڑھا تو اسلام کے شاہین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر جھپٹے جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی وہ اپنی پیٹھ کے بل گر پڑا اس کی کٹی ہوئی ٹانگ سے خون کا فوارہ بہنے لگا۔ پھر بھی وہ رینگتا ہوا حوض کے قریب

پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس میں گھس کر تمام پانی کو ناقابل استعمال بنا دے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر دوسرا وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اس جنگ میں پہلا کافر تھا جن کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔ اسود کو یوں دولخت دیکھ کر (ربیعہ بن) عتبہ بن ربیعہ جوش غضب سے دیوانہ وار اٹھا اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے بے تاب ہو گیا۔ اپنے بھائی شیبہ کو اپنے دائیں طرف اور اپنے بیٹے ولید کو بائیں طرف لے کر صفوں کے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا۔

اور "هل من مبارز" کا نعرہ لگا کر یہ تینوں اپنے اپنے مدمقابل کا انتظار کرنے لگے۔ تین انصاری نوجوان حضرت عوف اور حضرت معاذ پسران حارث اور عفراء اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔

عتبہ وغیرہ نے پوچھا

تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا

رهط من الانصار

ترجمہ: ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے

وہ بولے

ہمیں تمہاری ضرورت نہیں

دوسری روایت میں ہے کہ

انہوں نے کہا

واقعی تم معزز مقابل ہو لیکن ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے چچازادوں کو بھیجو۔

ان میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا

یامحمد (صلی اللہ علیه وسلم) اخرج الینا اکفاء نامن

قومنا

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ساتھ پنجہ آرائی کے لئے ہماری قوم میں سے مد مقابل بھیجو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قم یا عبیدۃ

قم حمزۃ

قم یا علی رضوان اللہ علیھم اجمعین

ترجمہ: اے ابو عبیدہ تم اٹھو

اے حمزہ تم اٹھو

اے علی رضی اللہ عنہ تم اٹھو

اللہ تعالیٰ کے یہ تینوں شیر جب ان کے نزدیک پہنچے تو

انہوں نے پوچھا

تم کون ہو؟

کیونکہ انہوں نے زرہیں پہنی ہوئی تھیں ہتھیار سجائے ہوئے تھے اس لئے پہچان نہ سکے۔

ان تینوں مقدس نفوس نے اپنا نام لے کر تعارف کرایا

یہ سن کر وہ کہنے لگے

نعم اکفاء کرام

ترجمہ: بے شک تم معزز مد مقابل ہو

حضرت عبید رضی اللہ عنہ جو ان تینوں میں سے عمر میں بڑے تھے انہوں نے عتبہ کو للکارا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو للکارا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عتبہ کے بیٹے ولید کو للکارا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ بجلی کی سرعت سے اس پر اپنی شمشیر خارا شگاف سے وار کیا اور آن واحد میں اس کے دو ٹکڑے کر کے زمین پر پھینک دیا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ولید کو مہلت دیئے بغیر اپنی شمشیر براں سے اس کا سر غرور اس کے تن سے جدا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ایک دوسرے پر اپنی تلواروں سے حملے کرتے رہے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے وار سے عتبہ کو زخمی کر دیا۔ عتبہ کی تلوار آپ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ پر لگی اور اس کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی اثناء میں اپنے حریفوں کا کام تمام کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ وہ اب حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے تیزی سے بڑھے۔ ان کی تلواریں بجلی کی سرعت سے کوندیں اور عتبہ کی لاش کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی حالت میں اٹھایا اور شفیع عاصیاں صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تشریف فرما تھے وہاں آ کر لٹا دیا۔

فوضع خده على قدمه الشريفة

وقال

یارسول الله صلى الله عليه و سلم! لو اراني ابوطالب لعلم انی احق بقوله

ترجمہ: تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت قدموں پر رکھ دیا

اور عرض:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ابوطالب مجھے اس حالت میں دیکھتے تو انہیں پتہ چلتا کہ ان کے ان اشعار کا حقدار میں ہوں۔

كذبتم وبيت الله نبذى محمدا

ولما نطاعن حوله ونناضل

ترجمہ: اے مشرکو! خانہ خدا عزوجل کی قسم! تم جھوٹے بول رہے ہو۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں گے اور اس کے اردگرد تیروں اور نیزوں سے جنگ نہیں کریں گے۔

ونسلمه حتى نصرع حوله

ونذهل عن انباء نا والحلائل

ترجمہ: سن لو! ہم انہیں تمہارے حوالے نہیں کریں گے جب تک ہماری لاشوں کے ڈھیر اس کے آس پاس نہ لگ جائیں۔ ہم اس کے دفاع میں اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھی بے پرواہ ہو جائیں گے۔ اپنے جاں بلب عاشق کا یہ نعرہ مستانہ سن کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مژدہ سنایا

اشهد انك شهيد

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔ (سیرت ابن کثیر ص ۴۱۴ ج ۲)

ہندہ زوجہ ابوسفیان کو جب عتبہ شیبہ اور ولید کے مقتول ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے نذر مانی کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبائے گی۔

قریش کے جب یہ تینوں سردار اسلام کے بہادروں نے موت کی گھاٹ اتار دیئے تو اس اندیشہ سے کہ کفار حوصلہ نہ ہار دیں۔

ابو جہل نے بلند آواز سے نعرہ لگایا:

لنا العزى ولا عزى لكم

ترجمہ: ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں جو تمہاری مدد کرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مجاہدین کو حکم دیا کہ اس کے جواب میں

یہ نعرہ بلند کریں۔

اللہ مولانا ولا مولا لکم قتلانا فی الجنة وقتلاکم فی النار

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

میدان بدر میں مسلمانوں میں سے جس نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا وہ مہجع تھے۔ جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انہیں کسی تیر انداز نے اپنے تیر کا ہدف بنایا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس کے بعد بنو عدی بخار کے قبیلہ کے حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو تاج شہادت زیب سر کرنے کی سعادت بخشی گئی۔ آپ تالاب پر پانی پی رہے تھے کہ کسی کافر نے تاک کر انہیں تیر کا نشانہ بنایا۔ تیر ان کی گردن میں آ کر پیوست ہو گیا اس طرح وہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت حارثہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے انہیں کسی نامعلوم شخص کا تیر لگا تھا۔ جس سے ان کی وفات ہوئی۔ ان کی ماں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتایئے کہ میرا بیٹا حارثہ کہاں ہے۔ اگر وہ جنت میں ہو تو پھر میں صبر کروں گی اور اگر نہیں تو پھر میں جی بھر کر اس پر نوحہ کروں گی ابھی تک میت پر نوحہ کرنا ممنوع نہیں ہوا تھا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا:

ویحك اهبلت انها جنان ثمان وان ابنك اصاب الفردوس الاعلی

ترجمہ: تیرا بھلا ہو۔ ایک جنت نہیں ہے آٹھ جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائی گئی ہے۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نگاہ نبوت نے لحہ بھر میں آٹھوں جنتوں کا ان کی

پیکر اں وسعتوں کے باوجود مشاہدہ فرمالیا اور اس خاتون کا جہاں تھا اس کو دیکھ کر اس کی ماں کو آگاہ فرمادیا۔ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بینائی کا اندازہ لگائیے۔ پل بھر میں آٹھوں جنتوں کا جائزہ لے کر بتادیا کہ اس بوڑھی خاتون کا شہید بیٹا کہاں تشریف فرما ہے۔ اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مجاہدین کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن کے بغیر حملہ نہ کریں اور اگر قوم قریش ان کا محاصرہ تنگ کرلے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹادیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی عزوجل میں امداد کے لئے فریاد کر رہے تھے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○

ترجمہ: یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب عزوجل سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے درپے آنے والے ہیں اور انہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ تعالیٰ نے مگر ایک خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔ (الانفال: ۹-۱۰)

پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں کفار کے ساتھ جہاد کرنے پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا:

"والذی نفس محمد بیدہ لا یقاتلھم الیوم رجل فیقتل صابرا محتسبا مقتلا غیر مدبر الا ادخلہ اللہ الجنۃ"

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو۔ رضائے الٰہی عزوجل کا طلبگار ہو۔ دشمن کی طرف منہ کئے ہو پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ (سیرت ابن کثیر، ص ۴۲۰، ج ۲)

پھر ارشاد فرمایا:

قوموا الی جنة عرضها السموت والارض والذی نفسی بیده لا یقاتلهم الیوم رجل فیتقتل صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر الا ادخله الله الجنة (سیرت ابن کثیر، ص ۴۲۰، ج ۲)

ترجمہ: کھڑے ہو جاؤ اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ جو شخص آج مشرکین سے جنگ کرے اور وہ اس حالت میں قتل کیا جائے کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کا امیدوار ہو دشمن کی طرف منہ کئے ہوئے ہو۔ پیٹھ پھیرے ہوئے نہ ہو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ کلمات طیبات ارشاد فرما رہے تھے تو عمیر بن حمام وہاں پہنچے ان کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر کہنے لگے۔

"بخ بخ یارسول الله عرضها السموت والارض"

ترجمہ: واہ واہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا

کیا میرے درمیان اور جنت کے داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی چیز حائل نہیں کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔

دوسری روایت میں ہے

"لئن حییت حتّٰی اکل تمراتی ھذہ انھا حیاۃ طویلۃ"

ترجمہ: اگر میں یہ کھجوریں کھانے کی دیر تک زندہ رہا تو یہ بہت لمبا عرصہ ہوگا۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ والی کھجوریں پھینک دیں اپنی تلوار بے نیام کر لی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ دشمن کے ساتھ لڑائی کر رہے تھے اور یہ رجز بھی پڑھ رہے تھے۔

رکضًا الی اللّٰہ بغیر زاد

الا التقی وعمل المعاد

اولصبر فی اللّٰہ علی الجھاد

وکل زاد عرضۃ النفاد

غیر التقی والبر والرشاد

ترجمہ: اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے میرے نفس! اللہ تعالیٰ کی طرف تیزی سے بڑھو بغیر کسی زاد سفر کے وہاں صرف تقویٰ اور آخرت کے لئے نیک عمل اور جہاد فی سبیل اللہ میں صبر سب سے بہتر زاد سفر ہے اور ہر زاد سفر ختم ہونے والی ہے۔ بجز تقویٰ نیکی اور راست روی

کی۔ (سبل الہدیٰ، ص ۷۰، ج ۴)

حضور ﷺ کا میدان جنگ میں ترغیب کے لئے تشریف لانا

خوب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس جنگ میں شریک تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اپنی تلوار سے کفار پر حملے کر رہے تھے۔

کما کانا فی العریش یجاھدان بالدعاء والتضرع ثم نزلا فحرضا وحثا علی القتال و قاتلا بابدانهما جمعا بین المقامین

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے میں اسلام کی فتح و نصرت کے لئے عاجزانہ دعائیں کر کے اس جہاد میں شریک تھے۔ پھر وہاں سے میدان جنگ میں تشریف لاتے پہلے مسلمانوں کو جہاد کے لئے ترغیب دلائی پھر دونوں صاحبان اپنی تلواروں سے کفار سے نبرد آزما ہو گئے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں سعادتیں کر لیں۔ (سبل الہدیٰ، ص ۷۱، ج ۴)

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و جرات اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے شوق کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"بدر کے دن جب جنگ شروع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری پیشوائی فرما رہے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور سب سے سخت جنگ کرنے والے اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشرکین کے نزدیک کوئی نہیں تھا۔ (سیرت ابن کثیر، ص ۴۲۲، ج ۲)

ابوجہل کا کہنا کہ جو تیرا زیادہ محبوب ہے اس کی مدد فرما

فریقین جب ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئے تو ابوجہل کی بدبختی نے زور پکڑا اور اس کے منہ سے بے ساختہ یہ جملے نکلے۔

”اللھم اقطعنا للرحم واتنا بما لایعرف فاحن الغداۃ اللھم من کان احب الیک وارضی عندک فانصرہ الیوم“

ترجمہ: اے اللہ! جو ہم دونوں فریقوں میں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیز لانے والا ہے اس کو ہلاک کر دے۔ یا اللہ! جو تیرا زیادہ محبوب ہے اور جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔

(سبل الہدیٰ، ص ۷۱، ج ۴)

اس کی یہ التجا قبول ہوئی ان دونوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کا محبوب تھا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی تھا اس کو فتح وظفر نصیب ہوئی وہ مظفر و منصور اس میدان جنگ سے واپس آئے اور جو قطع رحمی میں پیش پیش تھا اور غیر معروف باتیں کرتا تھا وہ ہلاک و برباد ہوا اور اس کے ساتھی بری طرح شکست کھا کر دم دبا کر بھاگ گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال: ۱۹)

اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو آ گیا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر تمہیں اب بھی باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور تم پھر شرارت کرو گے ہم پھر سزا دیں گے اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ

کفار جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی۔

اللھم انصر اقرانا للفیف واوصلنا للرحم وافکنا للعانی وان

کان محمد علی حق فانصرہ وان کنا علی حق فانصرنا

(الکشاف: تحت الآیہ کریمہ)

اے اللہ! ہم دونوں فریقوں سے جو زیادہ مہمان نواز ہیں جو زیادہ صلہ رحم ہے جو قیدیوں کو زیادہ آزاد کرنے والا ہے اس کی مدد فرما۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق پر ہے تو اسے فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں غلبہ بخش۔

☆ اس آیت کریمہ میں کفار سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ دعا جو تم نے مانگی تھی قبول ہوئی جو حق پر تھا وہ غالب ہوا اور جو باطل سے چمٹے ہوئے تھے وہ مغلوب۔ اب باز آ جاؤ تمہارے معیار کے مطابق حق واضح ہو گیا اب تو کسی قسم کی غلط فہمی نہیں رہی۔ اگر پھر بھی تم نے حق کو قبول نہ کیا اور اس کی مخالفت سے باز نہ آئے تو یاد رکھو تمہیں آئندہ بھی ایسی اندوہناک شکستوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

امیہ بن خلف ملعون کا قتل ہونا

حضرت سعد بن معاذ اور امیہ بن خلف کی آپس میں دیرینہ دوستی تھی۔ امیہ اگر مدینہ منورہ آتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مہمان بنتا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اگر مکہ مکرمہ جاتے تو اس کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ اثنائے طواف حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے درمیان جو جھڑپ ہوئی وہ بہت سخت تھی۔ امیہ بن خلف نے اس روز سے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ مکہ مکرمہ سے باہر قدم نہیں رکھے گا۔ بدر کی جنگ کے لئے ابوجہل نے جب تیاری شروع کی تو اس نے مکہ مکرمہ کے تمام رؤسا کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ امیہ نے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا اور اس کے ہمراہ باہر جانے سے انکار کر دیا۔

ابوجہل اس کے پاس آیا

اور اسے کہا

اے صفوان کے ابا۔ تم اس تمام وادی کے سردار ہو اگر تم نے شرکت کرنے سے انکار کر دیا تو دوسرے لوگ بھی اس مہم میں شریک نہیں ہوں گے اس کے بار بار کے انکار

کے باوجود ابو جہل کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر کار اس نے امیہ کو مجبور کر لیا کہ وہ ساتھ چلے۔

اس نے کہا

اگر تم مجھے جانے پر مجبور کرتے ہو پھر میں مکہ مکرمہ کے تمام اونٹوں سے سب سے اعلیٰ اور سب سے گراں قدر اونٹ اپنی سواری کے لئے خریدوں گا۔ وہاں سے اٹھ کر امیہ گھر آیا۔

اور اپنی بیوی کو کہا

اے صفوان کی ماں! میرا سامان جنگ تیار کرو

اس نے کہا

کیا تم نے اپنے یثربی بھائی کی بات کو فراموش کر دیا ہے

اس نے کہا

نہیں۔ بس لوگوں کو دکھانے کے لئے تھوڑی دور تک لشکر کے ساتھ جاؤں گا پھر لوٹ آؤں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اور امیہ دونوں دوست تھے میرا پہلا نام عبد عمرو تھا۔ جب میں ''مشرف با اسلام ہوا تو میں نے اپنا نام تبدیل کرے عبدالرحمٰن رکھ لیا جب امیہ مجھے ملتا تو مجھے ازراہ طعن کہا کہ!

اے عبد عمرو! تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا

میں کہتا

بے شک

اس نے کہا

میں الرحمٰن کو نہیں جانتا اس لئے میں عبدالرحمٰن کہہ کر نہیں بلاؤں گا اور اپنے پہلے نام کو تو نے ترک کر دیا ہے اس لئے ہم آپس میں تمہارے لیے ایک نام طے کر لیں کہ جب

میں تمہایں بلاؤں تو اس سے نام سے بلایا کروں۔ چنانچہ ہم نے باہمی مشورہ سے عبدالالہ نام تجویز کرلیا۔اس کے بعد جب میرے پاس سے وہ گزرتا تو مجھے عبداللہ کہہ کر بلاتا اور میں اس کا جواب دیتا۔ جب جنگ بدر میں ہم اکٹھے ہوئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ اسے اس جنگ میں شرکت کرنے سے منع کردوں۔

میں نے دیکھا کہ

امیہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے آرہا ہے میرے پاس چند زرہیں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں۔

جب اس نے مجھے دیکھا

تو اس نے مجھے میرے پہلے نام سے بلایا یا عبدعمرو تو میں نے جواب نہ دیا پھر اس نے مجھے عبدالالہ کہہ کر پکارا میں نے ہاں سے جواب دیا۔

پھر اس نے مجھے کہا

کیا تجھے میری سلامتی کی ضرورت ہے تو پھر ان زرہوں کو پرے پھینکو اور مجھے بچانے کیف کرکرو۔ میری جان ان زرہوں سے زیادہ قیمتی ہے چنانچہ میں نے وہ زرہیں پھینک دیں پھر اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا میں ان کو لے کر چلا راستہ میں اس کے بیٹے علی نے مجھ سے پوچھا:

اے عبداللہ!

یہ شخص کون ہے۔ جس نے اپنے سینے پر شترمرغ کا پر بطور علامت سجایا ہوا ہے۔

میں نے کہا:

یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔

وہ بولا:

"ذالك الذی فعل بنا الافاعیل"

ترجمہ: یعنی یہ وہ شخص ہے۔ جس نے ہم پر بجلیاں گرائی ہیں۔

میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی امیہ تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے مسلمان ہونے کے جرم میں اذیت ناک سزائیں دیتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو

بلند آواز سے پکارے

راس الكفر امية بن خلف لا نجوت ان نجا

ترجمہ: یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف اگر آج وہ بچ کر نکل گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے یا معشر الانصار کہہ کر اپنی مدد کے لئے انصار کو بلایا۔ چند انصاری نوجوان لپک کر ان کے پاس گئے اور ہمارے تعاقب میں نکلے

جب میں نے دیکھا کہ

وہ ابھی ہمیں آلیں گے تو میں نے امیہ کے لڑکے کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ الجھ کر اس کے ساتھ مشغول ہو جائیں۔ اتنے میں امیہ کو میں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں گا۔ امیہ فربہ اندام تھا اس سے تیزی سے چلا نہیں جا سکتا تھا۔

میں نے اسے کہا

بیٹھ جاؤ اور میں اس پر سپر بن کر لیٹ گیا تاکہ اس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تلوار کے وار سے بچا سکوں یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے لیا وہ اس پر جھپٹ رہے تھے اور میں اس کا بچاؤ کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے تلوار کے وار سے اس کے بیٹے کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ امیہ نے یہ منظر دیکھ کر ایسی چیخ ماری کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ میں نے ایسی دل دوز چیخ پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

میں نے امیہ کو کہا

اب کو اب چھوڑ دو اب اپنی جان بچاؤ میں اب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ حضرت

بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے اس کے پرزے اڑا دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بعد میں بھی کہا کرتے تھے۔

یرحم اللہ بلالا ذھبت ادراعی و فجعنی باسیری

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر رحم کرے میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے زرفدیہ سے بھی محروم کر دیا۔

وہ حبشی بلال رضی اللہ عنہ جو دولت ایمان سے مشرف ہونے سے پہلے بنی جمح کی ایک مشرک عورت کا زرخرید غلام تھا اور دن رات اس کی خدمت گزاری میں جتا رہتا تھا۔ اس نے جب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید قبول کر لی تو کفر و شرک کے سرغنے ابوجہل اور امیہ انہیں طرح طرح کی سزائیں دیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر چند اوباشوں کو پکڑا دیتے وہ انہیں مکہ مکرمہ کی پتھریلی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے جب ان کا سر کسی پتھر سے ٹکراتا تو یہ قہقہے لگا کر ہنستے اور غشی کی حالت میں بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے احد احد کی صدائیں بلند ہوتیں۔ آج وہ کمزور اور بے نوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ قوت ایمان اور اپنے ساتھیوں کے تعاون سے اتنا طاقت ور ہو کر میدان بدر میں ابھرا کہ اس کی تلوار آج مکہ کے ایک رئیس اعظم اور اس کے نوجوان بیٹے پر اٹھ رہی ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے آڑے آئے اور اس کو چھڑائے۔ اس روح فرسا بلکہ روح پرور منظر سے اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد کی عملی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝

(القصص ۶،۵)

"اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا ملک

میں اور بنا دیں انہیں پیشوا اور بنا دیں وارث اور تسلط بخشیں انہیں سرزمین میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی جانب سے جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے"۔

گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ فریقین کے بہادر جوان اپنی تلواروں سے اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا رہے تھے۔ اس حالت میں فرشتے قطار در قطار آسمان سے نازل ہو کر مسلمانوں کی امداد کر رہے تھے۔

شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں اور ملائکہ کو دیکھ کر بھاگنا

مجاہدین اسلام غزوۂ بدر میں وقوع پذیر ہونے والے چشم دید حالات بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات ہم کسی کافر پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے تو ہم دیکھتے کہ ہماری تلوار کے پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر دور جا گرتا۔

ابلیس جو سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے غنڈوں کی امداد کے لئے مصروف پیکار تھا۔ اس کی نظر جب ملائکہ کے دستوں پر پڑی تو چیخ اٹھا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے وہاں سے بھاگنے میں اس نے اپنی عافیت سمجھی۔ حارث بن ہشام نے جب اسے بھاگتے ہوئے دیکھا تو اسے پکڑ لیا۔

اور کہا

اے سراقہ! ہمیں جنگ میں دھکیل کر اب کدھر بھاگتے ہو۔ اس نے سمجھا کہ یہ سراقہ بن مالک ہے۔ ابلیس نی اسے گھونسہ رسید کیا اور اپنا دامن چھڑا کر رفو چکر ہو گیا۔

وہ کہتا جا رہا تھا

اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

(۴۸،۸)

میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم دیکھ رہے؟؟ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کے عذاب شدید سے۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۴۳۳، ج ۲)

ابوجہل کا اپنے لشکر کو حوصلہ دینا

مشرکین نے جب دیکھا کہ ان کا سرگرم معاون جنگ سے بھاگ نکلا ہے تو ان کے حوصلے پست ہونے لگے۔ ابوجہل کو اس بات کا علم ہوا تو بھاگا بھاگا آیا اور اپنے فوجیوں کو کہنے لگا کہ

"سراقہ کے بھاگ جانے سے تم پست ہمت مت ہو۔ اس نے تو پہلے ہی مسلمانوں سے ساز باز کر رکھی تھی کہ وہ عین حالت جنگ میں بھاگ کھڑا ہوگا اس طرح دوسرے لوگ بھی بھاگنے لگیں گے وہ چلا گیا ہے تو "اچھا ہوا خس کم جہاں پاک"

ابوجہل نے مزید کہا

شیبہ، عتبہ اور ولید کے قتل ہونے سے بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ اپنی جلد بازی کے باعث مارے گئے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کا کوئی کمال نہیں۔ وہ اگر سنبھل کر مقابلہ کرتے تو اپنے حریفوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتے۔ ذرا صبر کرو اور ڈٹے رہو۔ دیکھو ہم ان چند سر پھروں کو کس طرح خاتمہ کرتے ہیں۔ یہ تمہارے ایک ہلہ کی تاب بھی نہ لا سکیں گے۔

لات وعزیٰ کی قسم! ہم یہاں سے نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو ان پہاڑوں میں منتشر نہ کر دیں تم ان میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کرنا بلکہ ان کو گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ دینا تاکہ انہوں نے تم سے تعلق توڑ کر اور اپنے خداؤں لات اور عزیٰ سے منہ موڑ کر جو فحش غلطی کی ہے اس پر وہ ندامت کا اظہار کریں۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۴۳۳، ج ۲)

حضور انور ﷺ کا مٹھی بھر مٹی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکنا

ابوجہل کی اس انگیخت پر مشرکین کے جوش وخروش میں اضافہ ہو گیا وہ بڑھ چڑھ کر

مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دست اقدس اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے۔

"یارب ان تهلك هذه العصابة فلن تعبد فی الارض ابدا"

ترجمہ: اے میرے پروردگار عزوجل! جان بازوں کا یہ گروہ اگر ہلاک ہو جائے تو پھر اس زمین میں تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔

فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے

اور عرض کی

اے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ایک بھر مٹی لے کر ان ظالموں کی طرف پھینکیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا

ناولنی قبضة من حصباء

ترجمہ: مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر دو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں۔ اپنے دست مبارک سے کنکریاں پھینکیں۔

اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

شاهت الوجوه اللهم ارعب قلوبهم وزلزل اقدامهم

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! ان کے چہروں کو بگاڑ دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ان کے قدم ڈگمگانے لگیں۔

چشم زدن میں جنگ کا کایہ پلٹ گیا عجیب منظر تھا۔ مشرکین شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے مڑ کر کسی کی طرف دیکھتے ہی نہیں تھے۔ زرہوں کو بوجھ سمجھ کر

انہیں اتار اتار کر پھینکتے چلے جا رہے تھے اور مسلمان شیروں کی طرح ان پر حملہ کر رہے تھے۔ کسی کو تہ تیغ کر کے واصل جہنم کر رہے تھے کسی کو اسیر بنا کر رسیوں سے جکڑ رہے تھے۔ ملائکہ عظام بھی مسلمانوں کے ساتھ دوش بدوش کفار کو بے دریغ قتل کرنے میں مصروف تھے۔

(سبل الہدیٰ، ص ۵۷، ج ۴)

جب ان مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ارشاد فرمایا کہ

مجھے علم ہے کہ بنی ہاشم کے جو افراد کفار کیساتھ آئے ہیں وہ خوشی سے نہیں آئے بلکہ انہیں مجبور کیا گیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے آرزومند نہ تھے اس لئے تمہیں اگر ان میں سے کوئی ملے تو اس کو قتل نہ کرنا اور جو شخص ابوالبختری کو پائے وہ اسے بھی قتل نہ کرے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتا تھا۔

نیز

شعب ابی طالب کے حصار کو ختم کرانے میں اس نے اولین کردار ادا کیا تھا۔

نیز ارشاد فرمایا

جسے عباس رضی اللہ عنہ ملیں انہیں بھی قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ خوشی سے نہیں آئے انہیں جبراً لایا گیا ہے۔ ابوحذیفہ یہ بات سن رہے تھے جوغصہ میں ان کی زبان سے نکل گیا کہ ہم تو اپنے باپوں بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس ملیں تو انہیں چھوڑ دیں۔ بخدا اگر عباس مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا۔

واللہ لئن لقیتہ لالجمنۃ السیف۔

ان کی بات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

"یا اباحفص" ایضرب وجہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بالسیف"

ترجمہ: اے ابوحفص رضی اللہ عنہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! ابوحذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت فرمائیں تو میں اس کا سر قلم کردوں۔ بے دھیانی میں یہ جملہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل تو گیا لیکن عمر بھر اس پر پچھتاتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کہتے

ما انا بامن من تلك الكلمة التى قلتها يومئذ

وہ بات جو اس روز میری زبان سے نکل گئی تھی مجھے اس کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

ولا ازال خائفا منها الا ان تكفرها عنى الشهادة

ترجمہ: وہ جملہ جو اس روز میری زبان سے نکلا اس کا مجھے ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا ہے۔ میرے دل کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میری شہادت شاید اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا بھی پوری فرمادی جنگ یمامہ میں دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ پہلا دن تھا جب میرے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۶۷، ج ۴)

ابوجہل کی موت وہلاکت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے

روایت نقل فرماتے ہیں:

روز بدر جب میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا تو میں نے اپنے دائیں بائیں دونو عمر انصاری جواں کھڑے دیکھے۔

میں نے خیال کیا کہ

بجائے ان کے اگر میری دونوں جانب آزمودہ کار بہادر اور جنگ جو ہوتے تو بہت بہتر ہوتا میں یہ سوچ رہا تھا کہ آہستہ سے ان میں سے ایک نوجوان مجھ سے پوچھنے لگا۔

اے عمر

هل تعرف ابوجهل

ترجمہ: اے چچا کیا آپ رضی اللہ عنہ ابوجہل کو جانتے ہیں۔

میں نے جواب دیا کہ

بھتیجے میں اسے خوب پہچانتا ہوں۔ تمہیں اس سے کیا کام ہے۔

اس نے کہا

مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ میرے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

والذی نفسی بیدہ لئن رایتہ لایفارق سوادی سوادة حتی یموت الاعجل منا

ترجمہ: بخدا اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا بدن اس کے بدن سے جدا نہ ہوگا۔ جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جسے مرنے کی جلدی ہے۔

اس نے ابھی بمشکل اپنی بات ختم کی تھی کہ دوسرے نوجوان نے میری چٹکی لی اور آہستہ سے مجھ سے وہی سوال پوچھا اور وہی بات کہی جو پہلے نوجوان نے کہی تھی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ

ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا ہے اور یہ رجز پڑھ کر انہیں جوش دلا رہا ہے۔

ماتنقم الحرب العوان منی

بازل عامین حدیث سنی

لمثل هذا ولدتنی امی

ترجمہ: یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان طاقتور اونٹ ہوں جو اپنے عنفوان شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے۔

میں نے انہیں کہا

یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں، میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ وہ عقابوں کی طرح جھپٹے اور اس پر حملہ آور ہوئے اور اپنی تلواروں کے واروں سے اسے گھائل کر دیا۔ وہ بے حس و حرکت زمین پا جا گرا۔ یہ کارنامہ بجلی کی سرعت سے انجام دینے کے بعد دونوں اپنے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے ابو جہل کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے

دونوں نے کہا

میں نے اسے قتل کیا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

جن تلواروں میں سے تم نے اسے قتل کیا ہے انہیں کپڑے سے صاف تو نہیں کر دیا۔

عرض کی

نہیں وہ جوں کی توں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواروں کو ملاحظہ فرمایا وہ دونوں خون سے رنگین تھیں۔

اور ارشاد فرمایا:

"کلا کما قتلہ"

تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔

ابوجہل کو ہلاک کرنے والے دو شاہین کون تھے؟

اس کے یہ دو شاہین صفت مجاہد جنہوں نے قریش کے لشکر کے سپہ سالار دشمن خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درکش اور سنگدل فرعون کو موت کی گھاٹ اتارا۔

یہ کون تھے......؟

کس ماں کے جائے تھے......؟

کس باپ کے فرزند تھے۔

ان کی تفصیل عرض کرتا ہوں۔

مدینہ طیبہ کے وہ فرخندہ بخت افراد جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست ہدایت پر بخش پر سب سے پہلے اسلام لانے کی بیعت کی۔

ان کی کل تعداد چھ یا آٹھ تھی

ان میں ایک خاتون بھی تھیں جس کا نام

"عفراء رضی اللہ عنہا

تھا۔ وہ اپنی لازوال قربانیوں، عظیم خدمات اور درخشاں کارناموں کے طفیل اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئیں۔ انہوں نے دو شادیاں کی ہوئی تھیں۔

ان کے پہلے شوہر کا نام

''حارث بن رفاعہ النجاری''

تھا۔حضرت عضراء رضی اللہ عنہ کے بطن سے ان کے تین فرزند تولد ہوئے۔

جن کے نام یہ ہیں:

(۱)عوف

(۲)معاذ

(۳)اور معوذ

یہ تینوں اپنے باپ کی بجائے اپنی عظیم القدر ماں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔انہیں فرزندان حارث کہنے کی بجائے فرزندان عفراء کہا جاتا ہے۔

حارث کے بعد اس کی شادی

''بکیر بن یالیل''

سے ہوئی۔دوسرے خاوند کے ان کے شکم سے چار فرزند ہوئے۔

جن کے نام یہ ہیں۔

(۱)ایاس

(۲)عاقل

(۳)خالد

(۴)اور عامر ہیں

حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے ان ساتوں بیٹوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سب نے حق و باطل کے پہلے معرکہ میں اپنے خالق و مالک عزوجل کو نام بلند کرنے کے لئے شرکت کی اور جاں بازی کے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن پر ملت اسلامیہ کو بجا طور پر فخر ہے۔ان میں سے عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ یا چھ انصاریوں مین سے ایک تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی تھی اور ان کا یہ واقعہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ جنگ بدر کے آغاز میں یہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

اور یوں عرض گزار ہوئے۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایضحك الرب من عبدہ"

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ارشاد فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش ہوتا ہے اور اس کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔

ارشاد فرمایا:

بندے کا برہنہ سر حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا ایسا عمل ہے جسے دیکھ کر مسکراتا (جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے)۔

یہ ارشاد سنتے ہی انہوں نے اپنی زرہ اتار کر پرے پھینک دی تلوار کو بے نیام کیا اور شیر کی طرح گرجتے ہوئے کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ داد شجاعت دیتے رہے دشمنان اسلام کو اپنی شمشیر خاراشگاف سے تہ تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کرلیا۔

(سیرت ابن کثیر' ص ۴۱۰' ج ۳)

اسی معزز خاتون کے دو فرزند معاذ اور معوذ جو حضرت عوف رضی اللہ عنہ شہید کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے یہ شرف ارزانی ہوا کہ انہوں نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرعون ابوجہل بن ہشام کو جہنم رسید کیا۔

یہ تمام خاندان مرد و زن' پیر و جواں' خورد و کلاں' عشق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شراب طہور سے سرشار تھے۔ ہر فرد کی زندگی اپنے اندر ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔

مادر مہرباں عفراء اور اس کے فرزندوں کے جذبہ ایمانی کے بارے میں آپ نے پڑھا۔ اب حضرت عفراء رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کی بیٹی ربیع کے عشق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمایئے۔ ایک دفعہ ان کے چچا

معاذ نے انہیں کھجوروں سے بھرا ہوا ایک طشت دیا۔

اور کہا

اسے لے جاؤ اور بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر حاضر کر دو۔ وہ اٹھیں اور سر پر کھجوروں سے بھرا ہوا طشت اٹھایا اور خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہدیہ قبول فرما لیا۔ جب ربیع واپس جانے لگیں تو مصطفیٰ کریم قاسم خزانہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کا ایک زیور جو بحرین کے والی نے بطور تحفہ بھیجا تھا اپنے جانباز عاشق حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی لخت جگر کو عطا فرمایا۔

اور اسے ارشاد فرمایا

تحلی بهذا

ترجمہ: اس زیور کو پہنا کرو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۴۱۶، ج ۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہی ربیع فرماتی ہیں کہ

جس روز میری شادی ہوئی صبح سویرے میرے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور کچھ وقت میرے ہاں تشریف فرما رہے اس وقت خاندان کی بچیاں دف بجا بجا کر چند شعر گاتی رہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے ربیع سے کہا

صفی لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

''ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ تو بیان کرو''

اس محبہ صادقہ رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یوں بیان فرمایا:

یا بنی لو رایته لرایت الشمس طالعة

ترجمہ: اے میرے بیٹے! اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرتے تو تم

دیکھتے کہ گویا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔
(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۱۴۱۷ ج ۳

اس نیک بخت خاتون کو بیعت رضوان میں شرکت کا شرف نصیب ہوا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد پر تشریف لے جاتے تو غازیان اسلام کی خدمت کے لئے ہر غزوہ میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتیں میدان جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کی مرہم پٹی کرتیں اور تیمارداری کے فرائض انجام دیتیں اور شہداء کی میتوں کو مدینہ طیبہ پہنچانے کا انتظام کرتیں۔

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی شجاعت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو جہل تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ میں اس دشمن خدا عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم رسید کر کے رہوں گا۔ جب مجھے موقع ملا تو میں اپنی تلوار لہراتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑا میرے پہلے وار سے اس کی ٹانگ پنڈلی سے کٹ کر دور جا گری۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے جو بعد میں مسلمان ہوئے میری گرند پر تلوار سے وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا۔ صرف جلد کے ایک تسمہ سے وہ میرے کندھے سے پیوست رہا اور لٹکنے لگا۔ تمام بدن میں اس لٹکتے ہوئے بازو سے مصروف پیکار رہا۔ میرا کٹا ہوا ہاتھ میری پشت کے پیچھے لٹک رہا تھا اس کے پیہم لٹکنے سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے اسے پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچ لیا وہ جلد کا تسمہ ٹوٹ گیا اور اس سے آزادی ہو کر میں پھر کفار سے لڑنے میں مشغول ہو گیا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم ٹھیک ہو گیا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔

قاضی زادہ ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ

جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر بارگاہ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس پر لگایا تو کٹا ہوا بازو کندھے کے ساتھ پھر جڑ گیا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفا شریف میں لکھا ہے کہ

ابو جہل کے وار سے دوسرے نوجوان حضرت معوذ رضی اللہ عنہ ہاتھ کٹ گیا وہ اسے لے کر حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن ڈالا اور اسے کلائی کے ساتھ جوڑا تو وہ جڑ گیا۔ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ دوبارہ نئے عزم کے ساتھ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں مشغول ہو گئے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ خلعت شہادت سے سرفراز کیے گئے۔

(سبل الہدیٰ: ص ۸۷، ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو جہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ابو جہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ابو جہل کی لاش کی تلاش میں نکلے۔ ایک جگہ پہنچے تو ابو جہل کو زمین پر گرا ہوا پایا وہ جاں بلب تھا اس کا تمام جسم فولادی زرہ میں چھپا ہوا تھا اس نے اپنی تلوار اپنی رانوں پر رکھی ہوئی تھی وہ نقاہت کے باعث اپنے کسی عضو کو جنبش نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو پہچان لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے اردگرد چکر کاٹا۔ جانکنی کے عالم میں بھی اس کی نخوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب اس کی چھاتی پر چڑھ گئے۔

تو وہ بولا

لقد رقیت مرتقی صعباً یارویعی انعم

ترجمہ: اے بکریوں کے نکمے چرواہے! تو نے بڑے دشوار زینہ پر قدم رکھا ہے۔

(سیرت ابن کثیر: ص ۴۵۵، ج ۲)

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ارد گرد چکر کاٹا۔ اپنی تلوار سے اس کا سر الگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر انہیں خیال آیا کہ ان کی تلوار پرانی اور بوسیدہ ہے۔ شاید اس کی گردن نہ کاٹ سکے۔ انہوں نے اپنی تلوار سے اس کے سر پر ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ انہیں یاد آ گیا کہ وہ کبھی ان کے بالوں کو کھینچا کرتا تھا۔ تلوار پر اس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے اس سے تلوار کھینچ لی۔ جانکنی کے عالم میں اس نے اپنا سر اٹھایا۔

اور پوچھا

لمن الدبرق

ترجمہ: فتح کس کی ہوئی۔

میں نے کہا:

للہ ورسولہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

میں نے داڑھی سے پکڑ کر جھنجھوڑا

اور کہا

الحمدللہ الذی احزاك یا عدواللہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اے اللہ عزوجل کے دشمن تجھے ذلیل کیا۔

میں نے اس کا خود اس کی گدی سے ہٹایا اور اس پر تلوار کا وار کیا۔ اس کی گردن کٹ کر سامنے جا گری۔ پھر میں نے اس کے ہتھیار زرہ لباس وغیرہ اتار لیا۔ پھر اس کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آیا۔

اور عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے دشمن ابو جہل کا یہ سر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

الحمدللّٰہ الذی اعز الاسلام واھلہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام کو اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سربسجود ہو گئے۔

پھر ارشاد فرمایا:

ہر امت میں فرعون ہوتا ہے امت مسلمہ کا فرعون ابو جہل تھا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۷۷، ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو جہل کے قتل کا سن کر حمد وثناء کرنا

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

ابو جہل کے قتل کی اطلاع جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی

تو کہا

"اللّٰہ اکبر۔ الحمدللّٰہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا تمام لشکروں کو شکست دی"۔

ٹانگیں کٹ گئی ہیں۔ تمام جسم زخموں سے چور چور ہے۔ سفر آخرت درپیش ہے۔ حیات مستعار کے صرف چند لمحے باقی ہیں۔ بایں ہمہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کا لاوا پھوٹ پھوٹ کر ابل رہا ہے اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر نگاہ واپسیں ڈالی۔

اور کہا

"ابلغ محمداً (علیہ الصلوٰۃ والسلام) انی لم ازل عدواللّٰہ

سائر الدھر والیوم اشد عدواۃ لہ“

ترجمہ: ”اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہوں اور اس وقت بھی ان کے بارے میں میرا یہ فدیہ عداوت بہت شدید ہے“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ازلی بدبخت کا یہ جملہ عرض کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس طرح میری امت بارگاہ خداوندی عزوجل میں جملہ امتوں سے افضل واعلیٰ ہے اسی طرح میری امت کا فرعون بھی تمام فرعونیوں سے زیادہ سنگدل اور کینہ توز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کو جب بحر احمر کی موجوں نے اپنے نرغہ میں لے لیا تو وہ کہہ اٹھا۔

”امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل“

ترجمہ: میں ایمان لایا کہ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے لیکن اس امت کا فرعون جب مرنے لگا تو اس وقت بھی اس کی اسلام دشمنی اور سرکشی میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہوگیا۔

(محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم): ص ۱۳۱-۱۳۲، ج ۳)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نرالے انداز ہیں۔ اتنے جنگ آزماؤں نے اس پر تلواروں کے پے در پے کئے لیکن یہ نہیں مرا۔ وہ عاجز و بے دست و پا ہوگیا۔ اٹھنے اور جنبش کرنے کی سکت باقی نہ رہی لیکن آخر دم تک اس کے ہوش وحواس سلامت رہے اس میں حکمت یہ تھی کہ اس پیکر نخوت و رعونت کو اس شخص کے ہاتھوں واصل جہنم کیا جائے جو مالی لحاظ سے کنگال جسمانی لحاظ سے ضعیف و نزار اور قبیلہ کے لحاظ سے بے یار و مددگار تھا۔ اسلام لانے کے جرم میں ابوجہل اس کے سر کے بال پکڑ کر اسے طمانچے رسید کیا کرتا۔ گالیاں بکتا اور طرح طرح سے ستایا کرتا تھا اور اس مسکین کلمہ گو میں یہ طاقت نہ تھی کہ کوئی جوابی کارروائی کر سکتا آج وہ نادار اور نحیف و نزار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی

چھاتی پر بیٹھ کر مونگ دل رہا ہے اس کے سر کو ٹھوکریں مار رہا ہے۔ اسے پاؤں تلے روندر ہا ہے۔ اس کا خود اتار کر اس کے ہاتھ سے اس کی شمشیر آبدار چھین کر اس کی گردن کو کاٹ رہا ہے وہ بے ہوش نہیں وہ ہوش میں ہے۔ اس تذلیل و رسوائی کا شعور رکھتا ہے لیکن دم نہیں مار سکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کمزور کلائی والے ہاتھوں سے اس کے سر غرور کو کاٹتے ہیں اسے اٹھا کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کے نیچے پھینک دیتے ہیں۔ اس فرمان الٰہی عزوجل کا عملی اظہار ابو جہل کی عبرت ناک اور المناک موت سے بخوبی ہو رہا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

(المنافقون:۸)

حالانکہ تمام عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقون کو اس بات کا علم نہیں۔

ابوذات الکرش کا قتل

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا وہ سرتاپا فولاد میں غرق تھا۔ اس کی دو آنکھوں کے بغیر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنی کنیت ابوذات الکرش رکھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا تو للکارا

تو کہا

انا ابوذات الکرش

ترجمہ: میں ابوذات الکرش ہوں۔

اگر ہمت ہے تو آؤ میرے مقابلہ میں

میں نے اپنا نیزہ تاک کر اس کی آنکھوں میں گھونپ دیا اس ایک ضرب سے ہی اس کا کام تمام ہو گیا لیکن نیزہ اس کے سر میں ایسا لگا کہ بڑی کوشش کے باوجود وہ نہ نکلا۔

آخر میں نے اپنا پاؤں اس کے چہروں پر رکھا اور اسے نکالنے کے لئے پورا زور لگایا وہ نیزہ تو اس کی آنکھوں سے نکل آیا لیکن اس کا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ نیزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مانگ لیا۔ انہوں نے پیش خدمت کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نیزہ واپس لے لیا۔ ان سے دوبارہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کا مطالبہ کیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے پھر لے لیا۔ ان سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مانگ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے میرے والد سے لے لیا۔ ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔ پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے طلب کر لیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان میں ہی رہ گیا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۸۰ ج ۴)

ابوالبختری بن ہشام کا قتل

ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ابوالبختری کا برتاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ شریفانہ تھا اس نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہیں پہنچائی۔ کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور اور مقید کرنے کے لئے رؤساء مکہ نے جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں محفوظ کر دیا تھا اس کو کالعدم کرانے میں اولین اور اہم کردار اسی نے انجام دیا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا تھا کہ وہ ابوالبختری کو قتل نہ کریں۔ میدان جنگ میں اس کا سامنا مجذر

بن زیاد البلوی سے ہو گیا۔ جو انصار کا حلیف تھا۔

انہوں نے ابوالبختری کو بتایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے اس کا ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ اللیثی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔

ابوالبختری نے مجذر سے پوچھا کہ

میرے اس دوست کا کیا بنے گا

مجذر نے کہا

بخدا ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔

ابوالبختری کہنے لگا

"لا واللہ اذا لاموتن انا وھو جمیعا"

ترجمہ: بخدا! ایسا ہرگز نہیں ہوگا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تا کہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے دوست کی قربانی کا بکرا بنایا۔

ابوالبختری نے اپنی تلوار بے نیام کی اور یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر پر حملہ کر دیا۔

لن یترک ابن حرۃ زمیلۃ

حتی یموت او یری بسیلہ

ترجمہ: کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ مر جائے یا اسے اپنا راستہ نظر آ جائے۔

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے مجذر نے ابوالبختری اور اس کے دوست کو قتل کر دیا۔

حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار کا ٹوٹ جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لکڑی دینا اور تلوار بننا

حضرت عکاشہ الاسدی رضی اللہ عنہ کفار سے جہاد کرنے میں مستغرق تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی دوڑے دوڑے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اور عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے اب میں کس سے لڑوں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لکڑی پڑی تھی وہی اٹھا کر دی۔
اور ارشاد فرمایا:

قاتل بهذا یا عکاشه

ترجمہ: اے عکاشہ رضی اللہ عنہ اس سے دشمنی کے ساتھ جنگ کرو۔
جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ کر لہرایا تو وہ ٹہنی تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا۔ اس کی رنگت سفید تھی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور انہیں موت کی گھاٹ اتارتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح نصیب فرمائی۔ یہ تلوار العون کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے بعد تمام غزوات میں وہ اسی تلوار سے جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک فتنہ انکار نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کے لئے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا اس میں بھی یہ پیش پیش رہتے یہاں تک کہ ایک جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ اسدی نے انہیں شہید کر دیا۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۳۶۴، ج ۲)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ

یہ عکاشہ وہی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مژدہ سنایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

توانہوں نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللهم اجعله منهم

ترجمہ: اے اللہ عز وجل! اسے توان میں کر دے۔
(سیرت ابن کثیر، ص ۴۴۶، ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی معجزات وکمالات تھے کہ جنہیں دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قلوب شیروں سے بھی طاقتور ہو جاتے تھے۔

حضرت سلمہ بن اسلم کی تلوار کا ٹوٹنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خشک کھجور کی ٹہنی دینا اور تلوار بن جانا

جنگ بدر کے ایک دوسرے مجاہد سلمہ بن اسلم بن الحریش کی تلوار بھی اثنائے جنگ ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی کھجور کی ایک خشک ٹہنی دے دی۔

اور ارشاد فرمایا:

اس سے دشمن پر وار کرو۔

انہوں نے جب اس شاخ کو ہاتھ میں لیا تو شمشیر خارا شگاف بن گئی۔ جنگ کے اختتام تک وہ اس سے دشمنی پر حملہ کرتے رہے اور انہیں موت کی گھاٹ اتارتے رہے یہ تلوار ان کی شہادت کے دن تک ان کے پاس رہی۔

"**فلم يزل حتى قتل يوم جسر ابی عبيدة**"

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نے واقعہ جسر میں شہادت پائی۔ یہ جنگ عہد فاروقی میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑی گئی۔

(سیرت ابن کثیر: ص ۴۴۷، ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ درست فرمانا

عاصم بن عمر بن قتادہ اپنے باپ عمر سے اور وہ اپنے باپ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

غزوہ بدر میں ان کی آنکھ کو تیر لگا۔ جس سے تمام ڈھیلا ان کے رخسار پر بہنے لگا لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ کر الگ کر دیں۔ انہوں نے اس کے بارے میں سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا۔

ارشاد فرمایا:

ہرگز نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اپنے دست اقدس سے اس بہتے ہوئے ڈھیلے کو واپس آنکھ میں ڈال دیا اور اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔

"وکان لایدری ای عینیہ اصیبت"

ترجمہ: انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان میں سے کون سی آنکھ پھوٹی تھی۔

ایک روز یہی عاصم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے پوتے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہیں حضرت عصام رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنایا اور پھر اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

انا بن الذی سالت علی الخد عینہ

وردت بکف المصطفیٰ ایما رد

ترجمہ: "میں اس مجاہد کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ جب اس کے رخسار پر بہنے لگی تھی اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی نے اسے لوٹا دیا تھا اور یہ لوٹانا کتنا ہی بہترین تھا"۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کفار کو پکڑ پکڑ کر قیدی بنانا

جب کفار قریش کے نامور افراد مارے گئے تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان جنگ سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانا چاہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب یہ بھگدڑ دیکھی تو انہوں نے انہیں اپنا قیدی بنانا شروع کیا۔ رسیوں سے ایک ایک دو دو کو باندھنے لگے۔ اسلام کی فاتح سپہ سالار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عریش سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ چند انصاری جاں بازوں کے ساتھ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے چاق و چوبند کھڑے تھے۔ وہ بھی کفار کی افراتفری اور مسلمانوں کا ان کو قیدی بنانے کا مشاہدہ کر رہے تھے لیکن ان کے چہرہ پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے سعد رضی اللہ عنہ! مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ کفار کو قیدی بنایا جائے۔

انہوں نے عرض کی

اجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بات پسند نہیں۔ یہ پہلا معرکہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اس میں ان کے زیادہ سے زیادہ افراد کو موت کی گھاٹ اتارنا میرے نزدیک ان کو زندہ رکھنے سے بہتر تھا۔ (سبل الھدیٰ: ص ۸۲ ج ۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب کفار میدان سے بھاگ رہے تھے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دست مبارک میں تلوار ہے اسے لہرا رہے ہیں اور کفار کا تعاقب فرما رہے ہیں اور زبان حق ترجمان سے یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ○ (سورہ القمر: ۵۴، ۴۶)

عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے

وعدہ کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مجھے اس آیت کا مفہوم اس روز معلوم ہوا۔

سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ کو فتح عظیم

معرکہ بدر سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ وقوع پذیر ہوا۔ صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور زوال آفتاب تک جاری رہی۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے فارغ ہوئے تو کسی نے مشورہ دیا کہ

عليك بالعير ليس دونها شيء

ترجمہ: (یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اب اس تجارتی قافلہ پر ہلہ بول دیجئے۔

اب ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

(سبل الہدیٰ، ص ۸۳، ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو اس وقت جنگی قیدی تھے اور ایک اسی سے بندھے ہوئے تھے جب انہوں نے یہ بات سنی تو یارائے سکوت نہ رہا۔

عرض کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ مناسب نہیں۔

پوچھا گیا

کیوں

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ پورا ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عباس رضی اللہ عنہ! تم سچ کہتے ہو۔

مطعم بن عدی کا لحاظ کیوں؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان جنگی قیدیوں کے بارے میں سفارش کرتا تو میں ان سب کو فدیہ لیے بغیر رہا کر دیتا۔ مطعم بن عدی نے شعب ابی طالب میں محاصرہ کو کالعدم کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس خدمت کا پاس تھا۔ (سبل الہدیٰ، ص ۸۳، ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جس جس کفار کے مرنے کی نشاندہی کی تو جنگ کے بعد وہیں پر مرا پایا گیا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ سے ایک روز قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گزرتے تو ارشاد فرماتے

"ھذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ ھذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ"

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یاھا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی۔

قریش کے رئیسوں کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ

اس جگہ فلاں کی لاش گری ہوگی۔ جنگ کے بعد مسلمانوں نے جب ان مرداروں کا جائزہ لیا تو ہر ایک کو وہاں ہی گرا ہوا پایا جہاں اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فوالذی بعثه بالحق ما اخطا والحدود التی حدها رسول الله صلی الله علیه وسلم

ترجمہ: مجھے اس ذات اقدس کی قسم! جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ ان حدود سے ذرا آگے پیچھے نہ تھے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔

(سبل الہدیٰ ص ۸۴ ج ۴)

کفار کی لاشوں کو کنویں میں ڈال کر مٹی سے ڈھانپ دینا

اگرچہ اسلام کے دشمن تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برداشت نہ کیا کہ ان کی لاشیں یوں ہی بے گور و کفن پڑی رہیں۔ کتے اور جنگلی جانور ان کو بھنبھوڑتے رہیں یا چیلیں اور کوے ان کو نوچتے رہیں بلکہ ان سب کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال کر اسے مٹی سے ڈھانپ دیا۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت کا ایک جلوہ ہے جس کی نظیر کسی فاتح کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ سب کو اس کنویں میں پھینک دیا گیا لیکن امیہ بن خلفا کی لاش ایک دن میں ہی سوج گئی اس نے زرہ پہنی ہوئی تھی۔ اس کو زرہ سے نکالنے لگے تو اس کا گوشت اور ہڈیاں بکھر گئیں اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ (سبل الہدیٰ ص ۸۴ ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر میں جنگ کے بعد تین دن قیام فرمانا

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب جنگ میں فتح یاب ہوتے تو تین روز

وہیں قیام فرماتے اور متعلقہ امور کا تصفیہ فرماتے۔ بدر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن قیام فرمایا۔ تیسرے روز حکم دیا کہ ناقہ پر پالان کہا جائے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔

بعض کہتے ہیں

رات کا وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چل کر اس کنویں پر آئے جس میں کفار قریش کی لاشیں ڈالی گئی تھیں کنویں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہو کر ندا دی۔

"یا اباجهل یا امیة بن خلف یا عتبة بن ربیعة یا شیبة بن ربیعة ایسرکم انکم اطعتم الله ورسوله؟ هل وجدتم ماوعدالله ورسوله حقافانی قدوجدت ماوعدنی ربی حقا"

ترجمہ: اے ابو جہل، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو کرتے تو کیا تم آج مسرور نہ ہوتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب عزوجل نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا۔

پھر ارشاد فرمایا:

"بئس عشیرة النبی کنتم لنبیکم کذ بتمونی و صدقنی الناس، اخر جتمونی و اوانی الناس وقاتلمونی ونصرانی الناس"

ترجمہ: اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تم بہت برے رشتہ دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں مرے ہوئے تین دن گزر گئے ہیں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم انہیں ندا فرما رہے ہیں۔ بے روح جسم کیسے گفتگو کر سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما انتم باسمع لما اقول منهم ان هم الان يسمعون ما اقول لهم غير انهم لا يستطيعون ان يردوا علينا شيئا"

ترجمہ: جو میں کہہ رہا ہوں۔ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اب وہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں لیکن وہ جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں"۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر کفار مکہ اپنی قبروں میں سنتے ہیں تو مسلمان بھی بعد از وفات بطریق اولیٰ سنتے ہیں۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایمان کی آزمائش

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند سعداء میں ہوتا ہے جنہوں نے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حقہ کو اس وقت جان و دل سے قبول کر لیا تھا۔ جبکہ ابھی دار ارقم کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بننے کا شرف نصیب نہیں ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ کے سربراہ آوردہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بن ربیعہ کے بیٹے تھے وہ عتبہ جو خاندانی وجاہت' دولت وثروت کے علاوہ اپنی عقل و دانش اور اپنے ذاتی فضائل کے اعتبار سے قریش کے جملہ خاندانوں میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ لیکن ان جملہ خوبیوں اور صفات کے باوجود اسلام اور نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پرلے درجہ کا دشمن تھا۔ اگرچہ ان کی عداوت میں ابو جہل کا اندھا تعصب اور اکھڑ پن اور عقبہ بن ابی معیط جیسے کفار کی کمینگی اور دنائت نہ تھی۔ اس کا شمار مکہ معظمہ کے زیرک' دانشمند اور عاقبت اندیش سرداروں میں ہوتا تھا لیکن اسلام کی بدخواہی میں وہ کسی سے پیچھے نہیں تھا۔ اسلام کی شاہین نے اس خانوادہ سے جہاں دولت ریاست' شہرت اور دین حق سے عداوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ابو حذیفہ کو تاکا اسے جھپٹا اور آغوش نبوت میں ڈال دیا۔ باپ چچا بھائی تمام خاندان کا ہر فرد لات وہبل کا پرستار اور اس کی سطوت وعظمت کا پاسبان بنا

ہوا تھا ایسے خاندان کے ایسے محتشم سردار کے بیٹے کا ان کے معبودوں کی خدائی کیخلاف علم بغاوت بلند کر دینا کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ اس سے تمام قبیلہ میں کہرام برپا ہو گیا۔ کون سی ایسی کوشش اور حیلہ تھا جو انہوں نے اپنے خاندان کے ایک اہم فرد کو اپنے حلقہ میں واپس لانے کے لئے استعمال نہ کیا۔ پیدائش سے اب تک جس ناز و نعم کا وہ خوگر تھا تمام بساط ہی الٹ دی گئی۔ محرومیوں اور مایوسیوں نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ اسے ہر وقت ستایا جاتا۔ نت نئی اذیت سے اس کا دل دکھایا جاتا لیکن اس مردِ حق پسند کی استقامت میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔ جب مکہ کی سرزمین تنگ ہو گئی تو پہلے اس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں کئی سال تک غریب الوطنی کے چرکے برداشت کیے ان کی رفیقہ حیات بھی حزن والم سے بھرپور جلاوطنی میں ان کے ساتھ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے مطابق محمد رکھا۔ اس طرح اپنے قلب حزیں کی تسکین کا سامان فراہم کریں۔ چند سال بعد حبشہ سے مکہ واپس آئے یہاں کی فضا انہیں برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی ان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو یہ بستۂ فتراک وفا پھر پھر اپنے اہل و عیال کو لے کر مرکز دین و ایمان مدینہ میں آ کر آباد ہو گیا۔ یہاں انہیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دید کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی۔ یہی چیز ان کے بے تاب دل اور بے قرار نگاہوں کے لئے تسکین و اطمینان کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ جرم عشق میں تیرہ چودہ سال کا عرصہ گوناگوں اذیتیں، سہتے سہتے جذبہ عشق جواں ہو گیا۔ اسی اثناء میں غزوہ بدر پیش آیا وہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں انہیں دو مزید آزمائشوں سے گزرنا پڑا وہ دونوں آزمائشیں اتنی بھیانک اور سخت تھیں کہ اگر ان سے پہاڑوں کو بھی آزمایا جاتا تو وہ ہول امتحان سے ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن یہ ان کے رب کریم عزوجل کی توفیق اور ان کے ایمان کی بے پایاں قوت تھی جس کے باعث وہ ان دونوں امتحانوں میں سرخرو ہو کر

نکلے۔

پہلی آزمائش

پہلی آزمائش کا انہیں اس وقت سامنا کرنا پڑا جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کفار کی لاشوں کو ایک پرانے گڑھے میں پھینک دینے کا حکم دیا۔ وہ لاشیں گھسیٹ کر لائی جا رہی تھیں اور اس گڑھے میں پھینکی جا رہی تھیں۔ اسی اثناء میں ان کے باپ عتبہ کی لاش لائی گئی جس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار جوہر دار نے دولخت کر کے زمین پر پھینک دیا تھا اسے بھی اس گڑھے میں لڑھکا دیا گیا۔ یہ منظر ابوحذیفہ کے لئے بڑا حوصلہ شکن اور صبر آزما تھا ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ ان کی اس کیفیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ان کے دل میں جو غم و اندوہ کا جو طوفان برپا تھا۔ اس پر آگاہی پاتے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا:

یا ابا حذیفة لعلك قد داخلك من شان ابیك شئ

ترجمہ: اے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ! اپنے آپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا۔

اس سراپا ادب و نیاز غلام نے عرض کی

"لا واللہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ماشککت فی ابی ولافی مصرعه ولکن کنت اعرف من ابی رایا و حلماً وفضلا وقد کنت ارجوا ان یھدیه ذالك الی الاسلام فلما رایت ما اصابه وذکرت مامات علیه من الکفر بعدالذی کنت ارجواله احز ننی ذلك"

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے حلیم اور

اچھی صفات مالک خیال کرتا تھا مجھے امید تھی کہ اس کی یہ خوبیاں اسے اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو دیکھا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۷۸، ج ۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر انہیں اپنی دعائے خیر سے نوازا۔

دوسری آزمائش

دوسری آزمائش جس سے انہیں دوچار ہونا پڑا وہ اس سے بھی سنگین تر تھی اور اسی غزوہ کے دوران انہیں پیش آئی۔

جب میدان جنگ میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ارشاد فرمایا کہ

بنو ہاشم کے جو افراد لشکر کفار کے ساتھ یہاں آئے ہیں وہ اپنی مرضی سے نہیں آئے بلکہ انہیں زبردستی لایا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی تمہارے سامنے آئے تو اسے قتل نہ کرنا۔

نیز

ارشاد فرمایا

اگر ابوالبختری کسی کے دوبدو ہو تو اسے بھی قتل نہ کیا جائے اور جو شخص عباس بن عبدالمطلب کے مدمقابل آئے تو وہ انہیں بھی قتل نہ کرے کیونکہ انہیں بھی جبراً ساتھ لایا گیا ہے۔ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا باپ عتبہ، چچا شیبہ، بھائی ولید مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ انہوں نے جب یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنا تو وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا:

"نقتل اباء نا واخواننا وعشیرتنا و نترك العباس، والله لئن لقیته لالجمنه بالسیف"

ترجمہ: ہم تو اپنے باپوں، بھائیوں، قریبی رشتہ داروں کو تہ تیغ کر دیں اور عباس کو کچھ نہ کہیں انہیں چھوڑ دیں یہ کیسے ممکن ہے۔ بخدا اگر میرا مقابلہ عباس سے ہوا تو میں اپنی تلوار سے ان کے منہ میں لگام دوں گا۔

ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

"یا اباحفص، ایضرب وجه عم رسول الله صلی الله علیه وسلم بالسیف"

ترجمہ: اے اباحفص! کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے چہرہ پر تلوار سے ضرب لگائی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت عطا فرمایئے میں ابوحذیفہ کی گردن اڑا دوں، بخدا وہ منافق ہو گیا ہے۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے تند جذبات کی رو میں بہتے ہوئے یہ جملہ نکل گیا لیکن عمر بھر اس پر پریشان رہے اور اظہار افسوس کرتے رہے۔

کہا کرتے

"ما انا بامن من تلك الكلمة التی قلتها یومئذ والازال منها خائفا الاان تکفرها عنی الشهادة"

ترجمہ: میں نے اس دن جو بات کہی تھی میں اس کے انجام سے اب تک ترساں ولرزاں ہوں۔ اس کے اثر بد سے میری رستگاری کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا شرف عطا فرما دے تاکہ راہ حق میں میری شہادت میرے اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔

(محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، ص ۴۴۷، ج ۳)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تمنا کو پورا کیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے باغی مسیلمہ کذاب کیخلاف جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردی۔

(رضی اللہ عنہ وجزاہ عنا وعن الاسلام خیر الجزاء)

ابوجہل کی لاش کو گھسیٹا جانا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوطالب کو یاد کرنا

جب حضرت ابوجہل کو گھسیٹ کر اس کنویں میں پھینکا جانے لگا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ ہماری تلواریں مشرکین کے سرداروں کے ساتھ ٹکرائی ہیں۔

اس ارشاد میں ان اشعار کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابوطالب نے کہے تھے۔

کذبتم و بیت اللہ نخلی محمدا

ولما نطاعن حولہ و نناضل

ترجمہ: خانہ خدا کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد گھیرا ڈال کر ہم نیزوں اور تلواروں سے جنگ نہیں کریں گے۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ

ونذھل عن ابناء نا والحلائل

ترجمہ: اور ہم آپ کو ان کے سپرد کردیں گے اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں آپ کے اردگرد بکھری پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں۔

وانا لعمر اللہ ان جد ماری

لتلبسن اسیافنا بالاماثل

ترجمہ: اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جو میں دیکھ رہا ہوں اگر وہ پروان چڑھا تو ہماری تلواریں ان کے سرداروں کے جسموں کو کاٹ رہی ہوں گی۔

مشرکین کے ستر مقتولوں میں چند آدمی وہ بھی تھے جنہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو وہ دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ہجرت نہ کر سکے ان کے خاندان والوں نے انہیں ہجرت کرنے سے روک دیا ہے یہاں تک کہ جب جنگ بدر کی نوبت آئی تو وہ لشکر کفار میں شریک ہو کر میدان بدر میں پہنچے اور قتل ہوئے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

(سورۃ نساء: ۹۷)

بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان کی روحوں کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں پر فرشتوں نے انہیں کہا کہ تم کس شغل میں تھے۔ انہوں نے کہا ہم تو بے بس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا کیا نہیں تھی اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ تاکہ تم ہجرت کرتے اس میں یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر آنے کی جگہ ہے۔

مکۃ المکرمہ میں کفار کی شکست پر کہرام مچ جانا

ابو جہل کی قیادت میں اہل مکہ کا جو لشکر اپنے تجارتی قافلہ کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لئے نکلا تھا۔ اسے کافی دن گزر چکے تھے۔ اہل مکہ اپنے لشکر کے انجام کے بارے میں جاننے کے لئے سخت بے چین تھے وہ شہر باہر نکل کر کسی قاصد کا انتظار کرتے رہتے جس روز مسلمانوں نے میدان بدر میں کفار کو شکست فاش دی اسی روز

ایک ہاتف غیبی کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ نظر نہیں آرہا تھا۔

ازار الحنیفیون بدرا وقیعة
سینقض منھار کن کسریٰ و قیصرا

ترجمہ: کیا ملت حنیفیہ کے پیروکاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس نے کسریٰ اور قیصر کے محلات کی دیواروں کو گرا دیا ہے۔

ابادت رجالًا من لوی وابرزت
خرائد یضربن الترائب حسرا

ترجمہ: اس سانحہ نے لوئی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ننگی چھاتیوں کو پیٹ رہی تھیں۔

فیاویح من امسی عدو محمد
لقد جار عن قصد الھدی و تحسیرا

ترجمہ: پس کتنا بدبخت ہے وہ شخص جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہے اس نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سراسیمہ ہو گیا"۔

سننے والوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ
یہ حنیفیوں کون ہیں۔
کسی نے بتایا کہ
وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب (کرام علیہم الرضوان) ہیں کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف (علیہ السلام) کے مذہب پر ہیں یہ وہی دن

تھا جس دن مسلمانوں نے کفار مکہ کی رعونت کا کچومر نکال دیا تھا۔

یہ اشعار سن کر اہل مکہ کی سراسیمگی کی حد نہ رہی۔ میدان جنگ سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ الحیسمان بن ریاس الخزاعی تھا۔ لوگوں نے جب اسے دیکھا۔

تو پوچھا

ماورآء ك

ترجمہ: تم پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو۔ لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا۔

اس نے کہا

عتبہ

شیبہ

پسران ربیعہ

ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل)

امیہ بن خلف

زمعہ بن اسود

نبیہ

منبہ پسران حجاج

ابوالبختری کے علاوہ کئی دیگر رؤساء قریش جنگ میں مارے گئے ہیں۔

صفوان بن امیہ اس وقت حجر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ اعلان سنا

تو کہنے لگا

یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش و حواس اڑ گئے ہیں اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ وہ اسی قسم کا بے سروپا جواب دے گا لیکن جب الحیسمان سے صفوان کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو اس نے کہا

وہ سامنے حجر میں بیٹھا ہوا ہے۔ بخدا میں نے اس کے باپ اور بھائی کی لاشوں کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت ابورافع جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ

میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ اسلام کی روشنی ہمارے گھر میں داخل ہو چکی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا ان کی رقمیں بہت سے لوگوں کے ذمہ واجب الادا تھیں اس لئے وہ اپنی قوم کی کھل کر مخالفت نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں وہ ان کی رقمیں دبا نہ لیں۔ ابولہب بھی لشکر کفار کیساتھ نہیں گیا تھا بلکہ مکہ میں رہ گیا تھا۔ اس نے جب شکست کی یہ اندوہناک خبر سنی تو اس کے غم واندوہ کی حد نہ رہی لیکن ہمیں (ابورافع) ان کی اس شکست سے بڑی مسرت ہوگی اور ہم اپنے آپ کو بہت طاقتور محسوس کرنے لگے۔

ابورافع کہتے ہیں کہ

میں زم زم کے حجرے میں تیر بنایا کرتا تھا ایک روز میں اپنے حجرہ میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا اور ام الفضل بھی وہاں بیٹھی تھیں۔ اتنے میں اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے ابولہب وہاں آ گیا۔ اس کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ حجرہ کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی۔

اچانک لوگوں نے کہا۔

یہ ہے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ ابھی ابھی میدان جنگ سے واپس آیا ہے۔

ابولہب بولا

اے بھتیجے! ادھر آؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہاں تم پر کیا گزری۔ دوسرے لوگ بھی تازہ

حالات سننے کے لئے ابوسفیان کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اس نے جنگ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

واللہ ماھوالا ان لقینا القوم فمنحناھم اکتافنا یقتلوننا کیف شاء وا ویا سروننا کیف شاء وا

ترجمہ: ''بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیئے پھر جس طرح ان کی مرضی تھی وہ ہمیں نہ تیغ کرتے گئے اور جس طرح ان کی مرضی تھی وہ باقی ماندہ لوگوں کو اسیر بناتے گئے''۔

بخدا بایں ہمہ میں ان کی ملامت نہیں کرتا کیونکہ ہمارا مقابلہ سفید لباس میں ملبوس ان لوگوں سے ہوا جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زمین و آسمان کے درمیان صفیں باندھے کھڑے تھے ایسے لوگوں سے مقابلہ کرنے کی کیسے جرات ہو سکتی تھی۔

ابورافع کہتے ہیں کہ

یہ بات سن کر میں نے کہا! خدا کی قسم! یہ فرشتے تھے۔ ابولہب میری بات سن کر غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ اس نے ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر مارا۔ پھر اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور میری چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے گھونسے مارنے لگا۔ میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام الفضل سے اپنے غلام کی یہ رسوائی دیکھی نہ جا سکی۔ وہ اٹھیں ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری۔ اس کے باعث اس کا خون بہنے لگا۔

ام الفضل نے ابولہب کو جھڑکتے ہوئے کہا

اس کا مالک یہاں موجود نہیں اور تو اسے کمزور سمجھنے لگا ہے۔ میں تمہارا دماغ درست کر دوں گی۔ چنانچہ ابولہب ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

کفار مکہ کا مقتولین بدر پر نوحہ اور ماتم

اہل مکہ کو جونہی اپنے عزیز و اقارب کے مقتول ہونے کی اطلاعیں ملیں گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ ہر طرف سے گریہ زاری۔ آہ و فغان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ دلدوز اور جگر سوز چیخوں نے مکہ کی تمام فضا کو سوگوار بنا دیا۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال منڈوا دیئے۔ اپنے مقتول عزیز کی سواری کے جانور کو لے آتیں اور اس کے اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہو جاتیں اور سینہ کوبی کرتیں۔ پھر اس جانور کو گھوڑا ہوتا یا اونٹ لے کر گلیوں میں گھومتیں اور نوحہ و فریاد کرتیں اور گریباں پھاڑ ڈالتیں۔ یہ شرمناک سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۱۰۳، ج ۴)

کفار مکہ کا بے ہوش ہونا اور ایک ماہ بعد آنکھ کھلنا

انہوں نے ان گھوڑوں اور اونٹوں کی کونچیں کاٹ دیں وہ سب قیمتی جانور تڑپ تڑپ کر بھوکے پیاسے ہلاک ہو گئے۔ ایک ماہ بعد انہیں ہوش آیا کہ ہماری اس گریہ زاری اور نوحہ گری سے تو مسلمان ہو رہے ہوں گے اس لئے ہمیں ایسی حرکتوں سے باز آنا چاہئے۔ جن سے ہماری دشمنوں کو خوشی ہو۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج کے بعد کوئی بھی اپنے مقتول پر آہ و فغاں نہیں کرے گا۔ انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے وہ کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے ورنہ مسلمان ان سے گراں بہا فدیہ ادا کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ تم اپنے اسیروں کو بالکل فراموش کر دو۔ مسلمان کب تک ان کے خورد نوش کا بوجھ اٹھائیں گے۔ تنگ آ کر خود بخود انہیں رہا کر دیں گے۔ اسود بن مطلب کے دو جواں لڑکے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ اس جنگ میں مارے گئے تھے۔ وہ رو رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ قوم کے اجتماعی فیصلہ کے باعث وہ اس بات کا پابند تھا کہ اپنے قلبی حزن و ملال کا کسی طرح اظہار نہ کرے اچانک ایک رات کسی رونے والی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی اس کی اپنی بینائی جاتی رہی اس نے

اپنے غلام کو آواز دی کہ جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر آہ و بکا کی۔ رونے پیٹنے کی اجازت دے دی ہے تاکہ میں بھی رو پیٹ کر اپنے بیٹے ابوحکیمہ (زمعہ) کے قتل کے غم کو ہلکا کر سکوں۔ غلام دوڑا ہوا گیا اور واپس آ کر اس نے اپنے مالک کو بتایا کہ وہ تو ایک عورت رو رہی تھی جس کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ یہ سن کر اسود کے زخم خوردہ دل میں جذبات کا طوفان برپا ہو گیا اور فی البدیہہ اس نے یہ شعر نظم کیجئے۔

تبکی ان اضل لها بعیر

ویمنعها من النوم السهود

ترجمہ: وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔

فلاتبکی علی بکرو لکن

علی بدر تقاصرت الجدود

ترجمہ: اسے کہو کہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے اور اگر رونا ہے تو سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔

وبکی ان بکیت ابا عقیل

وبکی حارثا اسد الاسود

ترجمہ: اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل اور حارث کے قتل پر رو جو شیروں کے شیر تھے۔

وبکیهم ولا تسمی جمعیا

ومالابی حکیمة من ندید

ترجمہ: ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو ابی حکیمہ (زمعہ) کا تو کوئی ہمسر ہے ہی نہیں۔

الاقد ساد بعدهم رجال

ولولا یوم بدر لم یسود

ترجمہ: اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جند بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے۔

ایک دفعہ اسود کی اذیت رسانیوں سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی عزوجل میں اس کے بارے میں عرض کی تھی۔

"بان یعمی اللہ بصرہ ویثکل ولدہ"

ترجمہ: الٰہی عزوجل! اس کور باطن کو اندھا کر دے اور یہ اپنے بیٹوں کی موت پر روئے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درخواست کو قبول فرمایا پہلے اس کی آنکھیں بینائی سے محروم کر دی گئیں اور جنگ بدر میں اسے اپنے تین جواں سال بچوں کے قتل ہونے پر ماتم کرنا پڑا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۱۰۳، ج ۴)

اہل مدینۃ المنورہ کو فتح وظفر کی خوشخبری سنانا

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت علیل تھیں ان کی تیمارداری کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں ٹھہریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا حکم دیا۔

لشکر اسلام فتح وظفر کے پرچم لہراتا ہوا جب "اثیل" کے مقام پر پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ آگے چلے جائیں اور اہل مدینہ کو اسلام کی فتح وظفر کی خوشخبری سنائیں۔ یہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلّہ عالیہ کی طرف گئے وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند اعلان کیا۔

اے گروہ انصار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی آپ کو خوشخبری ہو. بہت سے مشرک قتل کر دیئے گئے اور بہت سے جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے حجاج کے دونوں بیٹے، ابو جہل، زمعہ بن اسود، امیہ بن خلف کو تہ تیغ کر دیا گیا اور سہیل بن عمرو کے علاوہ بہت سے مکہ کے رئیسوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ لوگوں کو اس اعلان کو صحیح تسلیم کرنا بڑا مشکل تھا۔

عاصم بن عدی کہتے ہیں کہ

میں یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں لوگوں سے الگ لے جا کر کہا

احقا ماتقول یا بن رواحة

ترجمہ: اے رواحہ کے فرزند! کیا تم سچ کہہ رہے ہو

انہوں نے کہا

ای واللہ

ترجمہ: بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں

کل صبح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ تم خود دیکھ لو گے۔ مکہ کے جنگی اسیر پابہ زنجیر ساتھ ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انصار کے گھر گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ بچے خوشی سے دیوانہ وار گلیوں میں دوڑ رہے تھے۔

اور یہ کہہ رہے تھے۔

قتل ابو جہل الفاسق

ترجمہ: فاسق و فاجر ابو جہل قتل کر دیا گیا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ناقہ پر سوار تھے۔ وہ مدینہ منورہ کے نشیبی محلّہ کی طرف مژدہ سنانے کے لئے چلے گئے۔ جب عید گاہ تک پہنچے تو اعلان کرنا شروع کر دیا۔ عتبہ و شیبہ، حجاج کے دونوں بیٹے، ابو جہل، ابوالبختری، زمعہ امیہ وغیرہ کو موت کے

گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کے چیدہ سرداروں کو قید کر لیا گیا۔ بعض لوگوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔

وہ کہنے لگے

ماجآء زید الافلا

ترجمہ: زید رضی اللہ عنہ تو بھاگ کر آ گیا ہے۔

ان کے بیٹے اسامہ کہتے ہیں کہ

مجھے بھی اس وقت تک تسلی نہ آئی جب تک میں نے قیدیوں کو خود دیکھ نہ لیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مژدہ لے کر مدینہ منورہ اس وقت پہنچے جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر کے ان کے مرقد پر مٹی ڈال رہے تھے۔ منافقین دل ہی دل میں بڑے سرور تھے۔ انہیں یہ خوش فہمی تھی کہ قریش مکہ کا لشکر جرار مسلمانوں کی اس مختصر سی فوج کو تہ تیغ کر کے رکھ دے گا اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ایک منافق نے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ پر سوار دیکھا تو اس کو یارائے ضبط نہ رہا۔

اس نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تمہارا لشکر ایسا تتر بتر ہوا ہے کہ پھر ان کے مجتمع ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قتل کر دیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہو گئے ہیں۔

اس نے کہا

وھذہ ناقته نعرفھا وھذا ید لایدری مایقول من الرعب وجآء فلا

ترجمہ: جس ناقہ پر زید سوار ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصوری ہے۔ ہم اسے بخوبی پہچانتے ہیں اور زید تو اہل مکہ کے خوف سے مرعوب ہو

کر یہ اعلانات کر رہا ہے یہ خود بھگوڑا ہے میدان جنگ سے بھاگ کر آیا

ہے۔

یہود کی بھی یہ ہی رائے تھی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اپنے والد سے پوچھا:

ابا جان! جو آپ کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ حق ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں رحمۃ اللہ علیہ

یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی کہ پھر میں نے اس منافق کو کہا کہ

تم جھوٹ بک رہے ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں گے میں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بتاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا سر قلم کر دیں گے۔

منافق گھبرا کر کہنے لگا کہ

میں نے تو سنی سنائی بات کہی تھی یہ میری اپنی رائے نہیں تھی۔

کثیر مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان باز مجاہدین کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جنگی قیدیوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا۔ اموال غنیمت کی کثیر مقدار اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ اس جنگ میں مالِ غنیمت کثیر مقدار میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ اس میں ایک سو پچاس اونٹ، مختلف قسم کا سامان، چمڑے کے دستر خوان پارچات کثیر مقدار میں رنگا ہوا چمڑہ۔ مشرکین یہ سامان تجارت کے لئے ساتھ لائے تھے۔ دس گھوڑے کثیر مقدار میں ہتھیار۔ ابوجہل کا مشہور اونٹ۔ یہ سب چیزیں مسلمانوں کو غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ یہ اونٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھا اور اس پر سوار ہو کر غزوات میں تشریف لے

جاتے تھے۔حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانوروں میں اس کو بھی لے جایا گیا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۹۴ ج ۴)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حاضر ہونا

عصر کے وقت یہ کاروان اثیل کے مقام پر پہنچا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے ان کا چہرہ بھی گرد آلود تھا۔

آ کر عرض کی

اے اللہ عزوجل کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک میرا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی نہ ہو واپس نہیں آنا۔

"ھل رضیت"

ترجمہ: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔

ارشاد فرمایا:

میں راضی ہوں۔تمہیں واپسی کی اجازت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح وظفر کے پرچم لہراتے ہوئے جب الروحاء کے مقام پر پہنچے تو اہل مدینہ کے سرکردہ لوگ ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرنے کے لئے وہاں پہنچ گئے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مبارکباد پیش کیں۔پیشوائی میں آنے والوں میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔انہوں نے بڑی نیازمندی سے گزارش کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

بخدا! میرے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدف ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ہے۔ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ دشمن کے لشکر سے ٹکرانا ہے تو میں کبھی پیچھے نہ رہتا۔ اپنے غلام کی یہ گزارش سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صدقت

(اے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) تم نے سچ کہا ہے۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۴۷۲، ج ۲)

جب اہل مدینہ نے مجاہدین کو مبارکیں دیں تو سلمہ بن سلامہ بن وقش نے پوچھا: تم کس بات کی ہمیں مبارک دے رہے ہو۔

"ما الذی تھنئونا بہ۔ واللہ ان لقینا الا عجائز صلعا کالبدن المعقلة فنحرناھا"

ترجمہ: بخدا! ہمارے مقابلہ میں گویا بوڑھی گنجی عورتیں تھیں۔ ان اونٹنیوں کی طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔

اپنی اس بات سے وہ لشکر کفار کی تحقیر کر رہے تھے۔ گویا وہ کمزور لوگوں کا ایک انبوہ تھا اور ہمارے سامنے ان کی کوئی وقعت نہ تھی۔ ہم نے ان کو اس طرح آسانی سے ذبح کر دیا جس طرح بندھی ہوئی بوڑھی اونٹنی کو ذبح کرتے ہیں۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غلام کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے۔ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری جان و مال ماں و باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکان پر قربان ہوں)

ارشاد فرمایا:

وہ بوڑھی عورتیں تو نہ تھیں وہ لوگ تو وہ اپنے قبیلوں کے نامور سردار اور بہادر رئیس تھے۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۴۷۳، ج ۲)

اسیران جنگ بشمول عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث ہمرکاب تھے۔ اموال غنیمت کی نگرانی کے لئے حضرت عبداللہ بن کعب البخاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا:

''مضیق الصفراء'' سے گزرتے ہوئے ایک ٹیلہ کے قریب نزول فرمایا۔ یہ ٹیلا مضیق اور نازیہ کے درمیان تھا۔ اس جگہ تمام مجاہدین کے درمیان اموال غنیمت کو تقسیم کیا گیا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا گیا۔ ان جنگی قیدیوں میں دو قیدی عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث اسلام دشمن میں سب سے پیش پیش تھے۔ صفراء کے مقام پر نضر بن حارث کو قتل کیا گیا اسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ عرق الذبیحہ پہنچے تو عقبہ کا سر قلم کیا گیا جب اسے قتل کیا جانے لگا۔

تو وہ بولا

میری چھوٹی بچیوں کا کون پرسان حال ہوگا۔

ارشاد فرمایا:

آگ

اس کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتار دیا جب عاصم اسے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔

تو اس نے کہا

ان سب قیدی قریشیوں کو چھوڑ کر صرف مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔

حضرت عصام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علی عداوتك الله ورسوله

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری عداوت کی وجہ سے

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شخص نے جو زیادتیاں میرے ساتھ کی ہیں کیا تم انہیں جانتے ہو۔ ایک روز مقام ابراہیم کے پیچھے جب میں سربجود تھا۔ تو یہ آیا اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھا اور اس کو خوب دبایا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔

پھر ایک دفعہ آیا میں حالت سجدہ میں تھا۔ اس نے بدبودار اوجھ میری گردن پر آ کر ڈال دیا۔ وہ اوجھ میرے سر پر پڑا رہا۔ یہاں تک کہ میری بچی فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی۔ اس نے اسے اتار پھینکا اور میرے سر اور گردن کو دھویا۔ (سیرت ابن کثیر' ص ۴۷۳' ج ۲)

یہ دونوں نبی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ نضر بن حارث ذات پاک حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں اشعار لکھا کرتا تھا۔ اس کی بہن قتیلہ بنت حارث کو جب اپنے بھائی نضر بن حارث کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے ایک دردناک مرثیہ لکھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مرثیہ سنو فرمایا۔ اگر یہ اشعار اس کے قتل سے پہلے میں نے سنے ہوتے تو میں اس کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیتا۔

(سیرت ابن کثیر' ص ۴۷۴' ج ۲)

بعض علماء سیرت نے اسے مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے کہ

فتح مکہ کے موقع پر دیگر نو مسلموں کے علاوہ نضر کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ مرحمت فرمائے تھے وہ نضر نہیں تھا۔ اس کا بھائی نضیر تھا۔ نام کی مقاربت کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ نضیر کو جس شخص نے یہ مژدہ سنایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سو اونٹ مرحمت فرمائے ہیں۔ انہیں میں سے اسے بھی اس مژدہ سنانے کی خوشی میں کچھ اونٹ دیئے۔

نضیر نے خیال کیا کہ

شائد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تالیف قلب کے لئے یہ عطیہ دیا ہے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں اسلام قبول کرنے پر کوئی رشوت نہیں لوں گا۔

بعد میں اس مسئلہ پر غور کیا کہ نہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اونٹ طلب کیے تھے اور نہ اس کے بارے میں سوال کیا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھے یہ انعام دیا ہے۔ اس کو قبول نہ کرنا بے ادبی ہے۔ چنانچہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عطیہ کو بعد تشکر قبول کر لیا اور انہیں اس

شخص کو دس اونٹ دیئے جس نے سب سے پہلے اسے یہ خوشخبری سنائی تھی۔

(محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۴۶۶، ج ۲)

جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

دوسرے روز جب ستر جنگی قیدی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان کے قیام و طعام کے انتظام کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان توجہ مبذول فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان حسب حیثیت تقسیم کر دیا اور ایک کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنے حصہ کے قیدیوں کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھیں۔ ابو عمیر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا سگا بھائی تھا۔ وہ خود بتاتے ہیں کہ بدر کے روز کعب نامی ایک انصاری میرے بازو باندھ رہا تھا کہ میرے سگے بھائی مصعب بن عمیر میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے میری سفارش کرنے کی بجائے اس انصاری کو کہا کہ اس کے دونوں بازوؤں کو خوب کس کر باندھو۔ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے وہ تمہیں گراں قدر فدیہ ادا کر کے اس کو چھڑائے گی۔ میں مدینہ پہنچا تو مجھے ایک انصاری کے حوالے کر دیا گیا۔ صبح و شام جب اس انصاری کے اہلخانہ کھانا کھاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں کے چند دانوں پر اکتفا کرتے۔ جب ان میں سے کسی کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا آ جاتا تو وہ اسے پھونک کر اس کی گرد صاف کر کے مجھے پیش کر دیتے۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی میں وہ ٹکڑا انہیں دینے پر اصرار کرتا لیکن وہ اس ٹکڑے کو ہرگز نہ لیتے اور بضد ہوتے کہ میں ہی اسے کھاؤں۔ ابو عزیز کفار میں ایک اہم شخصیت تھے۔ نضر بن حارث کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کے لشکر کا یہی علمبردار تھا۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ابو الیسر انصاری کو کہا کہ اسے خوب کس کر باندھو تو ابو عزیز نے اپنے بھائی کی بات سن کر اسے کہا:

یا اخی ھذہ وصاتک بی

ترجمہ: میرے بھائی میرے لیے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو۔

تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انہ اخی دونک

ترجمہ: میرا یہ بھائی ہے تم میرے بھائی نہیں ہو۔

سب سے گراں قیمت فدیہ ابوعزیز کی والدہ سے طلب کیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اپنے بیٹے کو آزاد کروانا چاہتی ہوں تو چار ہزار درہم ادا کرو۔ اس نے یہ فدیہ ادا کیا اور اس طرح اپنے بیٹے کو آزاد کرایا۔ کچھ عرصہ بعد ابوعزیز مشرف با اسلام ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظفر و منصور ہو کر ۲۲ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے۔ انصار کی بچیوں نے دف بجا بجا کر ان اشعار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ الوداع کے مقام سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اس فتح مبین نے دشمنان اسلام کے چھکے چھڑا دیئے۔ عبداللہ بن ابی جیسے بد باطن نے بادل نخواستہ ظاہر داری کے لئے اسلام قبول کیا۔ یہودیوں کے دل بھی اس شان و شوکت کو دیکھ کر لرز گئے۔ انہوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ وہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کی مدح و ثناء تورات میں مذکور ہے۔ (سبل الہدیٰ ص ۹۸ ج ۴)

بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک طویل حدیث کے آخر میں فرمایا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کا خیال فرمائیں۔ان سے فدیہ لے لیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا

ان کو قتل کر دیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر دونوں متفق ہو جاتے تو میں تم سے اختلاف نہ کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کیا۔تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ وہ قیدی بنائے حتیٰ کہ وہ زمین اچھی طرح خون بہائے۔ (الانفال ۶۷)

(معجم الکبیر، ص ۳۴۷، ج ۱۱)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔

اس کے آخر میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

جنگ بدر میں مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کافروں کو گرفتار کیا۔جب انہوں نے ان کو قید کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

اے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمزاد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کے لوگ ہیں۔

میری یہ رائے ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ لے لیں۔ اس سے ہمیں کفار کیخلاف قوت حاصل ہوگی۔ امید ہے ان کو اللہ اسلام کی ہدایت دے دے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری کیا رائے ہے اے ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

انہوں نے کہا

نہیں، خدا کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری وہ رائے نہیں ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ

ہم ان پر قدرت پا کر ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علی، عقیل کی گردنیں اڑا دیں اور میں فلاں کی گردن اڑا دوں کیونکہ یہ کفار کے ائمہ اور صنادید ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف میلان فرمایا اور میری رائے کی طرف میلان نہیں فرمایا۔ دوسرے دن جب میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے تھے۔

میں نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں۔ اگر مجھے از خود رونا آ گیا تو میں روؤں گا ورنہ میں کوشش کر کے روؤں گا۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے اصحاب کرام علیہم الرضوان نے فدیہ کی رائے دی تھی۔ اس کے سبب اس درخت تک ان کا عذاب آ چکا تھا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ وہ قیدی بنائے حتیٰ کہ وہ زمین میں کافروں کا اچھی طرح خون بہائے۔ (۶۷،۶۹)

(صحیح مسلم، ص ۵۸، حدیث ۱۷۶۳)

حضور ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور باقی تجاویز کو مسترد کر دیا۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست کیوں رو رہے ہیں تا کہ اگر میں رو سکوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر میں بھی روؤں اور اگر مجھے رونا نہ آئے تو کم از کم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ) دونوں کا اتباع کرتے ہوئے رونے والی شکل بنالوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابکی للذی عرض علی اصحابك من اخذ هم الفدآء

ترجمہ: تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا اس کے لئے رو رہا ہوں۔ اس رائے کے باعث جو عذاب نہیں دیا جانے والا تھا وہ اس درخت سے بھی نزدیک تر میرے سامنے پیش کیا گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورہ انفال: ۶۷)

نہیں مناسب نبی کے لئے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کرلے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔

یارسول اللہ ﷺ اگر اجازت دیں تو عباس کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بعض انصار نے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت فرمائیں تو اپنے بھانجے عباس کو فدیہ لیے بغیر رہا کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم انہیں ایک درہم بھی معاف نہیں کریں گے۔ فدیہ کے لئے کوئی خاص مقدار معین نہ تھی۔ ہر شخص سے حسب حیثیت فدیہ لیا جاتا تھا۔ کسی سے چار ہزار درہم، کسی سے دو ہزار درہم، نادار لوگوں سے کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ بلاعوض انہیں رہا کر دیا گیا۔

(سبل الہدیٰ، ص ۱۰۵، ج ۴)

سب سے پہلا کون سا قیدی رہا کیا گیا

اسیران جنگ میں ایک قیدی ابو وداعہ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اس شخص کا لڑکا بڑا زیرک اور مالدار ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آنا چاہتا ہے۔ جب قریش نے فیصلہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے رشتہ داروں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہا کرانے میں ہرگز جلدی نہ کرنا انہیں تو یہ کہا اور خود وہاں سے کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا اور چار ہزار فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ پہلا قیدی تھا جسے فدیہ لے کر مسلمانوں نے آزاد کیا۔ فتح کے دن یہ مشرف با اسلام ہو گیا۔

(سبل الہدیٰ، ص ۱۰۶، ج ۴)

ابوسفیان کے بیٹے عمرو کا کیسے فدیہ لیا گیا

ان جنگی قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا۔

ابوسفیان کو کہا گیا کہ

لوگ اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں آزاد کرا رہے ہیں تم بھی اپنے بیٹے عمرو

کا فدیہ ادا کروتا کہ اسے رہائی مل جائے۔

کہنے لگا

ایجمع علی دمی ومالی

یعنی حنظلہ کا خون بھی بہا۔ اب میں انہیں مال بھی بطور فدیہ دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ عمرو کو ان کے پاس ہی اسیر رہنے دو۔ وہ اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں جب وہ اس سے تنگ آئیں گے تو خود ہی چھوڑ دیں گے۔

اتفاق یہ ہوا کہ

انہیں دنوں سعد نعمان الانصاری مع اپنی بیوی کے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہوئے انہیں یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی انہیں اسیر بنا لے گا۔ مدینہ منورہ کے نواح میں نقیع نام کی ایک بستی ہے اپنے ریوڑ سمیت حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہاں قیام پذیر تھے۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ قریش مکہ ایسے شخص سے تعرض نہیں کرتے جو عمرہ یا حج ادا کرنے کے لئے وہاں جاتا ہے۔ جب یہ دونوں وہاں مکہ پہنچے تو ابوسفیان نے ان کو اپنا قیدی بنا لیا اور اپنے بیٹے عمرو کے بدلے میں اسے محبوس کر لیا۔ جب ان کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کو پتہ چلا کہ ان کے والد کو ابوسفیان نے اپنا قیدی بنا لیا ہے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی۔

اور عرض کی کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں عمرو بن ابی سفیان دیں تا کہ اس کے بدلے میں ہم اپنے باپ سعد کو چھڑا سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس غلام کی عرض کو شرف قبولیت بخشا چنانچہ عمرو کو ابوسفیان کے حوالے کیا گیا جس کے بدلہ میں سعد کو آزاد کرا لیا۔

(سبل الہدیٰ ص ۱۰۸، ج ۴)

ابوالعاص داماد فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فدیہ

اسیران جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھا۔ یہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے شوہر ابو العاص اور اس کے بھائی عمرو کا تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے اپنا وہ ہار بھیجا جو کہ ان کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ان کی رخصتی کے وقت پہنایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو پہچان لیا اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید رقت طاری ہوگئی۔

ارشاد فرمایا کہ

اگر مناسب سمجھو تو میری لخت جگر زینب رضی اللہ عنہا کے قیدیوں کو آزاد کر دو اور بطور فدیہ یہ جو ہار زینب رضی اللہ عنہا نے بھیجا ہے وہ بھی واپس کر دو تو بہت بہتر ہوگا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارے سر آنکھوں پر

چنانچہ انہوں نے ہار بھی واپس کر دیا اور ان کے قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو مدینہ طیبہ روانہ کر دے گا۔ جب وہ چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اور بطن یاجج میں رک جائیں۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کے پاس سے گزریں تو ان کو ہمراہ لے کر میرے پاس پہنچا دیں۔ اسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بجالانے کے لئے دونوں روانہ ہو گئے۔ ابو العاص جب مکہ پہنچا تو اس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کہا۔

وہ مدینہ منورہ اپنے والد ماجد کے پاس جاسکتی ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں یوں واقعہ لکھا۔

ابو العاص بن ربیع حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ کا بیٹا تھا۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ

میری یہ خواہش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ

میرے بھانجے ابوالعاص کو عطا فرمائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفا شعار رفیقہ حیات کی بات ٹالا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ رشتہ دینا منظور فرمالیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوالعاص کو اپنے فرزند کی طرح رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہ کی تمام صاجبزادیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ لیکن ابوالعاص اپنے آبائی عقیدہ پر قائم رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاجبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا یا ام مکتوم رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کردی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین شروع کی تو مکہ کی رؤساء جو پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سو جان سے فدا تھے وہ خون کے پیاسے بن گئے۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ تم لوگوں نے ان کی بچیوں کے رشتے لے کر انہیں اسی فکر سے آزاد کر دیا ہے اور اب وہ فارغ ہو کر تمہارے بتوں کی بیخ کنی میں لگ گئے ہیں۔ ان کی بیٹیوں کو طلاق دے کر ان کے گھر میں بٹھا دو جب وہ اپنی جواں بیٹیوں کو اپنے گھر اجڑ کر بیٹھے ہوئے دیکھیں گے تو خود ہی سب ٹھیک ہو جائے گا اور ہمارے عقیدہ کیخلاف جو مہم انہوں نے شدت سے شروع کر رکھی ہے وہ ماند پڑ جائے گی۔ چنانچہ ان کا وفد ابوالعاص کے پاس گیا۔

اور اسے کہا کہ

تم زینب دختر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طلاق دے دو۔ اس کے بدلے میں خاندان قریش کی جس دوشیزہ کے رشتہ کا تم مطالبہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا عقد زواج کر دیا جائے گا۔

اس نے دوٹوک جواب دیا کہ

میں اپنی رفیقہ حیات کو کسی قیمت پر جدا کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ مجھے اس کے عوض کوئی دوسرا رشتہ پسند ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اس جواب پر اس کی

تعریف فرمایا کرتے۔ وہ وفد عتبہ بن ابولہب کے پاس گیا اور یہی پیشکش اس کے سامنے کی۔

عتبہ نے کہا کہ

اگر تم مجھے ابان بن سعید بن العاص یا سعید بن عاصم کی لڑکی کا رشتہ دو تو میں اپنی زوجہ دختر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طلاق دینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ اس بدبخت نے طلاق دے دی۔ اور اس کا عقد سعید بن عاصم کی بیٹی سے کر دیا گیا۔ ابھی اس دختر نیک اختر کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر کو ان کے سنگدل مشرک سسرال کے چنگل سے رہائی کا سامان فرما دیا۔ اس وقت یہ حکم نازل نہیں ہوا تھا کہ مومن کی بچی کا نکاح مشرک سے نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا۔ اس واقعہ کے چند سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ ۲ ہجری میں واقعہ بدر رونما ہوا جس میں یہ ابوالعاص جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب مکہ سے روانہ ہونے کی تیاری کر رہی تھی تو ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی۔ اور کہنے لگی

اے میرے چچا کی بیٹی! اگر تجھے زاد سفر کے طور پر کسی چیز کی ضرورت ہو یا اثنائے سفر میں کوئی رقم درکار ہو تو ذرا نہ شرماؤ۔ مجھے چپکے سے بتا دو میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ

اس کی پیشکش سچی تھی۔ وہ اس سے مجھ کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی لیکن میں نے اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور بات کو ٹال دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے تیاری مکمل کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع سواری کے لئے

ایک اونٹ لے آیا۔اس پر آپ رضی اللہ عنہ سوار ہو گئیں۔ کنانہ نے اپنی کمان اور ترکش حمائل کیا اور دن کے اجالے میں انہیں لے کر مکہ سے روانہ ہو گیا۔قریش کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں چند جوان آپ کے تعاقب میں نکلے۔

ذی طویٰ کے مقام پر انہوں نے آپ کو آ لیا۔ ہبار بن اسود بن مطلب سب سے پیش پیش تھے۔جس ہودج میں آپ رضی اللہ عنہ بیٹھی ہوئی تھیں اس کے قریب پہنچ کر اپنا نیزہ لہرا لہرا کر آپ رضی اللہ عنہ کو خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ امید سے تھیں۔خوف وفزع کی وجہ سے وہ ضائع ہو گیا۔آپ رضی اللہ عنہ کے خاوند نے جب یہ دیکھا تو اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا۔اپنی ترکش کے تیر نکال کر سامنے رکھ دیئے۔

اور انہیں للکار کر کہا

بخدا جو شخص تم میں سے میرے قریب آنے کی جسارت کرے گا میں اپنا تیر اس کے سینے میں پیوست کر دوں گا۔سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔اتنے میں ابوسفیان مکہ کے معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا۔

اس نے کنانہ کو کہا

بس بس اب تیر نہ چلانا' جب تک ہمارے ساتھ گفتگو نہ کر لیں۔ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آ گیا

اور کہنے لگا کہ

تم نے اچھا نہیں کیا۔دن کے اجالے میں لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو۔حالانکہ آج جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تم اس سے بے خبر نہیں ان حالات میں اگر تم اعلانیہ ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے تو جو لوگ یہ بات سنیں گے وہ بھی

کہیں گے کہ اب ہم بالکل عاجز اور نا کارہ ہو گئے ہیں اور یہ بات ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بنے گی مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو یہاں روکنے سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہماری آتش انتقام سرد ہو سکتی ہے۔ تم سر دست انہیں لے کر واپس چلے جاؤ چند روز تک یہ ہنگامہ ختم ہو جائے گا لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں۔ اس وقت کسی رات کو اندھیرے میں انہیں لے کر چلے جانا۔ لوگ یہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے کہ ہم نے انہیں لوٹا دیا۔ کنانہ نے یہ تجویز مان لی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر گھر واپس آ گیا۔ چند روز گزرنے کے بعد جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں اور ماحول پر سکون ہو گیا تو کنانہ رات کی تاریکی میں خاموشی سے ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ وادی یاجج میں حضرت زید بن حارث اپنے ایک ساتھی کے ساتھ چشم براہ تھے وہاں پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے حوالے کر دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور انہیں بخیر و عافیت مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پہنچا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دوسرے ساتھی کا نام ابن ہشام نے ابوخثیمہ بتایا ہے جو انصار کے قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ایک فرد تھے۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ابوالعاص کفر و شرک کی عفونتوں سے گھبرا کر اور دل برداشتہ ہو کر حلقہ سرفروشان اسلام میں داخل ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام ص ۳۰۲ ج ۲)

جو فدیہ نہیں دے سکتے وہ دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں

اہل مدینہ کی غالب اکثریت نوشت و خواند سے بے بہرہ تھی۔ گنتی کے حرف چند آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان اسیران جنگ میں سے جو لوگ مفلس اور کنگال تھے اور فدیہ کی رقم ادا کرنے سے قاصر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ

جو شخص دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔

جب کوئی قیدی مدینہ منورہ کے دس بچوں کو لکھنے پڑھنے میں مشاق بنا دیتا اسے فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا جاتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ

آپ بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں تو چار سو درہم فدیہ ادا کیجئے اور آزاد ہو جائیے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں اس قدر فدیہ ادا کرسکوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چچا جان وہ مال کدھر گیا جو آپ میری چچی ام الفضل کے ساتھ مل کر زمین میں دفن کر دیا تھا۔

اور میری چچی کو کہا تھا کہ

اگر میں میدان جنگ میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بچوں، فضل، عبداللہ اور قثم کے حوالے کر دینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھل گئیں۔

وہ کہنے لگے

آج میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس بات کا علم بجز میرے اور ام الفضل کے اور کسی کو نہ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کو جانتے ہیں تو واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

(سبل الہدیٰ: ص ۱۰۵، ج ۴)

شہدا بدر کی تعداد

اسلام کے جاں باز مجاہدین میں کتنے خوش نصیب کو خلعت شہادت سے سرفراز فرمایا۔ ان کے بارے میں ابن اسحاق کا قول یہ ہے کہ ان کی تعداد گیارہ تھی لیکن موسیٰ بن

عقبہ کی تحقیق یہ ہے کہ ان کی تعداد چودہ تھی۔ ان میں سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ جمہور علماء مغازی اور سیر اور محدثین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ان خوش بختوں کے اسماء گرامی بطور تبرک درج ذیل ہے۔

(۱) عبیدہ بن الحارث۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کے فرزند تھے۔

(۲) عمیر بن ابی وقاص۔ یہ حضرت سعد فاتح ایران کے بھائی تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔

(۳) عمیر بن حمام

(۴) سعد بن خثیمہ

(۵) ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی

(۶) مشر بن عبدالمنذر

(۷) عاقل بن بکیر اللیثی

(۸) مہجع۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ حبشی غلام

حاکم بن وائلہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

خیر لسودان لقمان و بلال و مھجع

سیاہ فاموں میں یہ تین آدمی سب سے بہتر ہیں۔ لقمان، بلال اور مہجع رضی اللہ عنہ

(۹) صفوان بن بیضاء الفہری

(۱۰) یزید بن حارث خزرجی

(۱۱) رافع بن معلی

(۱۲) حارث بن سراقہ

(۱۳) عوف بن عفراء

(۱۴) معوذ بن عفراء

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے اور ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار کیے گئے۔

(تاریخ الامم والملوک الطبری ص ۱۶۷ ج ۲)

مسلمانو!

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فتح عظیم نصیب فرمائی اور اس جنگ بدر کے بعد کفار اور یہودیوں پر بہت اثر ہوا۔ ان کے دل خوف و ہراس کی وجہ سے دہل گئے۔

یہ واقعہ ستر ہ رمضان المبارک کو واقع ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو تا قیامت کفار کے مقابلے میں نصرت و فتح عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ متقیہ، مفسرہ، محدثہ، فصحاء، فقہاء، بلغاء اور اکابر صحابہ سے تھیں۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ

احکام شریعہ کا فیصلہ کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع ہونا معلوم ہوا ہے

اور احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

خذوا ثلثی دینکم من هذه الحمیراء

دوتہائی دین کو ان حمیرا (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو،

صحابہ کرام وتابعین کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہا سے روایات لی ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے کسی کو معانی قرآن، احکام حلال واحرام اشعار عرب اور علم انساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عالمہ نہیں دیکھا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہ دو شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں بھی آئے ہیں۔

سلو محوا فی معر اوصاف خده

لمانه لوالی سوم یوسف من نقد

لوامی زلیخا الودا این حبیبة

لاثرن باالقطع القلوب علی الایدی

آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی کنیت ام عبداللہ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر' اسماء بنت ابوبکر کی نسبت سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ میری کنیت مقرر فرما دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنی بہن کے صاحبزادے عبداللہ کے نام پر کنیت رکھ لو وہ عبداللہ اور تم ام عبداللہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ رومان بنت عامر بن عویمر قبیلہ بنی کنانہ سے تھیں۔ پہلے جبیر بن مطعم سے نامزد ہوئی تھیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیام نکاح دیا تو آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال کی عمر میں ہو گیا تھا اور مدینہ منورہ میں آ کر ۲ھ اٹھارہویں مہینہ کے آخر میں نو سال کی عمر میں زفاف ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی باکرہ سے نکاح نہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی فرزند نہ ہوا۔ (طبقات ابن سعد' ص ۲۱۸' ج ۲)

آپ رضی اللہ عنہا نے منگل کے روز سترہ رمضان المبارک ۵۸ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔

خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی بہت تعریف فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہ کامل ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری حدیث ۳۷۶۹)

یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا

وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔ (صحیح البخاری حدیث ۳۷۶۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر خواب میں دیکھنا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا:

تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں۔ میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا۔

وہ یہ کہتا تھا

یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں۔

پھر میں یہ کہتا

اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کردے۔

(صحیح البخاری حدیث ۵۱۲۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ آ کر میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (صحیح البخاری، حدیث ۶۱۳۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔
(صحیح البخاری، حدیث ۳۷۷۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اتباع کون کرے گا

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

(صحیح البخاری، حدیث ۳۷۷۲)

آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بستر پر آرام فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

انہوں نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوقحافہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ میں خاموش رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

اے میری بیٹی! کیا تو ان سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا

کیوں نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر اس سے محبت کرو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔

پھر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ان سے پھر کہا

آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل بات نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیزگاری میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی صلہ رحم کرنے والی، صدقہ وخیرات کرنے والی، تواضع اور انکساری کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی، ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی۔

انہوں نے کہا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کا سوال کرتی ہیں۔ پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے۔ پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ (صحیح المسلم، حدیث ۲۴۴۲)

مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ

عروہ بیان کرتے ہیں کہ

مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کرنے کے لئے اس دن کے انتظار میں رہتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پس میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہوئیں۔

اور انہوں نے کہا

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ کی قسم! مسلمان اپنے ہدیے بھیجنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی طرح اچھائی چاہتی ہیں جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اچھائی چاہتی ہیں۔ پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی ہوں یا جس زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ہوں وہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا:

وہ کہتی ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر مجھ سے منہ پھیر لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف مڑے تو میں نے دوبارہ یہی عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ سے منہ پھیر لیا جب میں نے تیسری بار عرض کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ۔ بے شک تم میں سے کسی زوجہ کے بستر پر میری طرف وحی نازل نہیں ہوئی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔

(صحیح البخاری حدیث ۵۱۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

میں نے پوچھا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کیسے پتا چلتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم مجھ سے راضی ہوتی تو کہتی ہو

رب محمد کی قسم (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم)

اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو

رب ابراہیم کی قسم (عزوجل و علیہ السلام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چھوڑتی ہوں۔

(صحیح البخاری' حدیث ۵۲۲۸)

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ رضی اللہ عنہا!

پوچھا

مردوں میں کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کے باپ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

(سنن الترمذی' حدیث ۳۸۹۰)

اے عائشہ رضی اللہ عنہا جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں

مسروق بیان کرتے ہیں کہ

مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنے اس حجرہ میں کھڑے ہوئے دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی میں باتیں کررہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوئے۔

تو میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

تم نے ان کو کس کے مشابہ پایا؟

میں نے کہا

دحیہ کلبی کے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے خیر کثیر کو دیکھا ہے۔ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے وہ بہت تھوڑی دیر ٹھہرے تھے۔

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا

وعلیہ السلام داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نیک جزا دے۔

(المعجم الکبیر' ص ۹۵' ج ۱۶)

حضور ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا جب میں واپس آیا۔

تو میں نے پوچھا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ رضی اللہ عنہا

میں نے پوچھا

اور مردوں میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

میں نے پھر پوچھا:

پھر کون محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر رضی اللہ عنہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کئی آدمیوں کے نام لیے پھر میں اس خوف سے خاموش رہا کہ میرا نام سب کے آخر میں آئے گا۔

(صحیح البخاری، حدیث ۴۳۵۸)

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو

عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا

تو انہوں نے اس سے کہا

تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔

(سنن ترمذی، حدیث ۳۸۵۸)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نو اوصاف عطا کئے گئے

عبدالرحمٰن بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

عبداللہ بن صفوان اور ایک شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک کو کہا

اے فلاں! کیا حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تم کو معلوم ہے؟

اس نے کہا

ہاں! ام المومنین رضی اللہ عنہا

عبداللہ بن صفوان نے کہا

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا' حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کیا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مریم بنت عمران کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف نہیں دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! وہ نو اوصاف کیا ہیں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

(۱) فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔

(۳) نو سال کی عمر میں میری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخصت کی گئی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف میں کنواری خاتون تھی۔

(۵) میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں ہوتے تھے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

(۶) میرے متعلق قرآن مجید کی ایسی آیات نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی (مثلاً تیمم اور حد قذف کی مشروعیت)

(۷) میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

(۸) میرے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی۔

(۹) جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

(المستدرک، ص ۱۹۱، ج ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرنا

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ کے بھتیجوں نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑ دو۔ وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔

جب وہ آ گئے

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام المومنین ہے تو آپ رضی اللہ عنہا مجھ پر شفقت کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نام یہی تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ رضی اللہ عنہا کی حیات حجاب اور مانع ہے۔ لیلۃ الابواء میں آپ رضی اللہ عنہ کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے اور مسلمانوں کے لئے خبر رکھ دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما دی اور آپ رضی اللہ عنہا کی برات میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! میری تعریف اور توصیف کو چھوڑ و میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(مسند احمد' ص ۲۲۰' ج ۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ

زہری بیان کرتے ہیں کہ

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔

(مجمع الزوائد' ص ۲۴۳' ج ۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ حلال وحرام کو سمجھنے والی

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال وحرام، علم وشعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

(المستدرک، حدیث ۶۷۹۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرائض کی عالمہ

مسلم بیان کرتے ہیں کہ
مسروق سے پوچھا گیا کہ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا؟
انہوں نے کہا
اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے سیدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کرام علیہم الرضوان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن الدارمی، حدیث ۲۸۵۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عظیم اور حسین کلام

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ
میں نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے خطبات سے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں۔ میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔

(المستدرک، حدیث ۶۷۹۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک لاکھ درہم تقسیم فرما دینا

عروہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام تقسیم کر دیے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا

آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچا لیا میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

فرمایا:

اگر تم پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔

(حلیۃ الاولیاء، ص ۴۷، ج ۲)

حضور انور کا فرمانا کہ اے اللہ! عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرما

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے والدین حضرت ابوبکر اور ام رومان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کیا

ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما۔ ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے

وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

(صحیح ابن حبان، حدیث ۱۱۱۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے تیمّم کا حکم نازل ہوا

عروہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام علیہم الرضوان کو روانہ کیا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا اور (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے کہا

اللہ تعالیٰ آپ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو جزاء خیر دے آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت دی۔

(صحیح البخاری، حدیث ۳۷۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے علمی حل مل جانا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔

(سنن الترمذی، حدیث ۳۸۸۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت ۹ سال عمر

عمرۃ بنت عبد الرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دسویں سال میں ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا۔ اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ (۱۲) ربیع الاول پیر کے دن ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور ہجرت کے آٹھ مہینے بعد میری رخصتی ہو گئی اور جس دن مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا گیا۔ اس دن میری عمر نو سال تھی۔

(صحیح البخاری، حدیث ۵۱۳۴)

حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہبہ کر دی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی۔

(الطبقات الکبریٰ، ص ۵۰، ج ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھیلنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے۔

میں نے کہا

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ، ص ۴۹، ج ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو چاہتی ہوں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
اور ارشاد فرمایا:

میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنی والدین سے مشورہ کر لینا حالانکہ آپ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے عرض کیا
وہ کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب ۲۸ تا ۲۹)

"اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کیساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنیوالوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں! بلکہ میں اللہ عزوجل اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔

(صحیح البخاری، حدیث ۴۷۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ مقدسہ پر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں وصال فرمایا اور میری باری میں وصال فرمایا اور میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے وصال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو جمع کر دیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

میں نے دیکھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو پسند فرما رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ

آیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ مسواک لوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا:

میں نے ان سے مسواک لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سخت لگی۔

میں نے پوچھا:

آیا میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نرم کر دوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارے سے ہاں فرمایا:

پھر میں نے اس کو (اپنے منہ میں چبا کر) نرم کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے

ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے۔

اور فرماتے

"لا الہ الا اللہ"

بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے فرمایا:

"الرفیق الاعلیٰ میں"

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ قبض کر لی گئی اور آپ۔ کا ہاتھ جھک گیا۔

(صحیح البخاری حدیث ۴۴۳۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

وصال سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

میں نے کان لگا کر سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

اے اللہ عزوجل! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دی۔

(صحیح البخاری حدیث ۴۴۴۰)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا اور برات نازل ہونا

سب سے پہلے تہمت کا واقعہ عرض کرتا ہوں

عروہ بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے ہیں جس کا قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ (غزوہ بنو مصطلق) میں ازواج کو ساتھ لے جانے کی قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکل آیا۔ پس میں پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی۔ مجھے کجاوہ میں بٹھایا اور کجاوہ سے اتارا جاتا۔ ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم دیا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف بڑھی۔ اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹ کر گیا ہے۔ میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک دیا اور وہ لوگ جو میرے کجاوے کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے کجاوے کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔

ان کا یہ گمان تھا کہ

میں کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت تھوڑا سا کھانا کھاتی تھیں اس لیے جب لوگوں نے میرے کجاوے کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر کوئی بلانے والا تھا نہ جواب دینے والا تھا۔ میں اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے ٹھہری ہوئی تھی۔

میرا یہ گمان تھا کہ

عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے اور وہ واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے تا کہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے دیکھا تو مجھے پہچان لیا۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا تو کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا

اور اللہ تعالیٰ کی قسم!

اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کہنے کے میں نے ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہو گئی وہ اونٹنی کو کھینچے ہوئے آگے آگے چلے حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ پس ہلاک ہوا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے اس پر تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔

وہ عبداللہ بن سلول تھا

ہم مدینہ پہنچے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا۔ مجھے اس میں کسی بات کا پتہ نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا۔

وہ یہ تھی کہ

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ نہیں دیکھی تھی جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے

اور پوچھتے

تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے۔ اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتا نہیں تھا۔ حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئیں اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے۔ اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی۔ حضرت مسطح کی ماں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں۔

انہوں نے کہا

مسطح ہلاک ہو جائے

میں نے ان سے کہا

آپ نے بری بات کہی ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کو کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہے۔

انہوں نے کہا

کیا آپ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتا ہے

میں نے پوچھا

وہ کیا کہتا ہے

تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ پھر میری بیماری کے اوپر

مزید بیماری بڑھ گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جب میں اپنے گھر لوٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا۔

اور پوچھا

تمہارا کیا حال ہے

میں نے کہا

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی۔

میں نے ماں سے پوچھا

اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟

انہوں نے کہا

اے بیٹی حوصلہ رکھو! کم ہی کوئی حسین عورت ہوگی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔

میں نے کہا

سبحان اللہ! کیا لوگ واقعی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور

میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی۔ حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہو گئی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ وحی میں تاخیر ہو گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے مشورے کر رہے تھے۔ رہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں اور جس کا انہیں علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے۔

انہوں نے کہا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باندی سے پوچھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ بتائیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بریرہ رضی اللہ عنہا کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے؟

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی

نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہے وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی سلول کی شکایت کی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

اے مسلمانو! اس شخص کیخلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔ سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ ہی گیا ہے۔ تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے

اور کہا

اس معاملہ میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کروں گا۔ اگر (قبیلہ) اوس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو میں اس کی گردن اڑادوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں میں سے (قبیلہ) خزرج میں سے کسی نے ضرر پہنچایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیخلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور اس سے پہلے وہ نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا۔

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو۔ پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوگئے۔

اور انہوں نے سعد بن عبادہ سے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے۔ ہم اس کو ضرور قتل کریں گے۔ تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آگئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہوگئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس پورے دن میری آنکھوں سے آنسو نہیں رکے اور میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا۔ صبح کو میرے پاس میرے والدین بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے۔ میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے۔ میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا۔ جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی۔ انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اس کو اجازت دی۔ وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جس وقت ہم اسی کیفیت میں تھے۔ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے تعلق کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حمد وصلوٰۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ برات نازل فرمادے گا۔

اور اگر بالفرض تم گناہ کی مرتکب ہوگئی ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو میرے آنسو خشک ہو گئے

حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔

میں نے اپنی والد سے کہا کہ

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں

پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے بھی کہا کہ

میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہوگئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس (تہمت) سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کس کام کا اعتراف کرلوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم!

میں تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال دیکھتی ہوں

انہوں نے فرمایا تھا

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

(یوسف ۱۸)

پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ سے مدد

مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر میں اس مجلس سے اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اس وقت مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برات کو ظاہر فرمادے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا اور میرے نزدیک میری حیثیت اس سے بھی کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو۔

لیکن میرا یہ گمان تھا کہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھادے گا جس سے اللہ تعالیٰ میری برات ظاہر فرمادے گا۔

پس اللہ تعالیٰ کی قسم!

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوگئی۔ پھر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آتا تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آ گیا۔ وہ سخت سردی کا دن تھا۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔

ان آیات کے ثقل کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ پھر جو پہلی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی وہ یہ تھی۔

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو بری کر دیا ہے۔

میری ماں نے کہا

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی ہو

میں نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط (النور ۲۰-۱۱)

جب اللہ عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمادیں

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا

مسطح نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچ دیا کرتے تھے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص صلے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o

یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے ساختہ کہا

کیوں نہیں۔ بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر اسی طرح خرچ کرنے لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا

اللہ عزوجل کی قسم! میں مسطح پر اس خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھے تھے۔

اے زینب رضی اللہ عنہا!

کیا تم کو اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے؟

انہوں نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے کانوں کی اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے فائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ان کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ان کی حمایت میں لڑتی تھیں پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئیں۔ (صحیح البخاری، حدیث ۴۷۵۰)

حضور ﷺ کو نزول وحی سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات کا علم تھا

اس حدیث میں یہ ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور برات کا علم تھا یا نہیں؟

جواب

اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے نزول وحی سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فو اللہ ما علمت علی اھلی الاخیر اوقد ذکروا رجلا ما علمت علیه الاخیرا (صحیح البخاری، حدیث ۴۷۵۰)

بخدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس سے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

باقی رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف توجہ کم کیوں کر دی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امیر المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف توجہ کم کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس تہمت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات کا اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ کم رکھیں تاکہ دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں اصحاب کرام علیہم الرضوان سے مشورہ استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چال چلن کے متعلق کیوں پوچھا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ سب اس لئے تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب ان کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انہوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوکن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لئے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔

قرآن مجید میں اسم کی بہ کثرت مثالیں ہیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْــٴَـلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ (یونس:۹۴)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لینے کے بعد فرمایا:

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (آل عمران:۸۲)

پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ○ (زخرف:۸۱)

''آپ فرمایئے! اگر (بفرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا''۔

مسلمانو!

سواسی اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو! اور یہ تحقیق اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے فرمایا اور اس ارشاد میں امت کے لئے نمونہ رکھنا تھا کہ ایسے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے غلطی ہو جائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتانا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے۔ نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے۔ ایسے میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کی رعایت فرمار ہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدگمانی کر کے کافر ہو جاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

کسی نبی علیہ السلام کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نبی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو پھر اپنی زوجۂ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہوگا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عن الضحاک مابغت امراۃ نبی قط

ترجمہ: ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی علیہ السلام کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ (جامع البیان حدیث ۲۶۷۱۰ بیروت)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ بیان کرتے ہیں:

قال ابن عباس مابغت امراۃ نبی قط

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔ (الوسیط: حدیث ۳۲۲ ج ۴ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ کئی آئمہ کرام نے اپنی سندوں کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کسی نبی علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ نے کبھی بدکاری نہیں کی تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور اس تہمت سے برات کے متعلق کیسے علم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر گواہی دینا

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہ پر تہمت لگی تو پاک دامنی کی گواہی حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی کے لئے ایک شاہد نے گواہی دی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو آپ علیہ السلام کی پاک دامنی پر ایک پتھر نے گواہی دی۔ مگر میری جان و مال، ماں باپ فدا ہوں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کہ جب آپ رضی اللہ عنہ پر منافقین نے تہمت لگائی تو آپ رضی اللہ عنہ کی پاک دامنی پر خود خالق باری تعالیٰ نے گواہی دی اور پاک دامنی پر مسلسل اٹھارہ آیات کریمہ نازل فرمائیں جن کی تلاوت قیامت تک ہر مسلمان کرتا رہے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یہ اٹھارہ مسلسل روایات ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ آیات اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ سے شروع ہوتی ہیں اور رِزْقٌ کَرِیْمٌ پر ختم ہوتی ہیں۔

الزمخشری نے کہا

کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جتنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے۔ عتاب بلیغ ہے اور زجر عنیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں سے ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری ص ۴۱۹ ج ۹ بیروت)

جو آیات کریمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر نازل ہوئیں وہ سورہ نور میں ہیں اور وہ

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ

سے لے کر

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝

تک ہیں اور یہ کل اٹھارہ آیت کریمہ ہیں اور اس سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس اور پاک دامنی ظاہر ہے۔

حضرت عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم کا پاک دامنی کی گواہی دینا

علامہ ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے تو جب اللہ تعالےٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا۔

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس پاؤں سے وہ جوتی اتار دیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اس فاحشہ سے متلوث ہوگئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا؟

کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟

ان کی بیوی نے کہا کہ

یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے۔

انہوں نے کہا

ہرگز نہیں

انہوں نے کہا کہ

اگر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ (مدارک التنزیل، ص ۳۴۳، ج ۳)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں اپنی موانست و فضل کے اظہار میں فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سیدھی لیٹی رہتی تھی اور یہ سلوک میرے ساتھ ہی خاص تھا اور رات کی نماز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی جگہ سوئی ہوتی تھیں تو سجدہ کے وقت پائے مبارک ان کے سر شریف سے بدن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہنچتا تھا۔ بات اس کو مستلزم نہیں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مواجہ اور متصل نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی جانب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی جانب سوئی ہوئی تھیں۔

آخر حدیث میں آیا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس کو میرے پاؤں سے چھواتے تو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی تھی گویا کہ سجدہ کرنے کی جگہ پاؤں کے قریب تھی۔ جب حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پاؤں کو دراز کر لیتی تھیں۔ (مدارج النبوت' ص ۵۴۵' ج ۲)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک برتن میں غسل فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں غسل کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا نہ کرتے تھے۔

مشکوۃ میں معادہ عدویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو صرف میرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سبقت و جلدی فرماتے یہاں تک کہ میں عرض کرتی کہ میرے لئے تو پانی یا برتن چھوڑیئے تا کہ میں بھی پانی لوں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دونوں جنبی ہوتے۔ یہ روایت بھی کمال اتحاد و اختلاط اور الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔ (مدارج النبوت' ص ۵۴۵' ج ۲)

جنت میں ساتھ رہنے کا طریقہ

منقول ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر تم چاہتی ہو کہ جنت میں میرے ساتھ رہو تو تمہیں چاہئے کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کہ راہ چلتا مسافر ہوتا ہے کہ وہ کسی کپڑے کو پرانا نہیں سمجھتا جب تک کہ وہ پیوند کے قابل ہے اور وہ اس میں پیوند لگاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے رکھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم اس مرتبہ کو چاہتی ہو تو کل کے لئے کھانا بچا کے نہ رکھو اور کسی کپڑے کو جب تک کہ اس میں پیوند لگ سکتا ہے بیکار نہ کرو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت و نصیحت پر جو فقر کی تونگری پر ایثار کرنے میں ہے اتنی کاربند رہیں کہ کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کے نہ رکھا۔

(مدارج النبوت، ص ۵۴۷، ج ۲)

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ

جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی کو بھیجا کہ خبر لائیں۔ باندی نے آکر وفات کی خبر پہنچائی تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔

اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ سب سے زیادہ محبوبہ تھیں اپنے والد ماجد کے بعد

(مدارج النبوت، ص ۵۴۸، ج ۲)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (۱۷) سترہ رمضان المبارک ۵۸ھ کو منگل کے دن وتر پڑھنے کے بعد وصال فرما گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

سالم نے کہا

جتنے مسلمان آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں تھے اس سے پہلے اتنے مسلمان کسی کی نماز جنازہ میں نہ تھے آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھیاسٹھ (۶۶) سال تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، ص ۱۱۱، ج ۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

فتح المکۃ المکرّمہ

فتح مکۃ المکرّمہ ۲۰ رمضان المبارک ۸ ھ کو واقع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح نصیب فرما کر تمام کفار پر غلبہ عطا فرمایا۔ یہ وہ دن تھا جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکۃ المکرّمہ کا طواف کیا۔

فتح مکۃ المکرّمہ کا سبب کیا تھا؟

فتح مکۃ المکرّمہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

فتح مکۃ المکرّمہ سے پہلے کون سے عوامل رونما پذیر ہوئے؟

ان تمام سوالات کے جوابات کو جاننے کے لئے پہلے غزوۂ حدیبیہ کی طرف جانا پڑے گا۔

مدینۃ المنورہ میں مہاجرین و انصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ اپنی خواہش کا اظہار وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کرتے رہتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں صبر کی تلقین کے ساتھ ساتھ یقین دلاتے کہ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب یہ تمام رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی اور تم بڑی آزادی سے حج و عمرہ کے ارکان ادا کر سکو گے۔ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ نوید جان فزا سنائی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم سب امن و سلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خوشی کی حد نہ رہی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کے نعرہ بلند کئے۔ یہ صبر آن واحد میں تمام شہر میں پھیل گئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ جانتے تھے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کا خواب کوئی عام خواب نہیں ہے بلکہ یہ وحی الٰہی ہے اور اس میں ہماری دیرینہ آرزو کے بر آنے کی بشارت دی گئی ہے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا کہ ایسا ضرور ہوگا لیکن کس طرح ہوگا۔ اس کے بارے میں انہیں مختلف وسوسے انہیں پریشان کرنے لگے۔

کیا قریش کے ساتھ جنگ ہوگی اور وہ انہیں شکست دے کر مسجد حرام میں داخل ہوں گے؟

کیا وہ زور بازو سے اہل مکہ کو شہر خالی کرنے پر مجبور کریں گے؟

کیا اہل مکہ خود بخود ان کے لئے شہر کے دروازے کھول دیں گے؟

بہر حال سفر کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئیں۔ مدینۃ المنورہ سے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے انہیں بھی دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں شریک ہوں تاکہ مسلمانوں کی زیادہ تعداد دیکھ کر کفار مکہ مزاحمت کی جرات نہ کر سکیں۔ بنو بکر' مزینہ اور جہینہ کو بھی ساتھ چلنے کی ترغیب دی گئی۔ ان قبائل نے اپنی مصروفیتوں' اپنے اہل وعیال اور مال ڈنگر کی حفاظت کا بہانہ بنایا اور ساتھ چلنے سے معذرت کر لی۔ یہ لوگ آپس میں ازراہ تمسخر کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ کرام علیہم الرضوان صرف اونٹوں کا گوشت بھون کر کھانا جانتے ہیں۔ دیکھنا اس دفعہ ان میں سے کوئی بچ کر نہیں آئے گا۔ یہ ان لوگوں کے گھر جا رہے ہیں جو اعلیٰ درجے کے بہادر اور ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہیں جبکہ ان کے پاس تو جنگی اسلحہ بھی برائے نام ہے اور تعداد بھی بہت کم ہے۔

(سبل الہدیٰ: ص ۷۵' ج ۵)

مدینہ منورہ سے روانگی سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نمیلہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

بعض کی رائے ہے کہ

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ کا والی مقرر فرمایا۔ یکم ذی قعدہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عشان کرام علیہم الرضوان کا یہ قافلہ سوئے حرم روانہ

ہوا۔اس کی تعداد چودہ سو اور پندرہ سو کے درمیان تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے۔ستر اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے اور ان کے گلوں میں قلادے ڈال دیئے گئے تھے تا کہ پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ یہ قافلہ مدینہ منورہ سے چھ سات میل دور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچا تو سب مشتاق کرام علیہم الرضوان نے عمرہ کا احرام باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر مسجد کے دروازے کے پاس سے اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی اٹھی اور اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی نیت باندھی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے ہے۔

پھر تلبیہ کہا

"لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك"

اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہاں سے ہی احرام باندھا اور بعض نے جحفہ کے مقام پر عمرہ کا احرام باندھا۔ان کے پاس ایک تلوار تھی جو نیام میں بند تھی اس کے علاوہ ہتھیار نہ تھا۔ ازواجِ مطہرات میں سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس سفر مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ چند اور مخلص خواتین ام عمارہ، اسماء بنت عمر اور ام عامر الاشہلیہ وغیرہن بھی ساتھ تھیں۔

(سیرت ابن کثیر، ص ۵۶، ج ۵)

حدیبیہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مقدس

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصویٰ بیٹھ گئی۔لوگوں نے خیال کیا کہ تھکاوٹ کی وجہ سے بیٹھ گئی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انما حبسها حابس الفيل عن مكة"

یعنی اسے اس ذاتِ اقدس نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو مکہ جانے سے روکا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

یہیں فروکش ہو جاؤ

لوگوں نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہاں تو پانی کی ایک بوند نہیں۔ تمام کنویں خشک پڑے ہیں۔ یہاں لشکر نے قیام کیا تو پانی کی نایابی کی وجہ سے بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ایک صحابی کو حکم دیا کہ کسی کنویں میں اتر جائے اور یہ تیر اس میں گاڑ دے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی جوش مار کر ابلنا شروع ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کنواں پانی سے بھر گیا''۔

قریش کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں وسوسوں اور اندیشوں کے طوفان اُمڈ آئے۔

انہوں نے یہ خیال کیا کہ

عمرہ محض بہانہ ہے۔ اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انہوں نے طے کر لیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب عسفان کے مقام پر پہنچے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً دو دن کی مسافت پر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ بشر بن سفیان قریش کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس مقام پر حاضر خدمت ہوا۔

اس نے بتایا کہ

قریش کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر پہنچ گئی ہے اور وہ مکہ مکرمہ سے نکل کی ذوطویٰ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ نیز انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے دو سو شہسواروں کا دستہ دے کر خالد بن ولید کو کراع الغمیم کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ بستی عسفان سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔

(ابن کثیر، ص ۶۱، ج ۵)

یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صد حیف! قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے۔ کیا حرج تھا اگر وہ میرے اور دیگر عرب قبائل کے درمیان حائل نہ ہوتے۔ اگر عرب قبائل ہمارا خاتمہ کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشتا تو وہ اپنی عددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اگر اس وقت بھی اسلام قبول کرنے کے لئے وہ آمادہ نہ ہوتے تو پھر مجھ سے جنگ کرتے کیونکہ اس وقت وہ طاقتور ہوتے۔

آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فما تظن قریش فو الله لا ازال اجاهد علی الذی بعثنی الله به حتی یظهر الله او تنفرد هذه السالفة"

ترجمہ: قریش کیا سوچ رہے ہیں۔ بخدا! میں اس وقت تک اس دین کے لئے جہاد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میری زندگی ختم ہو جائے۔ (ابن کثیر، ص ۳۱۲، ج ۳)

جب اہل مکہ کے عزائم کے بارے میں اطلاعات ملیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مشاورت طلب کی اور حمد و ثناء کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے پوچھا کہ ان حالات میں ہمیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

"الله ورسوله اعلم یارسول الله انما جئنا معتمرین ولم نجیٔ لقتال احد ونری ان نمضی لوجهنا فمن صدنا عن

البیت قاتلناہ"

ترجمہ: اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کسی سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں اسی کی طرف رواں دواں رہیں جس نے ہمیں بیت اللہ شریف کے طواف سے روکا ہم اس کے ساتھ جنگ کریں گے۔

(ابن کثیر، ص ۶۲، ج ۳)

کفارمکہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام علیہم الرضوان کوروکنا

کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کیوں روکا اور کیا طے پایا گیا اور کیا شرائط رکھی گئیں۔ اس بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔

مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوں گے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خالد بن ولید قریش کے چند سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں (تاکہ ہماری جاسوسی کریں) سو تم ذات الیمین کی جانب سے سفر کرو۔ پس خالد کو مسلمانوں کے حال کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ پھر جب انہوں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو قریش کو خبر پہنچانے گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سفر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ المراء پر پہنچے جس گھاٹی سے لوگ مکہ مکرمہ میں اترتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ مسلمانوں نے اس کو اٹھانے کے لئے کہا۔

حل حل

لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔

مسلمانوں نے کہا

قصواء اڑ گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے لیکن اس کو اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک لیا تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی تو میں ان کے مطالبہ کو پورا کر دوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کھڑی ہوگئی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے ایک طرف نکل گئے حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے پہنچ گئے جہاں نمد (کم پانی کا چشمہ) تھا۔ مسلمان اس میں تھوڑا تھوڑا سا پانی استعمال کرنے لگے حتیٰ کہ پای ختم ہوگیا۔ پس مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس کو پانی میں ڈال دیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم اس چشمہ سے پانی ابلنے لگا اور اس سے لوگ سیراب ہو گئے۔ وہ لوگ اسی حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے کچھ افراد کے ساتھ آئے۔ یہ تہامہ کے رہنے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ تھے۔

انہوں نے بتایا کہ

میں اپنے پیچھے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیرہ پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے اور ان کے ساتھ بکثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں اور ان کے ساتھ اور اونٹنیاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور وہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکنے والے ہیں۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم یہاں کسی جنگ کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم یہاں عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے ہیں اور بے شک جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے اور اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت کا تعین کر دیتا ہوں اور اس مدت میں وہ مجھے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیں پھر اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں اور اگر میں اس دین کی تبلیغ میں کامیاب نہ ہوا تو وہ مجھ سے مامون ہو جائیں گے اور اگر وہ میری اس پیش کش کو قبول نہیں کرتے تو اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تو میں اس دین کی تبلیغ پر ان سے جنگ کروں گا۔ حتیٰ کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ فرمائے گا۔

بدیل نے کہا

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قریش تک پہنچا دوں گا پھر وہ قریش کے پاس گئے۔

اور کہا

میں تمہارے پاس اس شخص کے پاس آیا ہوں اور ہم نے ان سے ان کا پیغام سنا ہے اگر تم چاہو تو میں وہ پیغام تم کو سناؤں

قریش کے نادان لوگوں نے کہا

ہمیں ان کا پیغام سننے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔

اور ان کے سمجھدار لوگوں نے کہا

بتاؤ! تم نے ان کا کیا سنا ہے۔

بدیل نے کہا

میں نے اس کو اس طرح' اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پیغام سنایا۔

پھر عروہ بن مسعود کھڑے ہوئے

اور انہوں نے کہا

کیا تم میری اولاد کے حکم میں نہیں ہو

قریش نے کہا

کیوں نہیں

پھر کہا

کیا میں تمہارے باپ کے حکم میں نہیں ہوں۔

پھر کہا

کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگا سکتے ہو۔

انہوں نے کہا

نہیں

پھر کہا

کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ میں نے تمہاری خاطر اہل عکاظ کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی تھی اور جب انہوں نے انکار کیا میں نے اپنے گھر والوں کو تمہاری حمایت میں لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

قریش نے کہا

کیوں نہیں' تمہاری سب باتیں درست ہیں۔

تب اس نے کہا

اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے سامنے مناسب پیشکش کی ہے تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اجازت دیدو کہ میں ان کے پاس جا کر اس سلسلہ میں ان

سے بات کروں۔

قریش نے کہا

تم جاؤ

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی طرح بات کی جس طرح بدیل سے بات کی تھی۔

اس وقت عروہ نے کہا

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فرمائے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا ہو اور اگر اس کے برخلاف صورتحال ہوئی یعنی آں صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ برپا ہوئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں یہ سب بھاگ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو شتم کرتے ہوئے کہا تو لات کی فرج کو چوس۔ کیا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔

اس نے پوچھا

یہ کون ہے

مسلمانوں نے کہا

یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں

تب اس نے کہا

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی جواب نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا اور عروہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تھا تو آپ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑتا تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے

پاس کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا۔ پس جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے اور اس کے ہاتھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف بڑھنے سے روکتے۔

عروہ نے پوچھا:

یہ کون ہے؟

مسلمانوں نے کہا

یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں

عروہ نے کہا

اے عہد شکن! کیا میں اب تک تیرے بھرنے بھر نہیں رہا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جاہلیت میں ایسے لوگوں کے ساتھ تھے جو لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیتے تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں۔ رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز قبول نہیں کروں گا۔ پھر عروہ کن انکھیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام علیہم الرضوان کو دیکھتے رہے۔

پس اللہ عزوجل کی قسم! جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بلغم تھوکا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی نہ کوئی شخص اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا پھر اسکو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیتے تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے لئے ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات

فرماتے تو وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز کو پست کر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ عروہ واپس اپنے اصحاب کے پاس گیا۔

اور کہا

اے میری قوم! اللہ عزوجل کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور میں نے ہرگز نہیں دیکھا کسی بادشاہ کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کرام علیہم الرضوان (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی قسم! وہ جب بھی بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا ہے اور جب وہ انہیں کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کام کو کرنے کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب وہ بات کرتے تو وہ سب ان کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک قابل عمل تجویز رکھی ہے۔ تم کو چاہئے کہ تم اسے قبول کر لو۔

پھر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا

مجھے ان کے پاس جانے دو

قریش نے کہا

اچھا تم جاؤ

پس جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام علیہم الرضوان کو دیکھا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے ہے جو قربانی کے جانور کی تعظیم کرتی ہے سو قربانی کے جانوران کے سامنے لے آؤ۔ پھر قربانی کے جانوران کے سامنے لائے گئے اور مسلمان

اللھم لبیك اللھم لبیك

کہنے لگے اس نے جب یہ منظر دیکھا تو

کہنے لگا

سبحان اللہ! ان کو بیت اللہ جانے سے نہیں روکنا چاہئے۔

پھر قریش میں سے مکرز بن حفص نام کا ایک شخص کھڑا ہوا

اور کہنے لگا

مجھے ان کے پاس جانے دو

قریش نے کہا

اچھا تم جاؤ

جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ مکرز ہے اور یہ بہت برا آدمی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگا۔ پس جس وقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کررہا تھا تو سہل بن عمرو آ گیا۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ

جب سہل بن عمرو آیا

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملے کو آسان کردیا۔

زہری کی روایت میں ہے

پھر سہل بن عمرو آیا

اور اس نے کہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ لکھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا:

لکھو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سہل نے کہا

رہا رحمٰن تو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے۔

لیکن آپ لکھیں۔

باسمك اللهم

جیسا کہ آپ پہلے لکھتے تھے۔

مسلمانوں نے کہا

اللہ عزوجل کی قسم! ہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کے سوا اور کچھ نہیں لکھیں گے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم باسمك اللهم لکھ دو

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی ہے۔

سہل نے کہا:

اللہ عزوجل کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ عزوجل کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سے جنگ کرتے لیکن آپ لکھیں۔

محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل کی قسم! میں اللہ عزوجل کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ اگرچہ تم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ تم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) ہی لکھ دو۔

زہری نے کہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہوگی تو میں ان کا مطالبہ پورا کردوں گا۔

پھر اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شرط پر کہ تمہارے لئے بیت اللہ کو خالی کر دو گے اور ہم اس کا طواف کریں گے۔

سہل نے کہا:

اللہ عزوجل کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم نے دباؤ میں آ کر صلح کی ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال آ کر عمرہ کریں گے سو اس کو لکھ دیا گیا اور اس شرط پر کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔

مسلمانوں نے کہا:

سبحان اللہ! ایک مسلمان کو کیسے مشرکین کی طرف کیا واپس کیا جائے گا۔ حالانکہ وہ اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آیا ہے۔ ابھی ان میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو آ گئے۔ ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ ان کو گھسیٹتے ہوئے آ رہے تھے۔ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقوں سے بھاگ کر آئے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ

کو مسلمانوں کے سامنے گرادیا۔

سہیل نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں اس معاہدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہماری طرف واپس کردیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم نے ابھی تک اس شرط کو معاہدہ میں درج نہیں کیا ہے۔

سہیل نے کہا:

پھر اللہ عزوجل کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی صلح نہیں کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔

سہیل نے کہا:

پھر اللہ کی قسم! میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں، آپ ایسا کرلو۔

اس نے کہا:

میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا۔

مکرز نے کہا:

چلو ہم اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا۔ حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کس مصیبت کا سامنا ہے اور ان کو اللہ

عزوجل کا دین قبول کرنے کی پاداش میں سخت عذاب دیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا

اور میں نے کہا

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں

میں نے کہا

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں

میں نے کہا

پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اور میں اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میری مدد فرمائے گا۔

میں نے کہا:

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں

لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے۔

میں نے کہا

نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تو بے شک تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا

اور میں نے کہا:

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! کیا یہ اللہ عزوجل کے برحق نبی نہیں ہیں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

کیوں نہیں

میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

کیوں نہیں

میں نے کہا

ہم اپنے دین کے معاملہ میں دب کر شرائط کیوں مانیں؟'

تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

اے شخص! وہ بے بیشک ضرور اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب عزوجل کی نافرمانی نہیں کریں گے اور اللہ عزوجل ان کی مدد فرمائے گا۔ پس تم اللہ عزوجل کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں۔

میں نے کہا

کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

کیوں نہیں

لیکن کیا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ تم اس سال بیت اللہ جا کر اس کا طواف کرو گے

میں نے کہا

نہیں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

تو تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کر و گے۔

زہری بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

میں نے اپنی اس عجلت کی تلافی کے لئے بہت نیک اعمال کیے اور جب معاہدہ لکھنے سے فراغت ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام علیہم الرضوان سے کہا اٹھو اور اونٹوں کو نحر کرو۔ پھر اپنے سر مونڈ لو۔

اللہ عزوجل کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ ارشاد دہرایا۔ پس جب ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طرز عمل کی خبر دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا

یا نبی اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جائیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ اپنے اونٹ نحر کر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجام کو بلائیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر گئے اور کسی سے بات نہ کی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجام کو بلایا اور اس نے آپ۔ کا سر مونڈ

دیا۔

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا

تو وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ نحر کر دیئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ان کا حال دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ وہ رنج و غم کے مارے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْاؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْــٴَـلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْیَسْــٴَـلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْاؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝ (الممتحنہ:۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہاری پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انہیں آزما لیا کرو۔ اللہ عزوجل ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ وہ مومن عورتوں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کفار ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں اور کفار نے جو ان پر خرچ کیا ہے وہ تم ان کو ادا کر دو اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر دو اور اے مسلمانو! تم کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو اور تم نے جو ان کے مہر پر خرچ کیا ہے وہ کافروں سے طلب کر لو اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ اسکو طلب کریں یہ اللہ کا حکم ہے جس کا وہ تمہارے درمیان فیصلہ

فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا بہت حکم والا ہے"۔

اسی دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی جواب تک شرک کی حالت میں تھی۔ ان میں سے ایک نے معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ چلے گئے۔ پھر قریش میں سے ایک شخص مسلمان ہو کر مدینہ آئے وہ حضرت ابو بصیر تھے۔ قریش نے ان کی تلاش میں دو آدمی بھیجے۔

اور کہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہم سے معاہدہ کیا ہے ان کے مطابق ان دونوں کو واپس کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کے موافق حضرت بصیر کو ان دو آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔ دونوں حضرت ابو بصیر کو لے کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو کھجوریں کھانے کے لئے سواریوں سے اترے۔ حضرت ابو بصیر نے ایک شخص سے کہا

اللہ عزوجل کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ ہے۔ دوسرے آدمی نے وہ تلوار میان سے نکالی۔

اور کہا

کیوں نہیں! اللہ کی قسم! یہ تلوار بہت عمدہ ہے۔ میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔

حضرت ابو بصیر نے کہا

ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ

اس شخص نے وہ تلوار ان کے قبضہ میں دے دی۔ حضرت ابو بصیر نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا حتیٰ کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور دوسرا آدمی فرار ہو گیا حتیٰ کہ وہ بھاگ کر مدینہ پہنچا اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر اسے ارشاد فرمایا:

یہ شخص کچھ خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔

اس نے کہا

اللہ کی قسم! میرا ساتھی تو مارا گیا اور لگتا ہے میں بھی مارا جاؤں گا۔

حضرت ابوبصیر آئے اور کہنے لگے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری سے بری کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

تمہاری ماں تم پر افسوس کرے! اگر اس کے ساتھ اس کا کوئی مددگار ہوتا تو تم نے تو جنگ کی آگ بھڑکا دی تھی۔ حضرت ابوبصیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پھر مشرکین کی طرف لوٹانے والے ہیں۔ پھر حضرت ابوبصیر مدینہ سے چلے گئے اور ساحل سمندر کی طرف آ گئے۔ حضرت ابوجندل بن سہیل بھی اپنے گھر والوں کی قید سے چھوٹ کر ان کے ساتھ آ ملے۔ پھر قریش کا جو شخص بھی اسلام قبول کرتا وہ مدینہ جانے کے بجائے ساحل سمندر کی طرف چلا جاتا۔ اس طرح مسلمانوں کی وہاں جماعت بن گئی۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ان کو مشرکین کے جس قافلہ کے متعلق بھی یہ خبر ملتی کہ وہ تجارت کے لئے شام جا رہا ہے تو وہ راستہ میں اس قافلہ پر حملہ کر کے قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کا مال و متاع بطور مال غنیمت لے آتے۔

پھر قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نام دے کر دہائی دی اور صلہ رحم کا واسطہ دیا اور اپنی شرائط واپس لے لی۔

اور کہا

اب جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا وہ مامون ہے۔ تب اللہ تعالیٰ

نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝ (الفتح:۲۴)

وہی اللہ ہے جس نے سرزمین مکہ میں تم کافروں کے ہاتھوں سے بچایا اور کافروں کو تمہارے ہاتھوں سے (ساحل سمندر میں) بچایا اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے"۔

اور یہ آیات یہاں تک نازل ہوئیں۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ (الفتح:۲۶)

"جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں تعصب کی جگہ دی اور وہ زمانہ جاہلیت کا تعصب تھا"۔

اور ان کا جاہلانہ تعصب یہ تھا کہ انہوں نے یہ اقرار نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور انہوں نے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کا اقرار نہیں کیا اور وہ مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے

(صحیح البخاری حدیث ۲۷۳۲٬۲۷۳۱)

اس طویل حدیث میں جن شرائط کا ذکر ہے

صحیح البخاری کی اس طویل حدیث مبارکہ میں صرف ان شرائط کا ذکر ہے۔

(۱) مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے آئیں اور تلواروں کو میان میں رکھ کر آئیں اور اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہ

لائیں۔

(۲) جو مسلمان مکہ سے مدینہ چلا جائے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس کو مکہ واپس کر دیں۔

ان کے علاوہ اور شرائط بھی ہیں جن کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (چھ ذی الحجہ) ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا اور اس پر صلح کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اگلے سال) مکہ میں صرف تین دن رہیں۔ جب یہ شرائط لکھی گئیں تو مسلمانوں نے لکھا کہ یہ وہ شرائط ہیں جن پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی ہے۔

مشرکین نے کہا

ہم اس کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (عمرہ کرنے سے) بالکل منع نہ کرتے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ہو اور میں محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کے لفظ کو کاٹ دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

نہیں۔ اللہ عزوجل کی قسم! رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کے لفظ کو نہیں

مٹاؤں گا۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب کو اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہارت سے نہیں لکھتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا:

یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) نے لکھا ہے۔

(۱) مکہ میں کوئی شخص (کھلے) ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوگا مگر تلوار میان میں ہوگی۔

(۲) اور اہل مکہ میں سے کسی شخص کو نہیں نکالا جائے گا خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا چاہتا ہو۔

(۳) اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔ پھر جب آئندہ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور تین دن گزر گئے تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔

اور کہا

تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہو وہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں۔

(صحیح البخاری' حدیث ۴۲۵۱)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) نے اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے کہ دس سال تک لوگوں کو جنگ سے دور رکھا جائے اور ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے فتنہ روکیں کہ جو شخص قریش میں سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس قریش کی اجازت کے بغیر چلا جائے گا۔ اس کو قریش کے پاس واپس بھیجا جائے گا اور جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

پاس سے قریش کے پاس چلا جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور ہم ایک دوسرے کیخلاف عداوت ظاہر نہیں کریں گے اور جو قبیلہ چاہے وہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حلیف ہو جائے اور جو چاہے وہ قریش کا حلیف ہو جائے اوران کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو جائے۔ پھر خزاعہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اوران کے عقد اور معاہدہ میں داخل ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ مع الروض الانف: ص ۵۲ ج ۴ بیروت)

مسلمانو!

یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے اور اصل میں یہی وجہ بنی کہ کفار نے بدعہدی کی اور شرائط پر عمل نہ کیا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ روانہ ہونے کا حکم فرمایا اور مکہ مکرمہ کو بتوں سے پاک فرمایا۔

فتح مکہ مکرمہ کے اسباب

گزشتہ سال حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان جو صلح نامہ طے پایا تھا اس میں دیگر شرائط کے ساتھ یہ بھی شرائط تھیں۔

(۱) فریقین دس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔

(۲) عرب کے دیگر قبائل کو اجازت دے دی گئی کہ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرنا چاہے وہ کرلے اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

چنانچہ ان شرائط کی بنا پر ہر قبیلہ نے اپنی مرضی سے جس فریق کے ساتھ اپنے مستقبل کو وابستہ کرنا مناسب سمجھا اس کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلیا۔ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ اور بنو خزاعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی کا معاہدہ طے کرلیا۔ بنو خزاعہ نے معاہدہ طے کرتے وقت وہ عہد نامہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب نے خزاعہ کو لکھ کر دیا تھا۔ جب پہلے ان سے دوستی کا معاہدہ کیا گیا تھا اس تحریر کا آخری جملہ غور طلب ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے آخر میں لکھا

بیننا و بینکم عهود الله و عقوده مالا ینسی ابدا الید واحدة والنصر واحد ما اشرف ثبیر وثبت حراء و مابل بحر صوفا

(سبل الہدیٰ: ص ۳۰۵ ج ۵)

"ہمارے درمیاں اور تمہارے درمیان ایسا عہد و پیمان ہے جس کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ ہم اس وقت تک متحد رہیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے جب تک ثبیر کے پہاڑ پر سورج چمکتا رہے۔ کوہ حراء اپنی جگہ قائم رہے اور جب تک سمندر کا پانی اون کو بھگوتا رہے یعنی قیامت کے برپا ہونے تک"۔

حضرت عبدالمطلب کی یہ تحریر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ کر سنائی۔

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

زمانہ جاہلیت میں دوستی کا جو معاہدہ طے پایا تھا اسلام اس کو کالعدم قرار نہیں دیتا بلکہ اس کو پختہ سے پختہ تر کرتا ہے"۔

کفار مکہ کی عہد شکنی اور وعدہ خلافی

صلح حدیبیہ کے بائیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں اوران کے حلیف بنو بکر نے ایک ایسی حرکت کی جس کے باعث صلح حدیبیہ کا معاہدہ کالعدم ہو گیا۔ اہل مکہ کو اس معاہدہ صلح توڑنے کی کیسے جرات ہوئی؟

مورخین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے تین عظیم جرنیل شہید کردیئے گئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بصد مشکل بچے کھچے مسلمانوں کو لاکھوں رومیوں کے نرغہ سے نکال کر آئے تھے۔ اس سانحہ نے اہل مکہ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ مسلمانوں کی قوت وطاقت کا

اب جنازہ نکل گیا ہے۔ اب ان میں دم خم باقی نہیں رہا کہ ہم سے برسر پیکار ہونے کی جسارت کرسکیں۔ اگر ہم اس معاہدہ کی خلاف ورزی بھی کریں گے تو مسلمانوں کو یہ جرات نہ ہوگی کہ ہمیں دعوت مبارزت دے سکیں۔ لیکن یہ انکی سراسر غلط فہمی تھی اور ان کی یہ غلط فہمی جلد دور ہوگئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے فوری قدم مبارک اٹھایا اور ایسا اٹھایا کہ اسلام کو طاقت اور قوت ملی اور قیامت تک کے مسلمانوں کو حج وعمرہ آزاد طریقے سے کرنے کی سعادت ملی۔

سیرت نگاروں نے اس بارے میں مفصل انداز سے لکھا ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

بنو کنانہ اور بنو بکر کے سرداروں نے قریش کے رئیسوں سے التجا کی کہ وہ اپنے جنگجو افراد اور اسلحہ سے ان کی امداد کریں تا کہ وہ اپنے دشمن (بنو خزاعہ) سے اپنے مقتولوں کا انتقام لے سکیں۔ انہیں اپنی قرابت داری کا بھی واسطہ دیا اور ان پر اپنا یہ احسان بھی جتلایا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام سے دوستی کا معاہدہ کرنے کے بجائے ان سے معاہدہ کیا ہے۔ نیز اسلام کو مٹانے میں بھی وہ ان کے ساتھ ہیں۔ جب بنو کنانہ نے قریش کو بڑے اشتعال انگیز لہجے سے دعوت دی تو سب نے ان کی مدد کرنے کی حامی بھرلی۔ ان میں ابوسفیان شریک نہیں تھا اور نہ اس سے اس بارے میں مشورہ کیا گیا۔ ایک قول کے مطابق ابوسفیان سے مشورہ کیا گیا لیکن اس نے ان کی حمایت کرنے سے انکار کردیا۔ بنو خزاعہ کیخلاف یہ سازش بڑی رازداری سے کی جارہی تھی۔ بنو خزاعہ صلح حدیبیہ کے بعد بڑے اطمینان سے وقت گزار رہے تھے۔ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ان پر اچانک دھاوا بول دیں گے۔ قریش بنو بکر اور بنو کنانہ نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں "وتیر" نامی کنواں جو بنو خزاعہ کے علاقہ میں ہے۔ اس پر فلاں تاریخ فلاں وقت اور فلاں جگہ اکٹھے ہوں گے اور وہاں سے ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کریں گے۔ جب مقررہ جگہ پر وہ لوگ پہنچ گئے تو ان پر دھاوا بولنے والوں میں دیگر قبائل کے علاوہ قریش

کے بڑے بڑے رؤساء بھی شریک تھے۔

جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) صفوان بن امیہ

(۲) عکرمہ بن ابی جہل

(۳) حویطب بن عبدالعزیٰ

(۴) شیبہ بن عثمان

(۵) اور مکرز بن حفص

ان سب نے اپنے چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے اور عجیب قسم کا لباس پہنا ہوا تھا تاکہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ یہ لوگ اپنے غلاموں اور نوکروں کا ایک جم غفیر بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ادھر قریش اور ان کے حلیف زور و شور سے بنو خزاعہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ ادھر بنی خزاعہ اپنے گھروں میں بے خوف و خطر خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ اس معاہدہ کے بعد ان پر بلاوجہ شب خون مارا جائے گا۔ ان میں اکثریت بچوں' عورتوں اور کمزور بوڑھوں کی تھی۔ جب بنو بکر نے ان پر اچانک حملہ کیا تو وہ جانیں بچانے کے لئے بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ حدود حرم میں داخل ہو گئے۔ انہیں یہ امید تھی کہ یہاں ان کو امان مل جائے گی لیکن ان حملہ آوروں نے حدود حرم کا لحاظ بھی نہ کیا اور ان کو بے دریغ قتل کرتے رہے۔

ان حملہ آوروں میں سے چند آدمیوں نے اپنے سرغنہ نوفل بن معاویہ کو دہائی دی۔

اے نوفل! اپنے خدا سے ڈرو۔ تم دیکھتے نہیں کہ تم حرم میں داخل ہو گئے ہو اور پھر بھی قتل کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس وقت اس پیکر فخر و رعونت نے ایسا جملہ زبان سے نکالا کہ زمین بھی لرز اٹھی۔

اس نے کہا

لا الہ الیوم یا بنی بکر اصیبوا اثارکم فلعمری انکم لتسرقون

فی الحرم افلا تصیبون ثار کم

(ابن کثیر' سیرۃ النبویہ' ص ۵۲۸' ج ۳)

آج کوئی خدا نہیں' اے بنو بکر! تم حرم میں لوگوں کا مال چرا لیا کرتے ہو۔
اس وقت تمہیں حرم کا خیال نہیں آتا۔ آج دشمن سے انتقام لینے کا موقع ہے
تو تمہیں حرم کا تقدس یاد آ گیا۔ خبردار! آج کوئی شخص انتقام لینے میں سستی
نہ کرے دشمن جہاں ملے اسے وہیں نہ تیغ کر دو۔

بنو خزاعہ کے کچھ افراد کا بچ کر بھاگنا

بنو خزاعہ کے بچے کھچے افراد بھاگ کر بدیل بن ورقاء اور رافع کے گھر تک پہنچے اس وقت صبح کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قریش کے رؤساء اپنے گھروں میں داخل ہو گئے۔ اپنے بارے میں یہ گمان تھا کہ انہیں کسی نے نہیں پہچانا۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں ملے گی۔ صبح کا اجالا پھیلا تو لوگوں نے دیکھا کہ بدیل اور رافع کے مکانوں کے دروازوں پر بنو خزاعہ کے کشتوں کے پشتے لگے ہوئے ہیں۔ (امتاع الاسماع: ص ۲۶۷)

قریش کا پچھتاوا

قریش کے سردار جو اسلام کی عداوت میں اندھے ہو چکے تھے۔ یہ غلطی کر تو بیٹھے اب وہ پچھتانے لگے۔ ان میں جو دور اندیش لوگ تھے۔ انہوں نے ان کو لعنت ملامت کرنا شروع کر دی۔ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ دونوں صفوان اور عکرمہ وغیرہ کے پاس آئے اور انہیں صاف صاف بتا دیا کہ یہ حرکت کر کے تم نے اس معاہدہ کو توڑ دیا ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طے پایا تھا۔ اس عہد شکنی کے نتائج بھگتنے کے لئے اب تیار ہو جاؤ۔ (سبل الہدیٰ' ص ۳۰۶' ج ۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاع پانا

وتیر کے کنویں پر رات کے وقت بنو خزاعہ پر جو قیامت گزر گئی تھی اس کے بارے

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا بنوخزامہ پر آج بڑا ظلم وستم کیا گیا ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قریش میں یہ ہمت ہے کہ وہ اس معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کر سکے حالانکہ تلواروں نے ان کو پہلے ہی تباہ وبرباد کر دیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

انہوں نے وہ معاہدہ توڑ دیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔

عرض کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا انجام تو بخیر ہوگا۔

ارشاد فرمایا:

ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔ (سبل الہدیٰ: ص ۳۰۶، ج ۵)

ایک اور روایت میں ہے جو امام طبرانی نے اپنی کبیر میں اور صغیر میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

ایک رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ سحری کے وقت تہجد ادا کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور طہارت خانہ میں تشریف لے گئے۔

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لبیك لبیك لبیك

میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں

نصرت نصرت نصرت

تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وضو خانہ سے باہر تشریف لے آئے

تو میں نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا

لبیک لبیک لبیک

اور

نصرت نصرت نصرت

کیا اندر کوئی آدمی تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کلام تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ بنی کعب کا رجز خواں تھا۔ جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ہم تین دن تک کسی واقعہ کی اطلاع ملنے کا انتظار کرتے رہے۔ تین دن بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے تو میں نے راجز کو اشعار کہتے ہوئے سنا۔

بنو سالم خزاعی کا اپنے چالیس افراد کیساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا

بنو خزاعہ کے قتل عام کے بعد سالم خزاعی اپنے قبیلہ کے چالیس افراد کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوا تاکہ اس حادثہ فاجعہ کے بارے میں بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روئیداد پیش کرے۔ نیز قریش نے جو اس المیہ میں جو کردار ادا کیا ہے اس سے آگاہ کرے جب فریادیوں کا یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر اپنے آقا صلی اللہ

علیہ وسلم کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھا تھا۔ عمرو بن سالم جو اس وفد کا رئیس تھا اٹھا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس المناک حادثہ کی جملہ تفصیلات عرض کیں۔ قریش کے جن رؤسا نے اس حملہ میں شرکت کی تھی۔ ان کے ناموں سے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا جب یہ لوگ اپنی داستان غم، ظلم و عدوان عرض کرنے سے فارغ ہوئے تو عمرو بن سالم نے اٹھ کر یہ اشعار پیش کئے جن میں انہوں نے اپنی قوم کو بربادی اور مظلومیت کی داستان بڑے پرسوز انداز میں بیان کیا۔

(یہ وہ اشعار ہیں جو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے سنے تھے)

اس نے کہا

یارب انی ناشد محمدا
حلف ابینا وابیه الاتلدا
قد کنتم ولدا وکنا والدا
ثمة اسلمنا فلم ننزع یدا
ان قریشا اخلفوك موعدا
ونقضوا میثاقك المو کدا
وزعموا ان لست ادعوا احدا
فهم اذل واقل عددا
هم بیتونا بالوتیر هجدا
وقتلونا رکعا و سجدا
وجعلوا لی فی کداء رصدا
فانصر رسول الله نصرا اعتداء
وادع عباد الله یاتو مددا
فیهم رسول الله قد تجردا

ان سیم خسفا وجہ تربدا

فی فیلق کا البحر یجری مزبدا

(ابن کثیر' السیرہ النبویہ' ص ۵۲۷' ج ۳)

اے میرے پروردگار! محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوستی کا وہ معاہدہ یاد دلانے والا ہوں جو ہمارے باپوں اور ان کے باپ کے درمیان قدیم زمانے میں طے پایا تھا۔ اس وقت ہماری اولاد اور ہم تمہارے باپ تھے۔ وہاں ہم نے صلح کی پھر اس صلح سے ہاتھ نہ کھینچا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا فرزند اس لئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دادوں کا نکاح بنی خزاعہ کی دو خواتین سے تھا۔ ان کے شکم سے جو اولاد ہوئی بنو خزاعہ ان کے باپ تھے اور ان خواتین کے بچے ان کے فرزند تھے۔ قصی کی والدہ اور عبد مناف کی زوجہ دونوں بنو خزاعہ قبیلہ کی خواتین تھیں)

قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور وہ پختہ عہد جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اس کو توڑ دیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ میں اپنی مدد کے لئے کسی کو نہیں پکاروں گا وہ ذلیل تھے اور تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے۔

وتیر نامی کنویں کے قریب جب ہم اپنے گھروں میں سو رہے تھے۔ انہوں نے ہم پر شب خون مارا اور ہمیں اس حال میں قتل کیا جب ہم رکوع وسجود کی حالت مین تھے۔

وہ کداء کی گھاٹی میں چھپ کر میری گھات لگائے بیٹھے تھے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ایسی مدد فرمایئے جو بہت قوت والی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بلایئے جو مدد کے لئے آ جائیں۔ ان میں اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوں جو جنگ کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔ جب ان کی توہین کی جاتی ہو تو ان کا چہرہ فرط غضب سے سرخ ہو جاتا ہے وہ ایسے لشکر جرار کے ساتھ حملہ کرتے ہیں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے اور اس پر

جھاگ تیر رہی ہوتی ہے"۔

جب عمرو ان اثر انگیز اشعار میں اپنی مظلومیت کی داستان سنا کر فارغ تو حضور انور رحمۃ اللعٰلمین نے ارشاد فرمایا:

نصرت یا عمرو بن سالم

اے سالم کے بیٹے عمرو! ذرا غم نہ کر ضرور تیری مدد کی جائے گی۔

اسی اثناء میں بادل کا ایک ٹکڑا اس مجلس کے اوپر سے گزرا اور گرجا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بادل کا یہ ٹکڑا بنو کعب کو مدد کی خوشخبری سنا رہی ہے۔

(مرجع السابق)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کھانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنی کعب پر توڑے جانے والے ظلم وستم کی داستان سنی تو مظلوموں کی دادرسی کرنے والے نبی نے فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ لا منعنھم مما امنع منہ نفسی واھلی وبیتی"

(سبل الہدیٰ: ص ۳۰۹ ج ۵)

"اس ذات کی قسم! جس کے دست اقدس میں میری جان ہے میں ان کا ہر دشمن سے دفاع کروں گا جس دشمن سے میں اپنی ذات اپنی آل اور اہلخانہ کا دفاع کرتا ہوں"۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات اقدس پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کے فریادرس تھے اور قیامت تک ہیں۔

قریش کی ندامت اور باہمی مشورے کرنا

جب بنو خزاعہ کے وفد نے بارگاہ رسالت میں داستان غم بیان کی

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے ساتھ یہ زیادتی کی ہے۔

انہوں نے عرض کی

بنی بکر

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنو بکر تو بہت بڑا قبیلہ ہے۔ ان میں سے کن لوگوں نے تم پر یہ ظلم وستم کیا ہے۔

انہوں نے عرض کی:

بنی نفاثہ نے اور ان کی قیادت نوفل بن معاویہ النفاثی کر رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ بنی بکر کا ایک خاندان ہے۔ میں اہل مکہ کی طرف دریافت احوال کے لئے اپنا قاصد روانہ کرتا ہوں جو ان کے سامنے تجویز پیش کرے گا۔ ان میں سے جس تجویز کو وہ چاہیں پسند کر لیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمرہ نامی اپنے ایک صحابی کو اہل مکہ کی طرف روانہ کیا تا کہ صحیح مجرم کا کھوج لگائیں۔

اور ان کے سامنے یہ تجویزیں پیش کریں۔

(۱) بنو خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں۔

(۲) بنو نفاثہ سے اپنی دوستی کا معاہدہ ختم کر دیں۔

(۳) صلح حدیبیہ کو علانیہ طور پر کالعدم قرار دے دیں۔

یہ ایسی تجاویز تھیں جس میں ان کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچائے بغیر امن وسلامتی کی ضمانت دی گئی تھی۔ یہ تجاویز اتنی منصفانہ اور کریمانہ تھیں کہ کوئی غیر جانبدار آدمی بھی ان کو سخت کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ ان میں دھونس اور تشدد کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ یہ روایت قارئین کرام کے لئے خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ ان کے مطالعہ سے یہ بات ان پر واضح

ہو جائے گی کہ ان انتہائی اشتعال انگیز حالات میں کس طرح صلح حدیبیہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر گز نہیں چاہتے کہ فریقین کے درمیان جنگ کے شعلے پھر بھڑکنے لگیں۔ ضمرہ مکہ پہنچا اور حرم شریف کے دروازہ پر اونٹنی کو بٹھایا۔ قریش صحن حرم میں اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے۔ انہیں جا کر بتایا کہ میں اللہ عزوجل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور تمہارے سامنے یہ تین تجاویز پیش کرتا ہوں۔ ان تجاویز کو سننے کے بعد قریش باہم مشورہ کرنے لگے۔ قرظہ بن عبد عمرو جو نابینا تھا۔

اس نے کہا

اگر ہم خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دیں گے تو ہمارے پاس پھوٹی کوڑی بھی باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے پہلی تجویز ہمارے قابل قبول نہیں۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ

ہم بنو نفاثہ سے اپنی دوستی کا معاہدہ توڑ دیں یہ بھی ہمارے لئے قابل قبول نہیں کیونکہ نفاثہ عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ کعبہ معظمہ کی تعظیم کرتے ہیں ہم ان سے اپنی دوستی کا معاہدہ کالعدم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں البتہ تیری تجویز ہمیں منظور ہے۔ ہم اعلانیہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ختم کرتے ہیں۔ ان کا فیصلہ سن کر ضمرہ مدینہ واپس آ گیا۔

ضمرہ کے واپس آنے کے بعد اہل مکہ کی آنکھیں کھلیں اور اس کے خوفناک نتائج نے انہیں پریشان کر دیا۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

حارث بن ہشام اور چند دوسرے لوگ صفوان بن امیہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس آئے جنہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کرنے میں بنو بکر سے تعاون کیا تھا اور انہیں آ کر ملامت کی۔

انہوں نے ابوسفیان کو کہا کہ

یہ ایسا معاملہ نہیں جسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے بلکہ ہمیں ان بگڑتے ہوئے

حالات کو سنبھالا دینے کے لئے فوری توجہ دینا چاہئے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ابوسفیان خود مدینہ طیبہ بھی حاضر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاہدہ کی تجدید اور اس کی مدت میں اضافہ کی درخواست کرے صلی اللہ علیہ وسلم اسی اثناء میں عمرو بن سالم خزاعی اپنے چالیس ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ پہنچا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر اشعار پیش کیے اور ان مظالم کی روئیداد بیان کی جو اہل مکہ نے ان پر کئے تھے اور ان کی امداد کی درخواست کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لانصرت ان لم انصر بنی کعب مما انصر منه نفسی

(امتاع الاسماع: ص ۲۶۷، ج ۱)

اگر میں بنی کعب کی امداد نہ کروں تو اللہ تعالیٰ میری مدد نہ کرے۔ میں ان کا ہر اس چیز سے دفاع کروں گا جس سے میں اپنی ذات کا دفاع کرتا ہوں''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا:

مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ ابوسفیان تمہارے پاس آئے گا اور معاہدہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے درخواست کرے گا۔

(ابن کثیر السیرۃ النبویہ ص ۵۲۹، ج ۳)

ابوسفیان کا مدینہ میں پہنچنا

ابوسفیان کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس کو یقین ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مظلوم دوستوں کی امداد کے لئے فوری اقدام کریں گے۔ اس سے پیشتر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر حملہ کریں بہتر ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کروں اور اس معاہدہ کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لئے التجا بھی کروں۔ تمام قوم نے ابوسفیان کی اس تجویز کو پسند کیا۔ چنانچہ ابوسفیان اپنے ایک غلام

کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا وہ بڑی تیزی سے مسافت کر رہا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس سے پیشتر کہ کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس المیہ کے بارے میں کچھ عرض کرے وہ پہلے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید عہد کا وعدہ لے لے۔ راستہ میں عسفان کے مقام پر اس کی ملاقات بدیل بن ورقاء سے ہوئی۔ راستہ میں عسفان کے مقام پر اس کی ملاقات بدیل بن ورقاء سے ہوئی۔ ابوسفیان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں بدیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض نہ کر دیا ہو۔

اس نے بدیل کے ساتھیوں سے پوچھا کہ

یثرب کے بارے میں تمہیں اگر کوئی علم ہے تو ہمیں بتاؤ تم کب یثرب گئے تھے۔

انہوں نے کہا کہ

ہمیں تو عرصہ دراز ہوا یثرب گئے ہوئے۔ ہمیں تو وہاں کے حالات کا قطعاً علم نہیں لیکن ابوسفیان نے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ حقیقت حال کو اس سے چھپا رہے ہیں۔

اس نے کہا

اگر تمہارے پاس یثرب کی کھجوریں ہوں تو وہ ہمیں دو۔ واقعی جتنی یثرب کی کھجوریں لذیذ ہوتی ہیں کوئی دوسری کھجور اتنی لذیذ نہیں ہوتی۔

انہوں نے کہا

نہ ہم یثرب گئے اور نہ ہمارے پاس کھجوریں ہیں۔ اس کے اس انکار کے باوجود ابوسفیان کا یہ خیال تھا کہ یہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

اس نے کھل کر بدیل سے پوچھا:

کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے ہو؟

اس نے کہا

ہرگز نہیں۔ میں بنی کعب اور خزاعہ میں ایک جھگڑا تھا اس کی اصلاح کے لئے ان

کے ساحلی علاقے میں گیا تھا۔ پھر ابوسفیان کی قیام گاہ پر گیا اور ان کے اونٹوں کی ایک مینگنی اٹھائی اور اسے پھوڑا تو اس میں کھجور کی گھٹلیوں کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔

ابوسفیان نے کہا:

میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ ابوسفیان نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ پہنچا۔ سب سے پہلے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا۔ اس نے جب اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً وہ بستر لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔

ابوسفیان نے کہا

اے میری بچی! کیا تم نے اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس قابل نہیں سمجھا کہ میں اس پر بیٹھوں۔ اس لیے تم نے اسے لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کسی ادنیٰ جھجک کے بغیر اپنے باپ کو جواب دیا کہ

یہ بستر اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور تو مشرک ہے اور ناپاک ہے اس لئے میں نہیں برداشت کر سکتی کہ تو اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک بستر پر بیٹھے۔

ابوسفیان اپنی بیٹی کا جواب سنکر ہکا بکا رہ گیا۔

اس نے کہا

اے بیٹی! جب سے تو مجھ سے جدا ہوئی ہے تم نے شر کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مجھے شر نہیں پہنچی بلکہ اللہ تعالیٰ مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ابا جان!

آپ تو قریش کے سردار ہیں اور مکہ مکرمہ کے رئیس ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اتنی

دانش وفہم کا مالک ہونے کے باوجود آپ نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا اور آپ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے بجائے بہرے پتھروں کی پوجا کر رہے ہیں۔ ابوسفیان اپنی بیٹی کے اس رویہ سے مایوس ہو کر اٹھ کر چلا گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔

حاضر ہو کر عرض کی کہ

جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا تھا تو میں غیر حاضر تھا۔ اب میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کی تجدید فرمائیں اور معاہدہ کی مدت میں اضافہ کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

ابوسفیان! تم محض اس لئے یہاں آئے ہو

اس نے کہا

جی ہاں

اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم سے اس معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی صادر ہوئی ہے۔

اس نے بات ٹالتے ہوئے کہا

پناہ خدا! ہم تو صلح حدیبیہ پر قائم ہیں نہ ہم اس میں کوئی تغیر چاہتے ہیں اور نہ کسی تبدیلی کے روادار ہیں۔ ابوسفیان نے دوبارہ اپنی پہلی درخواست کا اعادہ کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب نہ دیا۔ یہاں سے مایوس ہو کر وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست پیش کی۔

اور کہا

یا تو آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں یا آپ رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے لوگوں کو پناہ دینے کا اعلان کر دیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

میری پناہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہے۔ میں الگ سے کوئی پناہ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ وہاں سے ناکام ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی طرح اپنی آمد کا مدعا آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابوسفیان کو دوٹوک جواب دیا۔

ارشاد فرمایا

تم مجھ سے توقع رکھتے ہو کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہاری سفارش کروں گا۔

بخدا!

اگر چیونٹی کو بھی تم سے برسر پیکار پاؤں تو اس کی بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔ جو نیا معاہدہ ہمارے اور تمہارے درمیان طے پائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پرانا اور بوسیدہ کر دے اور جو پختہ معاہدہ طے پائے اس کو اللہ تعالیٰ ٹکڑے ٹکڑے کر دے جو وعدہ ٹوٹ چکا ہے اسے کبھی نہ جوڑے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ جملے سن کر ابوسفیان برافروختہ ہو گیا۔

اور بولا

جو زیت من ذی رحم شرا

ترجمہ: خدا اس قطع رحمی کی تمہیں سزا دے۔

وہاں سے اٹھ کر ابوسفیان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں گویا ہوا

رشتہ میں آپ رضی اللہ عنہ میرے قریب ترین رشتہ دار ہیں مہربانی فرما کر کوشش کریں کہ معاہدہ کی تجدید بھی ہو جائے اور اس کی مدت میں بھی اضافہ ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہماری سفارش

کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے مسترد نہیں کریں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی الفاظ فرمائے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمائے۔

جواری فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: یعنی میری پناہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہے۔

وہاں سے اٹھ کر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور گزارش کی

''اے علی رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں۔ میں ایک عرض کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے یقین ہے آپ رضی اللہ عنہ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ ازراہ نوازش بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میری سفارش فرما دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو۔ بخدا! جب اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا عزم فرما لیتے ہیں تو ہماری یہ مجال نہیں ہوتی کہ ہم اس میں مداخلت کریں وہاں سے اٹھ کر ابوسفیان سعد بن عبادہ کے پاس آیا

اور کہا

اے ابوثابت! تم اس علاقہ کے سردار ہو اٹھو اور لوگوں کے درمیان امن وامان قائم کرنے کا اعلان کر دو اور معاہدہ کی مدت بھی بڑھا دو اس مومن مرد نے وہی جواب دیا۔

فرمایا:

جواری فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یجیر احد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: میری پناہ تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ کے تابع ہے اور کسی کی

مجال نہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کسی کو پناہ دے سکے۔

اس کے بعد قریش اور انصار کے رؤساء جو مدینہ منورہ میں تھے ان کے پاس گیا سب نے وہی جواب دیا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ سب سے مایوس ہو کر وہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ محترمہ کے سامنے گھٹنے گھسیٹ کر چل رہے تھے۔ ابوسفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی رحمدلی کا سہارا لیتے ہوئے گزارش کی کہ

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لختِ جگر! کیا تم لوگوں کے درمیان امن و امان کا اعلان کرنے لئے تیار ہو''۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تو پردہ نشین خاتون ہوں۔ امن و امان کا اعلان کرنا میرا کام نہیں۔

ابوسفیان نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان امن و امان کا اعلان کر دے اس طرح تا قیامت وہ تمام عرب کا سردار بن جائے گا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

میرا فرزند اس عمر کو نہیں پہنچا کہ لوگوں کے درمیان امن و امان کا اعلان کرے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی مجال نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی کو امان دیں۔ (دلائل النبوۃ، ص ۸ تا ۱۰، ج ۵)

ابوسفیان کی مایوسی

چاروں طرف سے جب مایوسیوں کے اندھیروں نے اپنے حصار میں لے لیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہنے لگا۔

اے ابوالحسن! حالات بڑے سنگین ہو گئے ہیں مجھے کوئی نصیحت کرو تاکہ ان پیچیدہ حالات سے مجھے رستگاری نصیب ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتا جس سے اس مشکل سے تمہیں نجات نصیب ہو لیکن تم خود بنی کنانہ کے سردار ہو۔ خود کھڑے ہو کر لوگوں میں امن وامان کا اعلان کر دو پھر فوراً اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔

ابوسفیان نے پوچھا:

اگر میں ایسا کروں تو اس سے مجھے کوئی فائدہ ہوگا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہرگز نہیں۔ بخدا عزوجل نہیں۔

چنانچہ ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا۔

"اے لوگو! کان کھول کر سن لو! میں نے لوگوں میں امن وامان کا اعلان کر دیا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ تم میری اس امان کی بے حرمتی نہیں کرو گے۔ وہاں سے اٹھ کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔

اور کہنے لگا

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے لوگوں کے درمیان امن کا اعلان کر دیا ہے پھر اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۳۱۴، ج ۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے

اور عرض کی

"اللھم خذ العیون والاخبار عن قریش حتی نبغتھا فی

بلادھا"

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے اور ہماری کوئی اطلاع قریش کو نہ ملے یہاں تک کہ ہم ان کے شہر پر اچانک حملہ کر دیں۔

(ابن کثیر السیرۃ النبویہ ص ۵۳۵ ج ۳)

ابوسفیان کی نئی چال اور قریش سے بچاؤ کی تدبیر

اس جدوجہد میں ابوسفیان کو کافی دن مدینہ منورہ میں رکنا پڑا جب اسے واپسی میں توقع سے زیادہ دیر ہوئی تو قریش نے اس پر الزام لگانا شروع کر دیا کہ ابوسفیان مرتد ہو گیا ہے اور اس نے چھپ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کر لی ہے اور اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کو صیغہ راز میں رکھا ہوا ہے۔ جب وہ واپس آیا اور رات کو اپنی بیوی ہند کے پاس گیا۔

تو اس نے کہا

تم نے اتنی دیر لگا دی کہ تیری قوم نے تم پر یہ تہمت لگا دی کہ تم مرتد ہو گئے ہو۔ اگر اتنا عرصہ وہاں رہنے سے تم نے کامیابی حاصل کی ہوتی تو پھر تم تو بڑے جواں مرد تھے۔

پھر اس نے وہاں کے حالات پوچھے تو اس نے تمام حالات بتائے۔

ہند نے کہا

تم اپنی قوم کے بدبخت قاصد ہو۔ تم سے کبھی کوئی بھلائی کا کام نہیں ہوا۔

(سبل الہدیٰ ص ۳۱۵ ج ۵)

جب رات گزری اور صبح ہوئی تو وہ سیدھا اساف اور نائلہ بتوں کے پاس گیا وہاں اپنا سر منڈایا اور ان کے لئے ایک جانور قربانی دیا اور اس کے خون سے ان بتوں کے سروں کو رنگین کیا۔

اور اعلان کیا

لاافارق عبادتکما حتی اموت علی ما مات علیه ابی

ترجمہ: اے اساف نائلہ! میں تمہاری عبادت سے کبھی باز نہ آؤں گا۔ یہاں

تک کہ اس عقیدہ پر میری موت آجائے جو میرے باپ کا عقیدہ تھا۔

(امتاع الاسماع: ص۲۷۲' ج ۱)

یہ تمام چال ابوسفیان نے اس لئے رچایا تاکہ وہ اس الزام سے اپنی برات ثابت کرے جو قریش مکہ نے اس پر لگایا تھا کہ ابوسفیان مرتد ہو گیا ہے۔

کفار مکہ کا ابوسفیان کے گرد جمع ہونا

مکہ والوں کو جب ابوسفیان کی واپسی کی خبر ہوئی تو اس کے پاس جمع ہوئے

اور پوچھا

تم کیا کر کے آئے ہو؟

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تحریر تمہیں دی ہے یا معاہدہ کی مدت میں توسیع کا وعدہ کیا ہے۔

اس نے کہا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مطالبات کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ان کے جلیل القدر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں سے ہر ایک کے پاس گیا۔ لیکن سب نے مجھے ایک ہی جواب دیا کہ

جواری فی جوار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

میری پناہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ کے تابع ہے۔

میں نے آج تک کسی کو اپنے بادشاہ کی ایسی اطاعت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ پر حملہ کرنے کا مشورہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے ایک حجرہ شریف سے باہر نکلے اور اس

کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھتے تو دور ہی بیٹھ جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کسی کو خود طلب نہ فرماتے کوئی نزدیک جانے کی جرات نہ کرتا۔

تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر میرے پاس بھیجو۔ آپ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور بڑے مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے۔ دونوں حضرات دیر تک سرگوشی فرماتے رہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میری دائیں جانب بیٹھ جائیے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر سامنے بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی دیر تک مشورہ کیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی لوگ (اہل مکہ) کفر کے سرغنہ ہیں۔ ان لوگوں نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر' کاہن' کذاب اور مفتری کہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بائیں جانب بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر عام لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت مل گئی۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں تمہاری ان دو صاحبوں کی مثال نہ بتاؤں

عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمایئے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ انور پھیر کر ارشاد فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں گھی سے بھی زیادہ نرم تھے۔

یہی حال ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

پھر اپنا والضحیٰ والا چہرہ مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کر کے ارشاد فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔ یہی حال عمر کا ہی ہے۔ اب تم جنگ کے لئے مکمل طور پر تیار ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ مجلس برخاست ہوگئی۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اردگرد جمع ہوگئے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

کیا باتیں ہوئی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ مکہ پر حملہ کرنے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

میں نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے افراد ہیں ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس بارے میں مشورہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یہ لوگ بڑے نابکار ہیں۔ کون سا جھوٹا بہتان ہے جو ان نابنجاروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ لگایا ہو۔ وہ تمام الزامات آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایک کر کے گن دیئے چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(سبل الہدیٰ: ص ۳۱۶، ج ۵)

جنگ کی تیاری کا حکم

ابوسفیان کے مکہ واپس جانے کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز

توقف فرمایا پھر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ سامان جنگ تیار کرے اور اس کے بارے میں کسی کو خبر نہ ہونے دے۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ اور اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں التجا کی کہ

یا اللہ عزوجل! اہل مکہ کو ہمارے بارے میں بہرہ اور اندھا کردے تاکہ وہ نہ ہماری تیاریوں کو دیکھ سکیں اور نہ ہمارے بارے میں کچھ سن سکیں تاکہ ہم اچانک ان پر حملہ بول دیں تب انہیں ہمارے پروگرام کے بارے میں کچھ پتا چلے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے تمام راستوں پر پہرہ دار مقرر فرمادیئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان پہرہ داروں کی خبر گیری کے لئے خود تشریف لے جایا کرتے اور انہیں تاکید فرماتے کہ کسی انجام آدمی کو دیکھیں تو اس سے پوری طرح پوچھ گچھ کریں۔

(سبل الہدیٰ: ص ۲۱۷، ج ۵)

کفار مکہ کی طرف حاطب بن ابی بلتعہ کا خط جنگ کی آگاہی کے لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری فرمالی تو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کو ایک خط لکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے انہیں آگاہ کیا اور ایک عورت کو دیا کہ وہ اسے بڑی احتیاط سے مکتوب الیہ تک پہنچادی صلی اللہ علیہ وسلم اس خدمت کے عوض اس عورت کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دس اشرفیاں دیں۔ اس نے خط کو جیب وغیرہ میں رکھنے کے بجائے اپنی مینڈھیوں میں چھپا لیا۔ راستوں میں متعین پہرہ داروں سے بچنے کے لئے وہ عام راستہ کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر چل کر عقیق کی وادی تک پہنچ گئی جہاں سے عام شاہراہ آکر ملتی تھی۔

امام سہیلی نے اس خط کا متن یوں تحریر کیا ہے۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد توجہ الیکم بجیش کا اللیل یسیر کا سیل و اقسم باللہ وسار الیکم وحدہ لنصرہ اللہ تعالٰی علیکم فانہ منجز لہ ماوعدہ فیکم فان

اللہ ناصرہ وولیہ" (سبل الہدیٰ ص ۳۱۸ ج ۵)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کرنے کے لئے متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لشکر رات کے مانند ہے اور وہ سیلاب کی طرح رواں دواں ہے اور میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بھی تم پر چڑھائی کریں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرماتا اور اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبی علیہ السلام کا مددگار اور دوست ہے۔ حاطب کی اس حرکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً روانہ ہو جاؤ جب تم روضہ خاخ پر پہنچو تو وہاں تمہیں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی۔ اس کی تلاشی لینا اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لینا۔ یہ حضرات بجلی کی سرعت سے اس عورت کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور ''بطن ایم'' کے مقام پر اس کو جا لیا وہ اونٹ پر سوار تھی۔ اسے اتارا اور اس کے سامان کی تلاشی لی لیکن اس میں سے وہ خط نہ ملا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ڈانٹتے ہوئے عورت کو فرمایا:

خدا عزوجل کی قسم! اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز غلط بیانی نہیں فرمائی۔ تمہارے پاس یقیناً وہ خط ہے۔ بہتر ہے کہ وہ خط تم ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تجھے ننگا کر کے وہ خط برآمد کر لیں گے۔ جب اس عورت کو یقین ہو گیا کہ معاملہ اب سنجیدہ ہو گیا ہے تو اس نے اپنی مینڈھیاں کھولیں اور اس میں جو خط اس نے چھپا کر رکھا تھا نکالا اور آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ خط لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا وہ آئے۔

ان سے استفسار فرمایا:

اے حاطب رضی اللہ عنہ! یہ تم نے کیا کیا؟

اس نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا! اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا پختہ ایمان ہی میں ہرگز مرتد نہیں ہوا۔ میرا مکہ میں کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا جو ان حالات میں میرے اہل وعیال کی خبر گیری کرتا۔ میں نے یہ خط لکھ کر ان پر ایک احسان کیا ہے تا کہ وہ اس احسان کے بدلے میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ عذر سن کر ارشاد فرمایا:

وانہ قد صدقکم

حاطب رضی اللہ عنہ نے تمہیں سچی بات بتادی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حاطب کو دیکھا تو انہیں جھڑکتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے راستوں پر پہرہ دار مقرر کر دیئے تھے تا کہ اہل مکہ کو ان تیاریوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملے اور تم انہیں خط لکھ کر اطلاع دے رہے ہو۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت عطا فرما دیجئے تا کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمر رضی اللہ عنہ! حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بدری ہے اور غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے خلوص اور جذبۂ جاں نثاری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم

ترجمہ: اب جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

اور عرض کی

اللہ ورسولہ اعلم

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ الممتحنہ کی پہلی تین آیتیں نازل فرمائیں۔

حضور انور ﷺ کی ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو مکہ کی طرف روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ پر حملہ کا ارادہ فرمایا تو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بطن اضم کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تا کہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اس علاقہ پر چڑھائی کرنے کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ان مسلمانوں کی طرف جو مدینہ منورہ کے اردگرد بستیوں میں آباد تھے یا صحراؤں میں اقامت پذیر تھے آدمی بھیجے تا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام انہیں پہنچائیں۔

من کان یومن باللہ وبالیوم الاخر فلیحضر رمضان بالمدینة

ترجمہ: جو لوگ اللہ عزوجل اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ماہ رمضان میں مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام جس نے بھی سنا وہ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

روانگی سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورہم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

رمضان المبارک کی ۱۰ تاریخ ۸ھ اور بدھ کا دن تھا جبکہ عیسوی سال کی یکم جنوری ۶۳۰ھ تھی۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر

تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے افطار کر دے۔ راستے میں کہیں توقف کئے بغیر مدینہ منورہ سے سات میل کے فاصلہ پر صلصل کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ مہاجرین انصار اور دیگر قبائل کے اہل ایمان اپنے گھوڑوں اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین کے ساتھ اپنے آگے چلنے کا حکم دیا۔

یہ لشکر جب مدینہ منورہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ''عرج'' کے مقام پر پہنچا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے تھے۔ شدت پیاس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر اور چہرہ انور پر پانی چھڑکتے۔ عرج اور طلوب کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتیا دیکھی جس نے ابھی ابھی چند بچے جنے تھے اور وہ اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ اس خیال سے کہ فوج کا کوئی سپاہی انہیں اذیت نہ پہنچائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کے لئے اس کے پاس کھڑا رہے تاکہ لشکر اسلام کا کوئی مجاہد اس کتیا اور اس کے بچوں کو اذیت نہ پہنچائے۔

(سبل الہدیٰ ص ۳۲۲ ج ۵)

سبحان اللہ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانور پر بھی شفیق ہیں اور جانوروں کے لئے رحمت بھی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سو سو مجاہدین کے دستے تیار فرمانا

یہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سو مجاہدین کے دستے تیار فرمائے جو لشکر اسلام کے آگے آگے چلیں گے۔ عرج اور طلوب کے درمیان بنو ہوازن کا ایک جاسوس گرفتار کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وہاں کے حالات دریافت

کیے۔

اس نے بتایا کہ

قبیلہ بنوہوازن کے افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل اولئك العصاة

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس جاسوس کی نگرانی کریں ایسا نہ ہو کہ وہ جا کر بنوہوازن کو ہمارے بارے میں مطلع کر دے۔ یہ لشکر جب قدید کے مقام پر پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام شرکت کرنے والے قبائل میں جھنڈے اور پرچم تقسیم فرمائے۔

علامہ زرقانی نے یوں لکھا

بنی سلیم کو ایک پرچم اور ایک جھنڈا۔

بنی غفار کو ایک جھنڈا' اسلم کو دو پرچم

بنی کعب کو ایک جھنڈا'

مزینہ کو تین جھنڈے۔

جہینہ کو چار جھنڈے'

بنوبکر کو ایک پرچم

اور اشجع کو دو جھنڈے۔

(شرح مواہب اللدنیہ' ص ۳۰۲' ج ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی راستے میں ملاقات

اسی اثناء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسلام قبول کر کے ہجرت کے ارادہ سے مع اپنے ساز و سامان مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ راستہ میں ان کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جحفہ کے مقام پر ہو

گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ساز و سامان مدینہ منورہ بھیج دیا اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام بہت پہلے قبول کر لیا تھا اور کئی بار رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنے کی اجازت طلب کی لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی ارشاد فرماتے رہے۔

یاعم اقم مکانك الذی انت فیه

ترجمہ: اے میرے چچا! آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہرے رہیں کیونکہ آپ کی ہجرت کے ساتھ سلسلہ ہجرت اختتام پذیر ہوگا۔ جس طرح میری آمد نے نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔

بلاذری لکھتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے عم محترم! تیری ہجرت آخری ہجرت ہے۔ جس طرح میری نبوت سب سے آخری نبوت ہے۔ ان کے علاوہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ نبق العقاب کے مقام پر شرف دید سے مشرف ہوئے۔ یہ دونوں بھی مکہ سے ہجرت کر عازم مدینہ ہو چکے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کا حکم دیا

اس سفر کا آغاز ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی روزہ سے تھے اور دیگر مجاہدین بھی روزہ دار تھے۔ جب یہ لشکر کدید یا کراع الغمیم کے مقام پر پہنچا تو گرمی، روزہ اور پھر پیہم پیدل سفر نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ اس کے بارے میں بارگاہ رسالت عرض کی گئی تو نماز عصر کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ یا پانی سے بھرا ہوا برتن منگوایا اور اس کو اپنے سامنے کجاوہ پر رکھا تا کہ سب لوگ دیکھ لیں۔ پھر اس سے پیا اور روزہ افطار فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو شخص تھا اس کو عطا فرمایا۔ اس نے بھی پیا۔ اس کے بعد بھی چند

لوگوں نے روزہ رکھنے پر اصرار کیا۔

ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اولئك العصاة ترجمہ: یہی لوگ نافرمان ہیں۔

(سبل الہدیٰ، ص ۳۲۴، ج ۵)

بستی مرالظہران میں قیام کا حکم

سفر جاری رہا، عشاء کے وقت مرالظہر ان کی بستی کے پاس سے گزر ہوا۔ وہاں شب بسر کرنے کے لئے قیام کا حکم ملا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فرمان جاری ہوا کہ ہر شخص اپنے اپنے پڑاؤ میں آگ جلائے۔ فوراً تعمیل کی گئی اور دس ہزار چولہے روشن ہو گئے۔ تمام وادی جگمگ جگمگ کرنے لگی۔ رات کو لشکر اسلام کی نگہداشت کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا گیا۔ مدینہ منورہ سے لشکر اسلام کو عازم سفر مدینہ کئی دن گزر چکے تھے لیکن کفار مکہ کو اس بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی وہ محض بے خبر تھے۔ انہیں یہ گمان بھی نہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد فرمایا ہے۔ کفار مکہ کو یہ کھٹکا تو ہر وقت لگا رہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ آور ہوں گے۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے ابوسفیان کو مقرر کیا گیا۔ جب ابوسفیان اس مشن پر روانہ ہوا۔ راستہ میں ان کی ملاقات بدیل بن ورقاء سے ہوگئی۔ انہوں نے اسے بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا تا کہ سب مل کر لشکر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ جب یہ لوگ مرالظہر ان کے قریب ''اراک'' نامی بستی میں پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تا حد نظر خیمے نصب ہیں اور ہر خیمہ کے سامنے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے گھوڑوں کو ہنہناتے اور اونٹوں کو بلبلاتے سنا تو ان پر شدت خوف سے لرزہ طاری ہوگیا۔ بدیل نے گھبراہٹ کو کم کرنے کے لئے کہا۔

یہ بنوخزاعہ کا قبیلہ معلوم ہوتا ہے جنہیں جنگ کی آگ نے جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ بھلا بنوخزاعہ کے پاس اتنی نفری کہاں سے آگئی۔

ابوسفیان کی گرفتاری کا حکم

امام طبرانی ابویعلی سے روایت کرتے ہیں کہ

ابویعلی نے کہا کہ

میں مرالظہر ان کے قصبہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوسفیان اراک کی بستی میں ہے جاؤ اور اس کو گرفتار کرلو۔ چنانچہ ہم اس بستی میں گئے اور ابوسفیان کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے آئے۔

ابن عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ:

یہ تینوں

(۱) ابوسفیان

(۲) حکیم بن حزام

(۳) اور بدیل

اراک کی بستی میں موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ مجاہد وہاں گئے اور پیچھے سے ان کے اونٹوں کی نکیلیں پکڑ لیں۔ انہوں نے ہڑبڑا کر پوچھا:

تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا:

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے سامنے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے سرفروش صحابہ کرام علیہم الرضوان خیمہ زن ہیں؟

ابوسفیان حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا

کبھی ایسا بھی ہوا اتنا لشکر جرار ہمارے گھر میں آدھمکا ہے اور ہمیں خبر تک بھی نہیں ہوئی۔ (سبل الہدیٰ: ص ۳۲۵، ج ۵)

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ

جس رات اسلام کے انصاری رضا کاروں نے اراک کے موضع سے ان تینوں قریشیوں کو گرفتار کیا تھا اس رات لشکر اسلام پر پہرہ کی ڈیوٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اسلام کے مجاہد انہیں پکڑ کر لے آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

صبح تک انہیں اپنی حراست میں رکھو۔ صبح سویرے جب یہ رضا کار ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ ان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

یہی واقعہ اسحاق بن راہویہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مرالظہر ان کی بستی میں رات بسر کرنے کے لئے اترے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دل اہل مکہ کے المناک انجام کا تصور کر کے تڑپ اٹھا۔

کہنے لگے

اگلی صبح کو قریش کی بربادی پر فریاد! اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا تو قریش تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ کاش وہ کل صبح سے پہلے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جائیں اور امان طلب کر لیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں اٹھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نیلگوں خچر لیا اور اس پر سوار ہو کر ایسے آدمی کی تلاش میں نکلا جو میرا پیغام قریش کو پہنچا دے۔ کوئی لکڑہارا کوئی گوالا یا کوئی صاحب ضرورت جو شخص مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا ہو مجھے مل جائے تا کہ اس کے ذریعہ اہل مکہ کو میں اپنا پیغام پہنچا سکوں۔ جب میں اراک سے گزرا تو میرے کانوں میں ابوسفیان اور بدیل

کی آواز آئی وہ آپس میں ہم کلام تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک ایسی رات نہیں دیکھی جس میں یوں ہزاروں آگیں روشن ہوں اور اتنا لشکر جرار خیمہ زن ہو۔

بدیل نے کہا

میرے خیال میں یہ بنوخزاعہ کا قبیلہ ہے جو یہاں خیمہ زن ہے۔

ابوسفیان نے کہا

بھولے نہ بنو اتنے آدمی بنوخزاعہ کے پاس سے کہاں آئے کہ انہوں نے اتنی آگیں روشن کر دی ہیں اور اتنی فوج جمع کر لی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا میں نے اسے آواز دی۔

یا ابا حنظلة (ابوسفیان کی کنیت تھی)

اس نے میری آواز پہچان لی فوراً بولا:

لبيك يا ابا الفضل

میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔ کیا بات ہے

میں نے کہا

تیرا بیڑا غرق ہو۔ یہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہزاروں مجاہد صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ پہنچ گئے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا

قریش تو اب تباہ ہو جائیں گے۔ میرے باپ ماں تجھ پر صدقے ہوں۔ اب کوئی تدبیر بتاؤ ہم کیا کریں۔

میں نے کہا

میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ۔ میں تمہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم لے جاتا ہوں اور تمہارے لیے پناہ کی درخواست کرتا ہوں اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ

اقدس میں حاضر نہ ہوا اور کسی مسلمان نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار کر رہے گا۔ چنانچہ ابوسفیان آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار ہو گیا۔ ابوسفیان کے باقی دو ساتھی کدھر گئے اس میں اختلاف ہے۔

ابن عقبہ کی رائے یہ ہے کہ

سب کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سے حاضر ہوئے اور سب کے لئے پناہ کی درخواست پیش کی قبول ہو گئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں ابوسفیان کو لے کر چلا۔ جب میرا گزر کسی آگ سے ہوتا

تو وہ کہتے

یہ خچر ہمارے آقا کا ہی اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سوار ہیں چنانچہ ہم سے کوئی تعرض نہ کرتا لیکن جب ہمارا گزر اس آگ پر ہوا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے سامنے روشن تھی تو آپ رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

اور پوچھا

آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے یہ کون ہے؟

انہوں نے غور سے دیکھا تو ابوسفیان کو میرے پیچھے بیٹھا ہوا پایا۔

بولے

اے اللہ عزوجل کے دشمن! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تو اس وقت میرے قابو آیا جب تجھے کسی کی پناہ میسر نہ تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے تاکہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر اس کو قتل کرنے اذن حاصل کریں وہ پیدل تھے اور میں خچر پر سوار تھا۔ میں نے ایڑ لگائی اور دوڑا کر ان سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازے پر ہم دونوں اکٹھے ہو گئے۔ میں خچر سے

نیچے کود پڑا اور خیمہ میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے بعد جلدی خیمہ میں داخل ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہے اللہ عزوجل کا دشمن ابوسفیان۔ اس کو ابھی کسی کی پناہ حاصل نہیں۔ اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میں نے عرض کی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس کو امان دی ہے پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں شدید اصرار کیا۔

تو میں نے کہا

اے عمر رضی اللہ عنہ! صبر کرو اگر یہ تمہارے خاندان بنی عدی کا فرد ہوتا تو تو اتنی سختی نہ کرتا کیونکہ یہ بنو مناف کے خاندان کا فرد ہے اس لئے تو اس کے قتل پر اصرار کر رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے عباس رضی اللہ عنہ! اتنی زیادتی نہ کرو۔ اے ابوالفضل! جب آپ نے اسلام قبول کیا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر میرا باپ خطاب اسلام کرتا تب بھی مجھے اتنی مسرت نہ ہوتی کیونکہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ میرے باپ کے اسلام لانے سے آپ کا مشرف با اسلام ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ باعث مسرت ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان

حکیم بن حزام

اور بدیل

کو میں نے پناہ دی ہے۔ اب وہ حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔

فرمایا:

انہیں لے آؤ۔ ہم سب رات کا کافی حصہ خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حالات دریافت فرماتے رہے پھر ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

انہوں نے کہا

نَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

لیکن انہوں نے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

نہ کہا

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تک میری رسالت پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت مسلمان نہیں ہو گے۔

بدیل اور حکیم بن حزام نے تو

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہہ دیا لیکن ابوسفیان نے غور و فکر کرنے کی مہلت طلب کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

اسے اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح اسے پھر لے آنا۔

(دلائل النبوۃ، ص ۳۲ تا ۳۴، ج ۵)

ابوسفیان کا ایمان لانا

جب صبح ہوئی تو مؤذن نے اذان دینی شروع کی۔ لشکر اسلام کے تمام مجاہدان

کلمات کو دہراتے جاتے تھے۔ابوسفیان گھبرا گیا۔

اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا:

یہ لوگ نماز پڑھنے کی تیاری کر رہی ہیں۔

اس نے پوچھا:

تم روز کتنی نمازیں پڑھتے ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا:

ہم دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے ایک اور منظر دیکھا جس نے اس کو حیران وششدر کر دیا۔حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہیں۔تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کے قطرے جو جسم اطہر کو چھو کر نیچے گر رہے ہیں۔لپک لپک کر اپنی ہتھیلیوں پر لے کر اپنے چہروں پر مل رہے ہیں۔

وہ کہنے لگا

میں نے آج تک کسی بادشاہ کے خادموں کو اس کے ساتھ اس محبت و ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا نہ کسی قیصر کو اور نہ کسی کسریٰ کو

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز صبح سے فارغ ہوئے تو میں ابوسفیان کو لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ادائے نماز کا منظر بھی ابوسفیان کا منظر بھی ابوسفیان کے لئے کم حیرت انگیز نہ تھا۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نی جب تکبیر تحریمہ کہی۔

تو سب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اللہ اکبر کہا۔

جب رکوع فرمایا تو سب رکوع میں چلے گئے۔ رکوع سے اٹھے تو سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو سب سربسجود ہو گئے۔ ابوسفیان کو یارائے سکوت نہ رہا۔

کہہ اٹھا کہ

اطاعت وانقیاد کا ایسا حسین منظر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

ابوالفضل!

بخدا تیرے بھتیجے کی بادشاہی بہت بلند ہوگئی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ بادشاہی نہیں یہ نبوت ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے

تو ابوسفیان کو فرمایا:

اے ابوسفیان! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس حقیقت کو تسلیم کر لو کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

اس نے کہا

میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے حلیم اور کریم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عفو و درگزر کتنی عظیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور خدا ہوتا تو اس نے ہمیں کچھ فائدہ پہنچایا ہوتا۔ مشکل حالات میں' میں اپنے خداؤں سے مدد طلب کرتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدا (عزوجل) سے امداد مانگتے رہے۔

بخدا!

جب بھی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیا ہمیشہ فتح آپ (صلی اللہ علیہ

وسلم) کے حصہ میں آئی۔ اگر میرا خدا سچا ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلبہ پا لیتا۔ اس سے یہ حقیقت مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ وہ سچا خدا ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معبود ہے۔ (امتاع الاسماع: ص ۲۷ ٗ ج ۲)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا ابھی یہ حقیقت تم پر آشکارا نہیں ہوئی کہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں۔

ابوسفیان نے عرض کی

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو و درگزر کی شان کتنی بلند ہے۔ اس بارے میں اب میرے دل میں کچھ شک ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ویحك

تیرا خانہ خراب ہے۔

اسلام قبول کرو ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی۔

اس وقت اس نے پڑھا

اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله

ابن عقبہ اور محمد بن عمرو نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ

ابوسفیان نے پہلے ہی اعلان کر دیا

اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله

(سبل الہدیٰ ص ۳۲۹ ٗ ج ۵)

اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسفیان اور حکیم بن حزام کا کہنا آپ ﷺ اوباش قسم کے لوگوں کو لیکر آئے ہو

اسلام قبول کرنے کے بعد ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے شکوہ کرتے ہوئے بارگاہ

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوباش قسم کے لوگوں کو ہمراہ لے کر آئے ہو۔ ان میں سے بعض کو ہم جانتے ہیں اور بعض کو ہم نہیں بھی جانتے تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں اور رشتہ داروں کو تہ تیغ کریں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ظلم و فجور کی ابتداء تم نے کی ہے۔ حدیبیہ کا وعدہ تم نے توڑا ہے۔ بنی کعب پر تم نے زیادتی کی ہے۔ حرم کی حدود میں تم نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہے۔ ان لوگوں نے میری تصدیق کی جب تم نے جھٹلایا۔

(دلائل النبوۃ: ص ۳۹، ج ۵)

ابوسفیان کے گھر میں داخل ہونے والے کو امان

ابوسفیان اور حکیم نے تسلیم کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرما رہے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا کہ

اگر یہی لشکر کشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہوازن کے خلاف کرتے تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے اور رشتہ دار بھی نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں پر مجھے فتح عطا فرمائے گا مکہ فتح ہوگا اور بنو ہوازن بھی سر تسلیم خم کر دیں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں ابوسفیان نام و نمود اور شہرت کو پسند کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چیز ارشاد فرمایئے جس پر وہ فخر کر سکے۔

ابن ابی شیبہ نے کہا

یہ تجویز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من دخل دار ابی سفیان فھو امن

ترجمہ: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کے لئے امان ہے۔

ابوسفیان نے عرض کی کہ

میرے گھر میں کتنے لوگ سما سکیں گے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اسے بھی امان ہے۔

ابوسفیان کا گھر مکہ کے اونچے علاقہ میں تھا اور حکیم کا گھر مکہ کے نشیب میں تھا۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مسجد میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے۔

ابوسفیان نے عرض کی

مسجد میں بھی چند لوگ سما سکیں گے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو عام کا دروازہ کھولتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو بھی امان ہے۔

ابوسفیان نے کہا

ھذہ واسعة

ترجمہ: اس اعلان میں بڑی وسعت ہے۔

(سبل الہدیٰ ص ۲۳۰ ج ۵)

ابوسفیان اور حکیم بن حزام کا وادی کی تنگ جگہ پر لشکر اسلام کا نظارہ کرنا

ابوسفیان نے جب مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

ابوسفیان جب وادی کی تنگ جگہ پر پہنچے تو وہاں اس کو روک لینا تا کہ وہ قوت اسلام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کے لئے تیزی سے ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے۔

اس نے دیکھا تو بول اٹھا

اے ہاشمیو! کیا وعدہ شکنی پر آمادہ ہو گئے ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

خاندان نبوت عذر اور دھوکا نہیں کیا کرتے۔ ہم چاہتے ہیں تم یہاں ٹھہر اور لشکر اسلام کا مشاہدہ کرو تا کہ ان کی قوت وشوکت کا تمہیں اندازہ ہو جائے۔ (پھر انہوں نے لشکر اسلام کا مشاہدہ کیا)

جنگی اسلحہ وسامان کی نمائش کا حکم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو حکم دیا کہ منادی کرنے والے لشکر اسلام کی اقامت گاہوں میں جا کر یہ اعلان عام کریں کہ

صبح سویرے ہر قبیلہ کے جوان اپنی سواریوں پر زینیں اور کجاوے کس لیں اور ہر قبیلہ اپنے قائد کے ساتھ اپنے جھنڈے کے پاس کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ اور سامان جنگ کی پوری طرح نمائش کرے۔

صبح ہوتے ہی تمام مجاہدین اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو گئے جو مجاہد گھوڑوں پر سوار تھے انہیں لشکر کے آگے آگے چلنے کا حکم ملا۔ ہر قبیلہ اپنے سالار کی قیادت میں اور سواروں کا دستہ اپنا اپنا پرچم لہراتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لشکر اسلام کو یوں ترتیب دی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح مقدمۃ الجیش کے قائد مقرر ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر متعین کیا گیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ میسرہ کے قائد بنائے گئے اور قلب لشکر میں خود رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنی

سلیم کے سالار مقرر ہوئے تھے۔ بنی سلیم کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے پاس دو جھنڈے اور ایک پرچم تھا۔ ایک جھنڈا عباس بن مرداس اور دوسرا خفاف بن ندبہ کے پاس تھا۔ اس قبیلہ کا پرچم حجاج بن علاط نے تھاما ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ چاق و چوبند دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے تین بار بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا اور آگے بڑھ گئے۔

ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

یہ کون لوگ ہیں

آپ نے اسے بتایا کہ

یہ خالد ہے

ابوسفیان نے از راہ حیرت پوچھا:

الغلام ؟ یعنی وہ نوجوان خالد

فرمایا:

وہی نوجوان خالد

پھر اس نے پوچھا:

اس کے ساتھ کون لوگ ہیں۔

بتایا

بنو سلیم

بولا

مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔

اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ ان کے ساتھ پانچ صد مہاجرین تھے۔ ان کے پاس سیاہ رنگ کا پرچم تھا۔ جب یہ دستہ ابوسفیان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بھی تین بار بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا۔

ابوسفیان نے پوچھا:

یہ کون لوگ ہیں۔

بتایا کہ

یہ زبیر بن عوام ہیں۔

اس نے پوچھا:

آپ کے والد کا بھانجا زبیر

کہا

ہاں وہی زبیر

ان کے بعد بنی غفار قبیلہ جن کی تعداد تین صد تھی جن کا جھنڈا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا وہ گزرا۔ انہوں نے بھی ابوسفیان کے قریب پہنچ کر تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جب ان کے بارے میں ابوسفیان نے دریافت کیا۔

تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا:

اس نے کہا

مالی و لبنی غفار

میرا بنی غفار سے کوئی سروکار نہیں۔

غرض یکے بعد دیگرے دوسرے قبیلے اپنے سالار کی قیادت میں اپنے اپنے پرچم لہراتے ہوئے گزرتے رہے۔ ان کے بارے میں ابوسفیان یہی کہتا رہا کہ مجھے ان لوگوں سے کوئی دل چسپی نہیں۔ لیکن جب بنوکعب بن عمرو جن کی تعداد پانچ صد تھی گزرے۔

اسے بتایا گیا کہ

یہ بنوکعب ہیں

تو اس نے کہا:

ہاں یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہیں۔

ان کے بعد بنو مزینہ اپنے تین پرچموں اور سو شہسواروں کے ساتھ گزرے تو ان کے بارے میں ابوسفیان نے یہی کہا کہ مجھے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر قبیلہ جہینہ کے آٹھ صد مجاہدین پر مشتمل دستہ گزرا۔ اس میں چار جھنڈے جھول رہے تھے۔ اسی طرح انہوں نے بھی تین بار نعرہ بلند کیا۔ ان کے بارے میں بھی ابوسفیان کی بے رخی کا وہی عالم تھا۔ کچھ اور دستوں کے بعد قبیلہ اشجع کا تین صد مہاجرین پر مشتمل دستہ گزرا جن کے پاس دو جھنڈے تھے۔ انہوں نے بھی ابوسفیان کے پاس پہنچ کر تین بار نعرہ بلند کیا۔

پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ

یہ اشجع ہیں

تو بڑی حسرت سے بولا:

ایک وقت میں یہ لوگ قبائل عرب میں سب سے زیادہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمن تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بے شک ایک وقت ایسا تھا۔ لیکن اب تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو نور اسلام سے منور کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خصوصی فضل واحسان ہے۔

ابوسفیان کافی اکتا گیا تھا

پوچھنے لگا:

کیا ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت پیچھے ہیں۔

بتایا گیا

ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ وہاں فولاد ہی فولاد نظر آئے گا۔ جزیرہ عرب کے اصیل گھوڑے ہنہنا رہے ہوں گے اور ایسے نوجوان اس میں شامل ہوں

گے کہ تو انہیں دیکھتا ہی رہ جائے گا۔ کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ ان سے ٹکر لے سکے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے لشکر اسلام کے دستے گزرتے رہے۔ ابوسفیان بار بار یہی سوال کرتا رہا کہ ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے بتاتے کہ ابھی نہیں۔ یہاں تک کہ کتیبہ خضرا (سبز پوش دستہ) دور سے نمودار ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے۔ اس دستہ میں صرف مہاجرین اولین اور انصاری قبائل کے رؤساء شریک تھے۔ اس میں بہت سے جھنڈے اور بہت سے پرچم لہرا رہے تھے۔ انصار کے ہر خاندان کو ایک جھنڈا اور ایک پرچم عطا کیا گیا تھا۔ ان کا تمام جسم فولادی زرہوں اور آہنی خودوں میں غرق تھا۔ صرف آنکھوں کے سامنے دو سوراخ تھے۔ اس دستہ میں وقفہ وقفہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز گونجتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے:

بھائیو! آہستہ آہستہ چلو تاکہ پچھلے لوگ بھی آپ کے ساتھ مل جائیں۔ اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا تھا اور وہ سب سے آگے آگے چل رہے تھے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گزر ابوسفیان کے پاس سے ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو للکارتے ہوئے فرمایا:

الیوم یوم الملحة الیوم تستحل الحرمة الیوم اذل اللہ قریشا

ترجمہ: آج کا دن قتل و غارت کا دن ہے۔ آج حرم میں خونریزی کی جائے گی۔ آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کردے گا۔

ابوسفیان نے یہ للکار سنی تو سناٹے میں آ گیا۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا

یا عباس جذ یوم الذمار

اس جملہ کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں لیکن جو صحیح مفہوم ہے وہ علامہ زرقانی نے مواہب اللدنیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

معناہ ھذا یوم یلزمك فیه حفظی و حمایتی لقربك للمصطفٰی وحبه لك لاقباله علیك

ترجمہ: یعنی وہ دن ہے جب تم پر میری حفاظت ضروری ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی بات توجہ سے سنتے ہیں۔

یہ دستہ گزرتا رہا یہاں تک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر نمودار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بائیں جانب اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ھٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے ابوسفیان یہ ہیں اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان دم بخود ہو گیا۔

کہنے لگا

اے عباس رضی اللہ عنہ! تمہارے بھتیجے کی بادشاہی آج بہت عظیم بن گئی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:

اے ابوسفیان! یہ نبوت ہے بادشاہی نہیں

ابوسفیان نے کہا

ہاں ایسا ہی ہوگا

جب رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے

تو ابوسفیان نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آپ کی قوم کو قتل کر دیا جائے گا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ نہیں چلا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

سعد رضی اللہ عنہ نے کیا کہا

ابوسفیان نے عرض کی

سعد نے کہا ہے

الیوم یوم الملحمة...... الخ

پھر کہنے لگا کہ

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے بارے میں اللہ عزوجل کا واسطہ دیتا ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ نیکوکار ہیں۔ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ رحیم کریم ہیں۔

ابوسفیان کی یہ التجا سن کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوسفیان! سعد نے غلط کہا ہے

آج کا دن رحمت کا دن ہے۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر کرے گا۔ آج کا دن وہ ہے جس روز کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کی عزت کو چار چاند لگائے گا۔

(سبل الہدیٰ، ص ۳۳۵، ج ۵)

ضرار بن خطاب الفہری نے ایک قصیدہ لکھا جس میں قریش پر رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنے کی التجاء کی گئی تھی۔ اس نے یہ قصیدہ ایک عورت کو دیا تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھ کر سنائے۔ اس قصیدے کے پہلے دو اشعار نقل کرتا ہوں:

یا نبی الھدیٰ الیك لجآء

حیی قریش ولات حین لجاء

حین ضاقت علیھم سعة الار

من وعاداھم اله السمآء

ترجمہ: اے رشد و ہدایت کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! قریش کا قبیلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی اس وقت التجا کر رہا ہے جبکہ اس کا وقت گزر چکا ہے جبکہ زمین کی فراخی ان پر تنگ ہو چکی ہے اور آسمان کے خدا نے بھی ان سے عداوت کر لی ہے۔ (نعوذ باللہ)

اس دوران میری التجا کو سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً سعد کو طلب فرمایا اور اس سے اسلام کا پرچم واپس لے لیا۔ پھر اس کے فرزند قیس کو مرحمت فرما دیا اس طرح دونوں مقصد پورے ہو گئے۔ سعد کو ایسا اعلان کرنے پر سزا بھی دی گئی اور اس پرچم کو اس کے بیٹے کو تفویض فرمایا اور اس طرح سعد کی دلجوئی بھی ہو گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ابوسفیان مکہ چلا آیا تا کہ وہاں کے باشندوں کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کرے۔ ورنہ لشکر اسلام ان کو نیست نابود کر کے رکھ دے گا۔ چنانچہ وہ لشکر اسلام کو پیچھے چھوڑ کر مکہ چلا آیا اور ان میں آ کر یہ اعلان کیا۔

اے اہل مکہ! اسلام قبول کر لو بچ جاؤ گے۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آ گئے ہیں ان کے ساتھ اتنا بڑا لشکر ہے جس کے مقابلہ کی تم تاب نہیں لا سکتے اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ

من دخل دار ابی سفیان فھو امن

لوگوں نے کہا

تیرے گھر میں کتنے لوگ سما سکتے ہیں۔ پھر اس نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

فرمان دہرایا جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کے لئے بھی امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اس کے لئے بھی امان ہے۔ اس وقت اس کی بیوی ہند بنت عتبہ وہاں کھڑی تھی۔ اس نے اس کی مونچھیں پکڑ لیں۔

اور چیخ کر کہنے لگی

اس گھی کے مٹکے کو قتل کر دو۔ اس میں گھی بھرا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہ قوم کا بد بخت پیشرو ہے جو قوم کے پاس خیر کی خبر لے کر کبھی نہیں آیا۔

ابوسفیان نے لوگوں کو کہا

اس عورت کی بات سے دھوکا نہ کھانا ورنہ تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کی تم میں سکت نہیں ہے۔

(سبل الہدیٰ: ص ۳۳۸ ج ۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تمام لشکر اسلام ذی طویٰ کے مقام پر اکٹھا ہوا۔ یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مختلف اطراف سے مختلف قائدین کی قیادت میں مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لشکر کے میسرہ کی قیادت حضرت زبیرہ بن عوام رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ جانب شمال سے مکہ میں داخل ہوں۔

میمنہ کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی اور انہیں حکم ملا کہ وہ جانب جنوب سے مکہ میں داخل ہوں۔ قبائل انصار کی قیادت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی اور انہیں حکم ملا کہ وہ مغربی جہت سے مکہ میں داخل ہوں۔ مہاجرین کے لشکر کی قیادت میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ انہیں حکم ملا کہ وہ شمال مغرب کی جانب سے جبل ہند سے گزرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوں۔ تمام کو یہ حکم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد تمام عساکر جبل ہند کے منطقہ میں اکٹھے ہو جائیں۔ لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مختلف اطراف سے داخل کرنے کے احکام پر جب غور کیا جاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کی شان آشکارا نظر آنے لگتی ہے۔ دس بارہ

ہزار کے لشکر جرار کو اگر ایک سمت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا تو راستوں کی تنگی کی وجہ سے منزل مقصود تک پہنچنے میں بڑا وقت لگتا ہے۔ ان کی چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں اور سمتوں سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

اس حکم میں دوسری حکمت عملی یہ تھی کہ

اگر تمام لشکر اسلام اکٹھا ہوتا تو کفار مکہ اپنی تمام قوت و طاقت کو ایک مقام پر جمع کر کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا پروگرام بنا سکتے تھے۔ جب مختلف اطراف سے لشکر اسلام مکہ میں داخل ہوا تو ان کے پاس اتنی افرادی قوت نہ تھی کہ وہ لشکر اسلام کے ہر دستہ کا مقابلہ کرنے کی جرات کر سکیں کیونکہ ان کی محدود نفری چار حصوں میں بٹ جاتی۔ وہ پہلے ہی کمزور تھے۔ افرادی قوت بٹ جانے سے مزید کمزور ہو جاتے۔ جب ھادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سپہ سالاروں کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرمائی وہ اپنی تلواروں کو بے نیام نہ کریں۔ جب تک کفار ان پر حملہ کرنے میں پہل نہ کریں۔ یہ کسی پر حملہ نہ کریں۔ چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ جتنے سپہ سالار مکہ میں اسلامی مجاہدوں کے ساتھ داخل ہوئے کسی نے ان پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کی۔ البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ کے جنوبی حصہ سے شہر میں داخل ہونے لگے تو وہاں چند قریشیوں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور اپنی تلواریں بے نیام کر لیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے انہیں نصیحت کی کہ بلاوجہ اپنے خون مت بہاؤ تمہاری ان گیدڑ بھبکیوں سے لشکر اسلام کی پیش قدمی نہیں رکے گی۔ ہمیں اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم آج مکہ کو فتح کر کے یہاں اسلام کا پرچم لہرا دیں اور اللہ عزوجل کی مدد سے ہم یقیناً آج اس شہر کو فتح کریں گے لیکن کفار قریش نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کرنے کی اپنے مجاہدین کو اجازت دی۔ چشم زدن میں کفار کے

پندرہ آدمیوں کی لاشیں خاک میں لوٹنے لگیں۔ اس جھڑپ میں مسلمانوں کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔

(نظریہ جدیدہ فی سیرۃ رسول اللہ ص ۳۵۶، بیروت)

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں ورود مسعود

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو وادی کے کنارے پر کھڑا کیا ہوا تھا تا کہ وہ اللہ عزوجل کے لشکر کے تمام دستوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے۔ جب لشکر اسلام اس کے سامنے سے گزر گیا۔ ابوسفیان اہل مکہ کو خبردار کرنے کے لئے مکہ چلا آیا۔ لشکر اسلام کا پہلا دستہ پیش قدمی کرتے ہوئے ذی طویٰ کے مقام پر پہنچا تو وہاں رک گیا۔

مقصد یہ تھا کہ

تمام لشکر اسلام یہاں اکٹھا ہو جائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز پوش دستہ بھی وہاں لشکر میں شامل ہو جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی ناقہ قصواء پر سوار تھے۔ یمن کی بنی ہوئی ایک چادر سر مبارک پر بطور عمامہ بندھی ہوئی تھی۔ رحمتوں، سعادتوں اور برکتوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو اپنی جلو میں لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین مکہ میں نزول اجلال فرمایا: نبوت کے بدر تمام کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے تمام مکہ امڈ آیا تھا۔ شہر کی گلیاں اور شاہراہیں، مکانوں کے دریچے اور چھتیں زیارت کے شائقین سے بھری ہوئی تھیں۔ سب لوگ سراپا شوق بنے ہوئے شرف دید حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ اس وقت فتح و کامرانی کی بارات کے اس دولہا نے گردن جھکائی ہوئی تھی۔ پیکر عجز و نیاز بنے اپنے رب عزوجل کی حمد و ثناء میں مصروف تھے۔ جبین سعادت کجاوے کی سامنے والی لکڑی کو چھو رہی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بائیں طرف اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ

صفوان

عکرمہ

اور سہیل

جو بعد میں مشرف با اسلام ہو گئے انہوں نے اردگرد کے قبائل کو مدد کے لئے پکارا اور سب نے مل کر قسم کھائی کہ وہ بزور شمشیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ بنی ہذیل قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام جماش بن قیس تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ لشکر اسلام مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے تو اس نے لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ہتھیار درست کرنے شروع کر دیئے۔

اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ

وہ کس سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

اس نے کہا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ (علیہم الرضوان) سے

اس کی بیوی نے کہا

بخدا! آج کسی کی طاقت نہیں کہ لشکر اسلام کا مقابلہ کر سکے۔

اس نے کہا

تم غلط فہمی میں مبتلا ہو ابھی دیکھنا کہ ہم ان کو شکست دیں گے اور ان کو جنگی قیدی بنا لیں گے۔ ان میں سے ایک قیدی تمہاری خدمت کے لئے میں دوں گا۔ کیونکہ تجھے اس کی ضرورت ہے۔

اس نے کہا

بیوقوف نہ بنو! یہ خیال دل سے نکال دو۔ جب تم لشکر کو دیکھو گے تمہارے ہوش اڑ

جائیں گے لیکن وہ باز نہ آیا۔ ہتھیار سجا کر وہ خندمہ کے مقام پر قریش کے سرغنوں سے آ ملا۔ جب اللہ عزوجل کی بے نیام تلوار حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس مقام پر پہنچے جوان کے لئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا۔

تو دیکھا کہ

وہاں قریش کا جم غفیران کا راستہ روکے کھڑا ہے اور انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کرلی ہیں۔ ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔

اور انہوں نے گرج کر کہا

اے خالد رضی اللہ عنہ! تم زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسلام کے شیروں کو پکارا اور چشم زدن میں قریش قریش کے چوبیس اور ہزیل کے چار آدمی خاک وخون میں تڑپنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پہلے حملہ کی ہی وہ تاب نہ لا سکے اور دم دبا کر بھاگے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنی جان بچائی۔

(مرجع السابق، ۳۴۵)

جماش کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا

یہ جماش بھی بھاگا ہوا اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا رنگ اڑا ہوا تھا۔ سانس پھولی ہوئی تھی۔ پسینہ بہہ رہا تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیوی نے دروازہ کھولا

اس نے بطور تمسخر پوچھا:

وہ خادم کہاں ہے جس کا تم میرے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے؟ میں تو اس کے لئے سراپا انتظار ہوں۔

اس نے کہا

ان باتوں کو رہنے دو فوراً دروازہ بند کرو۔

پھر اس نے کہا

انك لو شهدت يوم الخندمة
اذفر صفوان وفر عكرمة
لم تنطقى فى الوم ادنى كلمة

(مرجع السابق: ۳۴۶)

اگر تم وہ منظر دیکھتیں جب خندمہ کے مقام پر ہماری مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور صفوان اور عکرمہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اگر یہ منظر تم نے دیکھا ہوتا تو مجھے ملامت کرنے کے لئے ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حسب ارشاد اپنے مجاہدین کے ساتھ حجون کی وادی میں پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دو ساتھی کرز بن جابر اور جیش راستہ بھول گئے تھے۔ وہ قتل ہوئے۔ باقی سب بخیریت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب اذاخر نامی چوٹی پر پہنچے تو تلواروں کو چمکتے ہوئے دیکھا۔

تو پوچھا

یہ تلواروں کی چمک کیسی ہے۔ میں نے تو جنگ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

عرض کی گئی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خالد رضی اللہ عنہ کے دستہ کی تلواریں ہیں۔ مشرکین نے پہلے ان پر حملہ کیا۔ انہوں نے جوابی کارروائی کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مجال نہ تھی کہ وہ حکم عدولی کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قضاء الله خير

ترجمہ: جو اللہ عزوجل کا فیصلہ ہے وہی بہتر ہے۔

(مرجع السابق: ۳۴۶)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ معظّمہ کو دیکھ کر حمد وثناء کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ بھی جدا نہیں ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاخر کی چوٹی پر پہنچے اور مکے کے گھر نظر آئے تو وہاں ٹھہر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس جگہ کی طرف دیکھا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

تو ارشاد فرمایا:

اے جابر رضی اللہ عنہ یہ ہماری قیام گاہ ہوگی۔ یہی وہی جگہ ہے جہاں ایک دن مکہ مکرمہ والوں نے مل کر ہمارے خلاف قطع تعلقی کا فیصلہ کیا تھا اور اس پر بڑی قسمیں کھائی تھیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بنا ہوا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔

امام بخاری اور امام احمد علیہما الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ ہمارے لئے مکہ فتح فرمائے گا تو ہماری قیام گاہ "خیف بنی کنانہ" میں ہوگی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش اور کنانہ نے قسمیں کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ ہر قسم کا قطع تعلق کر لیں گے۔ نہ ان کو رشتہ دیں گے نہ رشتہ لیں گے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے نہ فروخت کریں گے۔

(مرجع السابق، ص ۳۴۹)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز چاشت ادا فرمانا

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔
آپ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ
میرے سسرال کے دو آدمی میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے پناہ مانگی۔
میں نے پناہ دی۔ اسی اثناء میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے جب دیکھا
تو کہا
میں تو ان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں
میں دوڑ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پہنچی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا
مرحبا
پوچھا
کیسے آئی ہو
میں نے ماجرا بیان کیا
تو ارشاد فرمایا:
قد اجرنا من اجرت
اے ام ہانی رضی اللہ عنہا جس کو تو نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر تشریف لائے غسل فرمایا نماز چاشت آٹھ رکعت ادا فرمائی۔
(مرجع السابق' ص ۳۵۰)
کفار کے کچھ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لینے لگے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حکیم بن حزام اور ابو سفیان نے بآواز بلند قریش کو پکارا

اور کہا

کیوں اپنی جانیں ہلاک کرتے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا ہے جو اپنے گھر میں داخل ہوگا اس کو بھی امان ہے جو ہتھیار پھینک دے گا اس کو بھی امان ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ بھاگ کر اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے اور اندر سے دروازے بند کر لئے اور اپنے اسلحہ کو باہر سے پھینک دیا مسلمانوں نے اٹھالیا۔

۲۰ رمضان المبارک بروز سوموار فتح مکہ کا دن

یہ موکب ہمایوں مکہ سے گزر رہا تھا۔ خوش نصیب اور بلند اقبال قصواء اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے کو اپنی پشت پر اٹھائے خراماں خراماں اسی گھر کی قسمت کو جگانے کے لئے بڑھ رہی تھی جو قرنوں سے سونا پڑا تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک کی (۲۰) بیس تاریخ ہے سوموار کا یمن و برکت والا دن ہے۔

(سیرۃ النبویہ ص ۲۸۹ ج ۲)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس ہزار سرفروش مجاہدین کے ساتھ کعبہ مشرفہ کے قرب پہنچتے ہیں اور اپنی چھڑی سے رکن یمانی کا استلام فرماتے ہیں۔ اس وقت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ فرزندان اسلام نے اس کے جواب میں نعرہ تکبیر اس جوش و خروش سے بلند کیا کہ مکہ کے در و دیوار کوچہ و بازار اور چاروں طرف سر اٹھائے کوہسار اور لرز لرز ہو گئے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان دیر تک نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت سناٹا چھا گیا۔ مشرکین پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ یہ ایمان پرور منظر دیکھ کر ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر کعبہ شریف کا طواف شروع کیا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پڑی ہوئی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس سے گزرتے

تو اپنی چھڑی سے استلام فرماتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فتح وظفر کے پرچم لہراتے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچے تو اس وقت کعبہ شریف کے اردگرد اوپر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ انہیں قلعی کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جکڑ دیا گیا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ زبان حق ترجمان سے

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

(سورہ بنی اسرائیل، ۸۱)

حق آ گیا باطل مٹ گیا بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا۔

تلاوت فرما رہے تھے اور چھڑی سے ان بتوں کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ جس بت کی طرف اشارہ ہوتا وہ منہ کے بل زمین پر اوندھا گرتا۔ بیت اللہ شریف کے دروازہ کے پاس ان کا ایک بہت بڑا بت ہبل نصب تھا جس کی یہ نادان پوجا کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے تو اپنی قوس سے اس کی آنکھوں کو کچوکا دیا اور زبان مبارک سے

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ،

آیت کی تلاوت فرمائی

پھر حکم دیا کہ

اس صنم اکبر کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس وقت ابوسفیان کو کہا

اے ابوسفیان! ذرا دیکھو اپنے اس جھوٹے خدا کا انجام۔ احد کے روز تم اس کی مدد پر نازاں تھے اور اس کی بڑائی کے نعرے لگا رہے تھے۔

ابوسفیان بولا

آج ان باتوں کو رہنے دو میں نے دیکھ لیا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا عزوجل کے بغیر کوئی اور خدا بھی ہوتا تو حالات وہ نہ ہوتے جو آج ہیں۔

(سبل الہدیٰ: ص۳۵۴، ج۵)

فتح مبین کون سی ہے؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس روز حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ہے وہ فتح مبین جس کا وعدہ میرے رب عزوجل نے مجھ سے کیا تھا۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ النصر

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ...... الخ

کی تلاوت فرمائی۔ (مرجع السابق، ص۳۵۵)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کی دو رکعتیں ادا فرمائیں

کعبہ معظّمہ کے طواف سے فراغت کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ سے نیچے اترے تو لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ صحن میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ لوگوں نے ہاتھوں کی تلیاں پھیلائی اور ہتھیلیوں پر قدم مبارک رکھ کر نیچے اترے۔ پہلے مقام ابراہیم (علیہ السلام) پر تشریف لے گئے اور طواف کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر چاہ زمزم پر تشریف لے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول نکالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم نوش بھی فرمایا اور وضو بھی کیا۔ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے لگے تو جسم اطہر کو جو قطرہ چھو کر نیچے ٹپکتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بے تابانہ آگے بڑھ کر اسے ہتھیلیوں پر لیتے اور فوراً اسے اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیتے۔

کفار نے یہ روح پرور منظر کیسے دیکھا ہوگا۔

ادب ومحبت کا یہ انداز دیکھ کر بول اٹھے کہ

کوئی سلطان زماں اس مقام پر نہیں پہنچ سکا۔ ایسا نظارہ نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ حضور پر

نور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد مسجد حرام میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تلوار بے نیام کیے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے قریب کھڑے ہوئے۔ پھر کعبہ معظمہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا۔ وہ حاضر ہوا تو اسے کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولنے کا فرمان ہوا۔ اس نے فوراً تعمیل ارشاد کی۔

دروازہ کھلا تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار عزوجل اور معبود برحق عزوجل کے مقدس گھر میں تشریف لے گئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قدم مبارک اندر رکھا تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی تمثیل رکھی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں جوئے کے تیر ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خدا عزوجل انہیں غارت کرے۔ یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ فعل شنیع نہیں کیا کرتے تھے۔ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

بیت اللہ شریف میں چھ ستون تھے۔ دائیں طرف جو تین ستون تھے۔ ان کے درمیان کھڑے ہو کر اپنے معبود برحق جل جلالہ وعز شانہ کی بارگاہ عظمت میں سجدہ شکر ادا کرنے کے لئے نماز کی نیت فرمائی۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ شریف کے پاس تشریف لے آئے اور کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے ان پاکیزہ اور نورانی کلمات سے اپنے رب عزوجل کی شان کبریائی کا اظہار فرمایا:

لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ (زاد المعاد: ص ۴۴۲، ج ۳)

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خدا نہیں، وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ عزوجل نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ تنہا دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔

عفو عام کا اعلان

پھر دین وایمان کے دشمنوں اور نخوت ورعونت کے پیکروں سے ایک سوال پوچھا جس نے ان پر لرزہ طاری کر دیا۔

ارشاد فرمایا:

اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں۔

انہوں نے پیہم ورجاء میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں عرض کی۔

نظن خیرا

ترجمہ: (ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔

"نبی کریم واخ کریم وابن اخ کریم و قد قدرت"

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریم نبی ہیں، کریم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت واختیار بھی عطا فرمایا ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اقول کما قال اخی یوسف لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین اذھبوا وانتم الطلقاء

(مرجع السابق، ص ۴۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو تیرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی کہ آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ فرمانے والا ہے۔ جاؤ چلے جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو۔

عفو ودرگزر، جود وکرم کا جو بے مثال مظاہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بلندی' اس کی پاکیزگی اور اس کی عظمت' عدیم المثال ہے۔ کسی بادشاہ نے کسی سیاسی رہنما نے' کسی فوجی جرنیل نے اس قسم کے کریمانہ اخلاق کا کبھی بھی مظاہرہ نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے بھیجے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اور کسی کے بس کا روگ نہیں کہ ان حالات میں ایسی عالی ظرفی کا مظاہرہ کر سکے۔ وہ نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم جس کی رحمت اللہ تعالیٰ کی رحمت' جس کی حکمت اللہ تعالیٰ کی حکمت اور جس کا عفوودرگزر اللہ تعالیٰ کی شان عفوودرگزر کا آئینہ دار ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت وحکمت سے لبریز جن کلمات سے اپنے دشمنوں کو عفووحلم کا مژدہ سنایا تھا۔ یہ مژدہ جان فزا ان کران پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ گویا انہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھا لیا گیا ہے۔ وہ اس شان رحمت للعالمین کو دیکھ کر جوق در جوق آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔ اس فاتح اعظم نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے سامنے اس عظیم فتح کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں دنیا کے سب فاتحوں کے لئے رشد وہدایت کا وہ دلکش درس ہے جس سے ہر کوئی مستفید ہو سکتا ہے۔ اس خطبہ کے چند اہم جملوں کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ پوری توجہ سے اس کا ایک ایک جملہ پڑھیے اور قلوب واذہان کے فاتح اعظم پر صلوٰۃ وسلام کے رنگین اور مہکتے ہوئے پھول نچھاور کرتے جائیے۔ اس کے مطالعہ آپ کو دین اسلام کی عظمت' اس کی عالمگیر تعلیمات اور اس دین کے لانے والے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عفوودرگزر اور شان رحمت کا اعتراف کرنے کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہے گا۔

کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

دو مختلف مذہبوں کے ماننے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ اگر کسی شخص کے نکاح میں پھوپھی ہے تو اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوگا۔ اگر کسی نکاح میں خالہ ہے تو اس کی بھانجی سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ دعویٰ کو ثابت کرنے کے

لئے گواہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے حلف لی جائے گی۔ کوئی عورت تین دن سے زیادہ کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے۔ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نفلی نماز نہ پڑھی جائے۔ عید الاضحیٰ کے دن اور عید الفطر کے روز' روزہ نہ رکھا جائے پھر قریش کو خصوصیت سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی رعونت اور اپنے آباء کے ساتھ تفاخر دور کر دیا ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔

پھر یہ آیت نازل فرمائی

اے لوگو! ہم نے ہمیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وہ تھے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔ ان کلمات نے قریش کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ وہی تلواریں جو اسلام اور مسلمانوں پر آگ برسایا کرتی تھیں اب وہ اسلام کے علم کو بلند کرنے اور مسلمانوں کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجانے کے لئے لگیں۔ اب وہی لوگ اسلام کا دفاع اپنے اموال اور اولاد کی قربانیاں دے کر کرنے لگے اور اپنی جانیں اور روحیں اس پر نثار کرنے لگے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عادلانہ قصاص بھی نہیں لیا بلکہ ان پر فضل واحسان فرمایا۔ ان میں ایسے علماء ربانیین پیدا کئے جن کی روحیں اور دل صرف اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور تھے۔ قریش میں ایسے دانشور پیدا کئے جن کے فکر اور عقل کی روشنی نے مطلع حیات کو منور کر دیا۔ اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عربی قومیت کو نور اسلام سے درخشاں کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریگزار عرب کے بدو ناقابل تسخیر قوت' بے مثال عزت اور بے داغ بزرگی کے امین بن گئے۔ پیہم فتوحات ان

کا مقدر بن گئیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے انسانیت کو نئی آب و تاب ارزانی فرمائی۔ وہ گروہی اور قبائلی عصبیتوں کے چنگل سے رہائی پاکر عالمگیر حیثیت کے مالک بن گئے۔ نبی رحمت نے ان کی عربی قومیت کو باقی رکھا لیکن اس کو نیا مفہوم مرحمت فرمایا۔

فتح مکہ مکرمہ کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم

لشکر اسلام سے ٹکر لینے کی اہل مکہ میں تاب نہ تھی۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی کے باوجود فرزندان توحید کے سامنے صف آرا نہ ہو سکے۔ انہوں نے جنگ کیے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ مکرمہ کے دروازے کھول دیے لیکن ان میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی اب بھی موجود تھی جو کسی قیمت پر اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ دل کی دنیا کو مسخر کرنے کے لئے فولاد کی شمشیریں ہمیشہ کند ثابت ہوئی ہیں۔ اس اقلیم میں اپنی فتح و کامرانی کا پرچم لہرانے میں حسن خلق کی تلوار ہی کامیاب ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری اور باطنی جملہ محاسن سے بڑی فیاضی سے آراستہ کر کے گم کردہ راہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ ان تمام محاسن میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی شان ہی نرالی تھی۔ جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح دی۔

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (سورۃ القلم: ۴)

اس خلق عظیم کی برکت سے ہی اہل مکہ بلا جبر و اکراہ جوق در جوق اسلام قبول کرنے کے لئے بے چین ہو گئے۔

اہل مکہ مکرمہ کے لئے عفو عام کے اعلان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ افراد کو مباح الدم قرار دیا تھا اور ان کے بارے میں یہ حکم صادر کیا تھا کہ وہ جہاں بھی پائے جائیں ان کو تہ تیغ کیا جائے۔ کیونکہ ان شقی القلب اور بدبخت لوگوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام قبول کرنے والوں کو اتنی اذیتیں پہنچائی تھیں جن کا تصور کر

کے دل ہی کانپ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حسن سلوک کا برتاؤ کیا۔ اسے پڑھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

ان لوگوں کے حالات پیش خدمت ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم ملاحظہ فرمایئے۔

سب سے پہلے ان کے نام ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عبداللہ بن ابی سرح

(۲) عبداللہ بن خطل

(۳) (۴) دو کنیزیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کیخلاف ہجو یہ اشعار گایا کرتی تھیں۔

(۵) عکرمہ بن ابی جہل

(۶) جویرث بن نقید

(۷) مقیس بن صبابہ

(۸) ہبار بن اسود

(۹) کعب بن زہیر

(۱۰) حارث بن ہشام (یہ ابوجہل کا سگا بھائی تھا)

(۱۱) زہیر بن ابی امیہ

(۱۲) سارہ (یہ بنی مطلب کی کنیز تھی)

(۱۳) صفوان بن امیہ

(۱۴) ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان

(۱۵) وحشی (قاتل سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ)

ان سب کو اعلان کے مطابق موت کے گھاٹ نہیں اتارا گیا بلکہ ان میں سے اکثر نے معافی مانگ لی اور ان کے بارے میں معافی کا اعلان کر دیا گیا۔

اب ان کی تفصیل عرض ہے۔

عبداللہ بن ابی سرح العامری

اس نے اسلام قبول کیا پھر یہ مرتد ہو گیا اور مدینہ منورہ سے چلا گیا۔ یہ مرتد ہونے کے بعد بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ جب اسے پتا چلا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان کا طالب ہوا۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو کسی جگہ چھپا دیا۔ جب حالات میں سکون رونما ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ اسے لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو معاف فرما دیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آپ نے جب مزید اصرار کیا تو اسے معافی دیدی اور اس کو اپنی بیعت کے شرف سے نوازا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیا اور جہاد میں شریک ہوتا رہا۔ حضرت عمرو بن العاص نے جب مصر پر حملہ کیا تو میمنہ کی کمان ان کے پاس تھی اور انہوں نے شجاعت و جاں نثاری کے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے افریقہ کے بہت سے ممالک فتح کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صعید مصر کے علاقہ میں آپ کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصر کا علاقہ ان کی ولایت میں دیدیا۔ ۵۷ھ یا ۵۹ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کی وفات کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔

ایک صبح آپ نے دعا مانگی

یا اللہ عزوجل

میری زندگی کا آخری عمل صبح کی نماز بنا دے۔ چنانچہ آپ نے وضو کیا اور نماز صبح کی نیت باندھی۔ آپ نے دائیں طرف سلام پھیرا پھر جب بائیں طرف سلام پھیرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ (رضی اللہ عنہ)

(السیرۃ النبویہ ص ۲۷۵ تا ۲۷۶: ج ۲)

عبد اللہ بن خطل

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ فتح مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور مشرف با اسلام ہوا۔ اس کا نام عبد العزی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عبد اللہ کے مبارک نام سے موسوم فرمایا اور اسے صدقات وصول کرنے کے لئے قبائل پر متعین کیا۔ ایک انصاری کو اس کے ہمراہ بھیجا تا کہ اس کی خدمت کرے۔ ایک دفعہ ایک خادم کے ہمراہ وہ قبیلہ میں گیا اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے کھانا تیار کرے اور خود سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اسے پتہ چلا کہ خادم تو سویا ہوا ہے اور اس نے کھانا بھی تیار نہیں کیا۔ غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس کو سوتے ہی قتل کر دیا پھر مرتد ہو کر مکہ مکرمہ واپس لوٹ آیا۔ یہ قادر الکلام شاعر تھا۔ واپس آ کر اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار لکھنے شروع کر دیئے اس کی دو کنیزیں تھیں انہیں اپنے ہجویہ اشعار یاد کرا دیتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ یہ اشعار گایا کریں۔ جب فتح مکہ مکرمہ کا دن آیا تو اس نے زرہ پہنی' اپنے ہاتھوں میں نیزہ پکڑا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زبردستی مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دوں گا لیکن جب اس نے اللہ تعالیٰ کے شہسواروں کو دیکھا تو یوں مرعوب ہوا کہ سیدھا کعبہ معظمہ کی طرف گیا۔ گھوڑے سے اترا اپنے ہتھیار پھینک دیئے۔ کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔ ایک آدمی نے اس کے ہتھیار لے لئے اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں بتایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ اسے جہاں پائے قتل کر دے۔

جب رحمۃ للعٰلمین نے کعبہ شریف کا طواف کیا۔

عرض کی گئی

یارسول اللہ۔! سیدھے عبداللہ بن خطل جو کعبہ مظمہ کیخلاف سے چمٹا ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو قتل کر دو۔ کعبہ معظمہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا۔

چنانچہ سعید بن حریث اور ابو برزہ الاسلمی نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی دو کنیزیں جو ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں۔ ان کو قتل کرنے کا بھی حکم دیا۔ ایک تو ان میں سے قتل کر دی گئی۔ دوسری کے لئے امان طلب کی گئی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دی۔ چنانچہ وہ بچ گئی اور اس کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔

عکرمہ بن ابی جہل

اس کو قتل کرنے کا بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذن عام عطا فرما دیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مباح الدم قرار دیدیا ہے تو مکہ مکرمہ سے اس ارادہ سے بھاگ نکلا کہ سمندر میں کود کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے گا۔

اس کی بیوی ام حکیم اس سے پہلے مسلمان ہو چکی تھی۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کے لئے عفو و درگزر کی التجا کی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالی۔

ابوداؤد اور نسائی کے حوالے سے روایت ہے کہ

عکرمہ وہاں سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ راستہ میں طوفان نے آ لیا اور کشتی ہچکولے کھانے لگی تو عکرمہ نے لات وہبل کو پکارنا شروع کر دیا۔

کشتی والے نے اسے کہا

اللہ وحدہ لاشریک کو پکارو۔ تمہارے یہ جھوٹے تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

عکرمہ نے یہ سن کر کہا

اگر سمندر میں ان بتوں کی پوجا نہیں بچا سکتی تو خشکی میں بھی ان کی شفاعت ہمارے کسی کام نہیں آسکتی۔ اگر سمندر کی موجوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص نجات کا باعث بنتا ہے تو میں کیوں نہ خشکی میں اسی کو اخلاص سے پکاروں۔

پھر اس نے کہا

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے پختہ وعدہ کرتا ہوں اور اگر تو مجھے اس مصیبت سے بچا لے گا تو تیرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں میں معاف کرنے والا بخشنے والا کریم پاؤں گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نجات دی۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔

بیہقی میں روایت ہے کہ

اس کی بیوی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔

اور عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عکرمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈر کر یمن بھاگ گیا ہے۔ مہربانی فرما کر اسے امان دے دیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس کو امان دیتا ہوں اس کی بیوی اس کی تلاش میں نکلی۔ جب ساحل سمندر پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ وہ کشتی میں سوار ہے اور کشتی کا ملاح اسے کہہ رہا ہے۔

اخلص اخلص

خلوص کا اظہار کر' خلوص کا اظہار کر

اس نے پوچھا

میں کیا کہوں

اس نے کہا کہو

لا الہ الا اللہ

اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کے قفل کھول دیئے اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی اثناء میں اس کی بیوی ام حکیم پہنچ گئی۔

اور اسے کہا

اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیک کار ہے اور سراپا خیر ہے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈال۔ میں اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے لیے امان لے کر آئی ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ واپس آیا۔ ابھی وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا نہیں تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ارشاد فرمایا کہ

عکرمہ تمہارے پاس آنے والا ہے۔ تم اس کے باپ کو اس کے سامنے برا بھلا نہ کہنا کیونکہ میرے ہوئے کو اگر برا بھلا کہا جائے تو اس کے زندہ رشتہ داروں کو اذیت پہنچتی ہے۔

امام زہری اور عقبہ روایت کرتے ہیں کہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے فرعون ابو جہل سے بیٹے عکرمہ کو جب دیکھا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فطر مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر اتار کر اس پر ڈال دی۔

اور ارشاد فرمایا:

مرحبا بمن جآء مومنا مهاجرا

ترجمہ: میں اس شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کر کے

میرے پاس آیا۔

وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی بیوی کی معیت میں دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی نے نقاب اوڑھا ہوا تھا۔

اس نے عرض کی کہ

اس عورت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امان دی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس عورت نے سچ کہا ہے تجھے امان ہے۔

اس نے پوچھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس امر کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو۔

ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ

نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو وغیرہ

وہ کہنے لگا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سراپا خیر ہے۔ اس سے زیادہ خوبصورت بات کیا ہو سکتی ہے۔

پھر اس نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی اپنی قوم میں سب سے زیادہ سچ بولنے والے اور احسان کرنے والے تھے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

پھر اس نے کہا

اس کے علاوہ اور کیا؟

ارشاد فرمایا

تم یہ کہو کہ تم اس بات پر اسلام لائے ہو کہ اسلام کے مجاہد ہو اور اللہ عزوجل کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہو۔ ان امور پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناؤ اور تمام لوگ جو یہاں حاضر ہیں ان کو گواہ بناؤ۔ عکرمہ نے اسی طرح کیا

عکرمہ نے کہا

اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له وانك عبده ورسوله

یہ کہہ کر فرط حیا سے اس نے اپنا سر جھکا لیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا:

اے عکرمہ! جو تم مجھ سے مانگو گے وہ میں تمہیں عطا کروں گا۔

اس نے کہا

استغفرلی کل عداوة عاديتكها

میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو عداوتیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہیں، میری ہر عداوت کو معاف فرما دیجئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی۔

اے اللہ عزوجل! عکرمہ نے جو میرے ساتھ دشمنیاں کی ہیں ان سب کو اس کے لئے معاف فرما دے اور زبان سے جو اس نے اذیت پہنچائی ہے اس کو بھی بخش دے۔

ایک روز عکرمہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر شکایت کی کہ مسلمان مجھے عکرمہ بن ابی جہل کہہ کر بلاتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا اور حکم دیا جو لوگ مر گئے ہیں ان پر طعن و تشنیع کر کے ان کے زندہ رشتہ داروں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

پھر ارشاد فرمایا:

اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم

ترجمہ: جو لوگ مر گئے ہیں ان کی خوبیوں بیان کیا کرو اور ان کی برائیوں سے اپنی زبان کو بند رکھا کرو۔

رومیوں کیساتھ جنگ کرتے ہوئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ ایک دفعہ اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان مجاہد کو دعوت مبارزت دی اور اسے قتل کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ اس مقتول انصاری کے رشتہ داروں نے عرض کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا بھائی قتل کر دیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہنس کیوں رہے ہیں۔

ارشاد فرمایا:

اضحکنی انھما فی درجة واحدة فی الجنة

ترجمہ: یعنی میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ آج یہ دونوں آپس میں جنگ آزما رہے ہیں لیکن جنت میں دونوں ایک ہی مقام پر فائز ہوں گے۔

یعنی

آج اس انصاری کو شہادت کا تاج پہنایا گیا ہے کل قاتل عکرمہ کو بھی قیائے شہادت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ (السیرۃ النبویہ: ص ۲۷۶ تا ۲۷۹، ج ۲)

حویرث بن نقید بن وہب

اس کے خون کو بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا کیونکہ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی دل آواز ہجو کہا کرتا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ لے جا رہے تھے کہ راستہ میں حویرث ملا۔ اس نے

اونٹ کی بغل میں جس پر یہ دو شہزادیاں سوار تھیں اپنے عصا سے کچوکے دیئے۔ اونٹ بدکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں کو نیچے گرا دیا۔

روز فتح مکہ مکرمہ جب منہاج الدم ہونا سنا تو گھر میں بیٹھ گیا اور گھر کے دروازے کو بند کر لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر آ کر اسے تلاش کیا۔

لوگوں نے کہا

صحرا چلا گیا ہے

حویرث نے جب جانا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی طلب میں آئے ہیں تو ٹھہرا رہا یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے گھر سے دور چلے گئے تو وہ گھر سے نکلا اور چاہا کہ کسی دوسرے گھر جا کر چھپے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ ایک کوچے میں مل گیا اور اس کی گردن اڑا دی۔ (مدارج النبوت: ص ۳۵۸، ج ۲)

ہبار بن اسود

اس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اونٹ سے گرایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ عازم سفر تھیں تو ہبار نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی بغلوں میں اپنے عصا سے کھجلایا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اونٹ بدکا اور آپ رضی اللہ عنہ گر پڑیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا حمل ضائع ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری آپ رضی اللہ عنہ وفات پا گئیں۔ یہ اس قسم کے بدبخت لوگ تھے کہ انہیں خانوادہ نبوت کی ان معصوم شہزادیوں پر بھی رحم نہیں آتا تھا۔ نبی کریم۔ نے اس کو بھی مباح الدم قرار دیا۔ وہ اپنے بارے میں یہ فیصلہ سن کر وہاں سے بھاگ گیا۔ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ یہ ہبار حاضر ہوا۔ لوگوں نے اسے دیکھا۔

عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے ہبار بن اسود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ کوئی صاحب اٹھے تاکہ اس کا کام تمام کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشارہ سے منع کیا۔

ارشاد فرمایا:

بیٹھ جاؤ

ہبار بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین دست بستہ کھڑا ہو کر عرض پیرا ہوا۔

اسلام علیك یا نبی اللہ۔ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ

میں یہاں سے بھاگ کر چلا گیا تھا۔ میں نے ارادہ کیا عجمیوں کے ملک میں چلا جاؤں اور وہاں رہائش اختیار کرلوں۔ پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات، صلہ رحمی، عفو و درگزر کی صفات جمیلہ کا خیال آیا۔

اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہم لوگ مشرک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت اور ہلاکت سے ہمیں نجات دی۔ مجھ سے جو غلطیاں ہوئیں ان سے درگزر فرمایئے جو میری باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذیت کا باعث نہیں۔ انہیں معاف فرمایئے۔ میں اپنی غلطیوں اور بدکاریوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اپنے گناہوں کا معترف ہوں اس سراپا رافت ورحمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عرض داشت کو مسترد نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا:

قدعفوت عنك

ترجمہ: اے ہبار! میں نے تجھے معاف فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی تجھے ہدایت دی

اور جب انسان اسلام قبول کرتا ہے تو اسلام اس کی سابقہ بد کرداریوں اور خطاؤں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ (مدارج النبوت' ص ۳۵۹' ج ۲)

کعب بن زہیر المزنی

یہ بڑا قادر الکلام شاعر تھا۔ یہ اپنی شاعری کو پیکر حسن و جمال و کمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی اور ہجو میں استعمال کرتا تھا۔ اس کا بھائی بجیر مسلمان ہوا تو اس کو بھی عار دلایا کرتا تھا۔

ایک روز بجیر نے اپنے بھائی کو کہا

تم میری ان بکریوں کو سنبھالو میں ذرا اس شخص کی ملاقات کے لئے جاتا ہوں جو اپنے آپ کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے۔ میں اس کی باتیں سنوں گا اور جو دین وہ لے آیا ہے اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

کعب اپنے بھائی کے ریوڑ کو لے کر ابرق العزاف نامی چشمہ کے پاس ٹھہرا رہا یہ چشمہ مدینہ منورہ اور ربذہ کے درمیان بنی اسد کے علاقہ میں تھا۔ بجیر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ ارشادات طیبات کو سنا۔

اس کا دل نور ایمان سے چمک اٹھا۔ بجیر کے مدینہ منورہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا باپ زہیر اہل کتاب کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اور ان سے اس نے کئی بار سنا تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ زہیر نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک رسی اس کی طرف لٹکائی گئی ہے۔

اس نے اسی کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ اس رسی کو پکڑ نہ سکا۔ اس نے اپنے خواب کی یہ تعبیر کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا اور یہ سعادت میسر نہیں آئے گی۔

اس نے اپنے بیٹوں کو اپنا یہ خواب سنایا تھا اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل کتاب جو کہا کرتے تھے۔ ان اقوال سے بھی اپنے بچوں کو مطلع کیا۔ انہیں وصیت

کی کہ اگر انہیں اللہ عزوجل کے اس پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نصیب ہوا تو ادنیٰ توقف کے بغیر اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا دین قبول کرلیں۔

جب بجیر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا تو اس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آیا ہے۔جس کے بارے میں اس کے باپ نے خواب دیکھا تھا۔ وقت ضائع مت کرو یہاں پہنچو اور اس دین حق کو قبول کرلو۔ جواباً اس نے اپنے بھائی بجیر کو چند اشعار لکھے جس میں اپنے بھائی کو مطعون کیا کہ تم نا سمجھ ہو تم نے اپنے باپ دادا کے دین کو سوچ سمجھے بغیر چھوڑ دیا ہے۔

جب کعب کے اشعار بجیر کو ملے تو اس نے یہ اشعار بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیئے۔

یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کعب جس کو ملے وہ اس کو قتل کر دے۔ اس کے بھائی نے اس کو اطلاع دی کہ جو شعرا شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہجو یہ شعر لکھا کرتے تھے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ تیغ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے تو حاضر خدمت ہو جاؤ اور معافی مانگ لو جو تائب ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معاف فرما دیا کرتے ہیں۔ اگر تیرے مقدر میں ایمان نہیں تو پھر کہیں دور بھاگ جاؤ کعب کو جب یہ علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو دنیا اپنی وسعتوں کے باوجود اس پر تنگ ہو گئی۔ مدینہ منورہ میں جہینہ قبیلہ کا ایک شخص اس کا دوست تھا۔ یہ چھپتے چھپتے اپنے دوست کے پاس پہنچا اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ اس نے دوست سے مشورہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رحم دل اور کریم النفس ہیں وہ اگر تمہاری سفارش کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے معاف فرما دیں گے۔ چنانچہ صبح سویرے وہ دوست کعب کو لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ کعب نے اپنا تعارف کرایا اور

اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کعب کو لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔

اور عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور اس کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد کعب اپنا مشہور قصیدہ پیش کیا جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

جب اس نے یہ شعر عرض کیا

ان الرسول لنور یستضاء به

مهند من سیوف الله مسلول

ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور یہ اللہ عزوجل کی تلواروں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کو پسند فرمایا اور اپنی چادر مبارک اتار کر اس کو بطور انعام عطا فرمادی۔ انہوں نے تمام عمر یہ چادر بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھی۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ دس ہزار دینار لےلو اور مجھے یہ چادر دیدو۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا

اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک میں کسی قیمت پر کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے وارثوں سے یہ چادر بیس ہزار درہم کے بدلے لے لی۔ یہ وہی مبارک چادر ہے جب بھی کوئی سلطان تخت نشین ہوتا تو وہ چادر اس کو اوڑھائی جاتی اور خلفاء عیدوں کے موقع پر بھی اس چادر کو زیب تن کرتے۔

کہا گیا ہے

یہ چادر فتنہ تاتار میں گم ہوگئی۔ (السیرۃ النبویہ ص ۲۸۰ تا ۲۸۳: ج ۲)

حارث بن ہشام المخزومی اور زہیر بن ابی امیہ

نواں شخص جس کا خون مباح کیا گیا تھا وہ ابوجہل کا سگا بھائی حارث بن ہشام المخزومی تھا۔ اسی طرح حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی زہیر بن امیہ بھی اپنے دل میں اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شدید قسم کا بغض رکھتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان دونوں کو قتل کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ دونوں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور پناہ کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دے دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کی پناہ کو قبول فرمالیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لے کر بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

نوٹ: ان کا ذکر پچھلے صفحات میں بھی کیا جا چکا ہے کہ کیسے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر غسل فرمایا تھا۔

سارہ

یہ بنی مطلب بن عبد مناف کی کنیز تھی چونکہ یہ مکہ مکرمہ کی مغنیہ تھی اور ایسے اشعار گایا کرتی تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی گئی تھی اور یہی وہ عورت تھی جس کے ذریعہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ والوں کے پاس خط بھیجا تھا۔ یہ مدینہ منورہ آئی اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنی تنگ دستی کا شکورہ کیا اور امداد کے لئے درخواست کی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:

تم مغنیہ ہو۔ جب تم گیت گاتی ہو تو لوگ تجھ پر انعام واکرام کی بارش کر دیتے ہیں۔ کیا یہ داد و دہش تمہیں مستغنی کرنے کے لئے کافی نہیں کہ تو یہاں بھیک بھاگنے کے لئے آئی ہے۔

اس نے عرض کی

جب سے بدر کی جنگ میں قریش کے رؤساء قتل کر دیئے گئے اس کے بعد انہوں نے گانا بجانا ترک کر دیا۔ اس لئے میری غربت کی یہ حالت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اپنے بحر سخاوت سے محروم نہیں رکھا بلکہ اسے سامان خوراک سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مالی امداد فرمائی۔ جب یہ احسان فراموش مکہ واپس آئی تو اس نے ابن خطل کے ہجو یہ اشعار گا گا کر مشرکین کے دل لبھانے شروع کیے۔ فتح مکہ کے روز وہ چھپ گئی۔ اس کے لئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں امان دینے کی درخواست کی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امان دیدی۔ وہ حاضر ہوئی اور اسلام قبول کیا اور تادم واپسیں اسلام کی تعلیمات پر ثابت قدمی سے عمل پیرا رہی۔

صفوان بن امیہ

ان پندرہ آدمیوں میں سے بارھواں شخص صفوان بن امیہ تھا۔ اس کے دل میں اور اس کے باپ امیہ کے دل میں اسلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت اور عداوت کے آتش کدے روز اول سے بھڑک رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور دکھ پہنچانے میں وہ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی مباح الدم قرار دیا۔ یہ چھپ گیا اور ارادہ کیا کہ رات کی تاریکی میں مکہ سے نکل جائے اور سمندر میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔ اس کے چچا کا بیٹا عمیر بن وہب بارگاہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔

اور عرض کی

اے اللہ عزوجل! کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! صفوان اپنی قوم کا سردار ہے اور یہاں سے بھاگ گیا ہے تاکہ سمندر میں کود کر غرق ہو جائے۔ میری التجا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو امان عطا فرمائیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سرخ و سیاہ کو امان دیدی ہے۔ اس کریم ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بدترین دشمن کے بارے میں عمیر کی درخواست سن کر فرمایا۔

اے عمیر جاؤ اور اپنے چچا کے لڑکے صفوان کو جا کر خوشخبری سناؤ کہ میں نے اس کو امان دے دی ہے۔

عمیر نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی اپنی نشانی عطا فرمایئے کیونکہ میں نے اس کو واپس آنے کے لئے کہا تھا تو اس نے انکار کیا۔

اور کہا

جب تک تم میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی نہیں لاؤ گے جس کو میں پہچانتا ہوں اس وقت تک میں واپس نہیں آؤں گا۔ اس کریم ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدکردار اور روسیاہ کے لئے اپنا نورانی عمامہ اتار کر عمیر کو دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

یہ لے جاؤ اور میرا عمامہ اور جا کر صفوان کو بتلا دو۔

جب عمیر اس کے پاس پہنچا تو وہ سمندر میں کودنے کی تیاری کر رہا تھا۔

صفوان نے عمیر کو دیکھ کر کہا

میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ

عمیر نے کہا

صفوان! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ میں ایک ایسی ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو تمام لوگوں سے افضل تمام لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والی، تمام لوگوں سے

زیادہ حلیم اور ہر خوبی میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور وہ اجنبی نہیں بلکہ تیرے چچا کا بیٹا ہے۔ اس کی عزت تمہاری عزت۔ اس کا شرف تمہارا شرف اس کی حکومت تمہاری حکومت ہے۔ اس لئے تم وقت ضائع کیے بغیر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

صفوان کہنے لگا

مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

عمیر نے کہا

ان سے مت ڈرو۔ وہ از حد بربار اور کرم فرمانے والے ہیں۔ پھر عمیر نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی عمامہ اس کو دکھایا۔ اب اسے تسلی ہوئی اور وہ عمیر کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔

وہاں پہنچا تو عرض کرنے لگا

اس شخص نے مجھے بتایا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امان دے دی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس نے تجھے بتایا ہے۔

اس نے عرض کی

مجھے غور و فکر کرنے کے لئے دو ماہ کی مہلت دیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

دو ماہ نہیں تمہیں چار ماہ تک مہلت ہے۔ تم خوب سوچ بچار کر لو۔ فتح مکہ مکرمہ کے بعد جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہوازن کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چالیس ہزار درہم بطور قرضہ حسنہ لئے اور وہ زر ہیں جو اس کے پاس تھیں وہ بھی عاریۃً طلب کیں۔

وہ کہنے لگا

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تمام غصب کرنا چاہتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہرگز نہیں۔ میں تجھ سے عاریتاً لے رہا ہوں جو تمہیں واپس کردی جائیں گی۔ اگر ان میں سے کوئی زرہ ضائع ہوگئی تو اس کی قیمت ادا کردی جائے گی۔ پھر وہ ہوازن کی جنگ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوا ابھی تک حسب سابق اپنے شرک پر تھا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ ہوازن میں حاصل ہونے والے اموال غنیمت تقسیم کیے تو اسے پہلی مرتبہ ایک سو اونٹ اس کے بعد سو اونٹ اور تیسری مرتبہ مزید سو اونٹ عطا فرمائے۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ

وہ اس وادی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے جس میں بھیڑ بکریاں بھری ہوئی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صفوان! یہ بھیڑ بکریاں تجھے اچھی لگ رہی ہیں۔

کہنے لگا

بے شک

ارشاد فرمایا:

یہ تمام وادی اور اس میں جتنی بھیڑ بکریاں ہیں۔ سب میں نے تجھ کو عطا کردیں۔

جب یہ بے اندازہ مالِ غنیمت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو عطا فرمادیا۔

تو کہنے لگا

کوئی بادشاہ تو خوشی سے اتنے ان گنت اموال کسی کو نہیں دیتا یہ تو کسی نبی علیہ السلام کی فیاضی ہی عطا کرسکتی ہے۔

اور وہ بے ساختہ کہہ اٹھا

اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ

پھر اس نے سچے دل سے اسلام قبول کیا اور غور و خوض کے لئے اس نے چار ماہ کی مدت طلب کی تھی اس کے اختتام کا انتظامیہ نہ کر سکا اور اسی وقت اس نے ہادی برحق رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

وہ کہا کرتا تھا۔ سب مخلوق سے زیادہ میرے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بغض و عداوت تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیئے گئے اتنا دیا کہ تمام مخلوق سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے محبوب بن گئے۔

ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کی کارستانیوں کے باعث اس کو قتل کرنے کی بھی اجازت دی تھی۔ یہ وہی سنگدل ہند ہے جس نے اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دل نکالا' منہ میں ڈال کر چبایا لیکن نگل نہ سکی اور باہر تھوک دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مبین عطا فرمائی اور مکہ مکرمہ کی فضاؤں میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو وہ ابوسفیان کے گھر میں چھپ گئی پھر اسلام قبول کیا اور ابطح وادی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

کہنے لگا

اس اللہ تعالیٰ کی تمام تعریفیں ہیں جس نے اس دین کو غلبہ عطا فرمایا جس کو اس نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا تاکہ اے اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تیرے دریائے رحمت سے میری تشنگی کا بھی درماں ہو۔ میں وہ عورت ہوں جو اللہ عزوجل پر سچے دل سے ایمان لائی ہوں اور اس کی تصدیق کرتی ہوں۔

یہ کہنے کے بعد عرض کرنے لگی۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہند بنت عتبہ ہوں۔
اس کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مرحبا بك
اے ہند خوش آمدید!
ہند نے دو بھنے موٹے کم عمر بکرے بھیجے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ متہارے ریوڑوں میں برکت عطا فرمائے۔
ہند کہتی ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمارے ریوڑ میں اتنی برکت ہوئی کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔
ہند جب مسلمان ہوئی تو اپنے اس بت کے پاس گئی جسے اس نے بڑی عزت و احترام سے اپنے گھر میں سجا کر رکھا ہوا تھا۔ اس نے کلہاڑا اٹھایا اور اس کے پرزے پرزے کر دیئے۔
اور ساتھ یہ کہتی تھیں
کُنّا منك في غرور
ترجمہ: اے بت! ہم تیری وجہ سے آج تک دھوکے میں رہے ہیں۔
اس کا خاوند ابوسفیان اس سے پہلے اسلام لے آیا۔ کیونکہ عدت ختم ہونے سے پہلے دونوں مسلمان ہو گئے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پہلا نکاح برقرار رکھا۔ (السیرۃ النبویہ ص ۲۸۵ تا ۲۸۶ ج ۲)

وحشی بن حرب

وحشی سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔ تمام مسلمان اس کے قتل کرنے پر درپے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم بھی

فرما دیا تھا مگر وہ طائف چلا گیا اور وہیں رہنے لگا تھا یہاں تک کہ جس زمانہ میں طائف کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا۔

تو لوگوں نے کہا

تو بھی وفد کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پہنچ جا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاصدوں کو قتل نہیں کرتے ہیں تو ان کے ساتھ چلا جا اور ایمان لے آ۔ اس پر وہ ان کے ہمراہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔

اور کہنے لگا

اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تو وحشی نہیں ہے۔

اس نے کہا

ہاں میں وحشی ہوں۔

ارشاد فرمایا:

بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے چچا کو تو نے کس طرح شہید کیا ہے اس کے بعد اس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی پوری کیفیت بیان کی۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے سامنے نہ آنا مجھے اپنا چہرہ نہ دکھانا

وحشی کہتے ہیں کہ

جب بھی میں بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتا تو میں سامنے نہ آتا اور بھاگ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت بیٹھ جاتا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو میں بھی لشکر اسلام کے ساتھ اس جنگ میں چلا گیا اور وہی حربہ یعنی خنجر کا وار جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو

شہید کیا تھا میں نے مسلیمہ کذاب پر پھینکا چنانچہ خنجر اس کی پشت سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد ایک انصاری شخص آیا اس نے تلوار سے اس پر حملہ کیا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ میرے حربہ کی ضرب سے مارا گیا یا اس کی تلوار کے زخم سے۔ لیکن میں نے ایک عورت کو ایک چھت کے اوپر سے یہ کہتے سنا کہ ایک سیاہ رو غلام نے مسیلمہ کو ہلاک کر دیا۔

عورتوں کی بیعت کا طریقہ

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ تھا کہ چادر مبارک کا ایک کنارہ دست اقدس میں پکڑتے اور دوسرا کنارہ ان کے ہاتھ میں دیا جاتا۔

بعض کہتے ہیں کہ

ایک پیالہ پانی کا لایا جاتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست اقدس اس میں داخل کرتے۔ اس کے بعد ان کو دیا جاتا تا کہ وہ اپنا ہاتھ اس میں ڈالیں۔ مگر صحیح یہی ہے کہ زبان سے تھی۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صراحت سے آیا ہے۔ عورتوں سے بیعت لینے کے بارے میں یہ آیہ کریمہ بیان فرمائی ہے کہ

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ"

اے نبی! جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس پر بیعت کرنے آئیں کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو نہ شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی۔

(مدارج النبوت' ص ۳۵۳' ج ۲)

سہیل بن عمرو کا اسلام قبول کرنا

سہیل بن عمرو کا بیٹا عبداللہ پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا لیکن فتح مکہ کے روز سہیل چھپ گیا تھا تا کہ کوئی مسلمان اس کو قتل نہ کر دے۔ اس کا بیٹا عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تا کہ اپنے باپ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کرے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی امان سے وہ امن میں ہے۔ بے شک اسے کہو کہ چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سامنے آؤ

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ارشاد فرمایا:

تم میں سے جس کی ملاقات سہیل بن عمرو سے ہو وہ تیز نظروں سے اس کی طرف مت دیکھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! سہیل بن عمرو بڑا دانشمند اور شریف النفس ہے اور سہیل جیسا آدمی زیادہ دیر تک اسلام کا انکار نہیں کر سکتا۔

اس کا بیٹا عبد اللہ سہیل کے پاس گیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کو آگاہ کیا۔

سہیل کہنے لگا

کَانَ واللہ برا صغیرا برا کبیرا

بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چھوٹے تھے تب بھی احسان و کرم فرمایا کرتے تھے اور جب بڑے ہوئے تب بھی احسان و کرم ان کا شیوہ ہے۔ پھر غزوہ حنین میں وہ شریک ہوا حالانکہ ابھی اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نور اسلام سے اس کے سینے کو منور فرما دیا۔ پھر ان کا شمار بزرگ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہوتا تھا جنہوں نے بڑے مشکل حالات میں اسلام کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ مکہ مکرمہ میں جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ملال کی المناک اطلاع پہنچی تو کئی لوگوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے اس وقت ایک ایسا ایمان افروز خطبہ دیا جس سے اہل مکہ کو اسلام پر استقامت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے۔ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خلعت شہادت سے ان کو مشرف فرمایا۔

(السیرۃ النبویہ ص ۲۲۸ ج ۲)

عبداللہ بن الزبعری کا قبول اسلام

فتح مکہ مکرمہ کے بعد یہ بھاگ کر نجران چلا گیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف چند اشعار لکھ کر بھیجے۔ جن میں اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ ان اشعار کو پڑھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا وہاں پہنچا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محفل میں تشریف فرما تھے۔ اسے یوں لگا جیسے نورانی ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند ضیا پاشی کر رہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر جب اس کی طرف دیکھا۔

تو ارشاد فرمایا:

یہ ہے ابن الزبعری۔ اس کے چہرے پر آج اسلام کا نور چمک رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دل موہ لینے والی گفتگو سن کر اسے یارائے تکلم ہوا۔

عرض کی

السلام علیك یارسول اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) اشهدان لا اله الا اللّٰه وانك عبدهٗ ورسولهٗ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ آج مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج تک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کرتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف لشکر کشی کرتا رہا۔ گھوڑوں، اونٹوں پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوتا رہا۔ اگر کبھی کوئی سواری میسر نہ آئی تو پیدل چل کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف معرکہ آرائی سے باز نہ آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر علم اسلام لہرا دیا تو میں وہاں سے بھاگ کر نجران چلا گیا۔ میں نے دل میں یہ طے کیا ہوا تھا کہ میں کسی قیمت پر اسلام قبول نہیں کروں گا۔ لیکن میرے رب عزوجل نے مجھ پر رحم فرماتے ہوئے میرے دل میں اسلام کی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شمع روشن فرما دی۔ پھر جب اس گمراہی کے بارے میں غور کرتا ہوں جس میں مبتلا تھا تو شرم ندامت سے میری

گردن جھک جاتی ہے۔

اس کی باتیں سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

الحمدللہ الذی ھداک للاسلام ان الاسلام یحب ما کان قبلہ

(سبل الہدیٰ ص ۳۵۵ ج ۵)

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے جس نے تجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی اور سن لو کہ جو اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے پہلے تمام گناہ ختم کر دیئے جاتے ہیں۔

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کا قبول اسلام

شیبہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بڑے مزے لے لے کر خود بیان کرتے تھے۔

کہتے ہیں

لوگ فتح مکہ مکرمہ کے بعد ایمان لے آئے۔ مگر میں اپنے کفر و شرک پر اڑا رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بنو ہوازن کی سرکوبی کے لئے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو میں بھی ساتھ ہو لیا۔ میری نیت یہ تھی کہ شاید اس میں مجھے کوئی ایسا موقع مل جائے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع حیات کو گل کر دوں۔ مسلمانوں نے میدان احد میں میرے باپ' چچا اور چچازاد بھائیوں کا قتل عام کیا تھا۔ شاید اس طرح میں اپنے عزیز مقتولوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں اپنے دل میں طے کر رہا تھا کہ اگر عرب اور عجم کا ہر شخص اسلام قبول کر لے میں کسی بھی قیمت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول نہیں کروں گا۔ اسلام ترقی کر رہا تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے لیکن کفر پر ڈٹے رہنے کے میرے عزم میں مزید پختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ جب حنین کی جنگ میں دونوں فریق آپس میں آمنے سامنے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے خچر سے نیچے اتر آئے تو میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی تلوار بے نیام کر لی اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ میں وار کرنے والا ہی تھا کہ آگ کا ایک شعلہ بجلی کی تیزی سے میری طرف

لپکا اور میری آنکھیں اس کی چمک سے خیرہ ہوگئیں۔ میں خوف سے کانپنے لگا۔ اس کی تیز روشنی سے بچنے کے لئے میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر تبسم فرمایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری میت بد کو بھانپ لیا تھا اور میرا نام لے کر پکارا:

یا شیبة ادن منی

ترجمہ: اے شیبہ! میرے نزدیک آجاؤ۔

جب میں قریب ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر رکھ دیا اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں دعا کی۔

اللهم اعذه من الشيطان

ترجمہ: الٰہی عزوجل! شیبہ کو شیطان کے شر سے بچالے۔ اس ایک نگاہ لطف و کرم نے میرے دل کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

شیبہ اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فو الله لهو فی الساعة صار احب الی من سمعی وبصری واذهب الله ما کان فی

ترجمہ: اللہ عزوجل کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے اور میرے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف جو جذبات جوش مار رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

میرے قریب آجا اور کفار سے برسر پیکار ہو جا

میں اس جوش وخروش سے کفار پر حملہ آور ہوا کہ اگر میرا باپ زندہ ہوتا وہ میرے سامنے آتا تو میں اس کا سر بھی قلم کر کے رکھ دیتا۔ جب تک یہ جنگ جاری رہی میں

دشمنان اسلام سے برسر پیکار رہا۔

جنگ کے بعد خدمت اقدس میں زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں تشریف فرما تھے۔

مجھے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں ارادہ فرمایا وہ اس ارادہ سے بہتر تھا جو تو نے اپنے بارے میں کیا۔ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل میں چھپے ہوئے جذبات پر مجھے آگاہ فرمایا حالانکہ میں نے کسی شخص کو بھی ان پر مطلع نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر میں بیساختہ کہہ اٹھا

بے شک میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

(السیرۃ النبویہ: ص ۲۹۴، ۲۹۵، ج ۲)

فضالہ بن عمیر کا قبول اسلام

فتح مکہ مکرمہ کے بعد فضالہ حرم شریف میں آیا۔ دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں مصروف ہیں۔ اس نے ارادہ کیا جب میں پاس سے گزروں گا تو خنجر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چراغ کو بجھا دوں گا۔ جب وہ قریب پہنچا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

افضالۃ

ترجمہ: کیا تو فضالہ ہے۔

عرض کی

ہاں! میں فضالہ ہوں

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ماذا کنت تحدث به نفسك

ترجمہ: تم اپنے جی میں کیا گفتگو کر رہے تھے؟

اس نے جواب دیا:

کچھ بھی نہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ بہانہ سن کر تبسم فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

استغفر اللّٰه

فضالہ! اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔

پھر اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور اس کے بے چین دل کو سکون نصیب ہو گیا۔

فضالہ خود کہتا تھا۔

بخدا! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا جہاں سے مجھے محبوب ہونے لگے۔ اس وقت اس نے بلا تامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

فضالہ کہتے ہیں کہ

جب میں حرم شریف سے واپس گھر جا رہا تھا میرا گزر اس عورت کے پاس سے ہوا جس کے پاس بیٹھ کر میں خوش گپیاں کیا کرتا تھا۔ جب میں چپکے سے اس کے پاس سے گزر گیا تو اس نے مجھے آواز دی۔

فضالہ! آؤ باتیں کریں۔

فضالہ نے جواب دیا:

نہیں ہر گز نہیں۔

اور اسی وقت فی البدیہہ ان کی زبان پر اشعار جاری ہو گئے۔

قالت هلم الى الحديث فقلت
لایابی علی اللّٰه والاسلام
لو ما رایت محمدا و قبیله
بالفتح یوم تکسر الاصنام
لرأیت دین اللّٰه اضحی بینا
والشرك یغشی وجه الاظلام

(سبل الہدیٰ: ص ۳۵۵ تا ۳۵۶، ج ۵)

اس نے کہا فضالہ آؤ باتیں کریں۔ میں نے کہا ہر گز نہیں۔ اللہ عزوجل اور میرا دین اسلام مجھے اس سے منع کرتا ہے۔ فتح مکہ مکرمہ کے دن اگر تو اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیکھتی جس روز بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا تھا۔ اس روز تو دیکھتی کہ اللہ تعالیٰ کا دین واضح اور روشن ہو گیا ہے اور شرک کے منحوس چہرے کو ظلمتیں ڈھانپ رہی ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ کا ایمان لانا

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد حرام میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے باپ کو پکڑتے ہوئے لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم اس شیخ کو گھر میں رہنے دیتے تاکہ میں خود اس کے پاس چل کر جاتا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرے والد کا حق تھا کہ وہ چل کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شرف باریابی حاصل کرنا بجائے اس کے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس چل کر تشریف لے جاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابو قحافہ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ان کے سینہ پر دست مبارک پھیرا۔

پھر ارشاد فرمایا:

اسلام لے آؤ۔

چنانچہ ابو قحافہ کلمہ پڑھ کر اسلام لے آیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کے اسلام قبول کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے شیخ کو گھر میں رہی رہنے دیا ہوتا کہ میں اس کے پاس چل کر جاتا۔ اس کے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی مقصود تھی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں یہ شرف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا کہ ان کی چار پشتیں مشرف با اسلام ہوئیں اور ان کو صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا۔

(۱) حضرت ابو قحافہ

(۲) آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیدنا صدیق اکبر

(۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن

(۴) اور ان کے صاحبزادے محمد

یہ چاروں مشرف با اسلام ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بننے کا بھی انہیں شرف نصیب ہوتا۔

دوسری طرف سے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ابو قحافہ کے صاحبزادے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان چاروں کو بھی صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ (سیرۃ الامام بن ہشام: ص ۲۵، ج ۴)

ابوسفیان وساوس کا ازالہ

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے یہ روایت کیا ہے کہ

فتح مکہ کے ایام میں ابوسفیان نے ایک روز دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے اور اہل مکہ کا ایک جم غفیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے سر اطاعت خم کئے جا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان اپنے دل ہی دل میں یہ کہنے لگا کہ کاش میں اپنے لوگوں کا لشکر اکٹھا کروں اور ان سے پھر جنگ وقتال کروں۔ حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی اثناء میں ابوسفیان کے پاس پہنچ گئے اور اس کے سینہ پر اپنے دست مبارک سے ضرب لگائی۔

اور ارشاد فرمایا:

اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ پھر تمہیں ذلیل ورسوا کرے گا۔

ابوسفیان یہ فرمان سن کر ششدر رہ گیا۔

اور عرض کرنے لگا

"اتوب الی اللہ تعالیٰ واستغفر اللہ مما تفوھت بہ ما ایقنت انک نبی حتی الساعۃ انی کنت لاحدث نفسی بذلک"

(سبل الہدیٰ: ص ۳۰۷، ج ۵)

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) میں توبہ کرتا ہوں اور وہ بکواس جو میں نے اپنے دل ہی دل میں کیا ہے اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ یہ بات تو میں نے صرف اپنے دل میں کہی تھی۔ یعنی اگر ایسی باتوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگاہ ہو جاتے ہیں تو اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دینا

جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔ یہ بھی کیسا متبرک وقت اور عظیم نعمت تھی کہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامان اجلال کے دست اور اک میں آئی۔ اس وقت کی حقیقت تو عرشیوں سے پوچھنی چاہئے کہ یہ آواز وہاں تک پہنچی ہوگی۔ بلکہ وہاں سے گزر کر اور اوپر ہو گئی ہوگی۔

اس مقام میں اذان کے کلمات بھی مروی ہیں۔

مشرکوں نے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے جیسے خالد بن اسید

برادر عتاب بن اسید

حارث بن ہشام

برادر ابو جہل

اور حکم بن العاص

نے یاوہ گوئی سے کام لیا۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور جو کچھ ان لوگوں نے بکواس کی تھی سب کی خبر دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلب فرمایا اور جس نے جو کچھ کہا تھا سب کی خبر دی اور انہیں ان کی باتوں سے خبردار کیا۔ یہ بات ایک جماعت کے اسلام لانے کا سبب بنی۔

جیسے

حارث بنی ہشام رضی اللہ عنہ

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

وغیرہم

ایک روایت میں ہے کہ

ابوسفیان بن حرب بھی ان لوگوں کے ساتھ یاوہ گوئی میں شامل تھا

اس نے کہا تھا کہ

میں کچھ نہیں کہتا جو کچھ میں کہوں گا میرا خیال ہے کہ یہ سنگریزے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی خبر دے دیں گے۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے سامنے ان کی کہی ہوئی باتوں کو دہرایا۔

تو ابوسفیان نے کہا کہ

میں نے اتنی بات سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور تصدیق کی۔ (مدارج النبوت: ص ۳۵۲، ج ۲)

فتح مکہ مکرمہ کے بعد مدت اقامت

مدینہ منورہ سے روانگی دسویں رمضان ۸ھ چار شنبہ بعد نماز عصر ان اختلافات کے ساتھ جو تعیین تاریخ میں ہے، ہوئی تھی اور داخلہ مکہ مکرمہ اور اس کا فتح ہونا اسی مہینہ کی بیس تاریخ کو ہوا تھا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بقیہ دن اور شوال کے چھ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔

مواہب لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ

مکہ مکرمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام پندرہ دن رہا تھا۔

ایک روایت میں ہے

انیس دن رہا تھا

اور ایک روایت میں ہے

ستر دن

اور ترمذی میں فرمایا

اٹھارہ دن ہے

اور کہا گیا ہے کہ

اصح روایت بضع عشر یعنی دس سے کچھ دن زیادہ کی ہے۔ قیام کے ان دنوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں قصر ادا فرماتے تھے۔

(مدارج النبوت: ص ۳۶۳، ج ۲)

مقدمات کا فیصلہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران کئی مقدمات کا فیصلہ بھی فرمایا ان میں سے ایک فاطمہ نامی عورت کا ہے جو اسود بن الاسود کی بیٹی اور ابوسلمہ

رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد مخزومی کی بھتیجی کا ہے جو بنی مخزوم کی اشراف قبیلہ میں سے تھی۔ اس نے چوری کی اور اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے بعد از ثبوت چوری اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اس کی قوم کو اس حکم سے بڑی وحشت ہوئی۔ انہوں نے چاہا کہ کوئی سفارشی مل جائے اور ممکن ہے کہ اس کی سفارش سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کاٹنے سے درگزر فرمائیں۔ اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جو محبوب و مقرب بارگاہ تھے۔ سفارشی بنا کے لائے اور انہوں نے اس قوم کی از حد منت و سماجت سے متاثر ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اسامہ رضی اللہ عنہ! تم خدا عزوجل کے حدود کے نفاذ میں سفارش کرتے ہو۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال اور غضب دیکھا تو عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے استغفار فرمائیے مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔

اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! خبردار ہو جاؤ پچھلی امتیں اسی بنا پر ہلاک ہوئیں کہ جب ان کے کسی بڑے آدمی سے چوری سرزد ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اس پر حد قائم نہ کرتی اور جب کسی کمزور آدمی سے یہ سرزد ہوتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ قسم ہے اس رب العزت کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹتا۔ پھر اس مخزومی عورت کے ہاتھ کاٹے گئے۔

(مدارج النبوت: ص ۳۶۴، ج ۲)

دوسرا مقدمہ

دوسرا مقدمہ جو قیام مکہ کے دوران پیش ہو وہ ایک ایسے شخص کا ہے جس نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر عرض کیا تھا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ کو فتح کرا دے گا تو میں بیت المقدس جا کر وہاں نماز پڑھوں گا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہاں ہی پڑھ لو یعنی مسجد الحرام میں۔ اس نے تین مرتبہ عرض کیا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ میں فرمایا:

بیت الحرام میں ایک نماز پڑھنا۔ دوسری جگہ کسی اور شہر میں ہزاروں نمازوں سے افضل ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں ایسا ہی واقع ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ

بیت الحرام میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

نیز

روایت ہے کہ

مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی شریف مدینہ طیبہ میں دس ہزار اور مسجد حرام میں مکہ مکرمہ میں ایک لاکھ کے برابر ہے۔ لہٰذا مسجد حرام میں نماز اس کے غیر سے زیادہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مکہ سے مدینہ کی فضیلت کے قائل ہیں تو مسجد مدینہ منورہ کی نماز کو اس کے سوا نماز پڑھنے سے افضل کہتے ہیں اگرچہ باعتبار عددکمیت زیادہ ہو لیکن مسجد مدینہ منورہ میں باعتبار کیفیت ونفاست اور بابرکت جوار سید عالم۔ افضل ہے۔ تعداد کی زیادتی' قامت کی کمی کے منافی نہیں ہے جس طرح ایک گوہر ہزار درہم کے برابر ہے۔ یہ مبحث تاریخ مدینہ میں ثابت کیا گیا ہے اور

مسائل فقہیہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی نذر مانے کہ کسی مفعول مسجد میں نمازیں پڑھے گا تو فاضل مسجد میں نماز پڑھنے سے نذر سے عہدہ برآ ہو جائے گا۔ جس طرح مسجد اقصیٰ میں یا مسجد مدینہ میں نماز پڑھے گا تو وہ مسجد حرام میں پڑھ لے یا نذر مانی کہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھے گا تو وہ مسجد مدینہ میں پڑھ لے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص سے فرمانا جس نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی کہ وہ یہاں ہی پڑھ لے۔ اس کے بعد اس کے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (مدارج النبوت' ص ۳۶۴' ج ۲)

دیگر احکام وقضایا

دیگر احکام وقضایا جو قیام مکہ مکرمہ کے دوران واقع ہوئے ان میں شراب' خنزیر' مردار اور بت کی قیمت کی مخالفت ہے اور کاہن کی وہ اجرت جو اسے کہانت کے بدلے میں دی جائے اور مردار کی چربی جس سے مشک اور کشتیوں کو چکناتے ہیں ان سب کو ممنوع قرار دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے کہ ان پر چربیوں کو حرام کیا گیا تھا مگر انہوں نے ان کو فروخت کیا اور انہوں نے اس کی قیمت کھائی۔ (مدارج النبوت' ص ۳۶۴' ج ۲)

بت عزیٰ کے توڑنے کا حکم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ موضع نخلہ میں عزیٰ کے بت خانہ کو نیست ونابود کرنے کے لئے بھیجا۔ عزیٰ عرب کا مشہور بت تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ قطع منازل طے کر کے وہاں پہنچے اور اس بت خانہ کو تباہ کر کے آ گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

اس بت کو توڑ دیا

عرض کیا

ہاں

ارشاد فرمایا:

اس میں کوئی چیز دیکھی

انہوں نے کہا

نہیں

ارشاد فرمایا:

تم نے اس بت عزیٰ کو نہیں توڑا

حضرت خالد رضی اللہ عنہ دوبارہ گئے اور بہت تلاش کے بعد ایک کلموئی ننگی عورت پراگندہ بال کی نمودار ہوئی تلوار کھینچ کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض حال کیا۔

ارشاد فرمایا:

وہ عزیٰ تھی۔ تمہارے شہر میں اب دوبارہ عزیٰ نہ پوجی جائے گی۔ یہ عزیٰ قریش کو معبود اور تمامہ و بنی کنانہ کی بزرگ ترین بتوں میں سے تھی۔ چنانچہ وہ لات و عزیٰ کی قسمیں کھاتے تھے۔ (مدارج النبوت، ص ۳۶۵، ج ۲)

سواع کے بت خانہ کو توڑنے کا حکم

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سواع کے بت خانہ کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا جو قبیلہ کا بت تھا اور مکہ مکرمہ سے تین سو میل کے فاصلہ پر تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے بیان کیا کہ جب میں وہاں پہنچا تو اس بت خانہ کے پجاری نے مجھ سے کہا

کیا چاہتا ہے

میں نے کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس بت خانہ کو توڑ دوں

اس نے کہا

تو یہ کام نہ کر سکے گا اور تجھے وہ بت اس سے باز رکھے گا

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں قریب گیا اور اس بت کو توڑ دیا

پھر میں نے پجاری کو کہا

تو نے دیکھ لیا؟

اس پجاری نے کہا

میں اللہ تعالیٰ پر اسلام لاتا ہوں۔ (مدارج النبوت، ص ۳۶۵، ج ۲)

منات کے بت کی تباہی کا حکم

حضرت سعید بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ موضع مشلل کی جانب جو حرمین شریفین کے درمیان ہے۔ منات کے بت کی تباہی کے لئے بھیجا چونکہ یہ بت خانہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس وخزرج اور غسان کا معبود تھا اور وہ منات کو پوجتے تھے جب اس بت میں پہنچے۔

تو پجاری نے کہا

کس غرض سے آئے ہو۔

انہوں نے فرمایا:

منات کو برباد کرنے کے لئے

پجاری نے کہا

تم اور اس قبیلہ کے لوگ جانیں

حضرت سعید رضی اللہ عنہ اس بات کی طرف بڑھے اس میں کلموئی عورت برآمد ہوئی جو اپنے سینہ پر ہاتھ مارتی اور نوحہ کرتی تھی۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے تلوار کی

ایک ضرب سے اس کے ٹکڑے کر دیئے اور بت خانہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں واپس آ گئے۔ (مدارج النبوت' ص ۳۶۵' ج ۲)

مسلمانو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فتح مکہ مکرمہ کیسے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح فتح عظیم نصیب فرمائی اور اس فتح سے مسلمانوں کو جو قوت حاصل ہوئی وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ مسلمانوں نے فتح مکہ کے بعد کثیر جنگیں لڑیں اور ان میں بھی ان کو فتح نصیب ہوتی رہی۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا صدقہ اور دین حق کی واضح دلیل پر دلالت کرتا ہے۔

شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اکیس رمضان المبارک یا ایک قول کے مطابق انیس رمضان المبارک کو اس دار فانی سے کوچ کیا اور اپنے خالق حقیقی کو جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا جس کا ایک طویل واقعہ ہے جو کہ آخر میں وفات کے باب میں بیان کیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لے آئے اور بہت زیادہ فیاض اور عبادت گزار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑا یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہی اہل بیت کا تمام سلسلہ چلتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ شجاعت کے مالک تھے' سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ کا ایمان بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آٹھ برس کی عمر میں اسلام لانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی

اور فرمایا ہے کہ

اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے

بعض نے کہا

سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے

اور بعض نے کہا

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے

جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ

مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(ترمذی' ابواب المناقب' باب مناقب علی' ص ۶۴۲' ج ۵' حدیث ۳۷۳۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرمایا

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ (مسند احمد بن حنبل' ص ۳۳۰' ج ۱)

ایک اور احادیث مبارکہ میں ہے

ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

(ترمذی' ابواب المناقب' باب مناقب علی رضی اللہ عنہ' ص ۶۴۲' ج ۵' حدیث ۳۷۳۵)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۳۶۷، ج ۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جو شخص اسلام لایا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۳۷۳، ج ۱)

ان احادیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہے کہ جو امام ترمذی نے سابقہ حدیث میں بیان فرمائی کہ مردوں میں جو سب سے پہلے اسلام لے آئے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں جو سب سے پہلے اسلام لے آئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں جو سب سے پہلے اسلام لے آئیں وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارک

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارک کس طرح ہوا اور کیسے ہوا۔ اس کا تذکرہ بہت دلچسپ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو بزرگ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صاحبزادی کا رشتہ مانگیں مگر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس بارے میں شرم آتی ہے کہ کیسے جاؤں۔

جیسا کہ مدارج النبوت میں ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں۔

اور فرمایا:

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کا پیام رد فرما دیا تو میرا پیام کیسے قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔

جاؤ اور شرم نہ کرو

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ارشاد فرمایا:

اے ابوطالب کے فرزند! کیا بات ہے۔ کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔

عرض کیا:

میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لیے پیش کروں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا و اہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ اس وقت حضور صلی

اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے۔

تو ارشاد فرمایا:

اے انس رضی اللہ عنہ رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس رضی اللہ عنہ جاؤ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ وعثمان وطلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا۔ اس پر رب العزت کی حمد وثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں نے قبول کیا اور میں راضی ہو۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بکھیر کر لٹایا۔

(مدارج النبوت، ص ۱۰۹، ج ۲)

اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم دیا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردو۔

(معجم الکبیر ص ۱۵۶ ج ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کردی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یہ جبرئیل امین علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کردی ہے۔ اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دلکش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔ جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔

(ریاض النضرۃ، ص ۱۴۶، ج ۳)

ایک اور احادیث مبارکہ میں ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا ہے

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے

اور ارشاد فرمایا ہے:

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کردیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردیں۔ (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص ۷۳)

جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے

(ترمذی ابواب المناقب' باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ' ص ۶۳۲' ج ۵' حدیث ۳۷۱۳)

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔

اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔

(ابن ماجہ' باب فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ص ۴۵' ج ۱' حدیث ۱۲۱)

اے اللہ عزوجل! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز باجماعت کا حکم دیا

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟

انہوں نے جواب دیا:

کیوں نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں

انہوں نے جواب دیا:

کیوں نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر یہ (علی رضی اللہ عنہ) ہر شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔

اے اللہ عزوجل

جو اسے دوست رکھے اسی تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

(ابن ماجہ باب فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۸۸، ج ۱، حدیث ۱۱۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ شکوا ہوا۔ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بارے میں تنقیص کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بریدہ رضی اللہ عنہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟

تو میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۳۴۷، ج ۵)

اے اللہ عزوجل! تو اسے دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے

حضرت میمون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک وادی جسے وادیٔ خم کہا جاتا ہے، میں اترے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی۔ پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اس حال میں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کی گرمی سی بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔

لوگوں نے کہا

کیوں نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۳۷۲، ج ۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا کہ

میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اے اللہ عزوجل!

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ پس اس موقع پر سولہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔

(معجم الکبیر ص ۱۷۱ ج ۵)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا

اس پر بارہ بدری صحابہ کرام علیہم الرضوان کھڑے ہوئے۔ گویا میں ان میں سے ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

انہوں نے کہا

ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا

کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔

سب نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

جو اسے دوست رکھے تو اسے بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (مسند احمد بن حنبل ص ۱۱۹، ج ۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت سعید بن وہب اور زید بن یثیع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔

راوی کہتے ہیں

چھ آدمی سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور چھ آدمی زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا۔

کیا اللہ عزوجل مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا

کیوں نہیں

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل!

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ (معجم الاوسط، ص ۶۹، ج ۳، حدیث ۲۱۳۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ابواسحاق سے مروی ہے کہ

وہ کہتے ہیں کہ

میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ یا چھ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مجمع الزوائد، ص ۱۰۴، ج ۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت زاذان بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجلس میں لوگوں سے حلفاً یہ پوچھتے ہوئے سنا کس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟

اس پر تیرہ (۱۳) آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۸۴، ج ۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

ابو طفیل سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں جمع کیا۔

پھر ان سے فرمایا:

میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ اس پر تیس افراد کھڑے ہوئے۔

جبکہ ابو نعیم نے کہا کہ

کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ارشاد فرمایا:

کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنین کی جانوں سے قریب تر ہوں؟

سب نے کہا

ہاں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

راوی کہتے ہیں کہ

جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا۔ اسی دوران میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا

اور انہیں کہا کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا

تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہوئے سنا ہے؟ (مستدرک للحاکم، ص ۱۰۹، ج ۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا! میرا ایک داماد ہے جو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث بیان کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کو آپ رضی اللہ عنہ سے سنوں۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا

تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔

میں نے ان سے کہا کہ

میری طرف سے انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔

انہوں نے کہا:

ہم جحفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔

انہوں نے کہا

کیوں نہیں

اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

عطیہ نے کہا

میں نے مزید پوچھا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

جو علی کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

زید بن ارقم نے کہا

میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۳۶۸، ج ۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ترجمہ: بے شک تمہارا دوست اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا۔

اور ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (معجم الکبیر، ص ۱۹۵، ج ۵)

ان احادیث مبارکہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس کا واضح بیان ہے۔

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر فرامین اقدس ہیں اور یہ ایسے فرامین اقدس ہیں کہ کسی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق میں نہیں فرمائے گئے۔

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور آپ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع والے دن وہاں موجود تھے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۱۶۴، ج ۴)

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے

اور عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(ترمذی باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۶، ج ۵، حدیث ۳۷۲۰)

میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی ادا نہیں کر سکتا

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔

(ابن ماجہ، باب فضائل اصحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۴۴، ج ۱، حدیث ۱۹)

سورہ توبہ کو لے جانے والا

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا پس انہوں نے وہ سورہ اس سے لے لی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس سورۃ کو سوائے اس آدمی کے جو مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں کوئی اور نہیں لے جا سکتا۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۳۳۰، ج ۱، حدیث ۳۰۶۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

وہ کہتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میری طرف سے (عہد ونقض میں) میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا (ذمہ داری) ادا نہیں کر سکتا۔

(ترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۶، ج ۵، حدیث ۳۷۱۹)

میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنی والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت جعفر اور حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ایک دن اکٹھے

ہوئے۔

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

پھر انہوں نے کہا

چلو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں

پس وہ تینوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دیکھو یہ کون ہیں؟

میں نے عرض کیا:

جعفر، علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کو اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا

انہوں نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جعفر رضی اللہ عنہ! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے۔

اے علی رضی اللہ عنہ! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔

اور اے زید رضی اللہ عنہ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۲۰۴، ج ۵، حدیث ۲۱۸۲۵)

سبحان اللہ!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح سینے سے لگایا اور اس طرح جواب دیا کہ تینوں خوش ہو گئے اور تینوں کی دل جوئی بھی ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑے

اور ارشاد فرمایا:

جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور ان دونوں کے والد (یعنی علی رضی اللہ عنہ اور ان دونوں کی والدہ (یعنی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

(ترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۴۱، ج ۵، حدیث ۳۷۳۳)

جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے۔

بیان کرتے ہیں

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی یہاں تک کہ میں اپنے دل میں ان کے خلاف کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے ان کیخلاف مسجد میں شکایت کا اظہار کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی پھر ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑے غور سے دیکھا یہاں تک کہ جب میں بیٹھ گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو رضی اللہ عنہ! خدا عزوجل کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے سے میں اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۴۸۳، ج ۳)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا

تو انہوں نے مجھے کہا

کیا تمہارے اندر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے۔

میں نے کہا

اللہ عزوجل کی پناہ

یا

میں نے کہا

اللہ عزوجل کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا۔

تو انہوں نے کہا

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۳۲۳، ج ۶، حدیث ۲۶۷۹۱)

مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا

حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے عہد ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔

(مسلم: باب الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان، ص ۸۶، ج ۱، حدیث ۷۸)

مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا:

مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔

(ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۴۳، ج ۵، حدیث ۳۷۳۶)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

راوی کہتے ہیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا۔

اور ارشاد فرمایا کہ

میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔

(ترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۶، ج ۵، حدیث ۳۷۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں محبوب ترین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی

یا اللہ عزوجل!

اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔

(ترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۶، ج ۵، حدیث ۳۷۲۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (ترمذی: باب فضل فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۶۹۸، ج ۵، حدیث ۳۸۶۸)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انہوں نے کہا کہ

میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پھر میں نے ان سے پوچھا

لوگوں میں کون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟

انہوں نے فرمایا:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

پھر عرض کیا گیا:

اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔

ارشاد فرمایا:

اس کا خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔

(ترمذی باب فضل فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۷۰۱، ج ۵، حدیث ۳۸۷۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین میری والدہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔

انہوں نے فرمایا:

آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ بخدا اعلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی بیوی سے بڑھ کر کوئی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں محبوب تھیں۔ (مستدرک، ص ۱۶۷، ج ۳، حدیث ۴۷۳۱)

یا اللہ عزوجل اسے بھیج دے جو مخلوق میں تجھ سب سے زیادہ محبوب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میرے پاس اسے بھیج جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میں نے دعا کی۔

یا اللہ عزوجل! کسی انصاری کو اس دعا کا مصداق بنادے۔

اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

تو میں نے کہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں، وہ واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

پھر میں نے کہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انس رضی اللہ عنہ اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ وہ اندر داخل ہوئے۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

تجھے کس نے میرے پاس آنے سے روکا

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تین میں سے آخری بار ہے کہ انس رضی اللہ عنہ مجھے یہ کہہ کر واپس کرتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے میرے اس عمل کی وجہ دریافت فرمائی۔

تو میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے سن لیا تھا۔ پس میری خواہش تھی کہ یہ شخص انصار میں سے ہو۔

اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر آدمی اپنی قوم سے پیار کرتا ہے۔ (مستدرک، ص ۱۴۱، ج ۳، حدیث ۴۶۵۰)

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات میں یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۸۶، ج ۳، حدیث ۱۱۸۳۵)

اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام تجھ سے راضی ہیں

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا۔ جب وہ واپس تشریف لائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہیں۔ (معجم الکبیر' ص ۳۱۹' ج ا' حدیث ۹۳۶)

میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ علیہما السلام سے تھی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(صحیح بخاری' باب غزوہ تبوک وہی غزوہ العسرۃ' ص ۱۶۰۲' ج ۴' حدیث ۴۱۵۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(صحیح بخاری' باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ' ص ۱۳۵۹' ج ۳' حدیث ۳۵۰۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام۔
(صحیح مسلم، باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۷۱، ج ۴، حدیث ۲۴۰۴)

حدیث کی تصدیق کیسے ہوئی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔
راوی کہتے ہیں کہ
میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بالمشافہ سن لوں۔ پس میری حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی۔
انہوں نے کہا
میں نے حدیث کو خود سنا ہے۔
میں نے عرض کیا:
کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود سنا ہے۔
انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں۔
اور کہا
اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔
(صحیح مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۷۰، ج ۴، حدیث ۲۴۰۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(ترمذی' باب مناقب علی رضی اللہ عنہ' ص ۶۴۰' ج ۵' حدیث ۳۷۳۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مبارکہ میں روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

کیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلوں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لئے ایسے ہے جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔ مگر یہ کہ تو نبی نہیں تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل' ص ۳۳۰' ج ۱' حدیث ۳۰۶۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔ البتہ میرے بعد کوئی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ سو ہم سب اس سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ فرما دیجئے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔

اور کہا

اے اللہ عزوجل! یہ میرا کنبہ ہے۔

(صحیح مسلم باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۱۸۷۱ ج ۴ حدیث ۲۴۰۴)

فاتح خیبر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس اضطراب کی کیفیت میں رات گزاری کہ دیکھئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کو بلاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو

جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نرمی سے روانہ ہونا۔ جب تم ان کے پاس میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ عزوجل کے کیا حقوق واجب ہیں۔ بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری باب غزوہ خیبر ص ۱۵۴۲ ج ۴ حدیث ۳۹۷۳)

میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو ہیبت ناک منظر کا حامل ہو

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھے علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہو گا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے۔ پھر انہیں جھنڈا عطا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مرحب نکلا

اور کہنے لگا

تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں

اور ایک تجربہ جنگجو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

(صحیح المسلم 'باب غزوہ الاحزاب وہی الخندق' ص ۱۴۴۱' ج ۳' حدیث ۱۸۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکہ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے۔ انہوں نے سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رک گیا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں

یا یہ فرمایا کہ

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا۔ پھر اچانک ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں

عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔

(صحیح البخاری، باب مناب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۵۷، ج ۳، حدیث ۳۴۹۹)

میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی۔ اس دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عزوجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔

پھر انہوں نے زور سے آواز دی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے

اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۷۱، ج ۴، حدیث ۲۴۰۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھوپڑی پر وار کیا

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے قلعہ میں اترے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں ضرور بالضرور اس آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب اگلا دن آیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا کیا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا اہل خیبر کے ساتھ ہوا اور اچانک مرحب نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر یہ رجزیہ اشعار کہے۔

تحقیق خیبر نے جان لیا ہے کہ

بے شک میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور میں ایک تجربہ کار جنگجو ہوں۔ میں کبھی نیزے اور کبھی تلوار سے وار کرتا ہوں اور جب یہ شیر آگے بڑھتے ہیں تو بھڑک اٹھتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

دونوں نے تلواروں کے واروں کا آپس میں تبادلہ کیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا یہاں تک کہ تلوار اس کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی اس کے دانتوں تک آپہنچی اور تمام اہل لشکر نے اس ضرب کی آواز سنی۔

راوی بیان کرتے ہیں

اس کے بعد لوگوں میں سے کسی اور نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ نہ کیا یہاں تک کہ فتح مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔

(نسائی، ص ۱۰۹، ج ۵، حدیث ۲۳۰۸۱)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی و سردی کو دور کر دے۔

پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۹۹، ج ۱، حدیث ۷۷۸)

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا: صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر

سردار تھے۔

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئیں ہیں جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمالیا ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے۔

(ترمذی باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۴، ج ۵، حدیث ۳۷۱۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ فتح کیا

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے۔ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

جب جنگ ہوگی تو دونوں لشکروں کے امیر علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کو فتح کیا اور مالِ غنیمت میں سے ایک باندی لے لی۔اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ ایک خط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔

ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں

میں نے عرض کیا

میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

(ترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۶۳۸ ج ۵ حدیث ۳۷۲۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ

وہ اس آدمی میں جھگڑا کر رہے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے وہ اس آدمی میں جھگڑا کر رہے تھے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس آدمی کو بھیجوں گا جس کو اللہ عزوجل کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ وہ اللہ عزوجل اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے پس (اس جھنڈے) کے حصول کی سعادت کے لئے ہر کسی نے خواہش کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی کہاں ہے؟

تو انہوں نے کہا کہ

وہ چکی میں آٹا پیس رہا ہے؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی آٹا کیوں نہیں پیس رہا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو آشوب چشم تھا اور اتنا سخت تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈے کو تین دفعہ ہلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔

(نسائی، ص ۱۱۳، ج ۵، حدیث ۸۴۰۹)

علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے

تھے۔انہوں نے انکار کردیا

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا وآخرت میں دوستی کروں گا۔

اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا وآخرت میں میرا دوست ہے

راوی بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے۔

اور ارشاد فرمایا:

تم میں سے دنیا وآخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا۔

تو انہوں نے بھی انکار کردیا

راوی بیان کرتے ہیں کہ

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا وآخرت میں دوستی کروں گا۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ! تو دنیا وآخرت میں میرا دوست ہے۔

(مستدرک،ص ۱۴۳،ج ۳،حدیث ۴۶۵۲)

علی رضی اللہ عنہ میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ تو میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۳۳۰، ج ۱، حدیث ۳۰۶۲)

میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔

(ترمذی، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۲، ج ۵، حدیث ۳۷۱۲)

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۳۶۱، ج ۵، حدیث ۲۳۱۰۷)

جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسے میں ولایت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اس نے اللہ عزوجل کو ولی جانا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔

(مجمع الزوائد، ص ۱۰۸، ج ۹)

علی رضی اللہ عنہ کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی

حضرت ابن بریدرضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔(جان لو!) جو علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ عزوجل یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے۔ وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔
(حضرت بریدرضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اسلام پر بیعت کرلی۔ (معجم الاوسط، ص ۱۶۳، ج ۶، حدیث ۶۰۸۵)

مسجد نبوی میں باب علی کے سوا تمام کو بند کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔
(ترمذی، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ، ص ۶۴۱، ج ۵، حدیث ۳۷۳۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا نکاح اپنی صاجزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی

اور دوسری یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروادیۓ مگران کا دروازہ مسجد میں رہا

اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔

(مسند احمد بن حنبل ا ص ۲۶ ج ۲ حدیث ۴۷۹۷)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کی اجازت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اس کا حکم نہیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروادیۓ اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر ص ۲۴۶ ج ۲ حدیث ۲۰۳۱)

اے ابوتراب اٹھو

حضرت ابوحازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا جب ان کو ابوتراب

کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔

راوی نے ان سے کہا

ہمیں وہ واقعہ سنایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا۔

انہوں نے فرمایا:

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

عرض کیا:

میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے ارشاد فرمایا:

جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔

اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے!

اے ابوتراب اٹھو! اے ابوتراب اٹھو۔

(رضی اللہ عنہ)

(صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد ص ۱۶۹ ج ۱ حدیث ۴۳۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ سے شکایت کی کہ وہ بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

وہ کیا کہتا ہے

اس شخص نے جواب دیا کہ

وہ ان کو ابو تراب کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے اور فرمایا:

خدا عزوجل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث سننے کی خواہش کی۔

میں نے عرض کیا

اے عباس رضی اللہ عنہ! واقعہ کیا تھا۔

انہوں نے فرمایا:

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

تمہارا چچازاد کہاں ہے۔

انہوں نے عرض کیا

مسجد میں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اور ان کے جسم پر دھول لگ گئی تھی۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے:

اٹھو! ابوتراب اٹھو! ابوتراب

(صحیح البخاری، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۵۸، ج ۳، حدیث ۳۵۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں کہ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں حالانکہ میں نوجوان ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ فیصلہ کیا ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو حق پر قائم رکھ۔

فرمایا:

اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی بھی شک نہیں کیا۔

(ابن ماجہ، باب ذکر القضاۃ، ص ۴۷۷، ج ۲، حدیث ۲۳۱۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نوعمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت عطا کر دے گا اور تمہاری زبان اس پر قائم کر دے گا۔ جب بھی فریقین تمہارے بیٹھ جائیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جیسے تم نے پہلے کی سنی تھی۔ یہ طریقہ کار تمہارے لیے فیصلہ کو واضح کر دے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

اس دعا کے بعد میں کبھی بھی فیصلہ کرنے میں شک میں نہیں پڑا۔

(ابوداؤد باب کیف القضاۃ، حدیث ۳۰۱، ج ۳، حدیث ۳۵۸۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے بہتر اور صائب فیصلہ فرمانے والے ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہم سب سے بڑھ کر قاری ہیں۔

(مستدرک للحاکم، ص ۳۴۵، ج ۳، حدیث ۵۳۲۸)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نا قابل حل اور مشکل مسئلہ سے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ، ابن سعد، ص ۳۳۹، ج ۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اہل مدینہ میں سے اچھا فیصلہ فرمانے والا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔

(مستدرک، ص ۱۴۵، ج ۳، حدیث ۴۶۵۶)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہم میں سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد، ص ۳۳۹، ج ۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر، ص ۳۵۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔

(مستدرک للحاکم، ص ۱۵۲، ج ۳، حدیث ۴۶۸۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(مستدرک للحاکم، ص ۵۲، ج ۳، حدیث ۴۶۸۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔

پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

اے میری بیٹی! میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر، ص ۳۵۵، ج ۴۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔

کسی نے ان سے پوچھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (معجم الکبیر، ص ۱۰۹، ج ۱۸، حدیث ۲۰۷)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر، ص ۳۵۳، ج ۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کا دروازہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔

(مستدرک للحاکم، ص ۱۳۸، ج ۳، حدیث ۴۶۳۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔

(ترمذی، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ، ص ۶۳۷، ج ۵، حدیث ۳۷۲۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازہ سے آئے۔

(مستدرک للحاکم، ص ۱۳۷، ج ۳، حدیث ۴۶۳۷)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں قرآن مجید کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ص ۶۸، ج ۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ ص ۳۳۸ ج ۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ

کیا وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات شروع فرما دیتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ ص ۳۳۸ ج ۲)

ان تمام احادیث مبارکہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اس میں جو احادیث مبارکہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ تواتر تک پہنچتی ہیں۔

اب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر خیر کیا جاتا ہے اور یہ وہ شہادت ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بیان فرما دیا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دینا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ ''ذات العشیر ۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمے میں کام کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا:

اے ابا یقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لیٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلودہ ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابوتراب! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں دو بد بخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔

ہم نے کہا:

ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پہلا شخص قوم ثمود کا احمیر تھا۔ جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے سر پر وار کرے گا۔ یہاں تک کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ۲۶۳، ج ۴، حدیث ۱۸۳۲۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے حراء (پہاڑ) پرسکون رہو پس بے شک تجھ پر نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔
راوی بیان کرتے ہیں کہ
اس پہاڑ پر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
حضرت ابوبکر صدیقؓ
حضرت عمرؓ
حضرت عثمانؓ
حضرت علیؓ
حضرت زبیرؓ
حضرت طلحہ اور
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔
(صحیح مسلم، باب من فضائل طلحہ والزبیر رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۸۰، ج ۴، حدیث ۲۴۱۷)
ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا
اور ارشاد فرمایا:
اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی۔ یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی (یعنی خون سے)
راوی بیان کرتے ہیں

لوگوں نے کہا:

پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتا دیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے کہا:

اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سونپی (یعنی باہم مشورہ سے خلیفہ مقرر کرو) (مسند احمد بن حنبل، ص ۱۵۶، ج ۱، حدیث ۱۳۴۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا۔ جب وہ تیسری مرتبہ آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس بد بخت کو کون روکے گا۔

پھر فرمایا:

ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہو گی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر پڑھے۔

تو موت کے لئے کمربستہ ہو

بے شک موت تجھے آنے والی ہے

اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو

جب وہ تیری وادی میں اتر آئے

اللہ عزوجل کی قسم! یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ عہد ہے۔

(طبقات الکبریٰ، ص ۳۳، ج ۳)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چاہنے والوں کو خبر دی اور ایسے ہی ہوا جیسے خبر دی گئی تھی اور جن قاتلوں کی خبر دی انہوں نے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی

عبدالرحمٰن بن بلجم خارجی ایک روز سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معلوم نہیں میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفہ آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر کر دی ہے۔

لوگوں نے عرض کیا:

حضور ہمیں خبر دیں کہ وہ کون شخص ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ کیسے ہوسکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کر لے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کرنا۔ (استیعاب، ج ۲، ص ۴۸۳)

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ

خوارج کے تین شخص مکہ میں جمع ہوئے۔

(۱) عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی

(۲) برک بن عبداللہ تمیمی

(۳) اور عمر بن بکیر تمیمی

انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے۔

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا

میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا

میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا

اور عمرو بن بکیر نے کہا

میں عمرو بن العاص کو قتل کروں گا۔

وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے۔ یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا۔

اے علی رضی اللہ عنہ حکومت اللہ عزوجل کی ہے تمہاری نہیں ہے۔

ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا۔

جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو آرام سے رکھو اگر میں زندہ رہا تو اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں

فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک ۴۰ھ کو فوت ہو گئے۔

مگر ایک روایت میں یہ ہے کہ

۱۹ رمضان المبارک کو حملہ ہوا تھا ۲۱ رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیوض برکات، خلیفۃ الرسول چہارم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت حسن و حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔

(اسد الغابہ، ص ۳۸، ج ۴، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران)

قرآن مجید کا نزول

قرآن مجید رمضان المبارک میں شب قدر میں نازل ہوا اور شب قدر جمہور علماء کے نزدیک ستائیسویں شب ہے۔

حضرت ابی بن کعب و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انها ليلة السابع والعشرين

(تفسیر صاوی' ج ۶' ص ۲۴۰۰' مکتبہ حقانیہ پشاور)

''بے شک شب قدر ستائیسویں رات ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

پورا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیلۃ القدر میں نازل ہوا اور اس کو آسمان دنیا میں بیت العزہ میں رکھ دیا گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کو لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر حرا میں نازل ہوئے اور بندوں کے سوالات کے جوابات میں اور ان کے اعمال سے متعلق آیات لے کر نازل ہوئے۔

(در منثور' ص ۵۱۹' ج ۸) (تفسیر امام ابن ابی حاتم' حدیث ۱۹۴۲۵)

الماوردی نے کہا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قرآن مجید رمضان المبارک کے مہینہ میں لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ میں اللہ عزوجل کی طرف سے آسمان دنیا میں مکمل نازل ہوا۔ پھر مکرم فرشتوں نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیس راتوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام پر نازل کیا۔ پھر حضرت جبرائیل

علیہ السلام نے تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں ہمارے آقا و مولی و ہادی جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام مختلف مہینوں اور مختلف ایام میں حسب ضرورت ہادی جہاں رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے تھے۔

(النکت والعیون' ج ٦' ص ٣١١' دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن العربی نے کہا

یہ قول باطل ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی فرشتے کا واسطہ نہیں ہے اور نہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ ہے (احکام القرآن' ج ٤' ص ٣٢٨' دار الکتب العلمیہ بیروت)

درست بات یہ ہے کہ

قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف مکمل نازل ہوا پھر امر اور نہی اور حلال و حرام اور مواعظ اور قصص اور لوگوں کے سوالات کے جوابات میں حسب ضرورت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئس سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل ہوتا رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

پورا قرآن ساتویں آسمان سے آسمان دنیا کی طرف رمضان میں نازل ہوا پھر اللہ تعالیٰ جس چیز کو نازل فرمانا چاہتا نازل فرما دیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ٦' ص ١٤٤' حدیث ٣٠١٧٨' بیروت)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ

آسمانی کتابیں چوبیس رمضان کو نازل ہوئی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ٣٠١٨٠ بیروت)

ابو العالیہ اور ابو الجلد سے روایت ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے یکم رمضان المبارک کی شب میں نازل ہوئے

اور زبور چھ رمضان المبارک کو نازل ہوئی اور انجیل اٹھارہ رمضان المبارک کو نازل ہوئی
اور قرآن مجید چوبیس رمضان المبارک کو نازل ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۳۰۱۸۲ بیروت)

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ

تورات اس دن نازل ہوئی۔ جب رمضان میں چھ دن رہتے تھے اور قرآن مجید
چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۳۰۱۷۹ بیروت)

لیکن قرآن مجید کے نزول کا مختار قول جمہور کا قول ہے اور وہ قول شب قدر کا ہے
اور شب قدر ستائیسویں کی رات ہے جیسا کہ آپ نے پیچھے حضرت ابی بن کعب اور
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ملاحظہ فرمایا ہے۔

قرآن کے معنی

لفظ قرآن یا تو قرء سے بنا ہے یا قراءۃ سے یا قرن سے (تفسیر کبیر پارہ ۲)

قرء کے معنی جمع ہونے کے ہیں

اب قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی تمام اولین و آخرین کے علموں کا
مجموعہ ہے۔ (تفسیر کبیر پارہ ۲)

دین و دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جو قرآن میں نہ ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل ۸۹)

نیز یہ سورتوں اور آیتوں کا مجموعہ ہے۔

نیز یہ تمام بکھروں کو جمع کرنے والا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے

ہندی، سندھی، عربی، عجمی، انگریزی، سرائیکی اور پنجابی لوگ ان کے لباس طعام اور
زبان طریق زندگی سب الگ الگ کوئی صورت نہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بکھرے ہوئے

بندے جمع ہوتے۔ لیکن قرآن مجید نے ان سب کو جمع فرمایا اوران کا نام رکھا مسلمان خود فرمایا:

سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (حج ۷۸)

جیسے کہ شہد مختلف باغوں کے رنگ برنگ پھولوں کا رس ہے مگر اب ان سب رسوں کے مجموعہ کا نام شہد ہے۔ اسی طرح مختلف ملکوں' مختلف زبانوں کے لوگ ہیں مگر اب کا نام ہے مسلمان تو گویا یہ کتاب اللہ عزوجل کے بندوں کو جمع فرمانے والی ہے اسی طرح زندوں اور مردوں میں بظاہر کوئی علاقہ باقی نہ رہا تھا۔ اس قرآن عظیم نے ان کو خوب جمع فرمالیا کہ مردے مسلمان زندوں سے فیض لینے لگے کہ اسی قرآن سے ان پر ایصال ثواب وغیرہ کیا جاتا ہے اور زندے وفات شدہ لوگوں سے کہ وہ حضرات اسی قرآن کی برکت سے ولی قطب' غوث بنے اور ان کا فیض بعد وفات جاری ہوا۔

اور اگر یہ قراءۃ سے بنا ہے تو

اس کے معنی ہیں ''پڑھی ہوئی چیز'' تو اب اس کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اور انبیاء علیہم السلام کو کتابیں یا صحیفے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے عطا فرمائے گئے لیکن قرآن مجید پڑھا ہوا اترا۔ اسی طرح کہ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوتے اور پڑھ کر سناتے اور یقیناً پڑھا ہوا نازل ہونا۔ لکھے ہوئے نازل سے افضل ہے نیز جس قدر قرآن پڑھا گیا اور پڑھا جاتا ہے اس قدر کوئی دینی دینوی کتاب دنیا میں نہ پڑھی گئی کیونکہ جو آدمی کوئی کتاب بناتا ہے وہ تھوڑے سے لوگوں کے پاس پہنچتی ہے اور وہ بھی ایک آدھ دفعہ پڑھتے ہیں اور پھر کچھ زمانہ بعد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پہلی آسمانی کتابیں بھی خاص خاص جماعتوں کے پاس آئیں اور کچھ دنوں رہ کر پہلے تو بگڑیں پھر ختم ہو گئیں لیکن قرآن کریم شان یہ ہے کہ تمام عالم کی طرف آیا اور تمام خدائی میں پہنچا سب نے پڑھا بار بار پڑھا اور دل نہ بھرا۔ اکیلے پڑھا جماعتوں کے ساتھ پڑھا۔ اگر کبھی تراویح کی جماعت یا شبینہ دیکھنے کا اتفاق ہو تو معلوم ہو گا کہ اس عظمت کے ساتھ کوئی کتاب پڑھی

ہی نہیں گئی۔ پر لطف بات یہ ہے کہ تمام عالم میں پڑھا جاتا ہے''۔

اور اگر یہ قرن سے بنا ہے تو

تو قرن کے معنی ہیں ''ملنا اور ساتھ رہنا'' اب اس کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ حق اور ہدایت اس کے ساتھ ہیں۔

نیز اس کی سورتیں اور آیتیں ہر ایک بعض کے ساتھ ہیں کوئی کسی کے مخالف نہیں نیز اس میں عقائد اور اعمال اور اعمال میں اخلاق' سیاسیات' عبادات' معاملات تمام ایک ساتھ جمع ہیں۔

نیز یہ مسلمان کے ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔

دل کے ساتھ

خیال کے ساتھ

ظاہری اعضاء کے ساتھ

اور باطنی عضوؤں کے ساتھ دل میں پہنچا

اس کو مسلمان بنایا ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ کو حرام کاموں سے روک کر حلال میں مشغول کر دیا۔ غرضیکہ سر سے لے کر پاؤں تک کے ہر وضو پر اپنا رنگ جما دیا۔ پھر زندگی میں ہر حالت میں ساتھ

بچپن میں ساتھ

جوانی میں ساتھ

بڑھاپے میں ساتھ

پھر ہر جگہ ساتھ رہا

تخت پر ساتھ

تختے پر ساتھ

گھر میں ساتھ

مسجد میں ساتھ

آبادی میں ساتھ

غرضیکہ ہر حال میں ساتھ پھر مرتے وقت ساتھ کہ پڑھتے اور ہنستے ہوئے مرے قبر میں ساتھ کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کی وفات کے بعد قبر میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا گیا اور حشر میں ساتھ کہ گناہگار کو اللہ تعالیٰ سے بخشوائے' پل صراط پر نور بن کر مسلمان کے آگے آگے چلے اور راستہ دکھائے اور بتائے اور جب مسلمان جنت میں پہنچے گا تو فرمایا جائے گا کہ پڑھتا جا چڑھتا جا غرضیکہ یہ مبارک چیز کبھی بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔

قرآن کا دوسرا نام فرقان بھی ہے۔

یہ لفظ فرق سے بنا ہے

اس کے معنی ہیں فرق کرنے والی چیز

قرآن کو فرقان اس لئے کہتے ہیں کہ حق اور باطل' جھوٹ اور سچ مومن اور کافر میں فرق فرمانے والا ہے۔

قرآن بارش کی مثال ہے

دیکھو کسان زمین کے مختلف حصوں میں مختلف بیج بو کر چھپا دیتا ہے کسی کو پتہ نہیں لگتا کہ کہاں کون سا بیج بویا ہوا ہے مگر بارش ہوتے ہی جہاں جو بیج دفن تھا وہاں وہی پودا نکل آتا ہے تو بارش زمین کے اندرونی تخم کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سینوں میں ہدایت' گمراہی' سعادت' شقاوت' کفر و ایمان کے مختلف تخم امانت رکھے۔ نزول قرآن سے پہلے سب یکساں ہوتے تھے۔

صدیق وابوجہل

فاروق وابولہب

میں فرق نظر نہیں آتا تھا۔ قرآن نے نازل ہو کر کھرا اور کھوٹا علیحدہ کر دیا۔ حضرت

صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان زندیق کا کفر ظاہر فرما دیا۔ لہٰذا اس کا نام فرقان ہوا یعنی ان میں فرق کرنے والا۔

قرآن مجید کیسے نازل ہوا

قرآن مجید کیسے نازل ہوا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے وحی کی تعریف اور اس کی اقسام کو جاننا ضروری ہے اور یہی اصل ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں

حدیث جس وحی کا بکثرت ذکر ہے۔

لکھنے'

اشارہ کرنے'

کسی کو بھیجنے'

الہام اور کلام خفی پر وحی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ (نہایہ' ج ۴' ص ۱۶۳' مطبوعہ ایران)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں

اشارہ'

لکھنا'

مکتوب'

رسالۃ'

الہام'

کلام خفی'

ہر وہ چیز جس کو تم غیر کی طرف القاء کرواسے اور آواز کو وحی کہتے ہیں۔

(قاموس' ج ۴' ص ۵۷۹' مطبوعہ بیروت)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں

وحی اس کلام کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف نازل

فرماتا ہے۔

ابن الانباری نے کہا

اس کو وحی اس لئے کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کلام کو لوگوں سے مخفی رکھتا ہے اور وحی نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس کو لوگوں کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ لوگ ایک دورے سے جو خفیہ بات کرتے ہیں وہ وحی کا اصل معنی ہے۔

قرآن مجید میں ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ (الانعام ۱۱۲)

اور اس طرح ہم نے سرکش انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا جو خفیہ طور پر ملمع کی ہوئی جھوٹ بات دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں

اور ابو اسحاق نے کہا ہے کہ

وحی کا لغت میں معنی ہے خفیہ طریقہ سے خبر دینا۔

اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں۔

ازہری نے کہا ہے

اسی طرح سے اشارہ کرنے اور لکھنے کو بھی وحی کہتے ہیں

اشارہ کے متعلق یہ آیت کریمہ ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ (مریم ۱۱)

''سو زکریا اپنی قوم کے سامنے حجرہ سے باہر نکلے پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام تسبیح کیا کرو''۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ جو خفیہ طریقہ کے کلام کیا گیا اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط (الشوریٰ ۵۱)

''اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ اللہ عزوجل اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ پہنچائے جو اللہ عزوجل چاہے''۔

بشر کی طرف وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بشر کو خفیہ طور سے کسی چیز کی خبر دے یا الہام کے ذریعہ یا ثواب کے ذریعہ یا اس پر کوئی کتاب نازل فرمائے۔

جیسے

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی تھی یا جس طرح حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور یہ سب خبر دینا ہیں اگر چہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

(تاج العروس' ج ۱۰ ص ۳۸۵ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتی ہیں

وحی کا اصل معنی سرعت کے ساتھ اشارہ کرنا ہے۔

یہ اشارہ کبھی رمز اور تعریف کے ساتھ کلام میں ہوتا ہے

اور کبھی محض آواز سے ہوتا ہے۔

کبھی اعضاء اور جوارح سے ہوتا ہے

اور کبھی لکھنے سے ہوتا ہے۔

جو کلمات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمہ کی طرف القاء کیے جاتے ہیں ان کو بھی وحی کہا جاتا ہے۔ یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ جو دکھائی دیتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی خاص شکل میں آتے تھے اور کبھی کسی کے دکھائی دیئے بغیر کلام سنا جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور کبھی دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے۔

جیسے حدیث میں ہے۔

جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں بات ڈال دی اس کو نفث فی الروح کہتے ہیں۔اور کبھی یہ القاء اور الہام کے ذریعے ہوتا ہے۔

جیسے اس آیت میں ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ ج (القصص:۷)

''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ''

اور کبھی یہ القاء تسخیر ہوتا ہے۔

جیسے اس آیت میں ہے

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ○ (النحل ۶۸)

اور آپ کے رب عزوجل نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈال دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور ان چھپروں میں گھر بنا جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیں۔

اور کبھی خواب میں القاء کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نبوت ختم ہوگئی ہے اور سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔

(المفردات' ص ۵۱۶' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)

علامہ بدرالدین عینی نے وحی کا اصطلاحی معنی یہ لکھا ہے۔

اللہ عزوجل کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی پر جو کلام نازل کیا جاتا ہے وہ وحی ہے۔ (عمدۃ القاری' ج ۱' ص ۱۴' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

وحی کی اقسام

وحی کی اقسام سے مراد اس کے وہ مختلف طرق اور انداز ہیں جنہیں اپناتے ہوئے

خالق کائنات عزوجل اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کو اپنی مخصوص ہدایات اور پیغامات سے نوازتے ہیں۔

اس اعتبار سے وحی کی چار اقسام ہیں۔

(۱) القاء فی القلوب

(۲) پس پردہ ہمکلام ہونا

(۳) بذریعہ فرشتہ پیغام پہنچانا

(۴) رؤیا صادقہ

پہلی تینوں قسموں کا ذکر اس فرمان میں کیا گیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط (الشوریٰ ۵۱)

اس کا ترجمہ پیچھے عرض کر دیا ہے۔

لیکن ان میں جو اقسام ہیں وہ عرض کرتا ہوں۔

القاء فی القلوب (دل میں ڈال دینا)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر کسی واسطہ اور وسیلہ کے نبی کے دل میں ایسی بات ڈال دی جاتی ہے جو قطعی اور یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ تمام تر شکوک و شبہات سے مبرا ہوتی ہے۔ اس قسم کو الہام اور نفث فی الروح کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یہ القاء فی القلب کبھی عالم بیداری میں ہوتا ہے۔

جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی نفس اپنی مدت معینہ اور اپنا رزق مکمل ہونے سے قبل ہرگز نہیں مرے گا پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حسین انداز میں اپنا دامن طلب پھیلاؤ"۔

آیت کریمہ میں الا وحیا سے یہی قسم مراد ہے۔

پس پردہ ہمکلام ہونا

وحی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلاواسطہ نبی علیہ السلام سے اس طرح ہمکلام ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کے کان آواز تو سنتے ہیں مگر اس کی آنکھ متکلم کا مشاہدہ نہیں کر سکتی۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وادیٔ طویٰ میں ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اچانک ایک کو ملاحظہ فرمایا تو اپنی اہلیہ کو فرمایا۔

اُمْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (طٰہٰ:۱۰)

اپنے گھر والوں کو کہا! تم ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔

پھر فرمایا:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ○ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ (طٰہٰ، ۱۱،۱۲)

پس جب وہاں پہنچے تو ندا کی گئی اے موسیٰ! بلاشبہ میں تیرا پروردگار ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ط

(الاعراف، ۱۴۳)

اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کیے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب عزوجل نے (تو اس وقت) اس نے عرض کی۔ اے میرے رب عزوجل! مجھے دیکھنے کی قوت دے۔ یہاں خالق کائنات عزوجل نے اپنے پیارے کلیم علیہ السلام کو شرف ہمکلامی تو بخشا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام شرف دیدار نہ ہو سکے۔

بذریعہ فرشتہ پیغام پہنچانا

نزول وحی کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کے واسطہ اور وسیلہ سے اپنا پیغام نبی تک پہنچاتا ہے۔ قرآن مجید مکمل طور پر بواسطہ جبرائیل علیہ السلام ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(البقرہ، ۹۷)

آپ فرمایئے جو دشمن ہو جبرائیل کا (اسے معلوم ہونا چاہئے) کہ اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○

(الشعراء، ۱۹۳، ۱۹۴)

''اترا ہے اسے لے کر روح الامین (یعنی جبرائیل) آپ کے قلب (میز) پر تاکہ بن جائیں آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں سے''۔

وحی کی اس نوع کی پھر تین صورتیں ہیں۔

(۱) انسانی شکل میں فرشتہ کا آنا

(۲) ملکی شکل میں فرشتہ کا آنا

(۳) گھنٹی کی آواز

انسانی شکل میں فرشتہ کا آنا

وحی لے کر کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ اس طرح کئی حاضرین مجلس آپ کو دیکھتے بھی تھے اور آپ کا کلام بھی سنتے تھے۔

جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث جبرائیل مشہور ہے۔

آپ علیہ السلام دین کی تعلیم کے لئے ایک اعرابی کی شکل میں حاضر ہوئے۔

آپ علیہ السلام اکثر اوقات صحابی رسول حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں حاضر خدمت ہوتے تھے مگر آپ علیہ السلام کی شناخت حضور انور صلی اللہ علیہ

وسلم کے سوا کسی کو نہیں ہوتی تھی۔ وحی کا یہ سب سے آسان طریقہ تھا۔

ملکی شکل میں فرشتہ کا آنا

کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی ملکی شکل میں چھ سو پروں کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے۔ اس صورت میں حاضرین مجلس کو قطعاً آپ علیہ السلام کی آمد کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی آنکھ آپ علیہ السلام کو دیکھ سکتی اور نہ کوئی کان آپ علیہ السلام کا کلام سن سکتا۔ آپ علیہ السلام کی آمد کا احساس صرف اس سے ہوتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے نکل کر روحانیت کی طرف مائل ہوتے جس کے سبب آپ علیہ السلام کی طبیعت بوجھل ہو جاتی۔ استغراقی کیفیت کا غلبہ ہوتا اور بسا اوقات سونے والے آدمی کی طرح خراٹوں کی آواز آنے لگتی اور سخت سردی کے موسم میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی پسینے سے شرابور ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کیفیت کے طاری ہونے سے نزول وحی کا علم ہو جاتا۔ جب یہ سلسلہ اختتام پذیر ہوتا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ یاد کر چکے ہوتے۔

(۳) صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز)

اس نوع کی تیسری صورت صلصلۃ الجرس یعنی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بالکل خفیہ انداز میں آتے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی اور اگر اس دوران حاضرین مجلس چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اپنے کانوں کو لاتے تو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی کوئی بھی نہ کلام سن سکتا نہ بات سمجھ سکتا۔ لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلا شک وشبہ مکمل طور پر وحی اخذ کرتے اور کلام یاد فرما لیتے۔ وحی کی یہ صورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب زیادہ شدید اور گراں ہوا کرتی تھی۔

جیسا کہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کبھی وحی کے وقت گھنٹی کی آواز آتی ہے۔ یہ مجھ پر سخت گراں گزرتی ہے۔ جب وحی کا سلسلہ رک جاتا ہے تو اس کے الفاظ مجھے یاد ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات فرشتہ انسانی صورت میں آ کر مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور میں اس کے الفاظ کو یاد کر لیتا ہوں۔

(صحیح البخاری، ج ۱، ص ۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے دیکھا جب سخت سردی کے موسم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تو جب وحی کا سلسلہ رکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہوتا۔

(جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۶۵)

رؤیاءِ صادقہ

وحی کی چوتھی قسم یہ ہے کہ حالت خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بصورت خواب کسی امر سے اس طرح مطلع کر دیا جاتا ہے کہ وہ آفتاب نصف النہار کی مثل واضح اور عیاں ہوتا ہے اور ہر قسم کے وہم اور باطل کی آمیزش سے مکمل طور پر پاک ہوتا ہے۔

جیسا کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالم خواب میں اپنے آپ کو اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے دیکھا اور پھر حالت بیداری میں اسے حقیقت کا جامہ پہنا دیا۔

قرآن مجید میں یوں ارشاد ہے:

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت، ۱۰۲)

وحی کی یہ صورت وحی فی المنام کہلاتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا آغاز بھی رؤیاء صادقہ سے ہوا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

منزل بہ کے اعتبار سے وحی کی اقسام

اس اعتبار سے وحی کی دو اقسام ہیں:

(۱) وحی متلو

(۲) وحی غیر متلو

وحی متلو

وحی کی اس قسم سے مراد قرآن مجید فرقان حمید ہے جس کے الفاظ و معانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم بیداری میں بواسطہ جبرائیل علیہ السلام نازل کیے گئے۔ جس کی حفاظت و صیانت کی ذمہ داری اپنے سپرد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (الحجر:۹)

بے شک ہم نے ہی اسے اتارا اور ہم ہی یقیناً اس کے محافظ ہیں۔

قرآن مجید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صادقہ کا زندہ ثبوت ہے اور اپنے الفاظ و معانی کے اعتبار سے اتنا محفوظ اور جامع ہے کہ نہ تو کوئی اس میں کسی نوع کے تغیر و تبدیل کی جرات کرسکتا ہے اور نہ کوئی اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرنے والا اس کی مثل ایک آیت لانے پر قادر ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی تلاوت عبادت ہے۔ بغیر طہارت اور وضو کے اسے مس کرنا جائز نہیں۔ اس کی تلاوت کے بغیر نماز ادا ہی نہیں ہوتی۔ اس کے مطالب و مفاہیم پر کامل دسترس رکھنے کے باوجود بھی اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ یہ اپنے الفاظ اور معانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے اور اس کا کلام الٰہی ہونا بالتواتر ثابت ہے۔

وحی غیر متلو

اس سے مراد وحی کی وہ قسم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن کریم کے علاوہ دیگر احکامات وحی کے متذکرہ طرق کے مطابق حالت بیداری یا عالم خواب میں نازل کیے گئے وحی کی یہ قسم سنت کہلاتی ہے۔

قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم ۳،۴)

اور تو بات ہی نہیں کرتا اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ وحی مگر جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی تعریف

علماء اصول فقہ نے قرآن مجید کی تعریف یہ بیان کی ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجزہ کلام ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا۔ یہ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور ہم تک تواتر سے پہنچا ہے اس کی ابتدا سورہ فاتحہ ہے اور اس کا اختتام سورۃ الناس پر ہے۔

قرآن مجید کے ترجمہ پر قرآن مجید کا اطلاق نہیں ہوگا کیونکہ قرآن مجید الفاظ عربیہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف ۲)

ہم نے اس کتاب کو بطور عربی قرآن نازل کیا۔

قرآن کے اسماء

قرآن مجید میں قرآن مجید کے پانچ اسماء ذکر کیے گئے ہیں۔

(۱) قرآن

(۲) فرقان

(۳) کتاب

(۴) ذکر

(۵) نور

اسماء کا ذکر ان آیات کریمہ میں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (الواقعہ ۷۷، ۷۸)

بے شک یہ بہت معزز قرآن ہے۔ محفوظ کتاب (موجود ہے)

ایک اور مقام پر فرمایا گیا

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (البروج ۲۱، ۲۲)

قرآن مجید میں اٹھاون مرتبہ "القرآن" کا ذکر ہے۔

دس مرتبہ "قرآن" کا ذکر ہے۔

دو مرتبہ "قرانہ" کا بطور مصدر ذکر ہے۔

قرآن کا لفظ قراءت سے ماخوذ ہے

جس کا معنی پڑھنا ہے

اور چونکہ اسکو بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

فرقان کا ذکر اس آیت میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

(الفرقان ۱)

"بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندہ پر فرقان کو نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو"۔

کتاب کا ذکر ان آیات میں ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرہ:۲)

یہ عظیم کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (الاحقاف:۳۰)

جنہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب کو سنا ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔

کتاب کا لفظ کتب سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں جمع کرنا اور اس میں مختلف قصص، آیات اور احکام کو جمع کیا گیا ہے اس لئے اس کا نام کتاب ہے۔

ذکر اس آیت میں مذکور ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (الحجر:۹)

بے شک ہم ہی نے "ذکر" نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ذکر کے معنی ہیں نصیحت اور چونکہ قرآن مجید میں بہت زیادہ نصیحتیں بیان کی گئی ہیں اس لئے اس کا نام ذکر ہے"۔

نور کا ذکر اس آیت میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۝ (النساء:۱۷۴)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب عزوجل کی طرف سے مستحکم دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف بیان کرنے والا نور نازل کیا۔

نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کر دے اور قرآن مجید بھی خود ظاہر ہے اور بہت سی اخبار، احکام اور اسرار کا مظہر ہے۔

مذکور الصدر کے علاوہ قرآن مجید کو مصحف بھی کہتے ہیں۔

مصحف کا معنی ہے "جس میں صحیفوں کو جمع کیا گیا ہو اور صحیفہ چرمی ٹکڑے یا کاغذ کے

ورق کو کہتے ہیں۔

علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کے بعد اس کا نام رکھنے کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا اور پھر اس کا نام مصحف رکھا۔

(غرائب القرآن' ج ا' ص ۲۵' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ مصر)

قرآن مجید کے فضائل اور اجر و ثواب

قرآن مجید کے کثیر فضائل ہیں اور اس کے پڑھنے پر کثیر اجر و ثواب بھی ہے۔

بہترین شخص قرآن مجید کو پڑھنے اور پڑھانے والا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید کا علم حاصل کرے اور لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دے۔

(صحیح بخاری' ج ا' ص ۵۲ ۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قرآن مجید کو اٹک اٹک کر پڑھنے والے کے لئے دو اجر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہو اور وہ اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

(صحیح بخاری' ج ا' ص ۶۹ ۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قرآن کے ایک حرف کے بدلے ایک نیکی اور ایک نیکی کا دس گنا اجر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قرآن مجید سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا اجر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(جامع ترمذی، ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں میں چڑھتا جا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن پڑھنے والے کہا جائے گا۔ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں میں چڑھتا جا اور جس طرح دنیا میں قرآن آہستہ آہستہ پڑھتا تھا اسی طرح پڑھ جہاں تو آخری آیت پڑھے گا وہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ (جامع ترمذی، ص ۴۱۴، مطبوعہ سابقہ)

قرآن مجید اعلانیہ پڑھنے والا صدقہ کرنے والے کی مثل

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اعلانیہ قرآن پڑھنے والا اعلانیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے اور پوشیدگی سے قرآن پڑھنے والا پوشیدگی سے صدقہ دینے والے کی مثل ہے۔

(جامع ترمذی، ص ۴۱۴، مطبوعہ سابقہ)

جس شخص کے پیٹ میں قرآن مجید نہ ہو ویران گھر کی مانند ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے پیٹ میں قرآن مجید نہ ہو وہ ویران گھر کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، ص ۴۱۴، مطبوعہ سابقہ)

قیامت کے دن عزت کا تاج پہنایا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن قرآن پڑھنے والا آئے گا۔

تو قرآن کہے گا

اے رب عزوجل! اس کو مزین کر تب اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔

پھر قرآن کہے گا

اے رب عزوجل! اس کو اور مزین کر و تو اس کو عزت والے حلے پہنائے جائیں گے۔

پھر قرآن کہے گا

اے رب عزوجل! اس سے راضی ہو جا تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔

پھر اس شخص سے کہا جائے گا

قرآن پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلہ میں اس کو نیکی دی جائے گی۔

(جامع ترمذی' ص ۴۱۳' مطبوعہ سابقہ)

قرآن مجید کے پڑھتے وقت سکینہ نازل ہوتا ہے

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ اس کے گھر میں ایک جانور تھا۔ اچانک وہ جانور بدکنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے شخص پڑھتے رہو یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قرآن پڑھنے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کچھ لوگ اہل اللہ ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اہل قرآن وہ اہل اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

(سنن اکبریٰ ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب بیروت)

قرآن مجید کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت مخلوق پر ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قرآن پڑھنے میں مشغولیت کی وجہ سے میرا ذکر نہ کر سکا اور مجھ سے دعا نہ کر سکا اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۱۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حافظ ایسے دس افراد کی شفاعت کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اس کے گھر کے دس ایسے افراد کی شفاعت کرنے والا بنائے گا جن میں

سے ہر ایک کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

میری امت کے بزرگ حاملین قرآن ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے بزرگ لوگ حاملین قرآن ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

قرآن اولین و آخرین کا علم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص علم کا ارادہ کرے وہ قرآن میں غور کرے کیونکہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

دیکھ کر پڑھنا دو ہزار درجہ کا اجر

عثمان بن عبداللہ بن اوس اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مصحف میں دیکھے بغیر قرآن پڑھنے کا ہزار درجہ اجر ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کا دو ہزار درجہ اجر ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵ مطبوعہ سابقہ)

والدین کو جنت کا تاج پہنانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص بھی اپنے بچے کو دنیا میں قرآن کی تعلیم دیتا ہے اس کو قیامت کے دن جنت میں تاج پہنایا جائے گا جس کو تمام جنت والے پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں اس کے بیٹے کو قرآن پڑھانے کی وجہ سے پہنایا گیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۶ مطبوعہ سابقہ)

قرآن مجید گھر میں پڑھنے سے خیر حاصل ہوتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس گھر میں قرآن پڑھا جائے اس میں بہت خیر ہوتی ہے اور جس گھر میں قرآن نہ پڑھا جائے اس میں کم خیر ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۱ مطبوعہ سابقہ)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

سنو عنقریب فتنے برپا ہوں گے۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فتنوں سے نکلنے کی صورت کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کتاب اللہ! اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کی پیش گوئیاں ہیں اور یہ تمہارے درمیان حکم ہے۔ یہ (حق اور باطل کے درمیان) فیصلہ کرنے والی ہے۔ بے فائدہ نہیں ہے۔ جس متکبر نے اس کو ترک کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز کی ہدایت کو تلاش کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں رہنے دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ حکمت آمیز نصیحت ہے۔ یہ صراط مستقیم ہے۔ اس کی وجہ سے خواہشات میں کجی نہیں آئے گی۔ کسی زبان کا کلام اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔ علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوں گے۔ بار بار پڑھنے کے باوجود اس سے اکتاہٹ نہیں ہو گی۔ اس کے اسرار کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ جنہوں نے جب اس کو سنا تو اس پر لانے میں بالکل توقف نہیں کیا۔

اور بے ساختہ کہا:

بے شک ہم نے حیرت انگیز کلام سنا جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے جس نے اس کے مطابق کہا اس نے سچ کہا جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر دیا گیا جس کے اس کے مطابق حکم کیا۔ اس نے عدل کیا جس نے اس کی دعوت دی وہ صراط مستقیم پر ہدایت یافتہ ہے۔

(جامع ترمذی، ص ۲۱۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

قرآن مجید قیامت کے دن کہے گا مجھے پہچانتے ہو؟

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن مجید پڑھانے کا حکم دیا اور اس پر برانگیختہ کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے کے گھر والوں کو بہت سخت حاجت ہوگی تو قرآن ان کے پاس آئے گا اور مسلمان سے کہے گا مجھے پہچانتے ہو۔

وہ شخص کہے گا

تم کون ہو؟

وہ کہے گا

شاید تم قرآن ہو۔

پھر قرآن اس کو اس کے رب عزوجل کے پاک لے جائے گا۔ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوگا اور بائیں طرف جنت ہوگی۔ اس کے سر کے اوپر سکینہ کو رکھا جائے گا اور اس کے ماں باپ کو تمام دنیا سے قیمتی حلے دیئے جائیں گے۔

وہ کہیں گے کہ

ہمارے اعمال تو اس انعام کے لائق نہیں۔ یہ کس چیز کا صلہ ہے۔

قرآن کہے گا

یہ تمہارے بیٹے کے پڑھنے کی وجہ سے ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۰ بیروت)

قیامت کے دن نور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے قرآن مجید کی کسی ایک آیت کو قصداً سنا اس کے لئے ایک نیکی کو دگنا کر کے لکھا جائے گا اور جس نے اس کو تلاوت کیا وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہو جائے گی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیرو)

اپنے گھر کے دس جہنم واجب ہونے والوں کی شفاعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
قرآن پڑھنے والا جب قرآن کے حلال کو حلال قرار دے اور اس کے حرام کو حرام قرار دے تو وہ اپنے گھر کے ان دس افراد کے لئے شفاعت کرے گا جن میں سے ہر ایک کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۲ مطبوعہ سابقہ)

قرآن سے محبت کرنا اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس سے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرے۔ وہ غور کرے اگر وہ قرآن سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔
اور آگے ارشاد فرمایا:
جو شخص علم کا ارادہ کرے وہ قرآن میں غور کرے کیونکہ اس میں اولین وآخرین کا علم ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۵ مطبوعہ سابقہ)

قرآن مکمل پڑھنے کی فضیلت

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے سبحان اللہ العظیم کہا اس کے لئے جنت میں ایک پودا لگا دیا جاتا ہے اور جس نے پورا قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۶۲، مطبوعہ سابقہ)

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے کیا کرے

قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے۔

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم"

پڑھے اور آیت کے معنی میں غور و فکر اور تدبر و تفکر کرے جس آیت میں ذوق و شوق اور وجد آئے اس کو بار بار دہرائے کیونکہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات صبح تک اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے۔

"اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" (المائدہ: ۷۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

(سنن نسائی، ج ۱، ص ۱۵۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ

ایک رات صبح تک آپ اس آیت کو دہراتے رہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا

يَحْكُمُوْنَ ۝ (الجاثیہ ۲۱)

''کیا جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مثل کردیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے' وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں''۔

اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان فقہاء تابعین علیہم الرحمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے تلاوت کی دوران بعض کو بار بار پڑھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے یا تلاوت کو سنتے ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اس کی گرفت اور اس کے عذاب کی آیات سے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

(بنی اسرائیل' ۱۰۷ تا ۱۰۹)

''بے شک جن لوگوں کو اس سی پہلے علم دیا گیا' جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب عزوجل (ہر عیب) سے پاک ہے۔ بے شک ہمارے رب عزوجل کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے (دلوں میں) خوف خدا کو اور زیادہ کرتا ہے''۔

اس سلسلہ میں بکثرت احادیث مبارکہ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن پڑھتے ہوئے روؤ' اگر رونا نہ آئے تو کوشش کرکے روؤ۔

(سنن ابن ماجہ' ص ۹۵' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بخاری نے روایت کی ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے اس قدر روتے تھے کہ مشرکوں کی عورتیں بھی ان کا گریہ سن کر متاثر ہوتی تھیں۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۷۰ ۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جلدی جلدی پورا قرآن مجید کی بہ نسبت میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ صرف ایک سورت ترتیل کیساتھ پڑھ لی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

"وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" (المزمل: ۵)

قرآن مجید کو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ

ہمیں جلدی جلدی قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور وہ ان کے گلوں کے نیچے نہیں اترتا لیکن جب قرآن مجید دل میں ٹھہر کر جم جائے تو نفع دیتا ہے۔ ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں قرآن کی زیادہ توقیر اور احترام ہے اور اس کی دل میں زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

آیت مغفرت ورحمت کو پڑھ کر اسی کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے

جب قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور مغفرت کا سوال کرے اور جب عذاب کی آیت کو

پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ طلب کرے۔ جب کسی آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا ذکر ہو تو ''سبحان اللہ'' کہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (نفلی) نماز میں کسی رحمت کی آیت کو پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (سنن ابن ماجہ'ص ۹۶'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

قرآن مجید کی تلاوت کے دوران مکمل احترام ملحوظ رکھے

قرآنِ مجید کی تلاوت کے دوران اس کا مکمل احترام ملحوظ رکھے اس دوران باتیں نہ کرے' ہنسنے سے گریز کرے مگر یہ کہ کوئی ناگریز بات کرنی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○

(الاعراف'۲۰۴)

اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تک وہ اپنے ارادہ کے مطابق قراءت نہیں کر لیتے تھے کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔

اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید سے فارغ ہونے سے پہلے بات نہیں کرتے تھے۔

قرآن مجید سننے کا حکم

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کے سننے کے متعلق فقہاء احناف کے دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس کا سننا فرض کفایہ ہے

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے۔ خواہ نماز میں سنے یا خارج از نماز میں کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے لیکن باعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے۔ خصوصیت سبب کا نہیں ہوتا لیکن یہ اس وقت واجب ہے کوئی عذر نہ ہو۔

قنیہ میں مذکور ہے کہ

گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ سننے میں معذور ہیں بشرطیکہ انہوں نے کام پہلے شروع کیا ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے دوران فقہ کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کا حکم ہے۔

فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے:

کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پاس بیٹھ کر کوئی شخص قرآن مجید پڑھنا شروع کر دے اور اس کے لئے قرآن مجید کو سننا ممکن نہ ہو تو گناہ پڑھنے والے پر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص چھت پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔ کیونکہ وہی شخص ان کے استماع سے اعراض کا سبب بنتا ہے کیونکہ وہ ان کو جگا کر ایذاء پہنچا رہا ہے۔

اور شرح المنیۃ میں مذکور ہے کہ

اصل یہ ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کو ضائع نہ کیا جائے اور بعض لوگوں کے خاموش ہونے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے۔

جیسے

مسلمان کے سلام کا جواب دینا اس مسلمان کے حق کی رعایت کی وجہ سے واجب ہے اور بعض لوگوں کے جواب دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے اور باقی تمام لوگوں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

ہاں! قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے بایں طور کہ بازاروں میں قرآن نہ پڑھے نہ ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں۔ اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی شخص قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے والا ہوگا نہ کہ معروف و مشغول لوگ تاکہ حرج میں مبتلا نہ ہوں۔

علامہ حموی نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ منقاری زادہ سے نقل کیا ہے کہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔

تلاوت کے دوران قرآن مجید پر نظر رکھے

تلاوت کے دوران صرف قرآن مجید پر نظر رکھنی چاہیے۔ ادھر ادھر نہ دیکھے خاص طور پر اجنبی عورتوں اور خوبصورت اور بے ریش لڑکوں کی طرف نہ دیکھے کیونکہ خوبصورت بے ریش لڑکے بھی عورتوں کے حکم میں ہیں اور عورتوں کی بسنبت ان سے قضاء شہوت زیادہ آسان ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

قرآن مجید کو مصحف کی ترتیب کے مطابق پڑھنا چاہیے

قرآن مجید کو مصحف کی ترتیب کے مطابق پڑھنا چاہیے۔

مثلاً

پہلے سورۂ فاتحہ پھر سورۂ بقرہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہیں بتایا گیا کہ ایک شخص الٹی قراءت کرتا ہے۔

فرمایا:

اس کا دل الٹا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۶۷)

اس لئے کسی سورت کے آخر سے شروع تک پڑھنا سخت ممنوع ہے۔

ہاں!

بچوں کو تعلیم کے لئے آخری پارہ کی آخری سورتوں سے حفظ کی ابتداء کرانا جائز ہے۔ قرآن مجید کو مصحف سے دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ مصحف میں دیکھنا بھی عبادت مقصودہ ہے لیکن اگر کسی شخص کا خضوع اور خشوع اور تدبیر اور تفکر زبانی پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے تو اس کو زبانی پڑھنا افضل ہے

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بغیر مصحف کے پڑھنے کے ہزار درجات ہیں اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کے دو ہزار درجات ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۶۵)

قرآن مجید کو بعض صورتوں میں بلند آواز سے پڑھنا افضل اور بعض آہستہ پڑھنا افضل ہے

بعض صورتوں میں قرآن مجید کو آہستہ پڑھنا افضل ہے اور بعض صورتوں میں بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ آہستہ پڑھنا خدشہ ریا سے مامون ہے اور جب یہ خطرہ نہ ہو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے اور اس سے پڑھنے والے کا دل بیدار اور اس کا ذہن متوجہ رہتا ہے اور اس کو سننے کا بھی ثواب ہے۔ اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی تروتازگی زیادہ ہوتی ہے اور غافلوں کو متنبہ کرتا ہے لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جب اس کے بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے کسی کی نیند، آرام، عبادت اور کام میں حرج اور خلل نہ ہو۔ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن مجید کو مزین کرو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۷)

قرآن مجید کو مطلقاً پڑھنے کا حکم

قرآن مجید کو مطلقاً پڑھنا مستحب ہے۔

قرآن مجید کو جن مقامات پر پڑھنا مکروہ ہے

امام کے پیچھے قیام میں بھی قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ بیت الخلاء اور حمام میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ اونگھتے ہوئے اور جمعہ کے خطبہ کے وقت نمازیوں کا قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔

حالت طواف میں قرآن مجید پڑھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔ دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے بہت زیادہ قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ ایک یا دو آیتیں زیادہ ہوں تو حرج نہیں۔ اسی طرح نماز میں اتنی زیادہ قرأت کرنا جو مقتدیوں پر گراں اور دشوار ہو یہ بھی مکروہ ہے یا کسی ایک سورت کو معین کر لینا اور دوسری سورت پڑھنے کو ناجائز سمجھنا یہ بھی مکروہ ہے۔

عالم دین' استاد اور والدین کے آنے کے وقت کھڑا ہونا جائز

جب کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس دوران کوئی بزرگ' عالم دین یا اس کا والد یا اس کا استاد آ جائے تو اس احترام اور اکرام کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳' ص ۴۲۳' مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر)

قرآن مجید کو کتنے عرصہ میں ختم کرے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قرآن مجید کو ایک ماہ میں ختم کیا جائے اور سات دن سے کم میں ختم نہ کیا جائے۔

(صحیح بخاری ج ۲' ص ۷۵۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قرآن مجید کو نماز میں ختم کرنا مستحب ہے یا سنت فجر میں ختم کرے اور اگر غیر نماز میں ختم کرے تو دن یا رات کے اول حصہ میں ختم کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید ختم کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا کرتے۔

بعض احادیث صیحہ میں ہے کہ

ختم قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔ اس وقت اپنے اہم کاموں اور عام مسلمانوں کی فلاح کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

قرآن مجید بھول جانا کیسا؟

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص نے بھی قرآن مجید پڑھ کر بھلا دیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھ کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۰۷)

قرآن مجید کو بے وضو کا چھونا

وضو کے بغیر قرآن مجید کو چھونا حرام و ناجائز ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۝ (الواقعہ: ۷۹)

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو صرف وہ مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو نجاست اور ہر قسم کے حدث سے پاک ہوں یعنی ان پر غسل واجب ہو نہ وضو۔ (النکت والعیون ج ۵ ص ۴۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔

ان کا استدلال حضرت عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ہے کہ

قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے میں قرآن مجید کی اہانت ہے اس لئے اس قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۳۱ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کتاب سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت ابن عمر بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن کو صرف اس حال میں چھوؤ جب تم طاہر ہو اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل نہیں کر لیا ان کی بہن نے ان کے ہاتھ میں قرآن مجید نہیں دیا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۲۰۴ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ لکھتے ہیں۔

اس آیت میں مطہرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدث اصغر (بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (جنابت، غسل واجب) دونوں سے پاک ہوں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ طاہر نہ ہوں ان کو قرآن مجید نہیں چھونا چاہیے۔

(روح المعانی جز ۲۷ ص ۲۳۵ دار الفکر بیروت)

عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ

جس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ طاہر (حدث سے پاک شخص) کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۹۱ رقم الحدیث ۲۲۷۰ دار المعرفہ بیروت)

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک بغیر غلاف کے بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

"لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ"

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں"۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

غیر طاہر قرآن کو نہ چھوئے۔ (سنن نسائی، حدیث ۴۸۵۳)

اور جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں ہے اور نہ تفسیر کی کتابوں کو بے وضو چھونا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن مجید کو چھونے والا ہو جائے گا۔ رہا فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔

(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الحمد للہ عزوجل!

میں نے مشہور رمضان المبارک میں ہونے والے چند مشہور واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں عرض ہے کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے قبول فرمائے اور میری اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

اب رمضان المبارک کی عظمت و روزوں کی فضیلت و احکام تراویح و اعتکاف و شب قدر کے فضائل عرض کرتا ہوں۔

رمضان المبارک کا مہینہ

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا مقدس مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کثیر بندوں کی مغفرت فرماتا ہے اور ان کو اپنا قرب خاص عطا فرماتا ہے۔ یقیناً یہ وہ مقدس مہینہ ہے جس کی ہر گھڑی عبادت ہی عبادت ہے اور بندۂ مومن کے لئے نیکیاں اکٹھا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اپنے بندوں کو بطور نعمت عطا فرمایا ہے کہ میرے بندے پورے گیارہ ماہ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں لیکن اس مہینہ میں میرے بندے میری عبادت کریں گے اور مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں گے اور میں پھر ان کے گناہوں کو معاف فرمادوں گا اور انہیں قرب خاص عطا فرماؤں گا۔ لہٰذا امت مسلمہ کو چاہئے اس مقدس مہینہ کے لمحات کو ضائع ہونے سے بچائیں اور اللہ تعالیٰ کی خوب خوب عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل ہو۔

رمضان کا معنیٰ

رمضان، رمضاء سے بنا ہے اور رمضاء خریف کی اس بارش کو کہتے ہیں جو زمین سے گرد وغبار کو دھو ڈالتی ہے۔ اسی طرح رمضان بھی اس امت کے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور ان کے دلوں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

رمضان، رمض سے بنا ہے اور رمض سورج کی تیز دھوپ کو کہتے ہیں اور اس مہینے میں روزہ داروں پر بھوک اور پیاس کی شدت بھی تیز دھوپ کی طرح سخت ہوتی ہے یا

جس طرح تیز دھوپ میں بدن جلتا ہے اسی طرح رمضان میں گناہ جل جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رمضان اللہ تعالیٰ کے بندوں کے گناہ کو جلا دیتا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کی ابتداء اس وجہ سے کی گئی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور انوار الہیہ ہمیشہ متجلی اور منکشف رہتے ہیں۔ البتہ ارواح بشریہ میں ان انوار کے ظہور سے حجابات بشریہ مانع ہوتے ہیں اور حجابات بشریہ کے زوال کا سب سے قوی سبب روزہ ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کشف کے حصول کا سب سے قوی ذریعہ روزہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر بنی آدم کے قلوب میں شیطان نہ گھومتے تو وہ آسمانوں کی نشانیوں کو دیکھ لیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اور رمضان میں عظیم مناسبت ہے اس لئے نزول قرآن کی ابتدا کے لئے اس مہینہ کو خاص کر لیا گیا۔

(تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

رمضان المبارک کے نام

رمضان المبارک کے کل چار نام ہیں

(۱) ماہ رمضان

(۲) ماہ صبر

(۳) ماہ مواسات

(۴) ماہ وسعت رزق

ماہ رمضان کیوں کہا گیا اس کا ذکر پہلے معنی میں بیان کر دیا۔

ماہ صبر کیوں کہا گیا

روزہ صبر ہے جس کی جزا رب عزوجل ہے اور وہ اسی مہینہ میں رکھا جاتا ہے اس

لئے اسے ماہ صبر کہتے ہیں۔

ماہ مواسات کیوں کہا گیا

مواسات کے معنی ہیں بھلائی کرنا چونکہ اس مہینہ میں تمام مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے اس لئے اسے ماہ مواسات کہتے ہیں۔

ماہ وسعت رزق کیوں کہا گیا

اس میں رزق کی فراخی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھالیتے ہیں اس لئے اس کا نام ماہ وسعت رزق بھی ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۲۲۷، مکتبہ نعیمی کتب خانہ لاہور)۔

رمضان المبارک کے فضائل

رمضان المبارک کے کثیر فضائل ہیں لیکن جو مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں ان کو عرض کرتا ہوں۔

(۱) کعبہ معظمہ مسلمانوں کو بلا کر دیتا ہے اور یہ آ کر رحمتیں بانٹتا ہے گویا وہ کنواں ہے اور یہ دریا ہے یا وہ دریا ہے اور یہ بارش ہے۔

(۲) ہر مہینہ میں خاص تاریخیں اور تاریخوں میں بھی خاص وقت میں عبادت ہوتی ہے مثلاً بقر عید کی چند تاریخوں میں حج محرم کی دسویں تاریخ افضل مگر رمضان المبارک میں ہر دن اور ہر وقت عباد ہوتی ہے۔

روزہ عبادت

افطار عبادت

افطار کے بعد تراویح کا انتظار عبادت

تراویح پڑھ کر سحری کے انتظار میں سونا عبادت

پھر سحری کھانا عبادت

(پھر نماز پڑھنا عبادت)

(پھر اشراق و چاشت ادا کرنا عبادت)

(پھر سارا دن بھوکا رہنا عبادت)

(پھر سارا دن پیاسا رہنا عبادت)

(پھر فضول گفتگو سے بچنا عبادت)

(پھر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار عبادت)

غرضیکہ ہر آن میں اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔

(۳) رمضان ایک بھٹی ہے جیسے کہ بھٹی گندے لوہے کو صاف اور صاف لوہے کو مشین کا پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو زیور بنا کر محبوب کے استعمال کے لائق کر دیتی ہے ایسے ہی ماہ رمضان گناہگاروں کو پاک کرتا ہے اور نیک کاروں کے درجے بڑھاتا ہے۔

(۴) رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستر گنا ملتا ہے۔

(۵) بعض علماء فرماتے ہیں کہ

جو رمضان میں مرجائے اس سے سوالات قبر میں بھی نہیں ہوتے۔

(۶) اس مہینہ میں شب قدر ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن رمضان میں آیا اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ" (القدر۱)

یعنی ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا۔

دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان میں ہی ہے اور وہ غالباً ستائیسویں شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ سورہ قدر میں تین بار آیا جس سے ستائیس حاصل ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ وہ ستائسویں شب ہے۔

(۷) رمضان میں ابلیس قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ جنت آراستہ کی جاتی ہے اور اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی لئے اس زمانہ میں نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں کی کمی ہوتی ہے جو لوگ گناہ کرتے بھی ہیں وہ

نفس امارہ یا اپنے ساتھی شیطان (قرین) کے بہکانے سے۔

(۸) رمضان المبارک کے کھانے پینے کا حساب نہیں۔

(۹) قیامت میں رمضان وقرآن روزہ دار کی شفاعت کریں گے کہ رمضان المبارک کہے گا۔

مولیٰ عزوجل میں نے اسے دن میں کھانے پینے سے روکا تھا۔

اور قرآن مجید عرض کرے گا

یارب عزوجل! میں نے اسے رات سونے سے روکا (شبینہ اور تراویح کی وجہ سے)

(۱۰) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی رمضان المبارک میں جہنمیوں کو چھوڑتا ہے لہذا چاہئے کہ ماہ رمضان میں نیک کام کیے جائیں اور گناہوں سے بچا جائے۔

(۱۱) قرآن مجید میں صرف رمضان شریف ہی کا نام لیا گیا اور اسی کے فضائل بیان ہوئے کسی دوسرے مہینہ کا نہ صراحتاً نام ہے نہ ایسے فضائل مہینوں میں صرف ماہ رمضان کا نام قرآن شریف میں لیا گیا۔ عورتوں میں صرف بی بی مریم علیہا السلام کا نام قرآن میں آیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام قرآن مجید میں لیا گیا جس سے ان تینوں چیزوں کی عظمت معلوم ہوئی۔

(۱۲) رمضان المبارک میں افطار اور سحری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے یعنی افطار کرتے وقت اور سحری کھا کر اور یہ مرتبہ کسی اور مہینہ کو حاصل نہیں۔

رمضان میں پانچ حروف ہیں۔

(۱) ر

(۲) م

(۳) ض

(۴) ا

(۵) ن

(۱) ر سے مراد

رحمت الٰہی عزوجل

(۲) م سے مراد

محبت الٰہی عزوجل

(۳) ض سے مراد

ضمان الٰہی عزوجل

(۴) الف سے مراد

امان الٰہی عزوجل

(۵) ن سے مراد

نور الٰہی عزوجل

اور رمضان المبارک میں پانچ عبادات خصوصی ہوتی ہیں۔

(۱) روزہ

(۲) تراویح

(۳) تلاوت

(۴) قرآن

(۵) اعتکاف

شب قدر میں عبادات جو کوئی صدق دل سے یہ پانچ عبادات کرے وہ ان پانچوں انعاموں کا مستحق ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۲۲۷ تا ۲۲۸، نعیمی کتب خانہ لاہور)

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ

الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔لوگوں کو ہدایت دینے والا اور روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں''۔

امام رازی لکھتے ہیں

مجاہد نے کہا

رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور رمضان کے مہینہ کا معنی ہے۔

''اللہ عزوجل کا مہینہ''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان گیا بلکہ یہ کہو کہ رمضان کا مہینہ آیا اور رمضان کا مہینہ گیا کیونکہ رمضان اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

دوسرا قول ہے کہ

رمضان مہینہ کا نام ہے

جیسا کہ

رجب اور شعبان مہینوں کے نام ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

رمضان المبارک کی احادیث مبارکہ سے فضیلت

رمضان المبارک مقدس و مغفرت کا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات اپنے بندوں کو نوازے جاتے ہیں۔اس میں بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی خوب خوب عبادت کرتا ہے اور اپنے خالق و مالک عزوجل کو راضی کرنے کی سعی کرتا ہے۔

جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب فضل شہر رمضان' ص ۵۸۷' حدیث ۱۰۷۹)

جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری' کتاب الصوم' باب ہل یقال رمضان او شہر رمضان و من رای کلہ واسعا' ص ۶۷۲' ج ۲' حدیث ۱۸۰۰)

ماہ رمضان کی ہر رات کئی لوگوں کو جہنم سے آزادی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے۔ شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔

ایک ندا دینے والا پکارتا ہے۔

اے طالب خیر! آگے آ

اے شر کے متلاشی رک جا'

اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ ماہ رمضان کی ہر رات یونہی ہوتا رہتا ہے۔

(ترمذی' کتاب الصوم' باب ماجاء فی فضل شہر رمضان' ص ۶۶' ج ۳' حدیث ۶۸۲)

رمضان المبارک میں حاجتیں پوری ہوتی ہیں

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخش دیا جاتا ہے اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔ (معجم الاوسط' ص ۱۹۵' ج ۶' حدیث ۶۱۷۰)

آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارے پاس ماہ رمضان آیا۔ یہ مبارک مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور بڑے شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس کے ثواب سے محروم ہو گیا سو وہ محروم ہو گیا۔ (نسائی' کتاب الصیام' باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ' ص ۱۴۲' ج ۴' حدیث ۲۱۰۶)

دو رمضان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کہ انسان گناہ کبیرہ نہ کرے۔

(صحیح مسلم' کتاب الطہارۃ' باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ و رمضان الی رمضان..... ص ۲۰۹' ج ۱' حدیث ۲۳۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔

پہلا یہ ہے کہ

جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر التفات فرماتا ہے اور جس پر اس کی نظر رحمت پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ

شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ عزوجل کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔

تیسرا یہ ہے کہ

فرشتے ہر دن اور ہر رات ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

چوتھا یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندوں کے لئے تیاری کرلے اور مزین ہو جا تاکہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دار رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں۔

پانچواں یہ ہے کہ

جب آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کو بخش دیا جاتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیا یہ شب قدر ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جائے ہیں تو

انہیں پوری پوری مزدوری دی جاتی ہے۔ (شعب الایمان' ص ۳۰۳' ج ۳' حدیث ۳۶۰۳)

بدنصیب شخص جس نے اپنی بخشش نہ کروائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے بیان کیا کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آ گیا ہے۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس میں شیاطین کو (زنجیروں) سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی۔ اگر اس کی اس مہینہ میں بھی بخشش نہ ہوئی تو کب ہوگی۔

(معجم الاوسط' ص ۳۲۳' ج ۷' حدیث ۷۶۲۷)

اگر رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ

پورا سال رمضان ہی ہو

حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اگر لوگوں کو رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (شعب الایمان' ص ۳۱۳' ج ۳' حدیث ۳۶۳۴)

جسے رمضان المبارک ملا لیکن اسے بخشا نہ گیا وہ بدقسمت ہو گیا

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

منبر کے پاس آ جاؤ' ہم آ گئے جب ایک درجہ چڑھے

تو ارشاد فرمایا:

آمین

جب دوسرا چڑھے

توارشاد فرمایا

آمین

اور جب تیسرا چڑھے

توارشاد فرمایا

آمین

جب اترے تو ہم نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو پہلے نہیں سنا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے

اور کہا

جسے رمضان ملا لیکن اسے بخشا نہ گیا وہ بدقسمت ہو گیا۔

میں نے کہا

آمین

جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو

اس نے کہا

جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا گیا اور اس نے درود نہ بھیجا وہ بھی بدقسمت ہو گیا۔

میں نے کہا

آمین

جب وہ تیسرے درجہ پر چڑھا
تو اس نے کہا
جس شخص کی زندگی میں اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو گیا اور انہوں نے اسے (خدمت واطاعت کر کے) جنت میں داخل نہ کیا وہ بھی بدقسمت ہو گیا۔
میں نے کہا
آمین (مستدرک للحاکم ص ۱۷۰ ج ۴ حدیث ۷۲۵۶)

اس مہینہ کا ابتدائی حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب کیا
اور ارشاد فرمایا:
اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے اور راتوں کے قیام کو نفل، جو شخص اس میں قرب الٰہی عزوجل کی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اور جو شخص اس میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا اس نے باقی مہینوں میں ستر فرائض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہی ہے۔ یہ غم خواری کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کی افطاری کراتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ نیز اسے اس (روزہ دار) کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اس سے اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ ثواب اللہ تعالیٰ ایک کھجور کھلانے یا پلانے یا دودھ کا ایک گھونٹ پلا کر افطاری کرانے والے کو بھی دے دیتا ہے۔

اس مہینہ کا ابتدائی حصہ رحمت ہے
درمیانی حصہ مغفرت ہے
اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے

جو شخص اس مہینے میں اپنے ملازم پر تخفیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کردیتا ہے۔ اس میں چار کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرو۔ دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے اور دو کاموں کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ کار نہیں جن دو کاموں کے ذریعے اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے ان میں سے ایک

"لاالہ الا اللہ"
کی گواہی دینا ہے

اور دوسرا اس سے بخشش طلب کرنا ہے۔ جن دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں

ان میں سے ایک یہ ہے کہ
تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو
اور دوسرا یہ کہ

دوزخ سے پناہ مانگو۔ جو شخص روزے دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

(شعب الایمان، ص ۳۰۵، ج ۳، حدیث ۳۶۰۹)

اللہ تعالیٰ اس مہینہ کا ثواب پہلے لکھ دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا:

تم پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے کہ مسلمانوں پر اس سے بہتر مہینہ اور منافقین پر اس سے بڑھ کر برا مہینہ کبھی نہیں آیا۔

پھر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس مہینہ کا ثواب اور اس کی نفلی عبادت اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے اور اس کی بدبختی اور گناہ بھی اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے کیونکہ مومن اس میں نفاق کے ذریعہ قوت حاصل کر کے عبادت کرنے کو تیاری کرتا ہے اور منافق مومن کی غفلتوں اور ان کے عیب تلاش کرنے کی تلاش کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب: ص ۵۸، ج ۲، حدیث ۱۴۸۵)

ہر شب ساٹھ ہزار کی مغفرت

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک کی ہر شب آسمانوں میں صبح صادق تک ایک منادی یہ ندا کرتا ہے۔

اے اچھائی مانگنے والے! مکمل کر اور خوش ہو جا۔

اور اے شریر! شر سے باز آ جا اور عبرت حاصل کر۔

ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی طلب پوری کی جائے۔

ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔

ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔

ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے اور عید کے دن سارے مہینے کے برابر گناہگاروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ (در منثور، ص ۱۴۶، ج ۱)

روزانہ دس لاکھ گناہگاروں کی دوزخ سے رہائی

اللہ تعالیٰ کی عنایتوں، رحمتوں اور بخششوں کا ذکر فرماتے ہوئے ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ (گناہگاروں) کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے۔ پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے۔ اور فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے:

اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا۔

فرشتے عرض کرتے ہیں:

اس کو پورا پورا اجر دیا جائے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔

(کنز العمال، ج ۸، ص ۲۱۹، حدیث ۲۳۷۰۲)

جمعہ کی ہر ہر گھڑی میں دس لاکھ کی مغفرت

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ماہ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گناہگاروں کو جہنم

سے آزاد فرماتا ہے جن پر گناہوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکا تھا۔ نیز شب جمعہ اور روز جمعہ کی ہر ہر گھڑی میں ایسے دس دس لاکھ گناہگاروں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جو عذاب کے حقدار قرار دیئے جا چکے ہوتے ہیں۔ (کنز العمال، ص ۲۲۳، ج ۸، حدیث ۲۳۷۱۶)

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور عطا فرمانا

منقول ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا:

میں نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور عطا کئے ہیں تاکہ وہ دو اندھیروں کی ضرر سے محفوظ رہیں۔

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا:

یا اللہ عزوجل! وہ دو نور کون کون سے ہیں۔

ارشاد فرمایا:

نور رمضان

اور نور قرآن

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:

دو اندھیرے کون کون سے ہیں۔

ارشاد فرمایا:

ایک قبر کا

دوسرا قیامت کا (درۃ الناصحین، ص ۹)

مکہ مکرمہ میں رمضان المبارک پانا اور روزے رکھنا لاکھ رمضان کا ثواب

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام

کیا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔

(ابن ماجہ، ج ۳، ص ۵۳۳، حدیث ۳۱۱۷)

بروز قیامت رمضان المبارک شفاعت کرے گا

رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ اور قرآن بندے کے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔

روزہ عرض کرے گا

اے ربّ عزوجل! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔

قرآن عرض کرے گا:

میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا میری شفاعت اس کے لئے قبول فرما پس دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔ (مسند امام احمد، ج ۲، ص ۵۸۶، حدیث ۶۶۳۷)

رمضان المبارک میں ذکر اللہ کرنے والے کی بخشش

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک میں ذکر اللہ کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا۔ (شعب الایمان، ج ۳، ص ۳۱۱، حدیث ۳۶۲۷)

سبحان اللہ عزوجل!

رمضان المبارک کی کیا ہی بہاریں ہیں کہ بخشش ہی بخشش کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے شمار بندوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مغفرت فرمانے کے لئے رمضان المبارک جیسا مقدس مہینہ عطا فرمایا تاکہ میرے بندے میری

بندگی کریں اور روزے رکھیں اور میں ان کی مغفرت فرمادوں لہٰذا امت مسلمہ کو چاہئے کہ اس مقدس مہینہ کی مقدس گھڑیوں کو پامال ہونے سے بچائیں اور روزے خوب عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے بخشش کا سامان اکٹھا کریں۔

رمضان المبارک کے روزوں کے فضائل

رمضان المبارک کے روزوں کے بے شمار فضائل و برکات ہیں۔

یقیناً رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا حاصل ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو یقیناً دنیا و آخرت کامیاب ہی کامیاب ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید سے روزوں کی فرضیت پر دلائل عرض کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ''۔

سورہ بقرہ میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ج (البقرہ ۱۸۷)

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزہ پورا کرو''۔

اسی سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا:

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ط

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ:۱۸۴)

گنتی کے چند دنوں میں سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا، پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایاماً معدودات سے مراد صرف رمضان المبارک کا ایک مہینہ ہے کیونکہ گنتی کے الفاظ ذکر ہوئے اسی لئے مقررہ دن رمضان کے ہی ہیں۔

اسی سورہ بقرہ میں آگے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ (البقرہ،۱۸۵)

تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ میں روزہ رکھے۔

احادیث مبارکہ سے رمضان المبارک کے فضائل

احادیث مبارکہ سے رمضان المبارک کے کثیر فضائل ہیں

روزہ ڈھال ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ ڈھال ہے، روزہ دار نہ جماع کرے نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وہ اپنے کھانے پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گناہ ہے۔

(صحیح بخاری،ج ا،ص ۲۵۴)

روزے دار کے لئے جنت کا دروازہ ریان مخصوص ہے

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے۔ ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔

کہا جائے گا

روزے دار کہاں ہیں۔ پھر روزے دار کھڑے ہو جائیں گے۔ ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔ ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس میں کوئی داخل نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری،ج ا،ص ۲۵۴)

ثواب کی نیت سے روزہ رکھنے والے کی مغفرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس سے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

مزید روایت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہوتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی

شخص روزہ سے ہو تو وہ جماع کی باتیں نہ کرے نہ شور وشغب کرے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔

ایک خوشی افطار کے وقت

ایک خوشی اپنے رب عز وجل سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

اس وقت وہ اپنے روزے سے خوش ہوگا۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۵۷)

روزہ دار کے چہرہ کو جہنم سے ستر سال کی مسافت سے دور رکھا جائے گا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے سترہ سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۶۴)

روزے دار کا شمار صدیقین اور شہداء کے ساتھ

حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ارشاد فرمایئے اگر میں اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دوں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صدیقین اور شہداء میں۔ (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۱۰۶، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

روزے سے تندرستی کا حصول

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جہاد کیا کرو خود کفیل ہو جاؤ گے۔ روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور سفر کیا کرو غنی ہو جاؤ گے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۱۶ حدیث ۵۰۷)

روزہ آدھا صبر ہے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۴۶ حدیث ۱۷۴۵)

روزہ ڈھال

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
روزہ ایک ایسی ڈھال ہے جو بندے کو جہنم سے بچاتی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۱۸ حدیث ۵۰۷۷)

روزہ جہنم سے ڈھال

حضرت سیدنا عثمان ابو عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس طرح تم میں سے کسی کے پاس لڑائی میں بچاؤ کے لئے ڈھال ہوتی ہے اسی طرح روزہ جہنم سے تمہاری ڈھال ہے اور ہر ماہ تین دن روزے رکھنا بہترین روزے ہیں۔

(ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۰۱ حدیث ۲۱۲۵)

روزہ خطاؤں کو مٹاتا ہے

حضرت سیدنا کعب بن عجزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے کعب بن عجزہ رضی اللہ عنہ! جانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔
ایک وہ جو اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے جاتا ہے اور اسے آزاد کرا لیتا ہے اور دوسرا وہ جو جاتا ہے تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔
پھر ارشاد فرمایا:
اے کعب بن عجزہ رضی اللہ عنہ! نماز قرب کا ذریعہ ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسا کہ چٹان سے برف پھسل جاتی ہے۔
(الاحسان بترتیب ابن حبان، ج ۷، ص ۲۴ حدیث ۴۴۹۷)

روزہ جہنم سے دوری کا سبب

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنا دور کر دیتا ہے جتنا فاصلہ ایک کوا بچپن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک مسلسل اڑتے ہوئے طے کر سکتا ہے۔
(مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۶۱۹، حدیث ۱۰۸۱۰)

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزہ رکھنے والا جنت میں جائے گا

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے سے ٹیک لگائی۔
اور ارشاد فرمایا:
جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کسی دن روزہ رکھے پھر اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت

میں داخل ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل، ج۹، ص۹۰، حدیث ۲۳۳۷۴)

قیامت کے دن سیرابی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک سمندری جہاد میں بھیجا۔ جب ایک اندھیری رات میں جب کشتی کے بادبان اٹھا دیئے گئے تو ہاتف غیب سے ایک آواز آئی۔

اے سفینہ والو! رکو میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر کیا لیا ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

اگر تم بتا سکتے ہو تو ضرور بتاؤ

اس نے کہا

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ جو شدید گرمی کے دن (روزہ رکھے) اللہ تعالیٰ اسے کیسے پیاسا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے سخت پیاس والے دن (یعنی قیامت) میں سیراب کرے گا۔

امام ابوبکر عبداللہ المعروف ابن ابی الدنیا کتاب الجوع میں فرماتے ہیں کہ

اس دن کے بعد حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خاص اس دن روزہ بھی رکھا کرتے کہ اتنی گرمی ہوتی کہ انسان اپنے فاضل کپڑے بھی گرمی کی وجہ سے اتارنے پر مجبور ہو جائے۔ (الترغیب والترہیب: ج۲، ص۵۱، حدیث ۱۸)

رمضان المبارک میں ہر دن اور ہر رات دعا قبول ہوتی ہے

حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں ایک کو جہنم سے آزاد فرماتا

ہے اور رمضان کے ہر دن اور رات میں مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۶۴، حدیث ۲۷)

رمضان برکتوں والا مہینہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ ماہ رمضان آ گیا جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں۔ اس مہینہ میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس مہینہ میں مردو شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔ (سنن نسائی، ج ۴، ص ۱۲۹)

رمضان المبارک میں رحمت سے محروم کون؟

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ماہ رمضان آیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خبر سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۹۸، حدیث ۱۶۴۴)

رمضان المبارک گناہوں کو مٹا دیتا ہے

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی آمد کے بعد ایک دن ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ آ گیا۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے میں تمہیں ڈھانپ دیتا ہے پھر رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس مہینہ میں دعا قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے

لہٰذا اس مہینے میں اپنی جانب سے اللہ تعالیٰ کی بھلائی دکھاؤ کیونکہ بد بخت وہ ہے جو اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴۴ حدیث ۴۷۸۳)

رمضان المبارک میں ہر سجدے کے عوض پندرہ سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور جو بندہ اس مہینے کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر سجدے کے عوض پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت جڑے ہوں گے جب بندہ رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے رمضان کے پہلے دن کے روزے تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے روزانہ ستر ہزار فرشتے فجر کی نماز سے غروب آفتاب تک استغفار کرتے ہیں اور اسے رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں سجدہ کرنے پر جنت میں ایک ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے جس کے سایہ میں کوئی سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۴ حدیث ۳۶۳۵)

ایمان اور نیت ثواب سے روزے رکھنے والے کے پچھلے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو ایمان اور نیت ثواب کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے گا اس کے پچھلے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (صحیح مسلم ص ۳۸۲ حدیث ۷۶۰)

رمضان المبارک کے حقوق کو پہچاننے والے کی مغفرت

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے حقوق کو پہچانا اور ان کی حفاظت کی تو اس کے پچھلے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۸۲، حدیث ۶۰۷)

جنت کو روزے دار کے لئے سنور جانے کا حکم

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

پہلی یہ کہ

جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت فرمائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

دوسری یہ کہ

شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے۔

تیسری یہ کہ

ملائکہ ہر دن اور رات میں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ

اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ ہوشیار ہو جا اور میرے بندوں کے لئے سنور جا۔ قریب ہے کہ وہ دنیا کی تھکن مٹانے کے لئے میرے گھر اور میری کریمی کے سائے میں آرام کریں۔

پانچویں یہ کہ

جب رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

کسی نے عرض کیا

کیا آخری رات سے مراد لیلۃ القدر ہے

ارشاد فرمایا:

نہیں! کیا تم نہیں جانتے کہ مزدور جب کام مکمل کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان، ج ۳، ص ۳۰۳، حدیث ۳۶۰۳)

مسند احمد میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کو انسان میں پانچ ایسی خصلتیں عطا کی گئی ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں کی گئیں۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے افطار کرنے تک مچھلیاں ان کے لئے استغفار کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ روزانہ اپنی جنت کو سجاتا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

عنقریب میرے نیک بندوں سے تکلیف اٹھا لی جائے گی اور وہ تیری طرف آئیں گے اور اس میں مردو شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور وہ رمضان میں اس کام کے لئے ہرگز کوئی راہ نہیں پاتے جس میں وہ رمضان کے علاوہ مصروف ہوتے تھے اور رمضان المبارک کی آخری رات میں تمام امت کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

عرض کیا گیا

یارسول اللہ! کیا یہ آخری رات شب قدر ہے۔

ارشاد فرمایا:

نہیں، مزدور کو پوری مزدوری اسی وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کر لیتا۔

(مسند احمد، ج ۳، ص ۱۴۴، حدیث ۷۹۲۲)

رمضان میں ایک روزہ رکھنے کی وجہ سے حورعین کیساتھ نکاح

حضرت سیدنا ابومسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے ایک دن رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر بندے جان لیں کہ رمضان المبارک کیا ہے تو میری امت ضرور یہ تمنا کرتی ہے کہ پورا سال رمضان المبارک ہو۔

بنوخزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا "

یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ بتایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک سال کی ابتداء سے لے کر آخر تک رمضان المبارک کو سجایا جاتا ہے۔ جب رمضان المبارک کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اور جنت کے درختوں کے پتے ہلنے شروع ہو جاتے ہیں تو حورعین ان کی طرف دیکھ کر عرض کرتی ہیں۔

یارب عزوجل! ہماری لیے اس مہینے میں اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر بنا دے جن سے ہماری آنکھوں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

پھر ارشاد فرمایا:

جو بندہ رمضان المبارک کے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے موتیوں کے ایک خیمے میں اس کا نکاح حورعین میں سے ایک کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حورٌ مقصورات فی الخیام (رحمٰن ۷۲)

حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین

ان میں سے ہر حور پر ستر حلے ہوتے ہیں۔ جن میں ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور انہیں ستر رنگوں کی خوشبو عطا کی جاتی ہے اور ہر خوشبو کا رنگ دوسری

سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں کام کاج کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ستر ہزار غلمان یعنی غلام ہوتے ہیں اور ہر غلمان کے پاس سونے کا ایک برتن ہوتا ہے جن میں ایک رنگ دار کھانا ہوتا ہے جس کے ہر لقمہ کا ذائقہ دوسرے سے جدا ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے لئے سرخ یاقوت کے ستر تخت ہوتے ہیں اور ان کے شوہر کو اتنے ہی موتیوں سے مزین سرخ یاقوت کے تخت عطا کیے جاتے ہیں اور سونے کے دو کنگن پہنائے جاتے ہیں اور یہ فضیلت اسے رمضان المبارک کا ہر روزہ رکھنے پر عطا کی جاتی ہے جبکہ دیگر نیکیوں کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔

(ابن خزیمہ' ج ۳' ص ۱۹۰' حدیث ۱۸۸۲)

رزق میں اضافے کا سبب

حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! ایک عظمت و برکت والا مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں۔ اس کی رات میں قیام کرنا نفل ہے جو اس میں کوئی نیکی کا کام کرے گا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں کوئی فرض ادا کیا اور جو اس مہینے میں فرض ادا کرے گا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ رحم کرنے کا مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اسی روزے دار کا ثواب دیا جاتا ہے اور روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک روزے دار کو افطار کرانے کی

طاقت نہیں رکھتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یہ ثواب تو اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزے دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا دودھ کی لسی کے ذریعے افطار کرائے گا۔

پھر ارشاد فرمایا:

اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت

دوسرا مغفرت

اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔

اس مہینے میں چار کام کثرت سے کیا کرو۔

ان میں سے دو خصلتیں تو وہ ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کر سکتے ہو وہ یہ ہیں۔

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا

اور وہ خصلتیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے وہ یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنا

(۲) اور جہنم سے پناہ طلب کرنا

اور جو کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس محسوس نہ ہوگی۔

(ابن خزیمہ، ج ۳، ص ۱۹۱، حدیث ۱۸۸۷)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیسے اجر عطا فرماتا ہے

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

بے شک جنت کو ایک سال کی ابتداء سے دوسرے سال تک رمضان کی آمد کے لئے ''بخور'' کی دھونی دی جاتی ہے اور سجایا جاتا ہے پھر جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جسے ''مشیرہ'' کہا جاتا ہے تو جنت کے پتے اور دروازوں کے پٹ ہلنے لگ جاتے ہیں اور اس سے ایسی دلکش آواز پیدا ہوتی ہے کہ اس جیسی آواز کسی نے نہ سنی ہوگی تو حور عین باہر نکلتی ہیں اور جنت کی بالکونوں پر کھڑی ہو کر ندا کرتی ہیں۔

کوئی ہے اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا تاکہ وہ اس سے شادی کرائے؟

پھر وہ پوچھتی ہیں

اے رضوان جنت! یہ کون سی رات ہے؟

تو حضرت سیدنا رضوان علیہ السلام ان کی ندا پر لبیک کہتے ہوئے جواب دیتے ہیں۔ یہ رمضان کی پہلی رات ہے۔ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ داروں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے رضوان علیہ السلام جنت! جنت کے دروازے کھول دو

اے مالک علیہ السلام! جہنم کے دروازے بند کر دو۔

اے جبرائیل علیہ السلام! زمین پر جاؤ اور مردود شیاطین کو زنجیروں سے باندھ کر سمندر میں ڈال دو تاکہ وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں میں فساد نہ ڈالیں۔ پھر اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو تین مرتبہ یہ ندا کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے:

کوئی ہے مانگنے والا جسے میں اس کی مرادیں عطا کروں۔

کوئی ہے توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کروں۔

کوئی ہے مغفرت چاہیں والا جسے میں بخش دوں۔

ہے کوئی قرض ادا کر سکنے کی طاقت رکھنے والے غنی کو قرضہ دینے والا ہے کوئی ناانصافی کے بغیر پورا پورا قرض واپس کرنے والا۔

اور اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے ہر دن میں افطاری کے وقت دس لاکھ ایسے بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے پھر جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان کے پہلے دن سے آخری دن تک آزاد کئے گئے بندوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے تو وہ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ایسے اوران کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جسے وہ کعبہ معظمہ کی چھت پر گاڑھ دیتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کو اس رات میں طلوع فجر تک ہر کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور نماز پڑھنے والے اور ذکر کرنیوالے کو سلام کرنے اور ان کے ساتھ مصافحہ کرنے اوران کی دعاؤں پر آمین کہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام ندا فرماتے ہیں۔ اے فرشتو! واپس چلو، واپس چلو۔

تو وہ عرض کرتے ہیں

اے جبرائیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین کی حاجتوں کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا۔

تو جبرائیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مومنین کی حاجتوں کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا۔

تو جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے اس رات میں ان پر نظر رحمت فرمائی اور چار شخصوں کے سوا سب کی مغفرت فرمادی۔

راوی کہتے ہیں

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ چار شخص کون ہیں؟

ارشاد فرمایا:

(۱) شراب کا عادی

(۲) والدین کا نافرمان

(۳) قطع رحمی کرنے والا

(۴) مشاجن

ہم نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مشاجن کون ہیں۔

ارشاد فرمایا:

اپنے بھائی سے بغض رکھنے والا

پھر عید الفطر کی رات آ جاتی ہے۔ جسے لیلۃ الجائزہ (یعنی انعام کی رات) کہا جاتا ہے اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو ہر شہر میں بھیجتا ہے تو وہ زمین میں اتر کر راستوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر ندا کرتی ہیں اور ان کی آواز اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ

اے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! رب عزوجل کی طرف نکلو جو بڑے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ جب وہ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے۔

مزدور جب اپنا کام پورا کرے تو اس کی جزا کیا ہے؟

ملائکہ عرض کرتے ہیں

اے ہمارے رب عزوجل! اس کی جزا یہ ہے کہ تو اسے پوری اجرت عطا فرمائے۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی رضا اور مغفرت کو ان

رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب بنا دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے میرے بندو! مجھ سے مانگو! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تم اکٹھے ہو کر اپنی آخرت کے لئے مجھ سے جو کچھ مانگو گے میں تمہیں ضرور عطا فرماؤں گا اور اپنی دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے تو اس میں سے جو تمہارے لئے بہتر ہو گا وہ تمہیں عطا فرماؤں گا اور مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالوں مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہیں حقداروں کے سامنے ہرگز رسوا اور ذلیل نہیں کروں گا۔ مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کر لیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس امت کے لئے ان کے رمضان کے بعد افطار کرنے پر کی جانے والی عطا پر خوشیاں مناتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب' ج ۲' ص ۶۰' حدیث ۲۳)

فرشتوں کا روزے دار کے لئے دعائے مغفرت کرنا

حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اے بلال رضی اللہ عنہ! آؤ ناشتہ کریں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

میں روزہ سے ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ کا رزق جنت میں بڑھ رہا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے بلال رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جتنی دیر تک روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے تو اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (ابن ماجہ' ج ۲' ص ۳۴۸' حدیث ۱۷۴۹)

ایک اور حدیث میں ہے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔

تو ارشاد فرمایا:

تم بھی کھاؤ

میں نے عرض کیا

میں روزے سے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تک روزے دار کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے۔ فرشتے اس روزے دار کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

کھانے والا جب تک پیٹ بھرے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، ج ۵، ص ۱۸۱، حدیث ۱۷۴۹)

روزہ ترک کرنے والا کافر

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسلام کے کڑے اور دین کے تین ستون ہیں جن پر اسلام کی بنیاد پر قائم ہے۔

جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے۔

اس کا خون حلال ہے۔

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۲) فرض نماز

(۳) رمضان المبارک کے روزے۔ (مسند ابو یعلیٰ الموصلی: ج ۲ ص ۳۶۸ حدیث ۲۳۴۵)

ایک اور روایت میں ہے

جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہے اور اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت مقبول نہیں اور ان کا خون اور مال حلال ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۹ حدیث ۸۲۱)

روزہ بغیر شرعی عذر توڑ دینا

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے۔

جس نے کسی رخصت اور مرض کے بغیر رمضان المبارک کا ایک روزہ چھوڑا وہ ساری زندگی کے روزے رکھے تب بھی اس کی کمی کو پورا نہیں کرسکتا۔

(جامع الترمذی ص ۱۷۱۸ حدیث ۷۲۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

جس نے رمضان المبارک کے ایک دن کا روزہ کسی عذر یا مرض کے بغیر توڑ دیا اگر چہ وہ ساری زندگی کے روزے رکھے اس کی کمی پوری نہیں کرسکتا۔ (صحیح بخاری ص ۱۵۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

میں سو رہا تھا اچانک میرے پاس دو شخص آئے۔ انہوں نے مجھے میرے بازو سے تھاما اور ایک بلند پہاڑ کے پاس لے آئے اور بولے اوپر تشریف لے چلیں۔

میں نے کہا

میں اس کی طاقت نہیں رکھتا

وہ بولے

ہم اسے آپ کے لئے آسان کردیں گے لہٰذا میں اوپر چڑھنے لگا

یہاں تک کہ میں پہاڑ کے درمیان پہنچا تو خوفناک آوازیں آنے لگیں۔

میں نے پوچھا

یہ کیسی آوازیں ہیں۔

انہوں نے جواب دیا

یہ جہنمیوں کے چیخنے کی آوازیں ہیں۔ پھر وہ مجھے لے کر ایسے لوگوں کے پاس آئے جو گھٹنوں کے بل لٹکے ہوئے تھے۔ ان کے جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا۔

میں نے پوچھا:

یہ کون لوگ ہیں؟

جواب ملا

یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ افطار کرنے کا جائز وقت ہونے سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۳، ص ۲۳۷، حدیث ۱۹۸۶)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے حضر (یعنی قیام کی حالت) میں رمضان المبارک کا ایک روزہ افطار کیا اسے چاہئے کہ ایک گائے قربان کرے۔ (سنن دار قطنی، ج ۲، ص ۲۴۲، حدیث ۲۲۸۵)

ایک اور احادیث مبارکہ میں ہے

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض فرمائی ہیں۔ جس نے ان میں سے تین پر عمل کیا تو وہ اسے کسی کام کو نہ آئیں گی جب تک کہ وہ ان تمام کو ادا نہ کرے۔

(۱) نماز

(۲) زکوٰۃ

(۳) رمضان المبارک کے روزے اور

(۴) بیت اللہ شریف کا حج۔ (المسند الامام احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۳۶، حدیث ۱۷۸۰۴)

روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص (بحالت روزہ) جھوٹ بولنا اور اس پر (برے) عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

(صحیح بخاری، ص ۶۷۳، ج ۲، حدیث ۱۸۰۴)

روزے دار فحش کلامی نہ کرے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ ڈھال ہے۔ پس روزہ دار نہ فحش کلامی کرے نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو دو دفعہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے کیونکہ وہ اپنے کھانے اپنے پینے اور اپنی خواہش کو میرے روزے کی خاطر چھوڑتا ہے لہٰذا اس کا بدلہ میں خود دوں گا اور ہر نیکی جزا اس سے دس گناہ ہے۔

(صحیح بخاری، ص ۶۷۰، ج ۲، حدیث ۱۷۹۵)

روزے دار بدتمیزی نہ کرے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش کلامی اور بدتمیزی نہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا اس سے بدتمیزی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(ابن ماجہ، ص ۵۳۹، ج ۱، حدیث ۱۶۹۱)

بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی راتوں کو جاگنے والے ایسی ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے سوائے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (ابن ماجہ' ص ۵۳۹' ج ۱' حدیث ۱۶۹۰)

پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کتنے ہی روزہ دار ایسی ہیں جن کو ان کے روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے ایسی ہیں جن کو ان کے قیام سے سوائے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (ابن ماجہ' ص ۵۳۹' ج ۱' حدیث ۱۶۹۰)

جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کتنے ہی روزہ دار ایسی ہیں جن کو ان کے روزوں سے بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ جن کو ان کے قیام سے سوائے جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
(سنن دارمی' ص ۳۹۰' ج ۲' حدیث ۲۷۲۰)' (مسند احمد بن حنبل' ص ۴۴۱/ ج ۲ حدیث ۹۶۸۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کیسے گزارتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

جب رمضان المبارک شروع ہو جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کمر ہمت کس لیتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے یہاں تک کہ رمضان المبارک گزر جاتا۔ (مسند احمد بن حنبل، ص ٦٦، ج ٦، حدیث ۲۴۴۳۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرمایا کہ

جب ماہ رمضان شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کی کثرت کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کے عاجزی وگڑگڑا کر دعا کرتے اور اس ماہ میں نہایت محتاط رہتے۔ (شعب الایمان، ص ۳۱۰، ج ۳، حدیث ۳۶۲۵)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر چیز کی کوئی نہ کوئی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(ابن ماجہ، ص ۵۵۵، ج ۱، حدیث ۱۷۴۵)

روزہ کے احکام

روزہ کی تعریف

لغوی معنی

کسی چیز سے رکنا

شرعی معنی

روزہ عرف شرع میں مسلمان بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۴)

روزے کی اقسام

روزے کی پانچ اقسام ہیں

(۱)فرض

(۲)واجب

(۳)نفل

(۴)مکروہ تنزیہی

(۵)مکروہ تحریمی

پھر فرض واجب کی دو اقسام ہیں۔

(۱)معین

(۲)غیر معین

(۱)فرض معین

جیسے ادائے رمضان

(۲)فرض غیر معین

جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ

(۱)واجب معین

جیسے نذر معین

(۲)واجب غیر معین

نذر مطلق

نفل دو ہیں۔

(۱)نفل مسنون

(۲)نفل مستحب

جیسے عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں

تیرھویں' چودھویں' پندرہویں اور عرفہ کا روزہ' پیر اور جمعرات کا روزہ' شش عید کے روزے صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہ تنزیہی

مکروہ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا

صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا) صوم سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)

صوم وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے۔

یہ سب مکروہ تنزیہی ہے۔

مکروہ تحریمی

مکروہ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق کے روزے

یعنی ۱- عید الفطر'

۲- عید الاضحیٰ اور

۳- گیارہ'

۴- بارہ'

۵- تیرہ ذی الحجہ (الفتاویٰ الہندیہ' کتاب الصوم' الباب الاول' ج ۱' ص ۱۹۴)

روزے کے درجات

روزے کے تین درجے ہیں۔

(۱) ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرمگاہ کو کھانے پینے جماع سے روکنا۔

(۲) دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان' آنکھ' زبان' ہاتھ' پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔

(۳) تیسرا خاص الخاص کا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی ہر چیز سے خود کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔

روزے رکھنے کے اسباب

(۱) روزۂ رمضان

روزۂ رمضان کا سبب ماہ رمضان کا آنا

(۲) روزۂ نذر

روزۂ نذر کا سبب منت کا ماننا

(۳) روزۂ کفارہ

روزۂ کفارہ کا سبب قسم توڑنا یا قتل یا ظہار وغیرہ

(الفتاوٰی الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۴)

سوال: ماہ رمضان کا روزہ کب فرض ہوگا۔

جواب: ماہ رمضان کا روزہ اس وقت فرض ہوگا جب وہ وقت جس میں روزہ کی ابتدا کر سکے پالے۔ مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے ضحوۂ کبریٰ تک کہ اس کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہوسکتی لہٰذا نہیں ہوسکتا اور رات میں نیت ہوسکتی ہے مگر روزہ کی محل نہیں لہٰذا اگر مجنون کو رمضان کی کسی رات میں ہوش اور صبح جنون کی حالت میں ہوئی یا ضحوہ کبریٰ کے بعد کسی دن ہوش تو اس پر رمضان کے روزے کی قضا نہیں جبکہ پورا رمضان المبارک اسی جنون میں گزر جائے اور ایک دن بھی ایسا وقت مل گیا جس میں نیت کر سکتا ہے تو تمام روزوں کی قضا لازم ہے۔ (دُرِّ مختار و ردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۸۷)

سوال: ادائے رمضان کی نیت کا وقت کب تک ہے۔

جواب: ادائے رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کے لئے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے اس وقت میں جب نیت کر لے۔ یہ روزے ہو جائیں گے لہٰذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہوگیا اور ضحوۂ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو ہوگیا۔

(دُرِّ مختار و ردالمحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳)

سوال: کیا ضحوۂ کبریٰ نیت کا وقت ہے؟

جواب: ضحوۂ کبریٰ نیت کا وقت نہیں بلکہ اس سے پیشتر نیت ہو جانا ضروری ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خط نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا نیت کی تو روزہ نہ ہوا۔ (دُرِّ مختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۴)

سوال: زبان سے کہنا ضروری ہے یا نیت دل میں کر لے

جواب: نیت دل کے ارادہ کا نام ہے زبان سے کہنا شرط نہیں یہاں بھی وہی مراد ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اگر رات میں نیت کرے۔

تو یوں کہے

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ

ترجمہ: ”میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا“۔ اور اگر دن میں نیت کرے تو یوں کہے۔

نصریت ان اصوم هذا الیوم للّٰه تعالٰی من غرض رمضان

ترجمہ: میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا اور اگر تبرک وطلب توفیق کے لئے نیت کے الفاظ میں انشاء اللہ بھی ملا لیا تو حرج نہیں اور اگر پکا ارادہ نہ ہو مذبذب ہو تو نیت ہی کہاں ہوئی۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب الصوم، ص ۱۷۵)

سوال: اگر دن میں نیت کرے تو کیسے کرے

جواب: دن میں نیت کرے تو ضرور ہے کہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں صبح سے نہیں تو روزہ نہ ہوا۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۱)

سوال: رات میں نیت کرنا کیا

جواب: رات میں نیت کر لینا مستحب ہے۔

جوہرۃ النیرہ میں ہے

اگر چہ ان تینوں قسم کے (یعنی ادائے روزۂ رمضان اور نذر معین اور نفل) کے روزوں کی نیت دن میں بھی ہوسکتی ہے مگر رات میں نیت کرلینا مستحب ہے۔

(جوہرۃ النیرہ، کتاب الصوم، ص ۱۷۵)

سوال: اگر کسی نے یوں نیت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی روزہ اگر دعوت نہ ہوئی تو روزہ نہیں۔ اس طرح کیا نیت صحیح ہے اور روزہ دار کیا ہوگا۔

جواب: اس طرح نیت صحیح نہیں

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

یوں نیت کہ کل کہیں دعوت ہوئی تو روزہ نہیں اور نہ ہوئی تو روزہ ہے یہ نیت صحیح نہیں بہر حال وہ روزہ دار نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول فی تعریفہ، ج ۱، ص ۱۹۵)

سوال: اگر کسی نے رات کو روزہ کی نیت کی پھر پکا ارادہ کرلیا کہ نہیں رکھے گا تو کیا اب نیت باقی رہے گی اور اس کا روزہ رہے گا۔

جواب: اس صورت میں نیت جاتی رہی اور روزہ بھی نہ رہا۔

ردّ المحتار میں ہے۔

اگر رات میں روزہ کی نیت کی پھر پکا ارادہ کرلیا کہ نہیں رکھے گا تو وہ نیت جاتی رہی۔ اگر نئی نیت نہ کی اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور جماع سے بچا تو روزہ نہ ہوا۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۸)

سوال: کیا رمضان کے ہر روزے کے لئے نئی نیت کی ضرورت ہے

جواب: جی ہاں! رمضان کے ہر روزے کے لئے نئی نیت کی ضرورت ہے۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

رمضان کے ہر روزے کے لئے نئی نیت کی ضرورت ہے پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزے کی نیت کرلی تو یہ نیت صرف اسی ایک دن کے حق میں ہے

باقی دنوں کے لئے نہیں۔ (جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۷۶)

سوال: بعض لوگ سحری کھانے کو نیت کہتے ہیں کہ جب سحری کھالی تو نیت روزہ کی ہوئی تو کیا سحری کھانا نیت میں شمار ہوگا۔

جواب: جی ہاں! سحری کھانا بھی نیت ہے خواہ رمضان کے روزے کے لئے ہو یا کسی اور روزے کے لئے ہو۔

جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

سحری کھانا بھی نیت ہے خواہ رمضان کے روزے کے لئے ہو یا کسی اور روزے کے لئے مگر جب سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا تو یہ سحری کھانا نیت نہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۷۶)

سوال: عورت حیض ونفاس والی تھی اس نے رات میں کل روزے رکھنے کی نیت کی تو کس صورت میں اس کا روزہ صحیح ہوگا یا کب اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

جواب: اس صورت میں یہ ہے کہ جب صبح صادق سے پہلے حیض ونفاس سے پاک ہوگئی اور اس نے کل روزہ رکھنے کی نیت بھی کی تو روزہ صحیح ہوجائے گا۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے

عورت حیض ونفاس والی تھی۔ اس نے رات میں کل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے پہلے حیض ونفاس سے پاک ہوگئی تو روزہ صحیح ہوگیا۔

(جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۷۵)

سوال: کیا روزہ میں توڑنے کی نیت سے روزہ ٹوٹ جائے گا

جواب: روزہ میں توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک توڑنے والی چیز نہ کرے۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

جس طرح نماز میں کلام کی نیت کی مگر بات نہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یوہیں روزہ

میں توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک توڑنے والی چیز نہ کرے۔

(جوہرۃ النیرۃ: کتاب الصوم ص ۱۷۵)

سوال: کسی کو نماز پڑھتے ہی یاد آیا کہ روزہ کی تو نیت نہیں کی اب اگر نماز پڑھنے میں روزہ کی نیت کرتا ہے تو نیت صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز پڑھتے میں روزہ کی نیت کی تو نیت صحیح ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

نماز پڑھتے میں روزہ کی نیت کی تو نیت صحیح ہے۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' ج ۳' ص ۳۹۸)

سوال: کئی رمضان کے روزے جمع ہو گئے تو کیسے قضاء کرے؟

جواب: ترتیب کا لحاظ رکھے کہ پچھلے دو سال کے اگر روزے قضاء ہوئے ہیں تو پہلے اول سال کے پھر دوسرے سال کے روزوں کی قضاء کرے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

کئی روزے قضا ہو گئے تو نیت یہ ہونا چاہئے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضاء دوسرے کی قضاء اور اگر کچھ اس سال کے قضاء ہو گئے کچھ اگلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیت ہونی چاہئے کہ اس رمضان کی اور اس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معین نہ کیا جب بھی ہو جائیں گے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم' ج ۱' ص ۱۹۶)

سوال: اگر کسی نے رمضان المبارک کا روزہ قصداً توڑا تو اب اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: رمضان کا روزہ قصداً توڑنے والے پر اس روزے کی قضاء کیساتھ ساتھ ساٹھ روزے کفارہ کے بھی ہوں گے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ جب کفارے کی شرائط پائی گئیں ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

رمضان المبارک کا روزہ قصداً توڑا تھا تو اس پر اس روزے کی قضا ہے اور ساٹھ روزے کا کفارہ کے۔ اب اس نے اکسٹھ روزے رکھ لیے قضا کا دن معین نہ کیا تو ہو گیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، ج ۱، ص ۱۹۶)

سوال: اگر کسی نے رات میں قضا روزے کی نیت کی صبح کو نفل کرنا چاہتا ہے تو کیا اسے نفل کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں کر سکتا

رڈالمحتار میں ہے

رات میں قضا روزے کی نیت کی صبح کو اسے نفل کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا۔

(رڈالمحتار، کتاب الصوم، ص ۳۹۸)

سوال: اگر کسی نے رمضان المبارک کے روزے کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھا اور اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ماہ رمضان ہے تو رمضان کا روزہ ہو گیا جس کا ارادہ روزہ تھا اس کا روزہ ہو گا؟

جواب: رمضان کا ہی ہو گا اگر چہ معلوم نہ ہو کہ رمضان ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

رمضان کے مہینے میں کوئی اور روزہ رکھا اور اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ماہ رمضان ہے جب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۹۷۰ مکتبۃ المدینہ کراچی)

سحری اور افطاری کے فضائل

سحری اور افطاری کے کثیر فضائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سحری اور افطاری کھانے والے کو محبوب رکھتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنالے تو اس کو اپنا قرب خاص عطا فرماتا ہے اور جس کو قرب خاص حاصل ہو جائے تو اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بن جاتا ہے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیک اعمال کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے کامیاب ہو کر رخصت ہوتا ہے اور یقیناً یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (البقرة:۱۸۷)

اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور ہر نماز کے وقت میں نماز پڑھنا سکھایا۔

پھر ارشاد فرمایا:

جب رمضان آئے تو کھاتے پیتے رہنا حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ رات کے سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرنا۔

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں۔

میں نہیں سمجھ سکا کہ کالے اور سفید دھاگے سے کیا مراد ہے۔ میں فجر تک ان دھاگوں کو دیکھتا رہا اور وہ مجھے ایک جیسے دکھائی دیئے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہر وہ چیز جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی مجھے یاد ہے۔ البتہ سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا مطلب مجھے یاد نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے (فداک امی وابی علی التبسم) گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کیا کیا تھا۔

میں نے عرض کیا

میں نے ان دونوں دھاگوں کو بٹ لیا اور رات بھر انہیں دیکھتا رہا مجھے ایک جیسے دکھائی دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے (فداک ایمانی ومالی علی التبسم) حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھیں دکھائی دیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں نے تم سے فجر کا لفظ نہیں کہا تھا۔ اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(جامع البیان' ج ۲' ص ۱۰۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

سحر میں سیاہی شب سے سپید وسحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوع فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی ہو تو وہ جلدی سے اٹھ کر کچھ کھا پی لے۔

حدیث میں آتا ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آجائے تو فوراً چھوڑ نہ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ ترجمان القرآن لاہور)

مگر مودودی صاحب نے یہ درست نہیں لکھا۔ طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے اور جس حدیث سے انہوں نے بلا حوالہ استدلال کیا ہے اس میں طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔ اصل حدیث یہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ اُم مکتوم اذان دیں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

رمضان المبارک میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اذان دیتے تھے تاکہ سحری کرنے والے جاگ اٹھیں اور جس نے تہجد پڑھنی ہو وہ اٹھ کر تہجد پڑھ لے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما طلوع فجر کے وقت صبح کی اذان دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذان کو سحر کی انتہاء قرار دیا ہے۔ اس سے طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کی اجازت کہاں نکلتی ہے۔ خود صاحب عقل انصاف کریں۔

سحری میں برکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور ص ۶۷۸ ج ۲ حدیث ۱۸۲۳)

افطار میں جلدی کرنے والے خیر پر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصیام، باب تعجیل الافطار، ص ۶۹۲، ج ۲، حدیث ۱۸۵۶)

سحری اور نماز میں پچاس آیتوں کا وقفہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی۔

جب دونوں اپنی سحری سے فارغ ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔

ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں شامل ہونے میں کتنا وقفہ تھا۔

فرمایا کہ

جتنی دیر میں کوئی آدمی پچاس آیتیں پڑھے۔

(صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الفجر، ص ۲۱۵، ج ۱، حدیث ۵۵۱)

سحری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز ادا فرمانا

ابو حازم نے حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

میں اپنے گھر والوں میں سحری کھایا کرتا ہوں پھر جلدی کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پڑھ سکوں۔

(صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب وقت الفجر، ص ۲۱۰، ج ۱، حدیث ۵۵۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جلد افطار فرمانا

ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے

پاس آئے۔

ہم نے عرض کیا

اے ام المومنین! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب میں سے ایک جلد روزہ افطار کر کے جلد نماز پڑھتے ہیں۔ دوسرے تاخیر سے روزہ افطار کر کے تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

وہ کون ہے جو جلد افطار کرتا اور جلد نماز پڑھتا ہے۔

ہم نے عرض کیا:

وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا۔

ابو کریب کی روایت میں اضافہ ہے کہ

دوسرے صاحب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابہ...... ص ۷۷۱، ج ۲، حدیث ۱۰۹۹)

اللہ تعالیٰ کو جلد افطار کرنے والے پسندیدہ بندے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میرے سب سے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو روزہ جلد افطار کرتے ہیں۔

(ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی تعجیل الافطار، ص ۸۳، ج ۳، حدیث ۷۰۰)

دین ہمیشہ غالب جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر کیا کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد' کتاب الصوم' باب مایستحب من تعجیل الفطر' ص ۳۰۵' ج ۲' حدیث ۲۳۵۲)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ یا اللہ تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے لئے ہی رزق افطار کیا

حضرت معاذ بن زہرہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو فرماتے:

اے اللہ عزوجل! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

(سنن ابوداؤد' کتاب الصوم' باب القول عند الافطار' ص ۳۰۶' ج ۲' حدیث ۲۳۵۸)

روزہ افطار کرانے والے کو اسی کی مثل ثواب

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اس کے لئے اس کی مثل ثواب ہے۔ اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔

(ترمذی' کتاب الصوم' باب ماجاء فی فضل من فطر صائما' ص ۱۷۱' ج ۳' حدیث ۸۰۷)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے روزہ کھولتے اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

(ترمذی' کتاب الصوم' باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار' ص ۱۷۹' ج ۳' حدیث ۶۹۶)

جلد افطار کرنے والے بھلائی پر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی تعجیل الافطار، ص ۵۴۱، ج ۱، حدیث ۱۶۹۷)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کرنا

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان میں سحری کے کھانے کے لئے بلایا
تو ارشاد فرمایا:
صبح کے مبارک کھانے کی طرف آؤ۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصوم، باب من سمی السحور الغداء، ص ۳۰۳، ج ۲، حدیث ۲۳۴۴)

ہمارے اور اہل کتاب کی درمیان سحری کا فرق

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں صرف سحری کھانے کا فرق ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحباب تاخیرہ...... ص ۷۷۰، ج ۲، حدیث ۱۰۹۶)

ہر افطار کے وقت دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر افطار کے وقت اور ہر رات میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی فضل الصیام، ص ۵۲۵، ج ۱، حدیث ۱۶۴۳)

اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کھانے والوں کے لئے دعا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۱۲، ج ۳، حدیث ۱۱۱۰۱)

سحری کے کھانے کا کوئی حساب نہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تین آدمیوں کے کھانے کا کوئی حساب نہیں ہوگا بشرطیکہ حلال ہو۔

(۱) روزہ دار کا

(۲) سحری کرنے والے کا

(۳) مجاہد کا

(معجم الکبیر، ص ۳۵۹، ج ۱۱، حدیث ۱۲۰۱۲)

افطاری کے وقت ستاروں کا انتظار نہ کرنے والے سنت پر قائم

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت اس وقت میری سنت پر قائم رہے گی جب تک افطاری کرنے کے لئے ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔

(مستدرک للحاکم، ص ۵۹۹، ج ۱، حدیث ۱۵۸۴)

مومن کی بہترین سحری کھجور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

(سنن ابوداؤد' کتاب الصوم' باب من سمی السحور الغداء' ص ۳۰۳' ج ۲' حدیث ۲۳۴۵)

سحری برکت ہے اسے ترک نہ کرو

عبداللہ بن حارث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے بیان کیا کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرما رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی برکت ہے' تم اسے ترک نہ کیا کرو۔

(سنن نسائی' کتاب الصیام' باب فضل السحور' ص ۱۴۵' ج ۴' حدیث ۲۱۶۲)

دن کے روزے کے لئے سحری مدد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سحری کے کھانے کے ذریعے دن کے روزے کیلئے مدد اور قیلولہ کے ذریعے رات کے قیام کیلئے مدد لو۔ (سنن ابن ماجہ' کتاب الصیام' باب ماجاء فی السحور' ص ۵۴۰' ج ۱' حدیث ۱۶۹۳)

فرشتے سحری کھانے والوں کے لئے دعا کرتے ہیں

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سحری کرنا سراپا برکت ہے لہٰذا اسے نہ چھوڑو اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ کے ذریعے ہی ہو۔ اللہ عزوجل اور فرشتے سحری کھانے والوں کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل' ص ۱۰' ج ۳' حدیث ۱۰...)

سحری میں برکت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین چیزوں میں برکت ہے۔

(۱) جماعت

(۲) ثرید

(۳) اور سحری میں۔ (معجم الکبیر، ص ۲۵۱، ج ۶، حدیث ۶۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں محبوب

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرمایا:

تین چیزوں کو اللہ عزوجل محبوب رکھتا ہے۔

(۱) افطار میں جلدی کرنا

(۲) سحری میں تاخیر کرنا

(۳) اور نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

(معجم الاوسط، ص ۳۲۰، ج ۵، حدیث ۷۴۷۰)

افطار کے وقت کی دعا

حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

(سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب القول عند الافطار، ص ۴۴۷، ج ۲، حدیث ۲۳۵۸)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی افطاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے' تر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی پیتے"

(ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء ما یستحب علیہ الافطار' ص ۱۶۶' ج ۲' حدیث ۶۹۶)

روزہ افطار کرانے کا اجر

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرمایا:

جو روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا نمازی کا سامان کردے تو اسے بھی اتنا ہی ملے گا۔

(شعبۃ الایمان' باب فی الصیام' فصل فیمن فطر صائما' ص ۴۱۸' ج ۳' حدیث ۳۹۵۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

جس نے حلال کھانے یا پانی سے روزہ افطار کرایا۔ فرشتے ماہ رمضان کے اوقات میں اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام شب قدر میں اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

(معجم الکبیر' ص ۲۶۱' ج ۶' حدیث ۶۱۶۲)

اور ایک روایت میں ہے

جو حلال کمائی سے روزہ افطار کرائے رمضان المبارک کی تمام راتوں میں فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔

(کنز العمال' کتاب الصوم' ص ۲۱۵' ج ۸' حدیث ۲۳۶۵۳)

اور ایک روایت میں ہے:

جو روزہ دار کو پانی پلائے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔

(شعب الایمان' باب فی الصیام' فضائل شہر رمضان' ص ۳۰۵' ج ۳' حدیث ۳۶۰۸)

جن مقامات پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

روزہ رکھنا فرض ہے مگر اس شخص کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے جو کہ مسافر ہو اور مسافر بھی وہ جو تین دن کی مسافت پر جانا چاہتا ہے اور مریض کو بھی اجازت ہے اور شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہوتا جائے گا۔ جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح وہ عورت جو حاملہ یا دودھ پلانے والی ہے کہ اپنی جان یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو اب شریعت نے ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ بہر حال اگر شرعی مجبوری پائی جاتی ہے تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے سب سے پہلے قرآن کی آیت ہے۔ ثابت کرتا ہوں کہ جہاں شریعت نے روزہ نہ رکھنے کیا جازت دی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۸۴)

گنتی کے چند دنوں میں سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا' پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اسی

کے لئے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایامًا معدودات کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد صرف رمضان کا ایک مہینہ ہے کیونکہ گنتی کے الفاظ ذکر ہوئے اس لئے مقررہ دن رمضان کے ہی ہیں۔

اور سفر سے وہ مراد ہے جس کی مسافت تین دن سے کم نہ ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو رخصت دی کہ اگر اس کو رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاک کا اندیشہ ہو یا سفر میں شدت و تکلیف کا تو وہ مرض و سفر کے ایام میں افطار کرے اور بجائے اس کے ایام مہینہ کے سوا اور دنوں میں اس کی قضاء کرے۔ ایام مہینہ پانچ دن ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں دونوں عیدین اور ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں کی تاریخیں ہیں۔

مسافر کے روزہ قضا کرنے پر دلائل

مسافر کے روزہ قضا کرنے پر علماء فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ قرطبی کا قول

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

مریض کی دو حالتیں ہیں۔

ایک حالت یہ ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی مطلقاً طاقت نہ ہو۔ اس حالت میں اس پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ تکلیف اور مشقت برداشت کر کے روزہ رکھ سکتا ہو اس حالت میں اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس صورت میں صرف جاہل ہی روزہ رکھے گا۔

جمہور علماء کا قول

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ

جب روزہ رکھنے سے کسی شخص کو درد ہو تکلیف پہنچے یا روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کا طول پکڑے یا زیادہ ہونے کا خدشہ ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

امام مالک کے ماہرین کا یہی مذہب ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن' ج ۲' ص ۲۷۶' مطبوعہ انتشارات ناصر حسر وایران)

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی کا قول

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو اور اس مرض کے زائل ہونے کی توقع ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور جب روزہ زائل ہو جائے تو اس پر روزے کی قضاء کرنا واجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنكُم ...... الخ

اگر کسی شخص نے صبح کو تندرستی کی حالت میں روزہ رکھا پھر بیمار ہو گیا تو وہ روزہ توڑ دے کیونکہ ضرورت کی وجہ سے اس کے لئے روزہ توڑنا جائز ہے اور ضرورت محقق ہے لہٰذا روزہ تورنا جائز ہے۔

(المہذب مع شرح المہذب' ج ۶' ص ۲۵۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

سفر شرعی کرنیوالے مسافر' حاملہ اور دودھ پلانے والی کو غلبہ ظن سے اپنی جان یا اپنے بچے کی جان خوف ہو یا مرض بڑھنے کا خوف ہو یا تندرست آدمی کو غلبہ ظن' تجربہ علامات یا (حاذق) طبیب کے بتانے سے مرض پیدا ہونے کا خوف ہو یا خادمہ کو ضعف کا خوف ہو تو ان کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور بعد میں ان ایام کی قضاء کریں۔

(دُرِّ مختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۲' ص ۱۱۶ تا ۱۱۷' مطبوعہ دار احیاء التراث)

علامہ ابن قدامہ کا قول

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مریض کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس کی دلیل سورہ بقرہ کی یہ آیت "فَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا ...... الخ ہے. جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ یہ وہ مرض ہے. جو روزہ رکھنے سے زیادہ ہے زیادہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں صحیح ہو۔

امام احمد علیہ الرحمہ سے کہا گیا کہ

مریض کب روزہ نہ رکھے؟

فرمایا:

جب روزہ کی طاقت رکھنے کی نہ ہو۔

پوچھا گیا:

بخار

تو فرمایا:

بخار سے بڑھ کر اور کون سا مرض ہوگا۔

(المغنی' ج ۳' ص ۴۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں

جو شخص تندرست ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو بیمار ہونے کا خدشہ ہو وہ اس مریض کی طرح ہے جس کو روزہ رکھنے کیوجہ سے مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو۔

(المغنی' ج ۳' ص ۴۲)

علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص کسی ایسے مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز جس کا زائل ہونا متوقع ہو اس پر اس وقت ہے جب اس کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ

اس کا مرض اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے لئے روزہ رکھنا ممکن ہی نہ ہو بلکہ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ افطار کے مباح ہونے کی شرط یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے اس کو مشقت ہو۔ اگر اس کو پورا وقت بخار رہتا ہو تو وہ روزہ کی نیت نہ کرے اور اگر بخار نہ ہو تو روزہ کی نیت کرے پھر اگر بعد میں بخار ہو جائے اور روزہ توڑنے کی ضرورت ہو تو روزہ توڑ دے۔ اسی طرح اگر تندرست آدمی صبح کو روزہ رکھے اور بعد میں بیمار ہو جائے تو اس کے لئے بغیر کسی اختلاف کے روزہ توڑنا جائز ہے۔

(شرح المہذب، ج ۶، ص ۲۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بھیڑ دیکھی اور دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اس کو کیا ہوا؟

عرض کیا:

یہ روزہ دار ہے۔

فرمایا:

سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے روزہ دار، روزہ نہ رکھنے والے کی مذمت کرتا تھا۔ نہ روزہ رکھنے والا روزہ دار کی مذمت کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۶۱)

ان احادیث مبارکہ و اقوال سے معلوم ہوا کہ مسافر کو رخصت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے متعلق اقوال

شیخ فانی یا بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور شریعت نے ان کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت عطا فرمائی ہے۔

بڑھاپے یا دائمی مرض کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

جو شخص بہت بوڑھا اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو اسی طرح جس مریض کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو وہ ہر روزہ کے لئے فدیہ دیں۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک روزہ کے لئے نصف صاع یعنی دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ دے روزہ کے فدیہ میں فقراء کا تعدد شرط نہیں ہے اور ایک فقیر کو متعدد ایام کا فدیہ دے سکتا ہے اور مہینہ کی ابتداء میں بھی دے سکتا ہے۔

(دُرِّ مختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب بوڑھے مرد اور عورت پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور وہ ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ حضرت علی، حضرت ابن

عباس، حضرت ابو ہریرہ وار حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر طاؤس، ثوری اور اوزاعی کا یہی قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یہ آیت بوڑھے شخص کی رخصت کے لئے نازل ہوئی ہے اس کے لئے روزہ رکھنا واجب ہے اور جب عذر کی وجہ سے اس سے روزہ ساقط ہوگا تو اس کے بدلہ میں قضا کی طرح کفارہ لازم آئیگا۔ نیز وہ مریض جس کے مرض کے زائل ہونے کی توقع نہیں ہے وہ بھی روزہ رکھنے میں شدید مشقت ہو اور وہ مریض جس کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو اس پر بالاجماع روزہ فرض نہیں ہے اور اس پر وجوب فدیہ کے متعلق دو قول ہیں۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فدیہ واجب ہے۔

(شرح المہذب، ج ۶، ص ۲۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے یا سخت مشقت سے روزے رکھتے ہیں ان کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان پر کیا واجب ہے۔ حضرت ربیعہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر وہ ہر روزے کے بدلہ میں ایک ایک مسکین کو کھانا کھلائیں تو یہ مستحب ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲، ص ۲۸۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسر ایران)

احادیث مبارکہ میں مسافر و مریض کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت پر دلائل

احادیث مبارکہ میں واضح فرامین ملتے ہیں کہ جن سے مسافر اور مریض کو روزہ نہ

رکھنے کی رخصت ہے۔

چاہو روزہ رکھو چاہے نہ رکھو

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں:

حمزہ بن عمرو اسلمی بہت روزہ رکھا کرتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ سفر میں روزہ رکھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چاہو رکھو چاہے نہ رکھو۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار، ج ۱، ص ۶۴۰، حدیث ۱۹۴۳)

مسافر و حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزہ معاف فرمایا

حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرما دی (یعنی چار رکعات کی جگہ دو پڑھے) اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرما دیا (کہ جب تندرست ہو پھر قضا کریں)

(ترمذی: ابواب الصوم، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الافطار للحبلی والمرضع، ج ۲، ص ۱۷۰، حدیث ۷۱۵)

بعض نے روزہ رکھا بعض نے نہ رکھا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرماتے ہیں:

سولہویں رمضان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں گئے۔ ہم میں بعض نے رکھا تو نہ روزہ داروں نے غیر روزہ داروں پر عیب لگایا اور نہ انہوں نے ان پر۔

(صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی الشہر رمضان، حدیث ۱۱۱۶، ص ۵۶۴)

وہ مسائل جہاں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے

روزہ رکھنا فرض ہے مگر اگر کسی کو شرعی مجبوری ہے تو شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے۔

سوال: وہ کون سی وجوہات ہیں جن سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے؟

جواب: چند امور ایسے کہ جن کی وجہ سے رخصت دی گئی ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

سفر وحمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف وہلاک واکراہ ونقصان عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لئے عذر ہیں۔ ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنا ہگار نہیں۔

(دُرِّمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ص ۴۶۲)

سوال: کتنا سفر ہو تو پھر روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے؟

جواب: تین دن کی مسافت ہو تو پھر روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے

دُرِّ مختار میں ہے

سفر سے مراد سفر شرعی ہے یعنی اتنی دور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی مسافت ہو۔

(دُرِّمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳)

سوال: مسافر کب اقامت کرے تو روزہ رکھنا ضروری ہے؟

جواب: اگر ضحوۂ کبریٰ سے پہلے اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیت کر لینا واجب ہے۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

مسافر نے ضحوۂ کبریٰ سے پہلے اقامت کی اور ابھی کچھ نہیں کھایا تو روزہ کی نیت کر لینا واجب ہے۔ (جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۶)

سوال: اگر کسی نے دن میں سفر کیا تو کیا اس دن کا روزہ افطار کرنے کے لئے آج کا سفر عذر ہوگا؟

جواب: آج کا سفر عذر نہیں ہوگا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

دن میں سفر کیا تو اس دن کا روزہ افطار کرنے کے لئے آج کا سفر عذر نہیں البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ نہ آئے گا مگر گناہگار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان پر کوئی چیز بھول گیا تھا اسے لینے واپس آیا اور مکان پر آ کر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الخامس فی الاعذار تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۶)

سوال: حمل والی اور دودھ والی کو کس صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کی جان خطرہ کا صحیح اندیشہ ہے تو اب اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے خواہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہو یا دائی اگرچہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳)

سوال: مریض کو کس صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب: جب مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا غالب گمان ہو تو اب روزہ نہ رکھے تندرست ہونے پر قضا کرلے۔

دُرِّمختار میں ہے:

مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا غالب گمان ہو یا خادم و خادمہ کو نا قابل برداشت ضعف کا غالب گمان ہو تو ان سب کو اجازت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔

(دُرِّمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳)

یہ جو مذکورہ صورتیں بیان کی ہیں ان میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم نا کافی ہے۔

غالب گمان کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے یا

(۲) اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے یا

(۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اس کی خبر دی ہو اور اگر نہ کوئی علامت نہ تجربہ نہ اس قسم کے طبیب نے اسے بتایا بلکہ کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے افطار کر لیا تو کفارہ لازم آئے گا۔

(ردّالمحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴)

سوال: بوڑھے کو کس حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اگر نہیں رکھ سکتا تو کیا حکم ہے

جواب: ایسا بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا۔ اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور وہ ہر روزہ

کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا جب وہ روزہ نہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض: ج ۳، ص ۴۷۱)

سوال: بوڑھا فدیہ کب دے سکتا ہے اور اگر دے سکتا ہے تو ایک دم پورے رمضان کا فدیہ دے سکتا ہے یا الگ الگ دے گا

جواب: اسے اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے اور اس میں مالک بنا دینا شرط نہیں بلکہ اجازت بھی کافی ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے فدیے دے سکتا ہیں۔ (دُرِّ مختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض ج ۳، ص ۴۷۲)

سوال: اگر بوڑھا یعنی شیخ فانی گرمیوں میں روزے نہیں رکھ سکتا مگر سردیوں میں رکھ سکتا ہے تو کیا حکم ہے

جواب: اس صورت میں گرمیوں میں نہ رکھے سردیوں میں رکھنا فرض ہوگا۔

ردّالمحتار میں ہے

اگر ایسا بوڑھا (یعنی شیخ فانی) گرمیوں میں بوجہ گرمی کے روزہ نہیں رکھ سکتا مگر سردیوں میں رکھ سکے گا تو اب نہ رکھی اور ان کے بدلے کے سردیوں میں رکھنا فرض ہے۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۲)

سوال: بوڑھے نے فدیے دے دیئے پھر اتنی طاقت آ گئی کہ روزے رکھ سکتا ہے تو اب کیا فدیہ دیئے ہوئے کافی ہیں یا روزے رکھے اور صدقہ کا کیا حکم ہوگا

جواب: فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آ گئی کہ روزے رکھ سکتا ہے تو روزے رکھے اور جو اس نے فدیہ دیا تھا وہ نفل ہو جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

(بوڑھے میں) اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آ گئی کہ روزہ رکھ سکے تو فدیہ صدقہ نفل ہو کر رہ گیا ان روزوں کی قضا کرے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷)

سوال: کیا ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ رکھ سکتا ہے مثلاً ایک شخص بوڑھا ہے اور وہ روزہ نہیں رکھ سکتا اس کی جگہ اس کا بیٹا جوان روزہ رکھے تو اس طرح روزے رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا اگرچہ جس کی جگہ رکھا جائے وہ بوڑھا ہی کیوں نہ ہو اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کا بیٹا اپنے فرض روزے گا یا باپ کے فرض روزے رکھے گا کیونکہ اس کے اپنے اوپر بھی روزے فرض ہیں جب وہ اپنے رکھے گا تو باپ کے کس طرح رکھے لہٰذا وہ باپ کی طرف سے رکھ ہی نہیں سکتا۔

فتح القدیر میں ہے:

ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔

(فتح القدیر، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۲، ص ۲۷۹)

سوال: عورت نے روزہ رکھا ہوا تھا اسے حیض یا نفاس آ گیا تو کیا اب روزہ باقی ہے؟ اور کب پاک ہو تو روزہ رکھے؟

جواب: عورت کو روزہ تھا اور اسی حالت میں حیض یا نفاس آ گیا تو روزہ جاتا رہا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

عورت کو جب حیض و نفاس آ گیا تو روزہ جاتا رہا اور حیض سے پورے دس دن رات میں پاک ہوئی تو بہر حال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا عرصہ ہے کہ نہا کر تھوڑا سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار: ج ۱، ص ۲۰۷)

سوال: کیا حیض و نفاس والی کے لئے ضروری ہے کہ چھپ کر کھائے؟

جواب: ان کو اختیار ہے چاہے چھپ کر کھائے یا ظاہراً مگر چھپ کر کھانا اولیٰ ہے۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

حیض و نفاس والی کے لئے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً روزہ کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں۔

(جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۶)

سوال: کسی کو بھوک اور پیاس لگتی ہو تو کیا روزہ نہ رکھے؟

جواب: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک کا خوف صحیح یا عقل کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اب اس صورت میں روزہ نہ رکھے مطلقاً بھوک اور پیاس سے روزہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک کا خوف صحیح یا نقصان عقل کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار، ج ۱ ص ۲۰۷)

یہ وہ مقامات تھے جہاں شریعت نے روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مقدس مہینے کے صدقے تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

جن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا

بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے روزہ نہیں جاتا۔ بعض لوگ تھوڑی بات پر روزہ توڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں کام کیا ہے جس کی وجہ سے روزہ توڑ دیا ہے۔ یہاں ان چیزوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سب سے پہلے احادیث مبارکہ سے دلائل عرض کرتا ہوں۔

احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں۔

(۱) پچھنا

(۲) قے

(۳) اور احتلام

(ترمذی: ابواب الصوم باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القی، ص ۲۷۱، ج ۲، حدیث ۷۱۹)

بھول کر کھانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس روزہ دار نے بھول کر کھایا پیا وہ اپنے روزہ کو پورا کرے کہ اسے اللہ عزوجل

نے کھلایا اور پلایا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب اکل الناسی وشربہ وجماعہ لا یفطر، ص ۵۸۲، حدیث ۱۱۵۵)

سرمہ لگانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

میری آنکھ میں مرض ہے۔ کیا روزہ کی حالت میں سرمہ لگاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں!

(ترمذی ابواب الصوم، باب ماجاء فی الکحل الصائم، ج ۲، ص ۱۷۷، حدیث ۷۲۶)

قصداً قے کرنے پر روزے کی قضا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس پر قے نے غلبہ کیا اس پر قضا نہیں اور جس نے قصداً قے کی اس پر روزہ کی قضا ہے۔

(ترمذی ابواب الصوم، باب ماجاء فیمن استقاء عمداً، ص ۱۷۳، ج ۲، حدیث ۷۲۰)

روزہ نہ ٹوٹنے کے مسائل

یہاں وہ مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: ایک شخص بھولے سے کھانا کھا رہا تھا جب یاد آیا تو لقمہ پھینک دیا تو اب اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: یاد آنے پر پھینک دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح ہوتے ہی اگل دیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس نے نگل بھی لیا تو اب روزہ ٹوٹ گیا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

بھولے سے کھانا کھارہا تھا یاد آتے ہی فوراً لقمہ پھینک دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح ہوتے ہی اگل دیا روزہ نہ گیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں جاتا رہا۔

(فتاوٰی ہندیہ' کتاب الصوم' باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد' ج ۱' ص ۲۰۳)

سوال: بھول کر کھایا یا جماع کرلیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: بھول کر جماع کرلیا یا کھایا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزہ کی نیت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا۔ بشرطیکہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم و مالا یفسدہ' ج ۳' ص ۴۱۹)

کسی روزہ دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے یاد نہ لایا تو گنا ہگار ہوا مگر جبکہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کرلے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کرلے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

بعض مشائخ نے کہا:

جوان کو دیکھے تو یاد دلادے اور بوڑھے کو دیکھے تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں مگر یہ حکم اکثر کے لحاظ سے ہے کہ جوان اکثر قوی ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور اور اصل حکم یہ ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کو کوئی دخل نہیں بلکہ قوت وضعف کا لحاظ ہے لہٰذا اگر جوان اس قدر ہو تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں اور بوڑھا قوی ہو تو یاد دلانا واجب۔

(ردّ المحتار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم و مالا یفسدہ' ج ۳' ص ۴۲۰)

سوال: اگر کوئی بھولے سے جماع کررہا تھا جب یاد آیا تو فوراً الگ ہوگیا اب

اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں روزہ نہیں جائے گا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

بھولے سے جماع کر رہا تھا یاد آتے ہی الگ ہو گیا یا صبح صادق سے پیشتر جماع میں مشغول تھا صبح ہوتے ہی جدا ہو گیا روزہ نہ گیا۔ اگر چہ دونوں صورتوں میں جدا ہونے کے بعد انزال ہو گیا ہو اگر چہ دونوں صورتوں میں جدا ہونا یاد آنے اور صبح ہونے پر ہوا کہ جدا ہونے کی حرکت جماع نہیں اور اگر یاد آنے یا صبح ہونے پر فوراً الگ نہ ہوا اگر چہ صرف ٹھہر گیا اور حرکت نہ کی روزہ جاتا رہا۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد، ج ۳، ص ۴۲۴)

سوال: دھواں یا غبار حلق میں چلا گیا تو روزہ جاتا رہے گا یا نہیں

جواب: دھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

دھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چکی پینے یا چھاننے میں اڑتا ہے یا غلہ کا غبار ہو یا خاک اڑی یا جانوروں کے کھر یا ٹاپ سے غبار اڑ کر حلق میں پہنچا۔ اگر چہ روزہ دار ہونا یاد تھا اور اگر خود قصداً دھواں پہنچایا تو فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا ہو یہاں تک کہ اگر کسی بتی وغیرہ خوشبو سلگتی تھی اس نے منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ یونہی حقہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر روزہ یاد ہو اور حقہ پینے والا اگر پیے گا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب فیما یفسد و مالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۰)

سوال: اگر مکھی حلق میں چلی گئی تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مکھی حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر خود بھی قصداً نگل لی تو

اب ٹوٹ جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

مکھی حلق میں چلی گئی روزہ نہ گیا اور قصداً انگلی تو جاتا رہا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیما یفسد وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۴)

سوال: اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یونہی عورت کی طرف بلکہ اس کی شرگامہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہو گیا اگرچہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا اگرچہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ (دُرِّ مختار، کتاب بالصوم، باب ما یفسد وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۲۱)

سوال: اگر کسی کو روزے کی حالت میں احتلام ہو گیا تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا

جواب: روزے کی حالت میں احتلام ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ ٹوٹا۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۸)

سوال: تیل یا سرمہ لگانے سے کیا روزہ ٹوٹ جائے گا

جواب: روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگرچہ تیل یا سرمہ کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو۔

جوہرۃ النیرہ میں ہے:

تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ گیا اگرچہ تیل یا سرمہ کا مزہ حلق میں نہیں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو جب بھی نہیں ٹوٹا۔

(ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۱)

سوال: کتنی مقدار کے برابر کوئی چیز چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

جواب: تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبانے سے روزہ نہیں ٹوتتا

فتح القدیر میں ہے:

تل یا تل کے برابر کوئی چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اتر گئی تو روزہ نہ گیا مگر جبکہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ جاتا رہا۔

(فتح القدیر' کتاب الصوم' باب مایوجب القضاء والکفارۃ' ج ۲' ص ۲۵۹)

سوال: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں روزہ نہ ٹوٹے گا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا یا منہ سے رال ٹپکی مگر تار ٹوٹا نہ تھا کہ اسے چڑھا کر پی گیا یا ناک میں رینٹھ آ گئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر منقطع نہ ہوئی تھی کہ اسے چڑھا کر نگل گیا یا کھنکار منہ میں آیا اور کھا گیا اگرچہ کتنا ہی ہو۔ روزہ نہ جائے گا مگر ان باتوں سے احتیاط چاہئے۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' باب مایفسد الصوم' ج ۳' ص ۴۲۸)

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کچھ افعال یا چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: کسی نے قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ ٹوٹ گیا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

قصداً منہ بھر قے اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو

اور بلا اختیار قے ہوگئی تو منہ بھر ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی نہ لوٹائی تو اگر منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا اگرچہ لوٹ گئی یا اس نے خود لوٹائی اور منہ بھر ہے اور اس نے لوٹائی اگرچہ اس میں صرف چنے برابر حلق سے اتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب یفسد و مالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۰)

قے کے یہ احکام اس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا (کڑوا پانی) یا خون اور بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع، فیما یفسد مالا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴)

سوال: روزہ میں دانت اکھڑوانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اترا تو روزہ کی قضا واجب ہے۔

ردّ المحتار میں ہے:

روزہ میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزہ کی قضا واجب ہے۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، ج ۳، ص ۴۲۲)

سوال: اپنا تھوک ہاتھ پر لے کر نگل لیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اپنا تھوک ہاتھ پر لیکر نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

دوسرے کا تھوک نگل گیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل گیا روزہ ٹوٹ گیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳)

سوال: اگر کسی نے حقہ اور سگریٹ پیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حقہ یا سگریٹ پیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بہارشریعت میں ہے:

حقہ، سگار، سگریٹ، چیرٹ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ اگر چہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچاتا ہو بلکہ پان یا صرف تمبا کو کو کھانے سی بھی روزہ جاتا رہے گا۔ اگر چہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق میں پہنچتے ہیں۔

(بہارشریعت، ج ا، ص ۹۸۶، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: عورت نے اپنی شرمگاہ میں پانی ٹپکایا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا اگر چہ مثانہ تک پہنچ گیا اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکایا تو جاتا رہا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیما و مالا یفسد، ج ا، ص ۲۰۴)

سوال: عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی کا کپڑا رکھا اور وہ بالکل باہر نہ رہا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت نے پیشاب کے مقام پر روئی کا کپڑا رکھا اور وہ بالکل باہر نہ رہا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی کا کپڑا رکھا اور بالکل باہر نہ رہا روزہ جاتا رہا اور خشک انگلی پاخانہ کے مقام میں رکھی یا عورت نے شرمگاہ میں تو روزہ نہ گیا اور بھیگی تھی یا اس پر کچھ لگا ہوا تھا تو جاتا رہا بشرطیکہ پاخانہ کے مقام میں اس جگہ رکھی ہو جہاں عمل دیتے وقت حقنہ کا سرا رکھتے ہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد، ج ا، ص ۲۰۴)

سوال: ایک شخص کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا

اور دماغ تک چڑھ گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں روزہ جاتا رہا

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصداً ہو یونہی کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی وہ اس کے حلق میں چلی گئی روزہ جاتا رہا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع، فیمایفسد و مالایفسد، ج ۱ ص ۲۰۲)

سوال: کھانے یا جماع کرنے سے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بہار شریعت میں ہے:

کھانے پینے، جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

(بہار شریعت، ج ۱ ص ۹۸۵، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: عورت کا بوسہ لیا یا چھوا یا مباشرت کی تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کا بوسہ لیا یا چھوا یا مباشرت کی اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

عورت کا بوسہ لیا یا چھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور عورت نے مرد کو چھوا اور مرد کو انزال ہو گیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چھوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا۔ اگرچہ انزال ہو گیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیمایفسد و مالایفسد، ج ۱ ص ۲۰۵)

سوال: آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل لیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہ گیا اور زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے

منہ میں محسوس ہوئی تو جاتا رہا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل لیا اگر قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہ گیا اور زیادہ تھا کہ اس نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو جاتا رہا پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیما لایفسد ومالایفسد، ج ۱، ص ۲۰۳)

سوال: شکر یا اس قسم کی چیزیں منہ میں رکھیں اور تھوک نگل گیا تو روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ یونہی دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم ہی تھی مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا تو نہیں (ٹوٹا)۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۲)

سوال: منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہوگئی پھر تھوک نگل گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا پھر تھوک نگل لیا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع، فیما یفسد ومالایفسد، ج ۱، ص ۲۰۳)

اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ

ڈورا بٹا اسے ترک کرنے کے لئے منہ پر گزارا پھر دوبارہ سہ بارہ یونہی کیا روزہ نہ جائے گا مگر جبکہ دورے سے کچھ رطوبت جدا ہو کر منہ میں رہی اور تھوک نگل لیا تو روزہ جاتا رہا۔ (جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۱)

یہ وہ مسائل تھے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جہاں روزے کی قضا لازم ہے

وہ صورتیں جن سے صرف روزے کی قضا لازم ہوتی ہے۔

چند صورتیں ایسی ہے کہ جن میں صرف روزے کی قضا لازم ہوتی ہے۔

سوال: کسی نے کھانا کھایا یا جماع کیا بدگمان کرتے ہوئے کہ صبح نہیں ہوئی بعد میں معلوم ہوا کہ صبح تو ہو چکی تھی تو اب کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں صرف قضا لازم ہوگی

دُرِّ مختار میں ہے

یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا یا پیا یا جماع کیا بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا کھانے پینے پر مجبور کیا گیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا اگرچہ اپنے ہاتھ سے کھایا ہو تو صرف قضا لازم ہے یعنی اس روزہ کے بدلہ میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۳۶)

سوال: حیض و نفاس والی عورت، صبح صادق کے بعد پاک ہو گئی اور روزے کی نیت کر لی تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں اس کا روزہ نہ ہوا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

حیض و نفاس والی عورت صبح صادق کے بعد پاک ہو گئی۔ اگرچہ ضحوۂ کبریٰ سے پیشتر اور روزہ کی نیت کر لی تو آج کا روزہ نہ ہوا۔ نہ فرض نہ نفل۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۱)

سوال: ایک شخص بھول کر جماع کر رہا تھا صبح ہوگئی اور اسی حالت میں رہا تو اس پر کیا حکم ہے؟

جواب:

اس صورت میں قضا واجب ہے۔

ردّالمحتار میں ہے:

صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا صبح ہوتے ہی یاد آنے پر فوراً جدا ہوگیا تو کچھ نہیں اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، ج ٣، ص ٤٢٥)

سوال: مسافر نے اقامت کی، حیض و نفاس والی پاک ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ان پر قضا واجب ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

مسافر نے اقامت کی حیض و نفاس والی پاک ہوگئی۔ مجنون کو ہوش ہوگیا، مریض تھا اچھا ہوگیا جس کا روزہ جاتا رہا اگرچہ جبراً کسی نے تڑوایا دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں جا رہی۔ کافر تھا مسلمان ہوگیا۔ نابالغ تھا بالغ ہوگیا۔ رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی۔ غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا۔ ان سب باتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا اسے روزے کے مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، ج ٣، ص ٤٤٠)

سوال: وہ کون سی صورتیں ہیں جن کو کرنے سے صرف قضا لازم ہوتی ہے کفارہ نہیں؟

جواب: متعدد صورتیں ایسی ہیں کہ جن کو کرنے سے صرف قضا لازم ہوتی ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

دُرِّ مختار میں ان کو مفصل انداز سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

کان میں ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حصہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری مٹی، روئی، کاغذ گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیت روزہ، روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت نہیں کی تھی۔ دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھالیا یا روزہ کی نیت تھی مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں بارش کی بوند یا اولا جا رہا تھا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نگل گیا یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو قابل جماع نہ تھی مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چوسے یا عورت کا بدن چھوا اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا عورت روزہ دار سو رہی تھی سوتے میں اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزہ کی نیت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے سحری کھالی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھالی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا ہے۔ افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اس نے روزہ افطار کر لیا بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۳۹)

سوال: بچہ کی عمر کتنی ہو جائے کہ روزے کا حکم دیا جائے؟

جواب: دس سال کا ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں۔

ردّ المحتار میں ہے:

بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں اگر پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو قضا کا حکم نہ دیں گے اور نماز توڑ دے تو پھر پڑھوائیں۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۲)

یہ وہ صورتیں تھیں جن سے قضا کا حکم دیا جائے گا۔

وہ صورتیں جن میں کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

جہاں کفارہ واجب ہے؟

چند صورتیں ایسی ہیں کہ جن کو صائم کرے گا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔

سوال: کتنی مقدار کے برابر کوئی چیزیں کھائی تو کفارہ واجب ہے؟

جواب: تل یا تل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے منہ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ واجب ہو گیا۔

دُرِّ مختار میں ہے

تل یا تل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے منہ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ واجب۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ' ج ۳' ص ۴۵۳)

سوال: تر یا خشک بادام یا خشک پستہ کھایا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر خشک پستہ یا خشک بادام چبا کر کھایا اور اس میں مغز بھی ہے تو کفارہ ہے اور تر بادام سالم نگلنے میں بھی کفارہ ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

پستہ یا اخروٹ سالم یا خشک یا بادام سالم نگل لیا یا چھلکے سمیت انڈا یا چھلکے کے ساتھ انار کھا لیا تو کفارہ نہیں اور خشک پستہ یا خشک بادام اگرچہ چبا کر کھایا اور اس میں مغز بھی ہو تو کفارہ ہے اور سالم نگل لیا ہو تو نہیں اگرچہ پھٹا ہو اور تر بادام سالم نگلنے میں بھی کفارہ ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم' باب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد' ج ۱' ص ۲۰۵)

سوال: کفارہ لازم ہونے کی شرط کیا ہے؟

جواب: رات ہی سے روزہ رمضان کی نیت کی ہو تو پھر روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزۂ رمضان کی نیت کی ہو اگر دن میں نیت کی اور توڑ دیا تو کفارہ نہیں۔

(جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۸۱)

سوال: مٹی یا نمک کھانے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں

جواب: مٹی کھانے سے کفارہ واجب نہیں مگر گل ارمنی یا وہ مٹی جس کے کھانے کی اسے عادت ہے کھائی تو کفارہ واجب ہے اور اگر نمک تھوڑا سا کھایا تو کفارہ واجب ہے۔

زیادہ کھایا تو کفارہ نہیں۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

مٹی کھانے سے کفارہ واجب نہیں مگر گل ارمنی یا وہ مٹی جس کے کھانے کی اسے عادت ہے کھائی تو کفارہ واجب ہے اور نمک اگر تھوڑا کھایا تو کفارہ واجب ہے۔ زیادہ کھایا تو نہیں۔

(جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۸۱)

سوال: کیا کفارہ واجب ہونے کے لئے ضروری ہی کہ پیٹ بھر کر کھائے؟

جواب: نہیں بلکہ تھوڑا سا بھی کھایا تو کفارہ واجب ہے۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

کفارہ واجب ہونے کے لئے پیٹ بھر کر کھانا ضروری نہیں تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔

(جوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص۱۸۰)

سوال: کچا گوشت کھانے سے کیا کفارہ لازم ہوگا؟

جواب: جی ہاں! کچا گوشت کھانے سے کفارہ لازم ہوگا۔

ردّ المحتار میں ہے۔

کچا گوشت کھایا اگرچہ مردار کا ہو تو کفارہ لازم ہے۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۵)

سوال: خربوزہ یا تربوز کا چھلکا کھانے سے کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

جواب: اگر خشک ہو یا ایسا ہو کہ لوگ اس کے کھانے سے گھن کرتے ہوں تو کفارہ نہیں ورنہ ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

خربوزہ یا تربوز کا چھلکا کھایا اگر خشک ہو یا ایسا ہو کہ لوگ اس کے کھانے سے گھن کرتے ہوں تو کفارہ نہیں ورنہ ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم باب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۵)

سوال: کچے چاول یا باجرہ یا مسور کھائی تو کفارہ ہوگا یا نہیں اور اگر بھنے ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب کچے ہوں تو کفارہ نہیں اگر بھنے ہوئے ہوں تو کفارہ لازم ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

کچے چاول، باجرہ، مسورہ، مونگ کھائی تو کفارہ نہیں یہی حکم کچے جو کا ہے اور بھنے ہوئے ہوں تو کفارہ لازم۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۵)

سوال: عورت نے مرد کو وطی پر مجبور کیا تو کیا عورت پر کفارہ واجب ہے؟

جواب: جی ہاں عورت پر کفارہ واجب ہے مرد پر نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

عورت نے نابالغ یا مجنون سے وطی کرائی یا مرد کو وطی کرنے پر مجبور کیا تو عورت پر کفارہ واجب ہے مرد پر نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم' باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسدہ' ج ا' ص ۲۰۵)

سوال: سحری کا نوالہ منہ میں تھا صبح طلوع ہو گئی یا بھول کر کھا رہا تھا نوالہ منہ میں تھا کہ یاد آ گیا اور نگل لیا تو کیا کفارہ واجب ہو گا؟

جواب: ان دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

سحری کا نوالہ منہ میں تھا کہ صبح طلوع ہو گئی یا بھول کر کھا رہا تھا نوالہ منہ میں تھا کہ یاد آ گیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم' باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد' ج ا' ص ۲۰۳)

سوال: عورت کو معین تاریخ پر حیض آتا تھا اور آج حیض آنے کا دن تھا اس نے قصداً روزہ توڑ دیا اور حیض نہ آیا تو کیا کفارہ واجب ہو گا؟

جواب: اس صورت میں کفارہ ساقط ہو گیا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

عورت کو معین تاریخ پر حیض آتا تھا اور آج حیض آنے کا دن تھا اس نے قصداً روزہ توڑ دیا اور حیض نہ آیا تو کفارہ ساقط ہو گیا۔ یعنی کفارہ واجب نہیں۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' باب الرابع' فیما یفسد و مالا یفسد' ج ا' ص ۲۰۵)

سوال: باری سے بخار آتا تھا اور آج باری کا دن تھا اس نے یہ گمان کر کے بخار آئے گا روزہ قصداً توڑ دیا تو کیا کفارہ واجب ہو گا۔

جواب: اس صورت میں کفار ساقط ہو گیا یعنی واجب نہ ہو گا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

باری سے بخار آتا تھا اور آج باری کا دن تھا۔ اس نے یہ گمان کر کے کہ بخار آئے گا روزہ قصداً توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ ساقط ہے (یعنی کفارہ واجب نہیں)

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد، ج ۲، ص ۲۰۵)

سوال: تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا یا کسی عالم ہی نے روزہ جانے کا فتویٰ دے دیا اب اگر اس نے کھا پی لیا تو کیا کفارہ واجب ہوگا؟

جواب: جی ہاں! کفارہ لازم ہوگا

دُرِّ مختار میں ہے:

تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا یا کسی عالم ہی نے روزہ جانے کا فتویٰ دے دیا اب اس نے کھا پی لیا جب بھی کفار لازم ہے۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۶)

سوال: چند صورتیں کفارے کی بیان کریں؟

جواب: چند صورتیں یہ ہیں جو کہ دُرِّ مختار میں ذکر کی گئی ہیں۔

رمضان میں روزہ دار مکلف مقیم نے کہ ادائے روزہ رمضان کی نیت سے روزہ رکھا اور کسی آدمی کے ساتھ جو قابل شہوت ہے اس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا انزال ہوا یا نہیں یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذت کے لئے کھائی یا پی یا کوئی ایسا فعل کیا جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا مثلاً قصد یا پچھنا لیا سرمہ لگایا جا جانور سے وطی کی یا عورت کو چھوا یا بوسہ لیا یا ساتھ لٹایا یا مباشرت فاحشہ کی مگر ان سب صورتوں میں انزال نہ ہوا یا پاخانہ کے مقام میں خشک انگلی رکھی۔ اب ان فعال کے بعد قصداً کھا لیا تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

(دُرِّ مختار کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۶)

سوال: روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: بہار شریعت میں روزہ توڑنے کا کفارہ یوں بیان کیا گیا۔

روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مساکین کو پیٹ بھر بھر کے دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ روزے رکھے پہلے کے روزے محسوب نہ ہوں گے اگرچہ انسٹھ رکھ چکا تھا اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چھوٹا ہو مگر عورت کو حیض آ جائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(بہار شریعت، ج ا، ص ۹۹۵، مکتبۃ المدینہ کراچی)

روزے کے مکروہات

روز کے مکروہات کی کئی صورتیں ہیں جن کو مسائل میں ذکر کیا جائے گا۔ سب سے پہلے احادیث مبارکہ سے دلائل عرض کرتا ہوں۔

جھوٹ یا غیبت بولنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
روزہ سپر ہے جب تک اسے پھاڑا نہ ہو۔
عرض کی گئی
کس چیز سے پھاڑے گا۔
ارشاد فرمایا
جھوٹ یا غیبت سے

(معجم الاوسط، باب العین، ج ۳، ص ۲۶۴، حدیث ۴۵۳۶)

روزہ تو یہ ہے کہ لغو و بیہودہ باتوں سے بچا جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
روزہ اس کا نام نہیں کہ کھانے اور پینے سے باز رہنا ہو۔ روزہ تو یہ ہے کہ لغو و بیہودہ باتوں سے بچا جائے۔

(مستدرک للحاکم، کتاب الصوم، باب من افطر فی رمضان ناسیا، ج ۲، ص ۶۷، حدیث ۱۶۱۱)

پیاس کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں روزہ سے سوا پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ایسے کہ انہیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی الغیبۃ والرفث للصائم، ج ۲، ص ۳۲۰، حدیث ۱۶۹۰)

روزے میں مسواک کرنا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے بے شمار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی السواک للصائم، ج ۲، ص ۱۷۶، حدیث ۷۲۵)

بری بات کہنے والے سے اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو بری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم، ج ۱، ص ۶۲۸، حدیث ۱۹۰۳)

روزے کے مکروہات کے مسائل

کثیر مسائل ایسے ہیں کہ جن سے روزے کی کراہیت ثابت ہوتی ہے اور صائم اگر کچھ ایسے افعال کرے جن میں کراہیت کا سبب پایا جاتا ہے تو کراہیت کا حکم دیں گے۔

سوال: روزے میں مسواک کرنے کا کیا حکم ہے بعض لوگ مکروہ کہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزے میں مسواک کرنا سنت ہے اور اس کو مکروہ کہنا جہالت ہے۔

بحر الرائق میں ہے۔

روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ جیسے اور دنوں میں سنت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک، خشک ہو یا تر اگر چہ پانی سے تر کی ہو زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۲، ص ۴۹۱)

سوال: جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ باتیں یا کسی کو تکلیف دینے سے کیا روزے میں کراہیت آتی ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! مذکورہ افعال کرنے سے کراہیت آتی ہے۔

بہار شریعت میں ہے:

جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز حرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہیت آتی ہے۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۹۹۶، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا روزے کی حالت میں کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: ان صورتوں میں روزہ مکروہ نہیں ہاں زینت کے طور پر سرمہ لگایا یا داڑھی میں تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ روزے کے علاوہ بھی مکروہ اور روزہ بھی بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جبکہ زینت کے لئے سرمہ لگایا یا اس لئے لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجہ اولیٰ۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۲، ص ۴۹۱)

سوال: روزہ دار کا کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا جیسا کہ غرارہ کرتے ہیں' اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: کلی کرنے میں غرارہ کرنا اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

روزہ دار کے لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ منہ بھر پانی کے اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈا پانی پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈک کے لئے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لئے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم باب الثالث' فیما یکرہ للصائم و مالا یکرہ' ج ا' ص ۲۰۰)

سوال: اگر کوئی ایسی چیز خریدی کہ جس کا چکھنا ضروری ہے اگر نہیں چکھے گا تو نقصان ہوگا تو اس صورت میں چکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر واقعی ہی نقصان کا اندیشہ ہے تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ چکھے گا تو نقصان ہوگا تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم و مالا یفسدہ' ج ۳' ص ۴۵۳)

سوال: روزہ دار کا بلا عذر کسی چیز کو چکھنا یا چبانا کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: بلا عذر چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

روزہ کو بلا عذر کسی چیز کو چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لئے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باندی غلام کا آقا بدمزاج ہے کہ نمک کم وبیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ چبانے کے لئے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اسے کھلائی جائے نہ حیض ونفاس والی یا کوئی اور بے روزہ ایسا ہے جو اسے چبا کر دیدے تو بچہ کے کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۳)

خیال رہے کہ

چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کر لینا اور پھر اسے تھوک دینا ہے اس میں سے حلق میں کچھ نہ جائے۔

سوال: بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا کیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے یا نفل کا بھی؟

جواب: فرض میں کراہت ہے نفل میں کراہت نہیں جبکہ اس کی حاجت بھی ہو۔

ردّ المحتار میں ہے:

بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۳)

سوال: عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: مکروہ ہے جبکہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا۔

ردّ المحتار میں ہے

عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے جبکہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۴)

سوال: عورت کے ہونٹ اور زبان چوسنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کے ہونٹ اور زبان چوسنا مطلقاً مکروہ ہے یعنی چاہے انزال و جماع کا ڈر ہو یا نہ ہو، یونہی مباشرت فاحشہ یعنی مرد اپنے آلہ کو تندی کی حالت میں عورت کی شرمگاہ یا کسی مرد کی شرمگاہ سے ملائے یا عورت، عورت باہم ملائیں بشرطیکہ کوئی شے حائل نہ ہو۔

ردّالمحتار میں ہے:

ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً مکروہ ہے۔

(ردّالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۴)

سوال: روزے میں تھوک اکٹھا کر کے نگل لینے سے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں منہ میں تھوک نگل جانا مکروہ ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ ہے۔

سوال: روزے میں استنجے کرنے میں مبالغہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مکروہ ہے

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

روزہ دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب الثالث فیما یکرہ للصائم و ما لا یکرہ، ج ۱، ص ۱۹۹)

سوال: افطار میں جلدی کرنے کا کیا حکم ہے اور اس کا اصل وقت افطار کیا ہے۔

جواب: افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے اصل وقت سورج کا غروب ہونے میں غالب گمان ہو جب تک غالب گمان نہ ہو اور افطار نہ کرے اگرچہ موذن نے اذان کہہ دی ہے۔

ردّ المحتار میں ہے

افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو۔ جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے اگرچہ موذن نے اذان کہہ دی ہے۔

(ردّ المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، ج ۳، ص ۴۵۹)

سوال: رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جس سے ضعف پیدا ہو جائے اور روزہ توڑنے کی نوبت آجائے تو کیا حکم ہے اور معمار و مزدور کا بھی حکم بیان کریں؟

جواب: اگر ایسا کام کیا جس سے ضعف پیدا ہو جائے گا اور روزہ توڑنے کا غالب گمان ہے تو ایسا کام کرنا ہی جائز نہیں اور مستری اور مزدور کا بھی یہی حکم ہے کہ غالب گمان ہے تو کام میں کمی کر دیں کہ روزہ ادا کر سکیں۔

بہارِ شریعت میں ہے:

رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضعف پیدا ہو جائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔

لہٰذا روٹی پکانے والے کو چاہئے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں کہ روزے ادا کر سکیں۔

(بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۹۹۸، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو روزے رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں حکم یہ ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

دُرِّ مختار میں ہے

اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ

روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصوم' باب ما یفسد باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ' ج ۳' ص ۴۶۱)

سوال: سحری کھانے میں تاخیر کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے۔

جواب: تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم' باب الثالث' فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ' ج ۱' ص ۲۰۶)

تراویح کا بیان

رمضان المبارک میں رات کو قیام کرنا اجر و ثواب ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں قیام کرنے والے کے لئے مغفرت کی بشارت سنائی ہے۔ یقیناً تراویح بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ بندۂ مومن اگر اخلاص اور ایمان و ثواب کی نیت سے ادا کرے تو مغفرت کا سامان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے حالت ایمان میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جو رمضان میں ایمان کی حالت اور ثواب کی نیت سے قیام کرتا ہے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جو لیلۃ القدر میں ایمان کی حالت اور ثواب کی نیت سے قیام کرے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری' کتاب صلاۃ التراویح' باب فضل لیلۃ القدر' ص ۷۰۹' ج ۲)

سابقہ گناہ معاف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے رمضان المبارک میں بحالت ایمان وثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب تطوع قیام رمضان من الایمان، ج ۱، ص ۲۲، حدیث ۳۷)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے تک نماز تراویح کی صورت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح پڑھنے کی رغبت دلایا کرتے تھے لیکن حکماء نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ

جس نے رمضان المبارک میں حصول ثواب کی نیت سے اور حالت ایمان کے ساتھ قیام کیا تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ حضور انورِ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے تک نماز تراویح کی یہی صورت برقرار رہی اور خلافت ابوبکر میں اور پھر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے شروع تک یہی صورت برقرار رہی۔

(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۲، ص ۷۰۷، حدیث ۱۹۰۵)

تعداد تراویح

تعداد تراویح بیس رکعات ہیں۔ کئی احادیث مبارکہ ایسی ہیں کہ جن سے ۲۰ بیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دو راتیں (۲۰) بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی رات نماز (نفل) پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر تیسری یا چوتھی رات بھی اکٹھے ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی۔

تو ارشاد فرمایا:

میں نے دیکھا جو تم نے کیا اور مجھے تمہارے پاس (نماز پڑھانے کے لئے) آنے سے صرف اس اندیشہ نے روکا کہ یہ تم پر فرض کر دی جائیں گی اور یہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان علیہما الرحمہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قیام رمضان (تراویح) کی رغبت دلایا کرتے تھے لیکن حکماً نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے:

جو شخص رمضان المبارک میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرتا ہے تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک قیام رمضان کی یہی صورت برقرار رہی اور یہی صورت خلافت ابوبکر اور خلافت عمر رضی اللہ عنہما کے اوائل دور تک جاری رہی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا اور وہ انہیں نماز (تراویح) پڑھایا کرتے تھے لہٰذا یہ وہ ابتدائی زمانہ ہے جو لوگ نماز تراویح کے لئے (باجماعت) اکٹھے ہوتے تھے۔

اور امام عسقلانی نے التلخیص میں بیان فرمایا ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دو راتیں (۲۰) بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی جب تیسری رات لوگ پھر جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف (حجرہ مبارک سے باہر) تشریف نہیں لائے۔

پھر صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اندیشہ ہوا کہ (نماز تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی لیکن تم اس کی تلاوت نہ رکھو گے۔

(صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل من غیر ایجاب، ج ۱، ص ۳۸۰، حدیث ۱۰۷۷) (ابن حبان فی الصحیح، ج ۱، ص ۳۵۳، حدیث ۱۴۱) (ابن خزیمہ فی الصحیح، ج ۳، ص ۳۳۸، حدیث ۲۲۰۷) (تلخیص الحبیر ج ۲، ص ۲۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے تو رمضان المبارک میں لوگ مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ کون ہیں

عرض کیا گیا

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن مجید یاد نہیں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انہوں نے درست کیا اور کتنا ہی اچھا عمل ہے جو انہوں نے کیا۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی قیام شہر رمضان، ج ۲، ص ۵۰، حدیث ۱۳۷۷)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعات تراویح پڑھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

فرمایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر، ج ۱۱ ص ۳۹۳، حدیث ۱۲۱۰۲)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بیس تراویح پڑھی اور اس کو اچھا عمل قرار بھی دیا۔ لہٰذا 20 رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں تراویح بیس رکعت

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں بھی بیس رکعت تراویح ادا ہوتی رہی اور اس پر مداومت فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود لوگوں کو پھر نماز تراویح کے لئے جمع فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کی اقتداء میں ایک گروہ نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو اچھا ہوگا۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں ایک اور رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور جو لوگ اس نماز (تراویح) سے سو رہے ہیں وہ نماز ادا کرنے والوں سے زیادہ بہتر ہیں اور اس سے ان کی مراد وہ لوگ ہے (جو رات کو جلدی

سوکر) رات کے پچھلے پہر میں نماز ادا کرتے تھے اور تراویح ادا کرنے والے لوگ رات کے پہلے پہر میں نماز ادا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج۲، ص ۷۰۷، حدیث ۱۹۰۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بشمول وتر 23 رکعت تراویح

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں (بشمول وتر) 23 رکعت پڑھتے تھے۔

(موطا امام مالک، کتاب صلاۃ فی الصلاۃ فی رمضان، ج۱، ص ۱۱۵، حدیث ۲۵۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) 23 رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن شیبہ، ج۴، ص ۲۶۱، حدیث ۷۷۳۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے بیان کیا کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام علیہم الرضوان ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ، ج۲، ص ۴۹۶، حدیث ۴۳۹۳)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ۲۰ رکعت پڑھاتے تھے

ابوخصیب نے بیان کیا کہ

ہمیں حضرت لسوید بن غفلہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پانچ تراویحوں

(بیس رکعت) میں پڑھاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۴۴۶، حدیث ۴۳۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۱۶۳، حدیث ۷۶۸۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ قاری کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۴۹۶، حدیث ۴۳۹۶)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان المبارک میں پانچ تراویحوں میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۱۶۳، حدیث ۷۶۸۱)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(سبل السلام، ج ۲، ص ۱۰)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسلمانوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔

(التمہید' ج ۸' ص ۱۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا

حضرت یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۲' ص ۱۶۳' حدیث ۷۶۸۲)

حضرت ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیس رکعات تراویح پڑھانا

حضرت نافع بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۲' ص ۱۶۳' حدیث ۷۶۸۳)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ لوگوں کو رمضان المبارک کی راتوں میں (نماز تراویح) میں بیس رکعتیں اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۲' ص ۱۶۳' حدیث ۷۶۸۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے

حضرت عبد العزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۲' ص ۱۶۳' حدیث ۷۶۸۴)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (اعلام النبلاء ج ا ص ۴۰۰)

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے

حضرت سعید بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ انہیں رمضان المبارک میں پانچ تراویح (یعنی بیس رکعات) نماز تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ حدیث ۷۶۹۰)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا قول مبارک

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر 23 رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ حدیث ۷۶۸۸)

علامہ ابن رشد قرطبی کا قول

علامہ ابن رشد قرطبی نے فرمایا کہ

امام مالک نے اپنے دو اقوال میں ایک میں اور امام حنیفہ، امام شافعی امام احمد اور امام داؤد ظاہری نے بیس تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین وتر اس کے علاوہ ہیں۔

اسی طرح امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت بیان کی کہ

فرمایا کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تئیس (23) رکعت (تراویح) کا قیام کرتے تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ا ص ۱۵۲)

حضرت زعفرانی کا قول

حضرت زعفرانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے فرمایا:

میں نے لوگوں کو مدینہ منورہ میں انتالیس (۳۹) اور مکہ مکرمہ میں ۲۳ رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھتے دیکھا۔

(فتح الباری، ج ۴، ص ۲۵۳)

شیخ ابن تیمیہ کا قول

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ

ثابت ہوا کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے تو اکثر اہل علم نے اسے سنت مانا ہے اس لئے کہ وہ مہاجرین اور انصار کے درمیان قیام کرتے (بیس رکعت پڑھاتے) اور ان میں انہیں سے کبھی بھی کسی نے نہیں روکا۔

(مجموعہ فتاویٰ، ج ۱، ص ۱۹۱)

شیخ عبداللہ محمد بن عبدالوہاب کا قول

مجموعہ الفتاویٰ النجدیہ میں ہے کہ

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے تعداد رکعات تراویح سے متعلق سوال کے جواب میں بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز تراویح کے لئے جمع کیا تو وہ انہیں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

(صلاۃ التراویح عشرین رکعۃ، ج ۱، ص ۳۵)

شاہ ولی اللہ کا قول

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

تراویح کی رکعتیں بیس ہیں۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۱۸)

مسلمانو! ان احادیث مبارکہ واقوال صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم وفقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہوا کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔

تراویح کے مسائل

تراویح کے کثیر مسائل ہیں جو کہ عرض کرتا ہوں۔

سوال: کیا تراویح مرد و عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہے؟

جواب: جی ہاں! تراویح مرد و عورت کے لئے بالا جماعت سنت مؤکدہ ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

تراویح مرد و عورت کے لئے بالا جماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر مداومت فرمائی۔

(دُرِّ مختار' کتاب الصلاۃ' باب الوتر والنوافل' ج ۲' ص ۵۹۶)

سوال: کیا تراویح بیس رکعت ہے؟

جواب: جی ہاں! تراویح بیس رکعت ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

ردّ المحتار میں ہے

تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

(ردّ المحتار' کتاب الصلاۃ' باب الوتر والنوافل' ج ۲' ص ۴۵)

سوال: اگر تراویح چھوٹ جائیں تو کیا اس کی قضا ہوگی یا نہیں؟

جواب: تراویح کی قضا نہیں۔ ہاں اگر قضا پڑھ لی تو نفل مستحب ہوئی تراویح نہیں ہوگی۔

دُرِّ مختار میں ہے

تراویح فوت ہونے کی صورت میں اصلاً قضا نہیں کی جائے گی اکیلے بھی نہیں پڑھ سکتے۔اصح قول کے مطابق۔اگر قضا پڑھ لی تو نفل مستحب ہوگی۔تراویح نہیں ہوگی۔
جیسا کہ مغرب وعشاء کی سنتیں فوت ہو جائیں تو یہی حکم ہے۔
(دُرّ مختار' کتاب الصلاۃ' باب الوتر والنوافل' ج ۲' ص ۴۴)

سوال: تراویح کا تارک گناہگار ہوگا یا نہیں؟
جواب: تراویح سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا تارک گناہگار ہے۔ خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے
تراویح سنت مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گناہگار ہے۔ خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے۔
(فتاویٰ رضویہ' ج ۷' ص ۴۵۷' رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں؟
جواب: مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح وقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔
ہدایہ میں ہے
مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں۔
(فتاویٰ رضویہ' ج ۷' ص ۴۵۵' رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سننا پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب ہے اور بعد ختم بھی سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب ہے؟
جواب: تراویح میں پورا کلام شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔
(فتاویٰ رضویہ' ج ۷' ص ۴۵۹' رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: کیا تراویح میں بعد سورہ فاتحہ صرف سورہ اخلاص پڑھنا جائز یا مکروہ باوجودیکہ امام اور سورتیں بھی جانتا ہے؟

جواب: جائز ہے بلا کراہت اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی۔

ردّ المحتار میں ہے۔

تجنیس میں ہے بعض نے ہر رکعت میں سورہ اخلاص کو مختار کہا بعض نے سورہ فیل کو یعنی اس سے ابتدا ہو اور پھر تکرار کیا جائے اور سب سے بہتر ہے تاکہ دل تعداد رکعات کی طرف متوجہ نہ ہو۔

دُرِّ مختار میں ہے

اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شے بھی مکروہ نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۴۵۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: مسلم اور شرح الفواتح میں ہے کہ

بسم اللہ قرآن کی آیت ہے ختم قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھا جانا چاہئے لہٰذا تراویح میں اسے ایک دفع جہرا پڑھنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر سنت کے مطابق ختم قرآن نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ص ۴۶۰ ج ۷ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نوٹ: جہر سے مراد بلند آواز سے پڑھنا ہے۔

سوال: نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکیف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے

ہندیہ میں ہے

بعض نے ہر رکعت میں **قل ھو اللہ احد** کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر تک اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں عدد رکعات میں اشباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۶۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: ہر ترویحہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے

ردّالمحتار میں ہے کہ

قہستانی نے کہا کہ تین دفعہ یہ کلمات پڑھے جائیں۔

سبحن ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان الملك الحی الذی لايموت سبوح قدوس رب الملائكة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسالك الجنة ونعوذ بك من النار كما فی منهج العباد" (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۶۱ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے یا نہیں اور مقیدیان مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب:

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتی ہیں مگر خلاف علماء و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

خانیہ، خلاصہ اور ظہیریہ میں ہے کہ

جب تراویح ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو فرائض پڑھا رہا ہے یا اس شخص کی اقتداء میں جس نے تراویح کے علاوہ نوافل پڑھائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں۔

اور ہندیہ میں ہے کہ

وہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھاتا ہے جائز نہیں۔ محیط سرخسی اور مضمرات میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

تنویر اور درر کے باب الامامت میں ہے کہ

نفل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کی اقتداء تراویح کے علاوہ صحیح ہے۔ خانیہ' کیونکہ تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ برآ ہونے کے لئے ان میں اس وجہ سے مخصوص کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

ردّ المحتار میں ہے

مصنف نے جو کچھ یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کیخلاف ہے جو اس نے شروط صلوٰۃ میں یوں ذکر کیا کہ نفل' سنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں کہا ہے کہ معتمد یہی ہے اور وہاں بحر سے نقل کیا کہ یہی ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے۔

ہدایہ وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

فتح میں اس کو ترجیح دیتے ہوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا تو جب فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو ظاہر روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۴۶۴ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: زید نے فرض عشاء تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا۔

ردّالمحتار میں ہے

جب فرض امام کیساتھ ادا نہیں کیے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔

(ردّالمحتار' باب الوتر والنوافل' ص ۴۸' ج ۲) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

سوال: اگر کوئی شخص فرض تنہا پڑھتا ہے تو کیا تراویح جماعت کیساتھ پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے' تنہا نہ پڑھے۔

دُرّ مختار میں ہے

فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کیساتھ پڑھے یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کیساتھ ادا کرے۔

(دُرّ مختار' باب الوتر والنوافل' ج ۱' ص ۹۹ مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی بھارت)

سوال: ایک شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً یعنی جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔

اور فرمایا:

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوف فرضیت ترک فرمادی تو اس وقت تک وہ سنت مؤکدہ نہ ہوئی تھی جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اسے اجراء فرمایا اور عامۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس پر مجتمع ہوئے اس وقت سے وہ سنت مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے بلکہ ارشادات سید المرسلین صلی

اللہ علیہ وسلم سے۔ اب ان کا تارک ضرور تارک سنت مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۴۷۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شبینہ فی نفسہ قطعاً جائز وروا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے۔
امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔
ردّ المحتار میں ہے۔
حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد اور تعبد تواتر کیساتھ منقول ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا کیونکہ آپ کے قیام لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔
(ردّ المحتار، مقدمہ، ج ۱، ص ۶۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

سوال: ماہ رمضان میں جماعت وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعت سے باہر چلا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق و فاجر وغیرہ کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جماعت وتر نہ واجب نہ سنت مؤکدہ اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا ادا کرنا۔
دُرِّ مختار میں ہے کہ
کیا وتر جماعت کے ساتھ افضل ہیں یا گھر پر تنہا پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے۔

سوال: کیا تراویح سارے رمضان المبارک میں سنت مؤکدہ ہے؟

جواب: سارے رمضان المبارک میں تراویح سنت مؤکدہ ہے اگرچہ ختم

قرآن بھی ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

قول اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے رمضان مبارک میں سنت مؤکدہ ہیں۔ فتاویٰ ہدیہ میں ہے۔ اگر قرآن انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہو گیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص ۶۰۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: تراویح کا وقت کتنا ہے؟

جواب: اس کا وقت فرض عشاء کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

اس کا وقت عشاء کے وقت سے فجر تک ہے اور تہائی یا نصف رات اس کی تاخیر مستحب ہے۔ اصح قول میں اس کے بعد بھی کراہت نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصلاۃ، باب الواتر والنوافل، ج۲، ص ۴۳)

سوال: تراویح میں ختم قرآن کس تاریخ کو کرنا بہتر ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب کو کیا جائے

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

اگر امام کا ختم کا ارادہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں کو ختم کرے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب التاسع فی النوافل، ج۱، ص ۱۱۸)

سوال: بعض اوقات مسجد کا امام حافظ نہیں ہوتا وہ فرض پڑھا کر اپنے مصلے سے ہٹ کر پچھلی صف پر آ جاتا ہے اور دوسرا حافظ تراویح پڑھاتا ہے پھر تراویح کے بعد دوبارہ امام اپنے مصلے پر آ کر وتر پڑھاتا ہے۔ تو ان کا اس طرح کرنا کیسا؟

جواب: اس طرح کرنا جائز ہے کہ امام عشاء کے فرض و وتر پڑھائے اور حافظ

تراویح پڑھائے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

جائز ہے کہ ایک شخص فرض پڑھائے اور دوسرا (شخص) تراویح پڑھائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر میں امامت فرماتے اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں۔ (امامت فرماتے)۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب التاسع فی النوافل، ج ۱، ص ۱۱۶)

سوال: کیا تراویح بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے

دُرِّ مختار میں ہے

قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی بہت تاکید آئی ہے یہاں تک کہ ایک قول یہ ہے کہ تراویح بیٹھ کر ہوگی ہی نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۴۷)

سوال: امام تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور کھڑا ہو گیا پھر تیسری پر سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اور دوسری پر بیٹھنا تھا اور نہ بیٹھا تو یہ نہ ہوئیں ان کے بدلے میں دو رکعت اور پڑھے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

کسی نے دس سلاموں کے ساتھ بیس تراویح پڑھیں ہر سلام میں تین رکعتیں پڑھیں اور ہر تین رکعتوں میں دوسری رکعت پر نہ بیٹھا تو قیاس یہ ہے اور یہی امام رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتوں میں سے ایک ہے کہ اس پر تراویح کی قضا ہوگی اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلاۃ، باب التاسع فی النوافل، ج ۱، ص ۱۱۸)

سوال: امام تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور کھڑا ہو گیا' تو اب کیا کرے؟

جواب: امام اگر دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو' بیٹھ جائے اور سجدہ کر لیا ہو تو چار مکمل کرے لیکن یہ دو شمار کی جائیں گی اور جو دو پر بیٹھ چکا ہے تو چار ہوئیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

ابوبکر اسکاف سے ایسے شخص کے بارے میں سوال جس نے تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری کے لئے کھڑا ہو گیا؟

فرمایا: اگر قیام میں اسے یاد آ گیا تو اسے چاہئے کہ لوٹ آئے قعدہ کرے اور سلام پھیر دے اور اگر تیسری کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا' اب اگر اس نے ایک رکعت ملائی تو یہ چار رکعتیں دو کے قائم مقام ہو جائیں گی اور اگر دوسری کا قعدہ مقدار تشہد تک کیا تھا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ اس کی چار رکعتیں ہو جائیں گی۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصلوٰۃ' باب التاسع فی النوافل' ج ۱ ص ۱۱۸)

سوال: سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں اور کوئی کہتا ہے تین ہوئیں تو اب اس صورت میں کیا امام کیا کرے؟

جواب: سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں اور کوئی کہتا ہے تین ہوئیں تو اب امام کے علم میں جو ہو اس کا اعتبار ہے اور امام کو اگر کسی بات کا یقین نہ ہو تو جس کو سچا جانتا ہو اس کے قول پر اعتبار کرے اگر اس میں لوگوں کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو دو رکعت تنہا تنہا پڑھیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

جب امام نے ترویحہ میں سلام پھیرا تو بعض لوگ کہتے ہیں تین پڑھی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دو پڑھی ہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر امام اس پر عمل کرے گا

جو اس کے علم میں ہے اور اگر امام کو کسی بات پر یقین نہ ہو تو اس کا قول لے گا جو اس کے نزدیک سچا ہے ایسا ہی "فتاویٰ قاضی خان" میں ہے۔ اگر لوگوں کو کل رکعتیں ہونے میں شک ہو بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ (دو رکعتوں کا) اعادہ کریں یا نہ کریں اور اگر کریں تو با جماعت کریں یا تنہا تنہا اور صحیح یہ ہے کہ دو رکعت تنہا تنہا پڑھیں۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصلاۃ' باب التاسع فصل فی التراویح' ج ۱ ص ۱۱۷)

سوال: زید ایک مسجد میں تراویح سنا رہا ہے۔ عمرو اس کا مقرر شدہ سامع ہے محمود ایک تیسرا شخص ہے وہ بھی حافظ ہے کیا وہ امام کی غلطی پر لقمہ دے سکتا ہے بالخصوص اس صورت میں جب عمرو غلط لقمہ دے۔ اگر دینے پر زید اور عمرو اس پر تشدد کریں یا مسجد سے نکلوا دیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

امام جب ایسی غلطی کرے جو موجب فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی' نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے حرام ہے کہ تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہو گا۔ یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو یقین حاصل ہو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہو گا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے اس لئے کہ یہاں

اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے۔

اقول

اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم ہے کہ اگر چہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول کی جا سکتی ہو۔ خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور دُرر وغیرہ اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتا دے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گناہگار رہیں گے۔

قلت (میں نے کہا) کیوں نہیں کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اگر چہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کیا جائے گا جائز نہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر اس غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب۔ جب بھی (قراءت) میں ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الوجوب (وجوب نہ ہونے کی وجہ سے)

اقول: (میں کہتا ہوں)

مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہت تحریمی آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا تو اس صورت میں جب اسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے۔

دوسرے یہ کہ

بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً ان سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اول اول کہتا ہے کوئی کچھ اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہوتی ہے وہ جب رکنے پر آئے۔

مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے۔

وجہ یہ ہے کہ

اس وقت اس کو بطلان سے بچانا ہے جو کہ فرض ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجودہ صورت میں یہ فرض سے مرتبہ وجوب پر آئے گا۔

اقول

اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا۔ یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کر دے امام دوسری تراویح بیں اتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کر لے مگر اولیٰ پھر بھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں۔ امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں۔ ارشادات حدیث وفقہ سب مطلق ہیں۔

ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

فرماتے ہیں:

ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اس کی غلطی رد کریں۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الصلوٰۃ، ج ا ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابو عبد الرحمٰن سے روایت کی۔

فرماتے ہیں:

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو۔

ابو عبد الرحمٰن سے کہا گیا:

امام کا مانگنا کیا

فرمایا:

جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ ہو جائے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الصلوٰۃ، ج ا، ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کتب مذہب میں عموماً ''یجوز فتحه علی امامه'' فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علماء نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔

بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔

کیونکہ اس کے ساتھ اصلاح نماز کا تعلق ہے کیونکہ اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے کلمات جاری ہو جاتے ہیں جو مفسد نماز ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کا اطلاق بھی یہی تقاضا کرتا ہے۔ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، امام کا قراءت سے سکوت کرنا لقمہ طلب کرنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کر لیا پھر لقمہ دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے۔

(بحر الرائق، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا: ج ۲، ص ۶، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

حتیٰ کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز دار بچہ کا بھی اس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے۔

قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے۔

تمیز دار بچے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، باب فیما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا: ج ا، ص ۹۹، نورانی کتب خانہ پشاور)

قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ

حق کہ شرع مطہر سے عام مقتدیوں کو دیا کیونکہ سلب (ختم) ہو سکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

(پارہ آیت ۱۱۴، سورہ بقرہ)

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں نام خدا لینے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے ایذا دی بے شک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

(مجمع الزوائد، بحوالہ معجم اوسط، باب فیمن یتخطی رقاب الناس، ج ۲، ص ۱۷۹، مطبوعہ دار الکتاب بیروت)

بے شک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً اور کہیں اختیاراً جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ عمرو غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف مبادرت (جلدی کرنا) واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت تو اصل پر رہنا چاہئے تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطے کو لے گا۔ عام ازیں کہ امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح تو ایک شخص خارج از نماز کا پیروی یا اس سے سیکھنا ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز (فاسد) ہو جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی لہٰذا اس فساد کا روکنا فوراً واجب ہے اور اگر سہواً غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب وقفیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے۔

اقول

مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں آسانی فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے پیروی کے لئے اوپر سے پھر عود کرتا (لوٹتا) ہے تو اگر ہر بار بحال سہواً فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع نص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے) بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج تحریر نام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فوراً جلدی چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ ملخصاً ج ۷ ص ۲۸۰ تا ۲۸۶ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ (جو سامع نہیں ہے) بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا شبہ پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں۔ اس بارے حکم شرعی بیان فرمادیں۔

جواب: یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا۔

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے۔

ردّ المحتار میں ہے۔

فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔

(ردّ المحتار، مطلب المواضع التی لا یجب فیہا رد السلام، ج ۱ ص ۶۲۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو۔

وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔

بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں ان سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ ان کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔

(صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ، ج ۱، ص ۱۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور بے شک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود اس کے فعل میں داخل ہے۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ (سورہ فصلت، آیت ۲۶)

اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔

(۳) اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے، اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل

ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح (لقمہ دینا) حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو جائز میں شک واقع ہوا اور حرام موجود ہے لہٰذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اس کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے (لقمہ لے) گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہوسکتا۔

(۵) غلطی کا مفسد معنی ہونا مبنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہوجائیں ہزار جگہ ہوگا کہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہوگیا۔ صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریاء و تشویش چاہیں ان کو روکا جائے نہ مانیں تو ان کو مسجد میں آنے نہ دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

دُرِّ مختار میں ہے۔

ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔

(دُرِّ مختار باب ما یفسد الصلوٰۃ و یا کرہ فیہا' ج ۱' ص ۹۴' مطبوعہ مجتبائی دہلی)' (فتاویٰ رضویہ' ج ۷' ص ۲۸۶ تا ۲۸۸ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: بعض حفاظ ختم تراویح میں تین بارہ سورہ اخلاص پڑھتے ہیں اور آخری رکعت میں پھر شروع سے یعنی الم سے مفلحون تک پڑھتے ہیں اس طرح پڑھنا کیسا؟

جواب: اس طرح دونوں عمل کرنا مستحب ہے۔

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

متاخرین نے ختم تراویح میں تین بار قل ھو اللہ پڑھنا مستحب کہا اور بہتر یہ ہے کہ ختم

کے دن پچھلی رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھے۔

(بہار شریعت' ج ا' ص ۶۹۵' مکتبہ المدینہ کراچی)

سوال: ہمارے ہاں ایک مفتی صاحب ختم قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ما کان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ اس عمل کیخلاف ہیں۔آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

جواب: یہ صورت بلاشبہ جائز و مباح ہے۔

سنن ابی داؤد میں ابوقتادہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت آواز سے پڑھتے کو دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے اور بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی لئے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن مجید سب سے پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملا لیتا ہوں۔ ارادہ الٰہیہ یونہی ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔

(سنن ابوداؤد، باب رفع الصوت باب قراۃ فی صلوٰۃ اللیل، ج ۱، ص ۱۸۸، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۴۶۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: اگر کسی نے تراویح پڑھ لی تو کیا دوبارہ تراویح پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اگر پہلے پڑھ لی اور دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو اکیلے اکیلے پڑھیں جماعت کی اجازت نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر تراویح پڑھ لیں، لوگوں کا ارادہ ہے کہ پھر پڑھیں تو الگ الگ پڑھیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، باب التاسع فی النوافل، ج ۱، ص ۱۱۶)

سوال: تراویح میں جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے۔ اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گناہگار نہیں مگر جو شخص مقتداء ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلاعذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے۔ ایسا ہی تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے۔ اگر کسی نے تراویح بغیر جماعت کے ادا کی یا گھر میں صرف عورتوں کو پڑھائی تو تراویح ہو جائے گی ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے اور اگر تمام اہل مسجد نے جماعت ترک کی تو سب نے برا کیا اور گناہگار ہوں گے ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے اور اگر ایک آدمی نے چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھی تو اس نے فضیلت کو ترک کیا وہ گناہگار نہیں ہوگا اور نہ ہی تارک سنت کہلائے گا اور اگر آدمی مقتداء ہو اس کے آنے سے جماعت میں کثرت ہوگی اور نہ آنے سے جماعت میں کمی آئے گی تو اسے جماعت نہیں

چھوڑنی چاہئے ایسا ہی السراج الوہاج میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، باب التاسع فی النوافل، ج ۱، ص ۱۱۶)

سوال: عورتیں حافظہ بھی ہوتی ہیں اور گھروں میں دوسری عورتوں کو تراویح پڑھاتی ہیں تو کیا ان کا تراویح پڑھانا درست ہے؟

جواب: عورت کو عورتوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ وہ تراویح ہی کیا دوسرے نوافل بھی ہوں۔

لہٰذا عورت دوسری عورتوں کو تراویح نہیں پڑھا سکتی۔

دُرِّ مختار میں ہے:

عورتوں کو جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔

(دُرِّ مختار، ج ۱، ص ۵۶۵، دار الفکر بیروت)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۵۶۹، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: کیا عورتیں مسجد میں آ کر تراویح پڑھ سکتی ہیں یا گھر میں ہی پڑھنا چاہئے؟

جواب: عورتوں کا مسجدوں میں آ کر تراویح پڑھنا فتنہ سے خالی نہیں لہٰذا گھر ہی میں پڑھیں کیونکہ ان کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا منع ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے پر پابندی لگا دی تو عورتیں شکایت لے کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔

تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔

(صحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد، ج ۱، ص ۱۸۳)

عمدۃ القاری میں ہے:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ج ۶ ص ۱۵۷)

دُرّ مختار میں ہے:

عورتوں کی جماعت میں حاضری مفتی بہ مذہب پر مطلقاً مکروہ ہے فسادِ زمانہ کی وجہ سے اگر چہ جمعہ وعید یا وعظ ہو اگر چہ عورت بوڑھی ہو اگر چہ رات کو ہو۔

(دُرّ مختار ج ۱ ص ۵۶۶ دار الفکر بیروت)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں۔ دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیا۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۵۸۴ مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: کیا مرد عورتوں کو گھر میں جا کر تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مرد نے فرض جماعت کیساتھ پڑھے تو محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے مگر مسجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے محروم رہے گا اور اگر غیر محرم عورتوں کو جا کر پڑھاتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔ اور اگر وہ بلا عذر شرعی فرض نماز کی جماعت چھوڑتا ہے تو گناہگار ہوگا۔

دُرّ مختار میں ہے:

مرد کی عورتوں کی ایسے گھر میں امامت کرانا مکروہ ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی مرد نہ ہو یا اس مرد کی محرم نہ ہو جیسا کہ اس کی بہن یا بیوی یا باندی اگر مذکورہ میں سے کوئی ہے تو مکروہ نہیں۔

(دُرِّ مختار مع ردّ المحتار' ج ا' ص ۵۶۶' دار الفکر بیروت)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

جس گھر میں عورتیں ہی عورتیں ہوں اس میں مرد کو ان کی امامت ناجائز ہے ہاں اگر ان عورتوں میں اس کی نسبی محارم ہوں یا بی بی یا وہاں کوئی مرد بھی ہو تو ناجائز نہیں۔

(بہار شریعت' ج ا' ص ۵۸۴' مکتبۃ المدینہ کراچی)

اعتکاف کے فضائل

مسجد میں اعتکاف کرنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان پورے گیارہ ما
کاروبار کی طرف لگا رہتا ہے لیکن جب رمضان المبارک کے ایام آتے ہیں تو اعتکاف
کرنے کی سعادت پانے کے لئے مساجد میں جا کر اعتکاف کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی
مقدس بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور اپنے آپ کو خالص اللہ تعالیٰ کی
عبادت کے لئے متوجہ کرتا ہے۔ یقیناً اعتکاف گناہوں سے کفارہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے
گناہوں کی معافی چاہنے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ
ہے۔ وقت کسی کا سہارا نہیں لیتا بلکہ ہم وقت کا سہارا لیتے ہیں اور دنیا کو حاصل کرنے کے
لئے جستجو کرتے ہیں۔ بعض دینوں میں ترک دنیا عبادت ہے۔ اسلام نے اس طرح
ترک دنیا کرایا جس سے دنیاوی کاروبار بھی بند نہ ہوں اور لوگ تارک الدنیا بھی ہو
جائیں یعنی رمضان المبارک میں کچھ دن گھربار چھوڑ کر بال بچوں سے منہ موڑ کر خانہ خدا
عزوجل میں آ بیٹھیں اور جلوت سے نکل کر خلوت کے مزے لیں یہ ترک دنیا ہوگی۔ اور
سادھو بننے سے بدرجہ بہتر ہے۔ معتکف اس بھکاری کی طرح ہے جو غنی کے دروازے پر آ
کر بیٹھ جائے اور کہے کہ میں تو لے کر ہی جاؤں گا۔ ایسے ہی یہ بھی اللہ تعالیٰ کے
دروازے پر آ کر بیٹھ جاتا ہے کہ بغیر لئے نہیں ہٹتا۔ دروازے والے کو اپنے دروازے کی
لاج ہوتی ہے۔ مسجد والے کو اپنے دروازے کا لحاظ ہے وہ ضرور دے کر ہی بھیجے گا مگر
اخلاص شرط ہے۔ اعتکاف میں دل ماسوا اللہ سے خالی ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ
رہتا ہے۔ اعتکاف میں لوگوں سے علیحدگی اور رب عزوجل سے قرب ہوتا ہے۔ جس سے

یہ لوگوں سے اور لوگ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ اعتکاف میں نفس کی آگ بجھ جاتی ہے۔ اعتکاف میں انسانی دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے اور یہ ہی صدق و اخلاص کا دروازہ ہے۔ اعتکاف میں اللہ تعالیٰ سے انس اس پر توکل تھوڑے رزق پر رضا ہوتی ہے۔ اعتکاف میں انسان تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ لوگوں سے میل جول کی حالت میں جھوٹ غیبت وغیرہ بہت سے گناہ ہوتے رہتے ہیں۔ معتکف کو صرف نمازیوں سے ہی ملاقات کا موقعہ ملتا ہے۔ اعتکاف سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کے قابل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس دن کا اعتکاف کرا کر انہیں توریت دی گئی۔ ہمارے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غار حرا میں چھ ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور قرآن مجید عطا ہوئے اگرچہ وہ موجودہ اعتکاف سے کچھ مختلف تھے مگر ان میں دنیا سے علیحدگی تو تھی۔ صوفیائے کرام بھی خاص اعمال کے لئے چلے کیا کرتے ہیں یہ بھی ایک قسم کا اعتکاف ہی ہے جس سے انہیں صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ اعتکاف میں انسان کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ

ایک ساعت کی فکر ایک سال کے ذکر سے افضل ہے۔ انسان اس زمانہ میں اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو یاد کر کے توبہ استغفار بھی کر لیتا ہے اور اعتکاف ہی میں آئندہ زندگی کے لئے پروگرام بنا سکتا ہے کہ اگلی زندگی اس طرح گزارنی چاہئے۔ امت مسلمہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو معاف کرانے اور خاص رحمتوں کے حصول کے لئے اعتکاف کریں اور اپنی زندگی کو خوشگوار بنائیں۔

قرآن مجید میں اعتکاف کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے احکام بھی بیان فرمائے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (بقرہ:۵۱)

اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم ظالم تھے۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو اس سے نجات دے گی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر ان کو دس مزید راتوں سے پورا کیا۔ ان راتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے ملاقات کی اور حضرت ہارون علیہ السلام کو بنو اسرائیل پر خلیفہ بنایا۔

اور کہا:

میں اپنے رب عزوجل کے پاس جلدی میں جا رہا ہوں تم میرے خلیفہ بنو اور مفسدوں کی پیروی نہ کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے ملاقات کے شوق میں جلدی چلے گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام قائم مقام ہوئے اور سامری بھی ان کے ساتھ رہا۔

ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے۔

یہ مدت ایک ماہ ذوالقعدہ اور دس ذوالحجہ کے تھے اس مدت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کو چھوڑ کر چلے گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ان پر خلیفہ بنایا اور طور پر چالیس راتیں ٹھہرے اور ان پر زمرد کی الواح میں تورات نازل کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قریب کر کے سرگوشی کی اور ان سے ہم کلام ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلم کے چلنے کی آواز سنی اور ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان چالیس راتوں میں وہ بے وضو نہیں ہوئے حتیٰ کہ طور سے واپس آئے۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (بقرہ ۱۲۵)

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع والوں اور سجود والوں کے لئے

اس آیت کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو یہ بھی یاد دلا دو کہ ہم نے اس مبارک گھر کو ہمیشہ سے لوگوں کی زیارت گاہ اور مقام ثواب بنایا کہ ہمیشہ سے لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور بھکاری ثواب سے اپنا دامن مراد بھر لے جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی طرح رجوع کرتے ہیں چونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کی جگہ تھی اس لئے ہم نے یہاں امن رکھی کہ نہ تو کوئی مسافر یہاں لوٹا جائے یا مارا جائے اور نہ یہاں عام وبائی امراض پھیلیں اور نہ جانوروں کو تکلیف وایذا پہنچے اور نہ اسے کوئی ویران و برباد کر سکے کیونکہ یہ چیزیں اجتماع کو توڑنے والی ہیں اور چونکہ یہاں وہ پتھر بھی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ جلیل بنایا اور اس پتھر کو حضرت خلیل علیہ السلام کی پاپوشی کا شرف حاصل ہوا لہٰذا ہم نے اس کی اتنی عظمت بڑھائی کہ اس کو لوگوں کا قبلہ گاہ قرار دے دیا اور حکم دیا کہ اس گھر کا طواف کر کے گھر بنانے والے کی قیام گاہ کے سامنے سر جھکا کر نوافل پڑھنا اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی حکم دیا کہ میرے اس گھر کو گندگیوں یعنی پیشاب پاخانے وغیرہ اور گھناؤنی چیزوں تھوک وخون کوڑا وغیرہ سے پاک صاف رکھنا تاکہ اس میں طواف کرنے والے اور اعتکاف کرنے اور نماز پڑھنے والے

آسانی سے بے تکلف یہ عبادت کر سکیں کیونکہ یہ جگہ ان ہی لوگوں کے واسطے ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ (بقرہ، ۱۸۷)

اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں تم ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں اعتکاف کرنے والوں کو جماع کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ انسان نیت عبادت سے مسجد میں ٹھہرتا ہے اس لئے اس کو اس سے منع کیا گیا۔

احادیث مبارکہ سے فضائل

احادیث مبارکہ میں اعتکاف کے کثیر فضائل ہیں اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی اعتکاف کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد، ص ۱۳، ج ۲، حدیث ۱۹۲۲)

وصال سے پہلے بیس دن کا اعتکاف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان، ص ۷۱۹، ج ۲، حدیث ۱۹۳۹)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دن کا اعتکاف فرماتے ایک مرتبہ سفر پیش آ گیا تو اگلے سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الاعتکاف، ص ۵۶۲، ج ۱، حدیث ۱۷۷۰)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور انور سے دریافت کیا۔

میں نے دور جاہلیت میں منت مانی تھی کہ خانہ کعبہ میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی منت پوری کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف لیلا، ص ۷۱۴، ج ۲، حدیث ۱۹۲۷)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عشرے میں اعتکاف کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

نافع کہتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف العشر الاواخر من رمضان، ص ۸۳۰، ج ۲، حدیث ۱۱۷۱)

اعتکاف کرنے والے کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وہ گناہوں سے رکا رہتا ہے اس کے لئے ایسی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو تمام نیک عمل کرنے والوں کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ' کتاب الصیام' باب فی ثواب الاعتکاف' ص ۵۶۷' ج ۱' حدیث ۱۷۸۱)

دس دن کا ثواب دو حج اور دو عمرے کے برابر

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف کرتا ہے اس کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے۔

(معجم الکبیر' ص ۱۲۸' ج ۳' حدیث ۲۸۸۸)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف کی حالت میں مزاج پرسی فرمانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کے پاس سے اعتکاف کی حالت میں گزرتے تو بغیر ٹھہرے حسب معمول گزرتے جاتے اور اس کا حال پوچھ لیتے۔

ابن عیسیٰ کا بیان ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں مریض کی مزاج پرسی فرمالیا کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد' کتاب الصوم' باب المعتکف یعود المریض' ص ۳۳۳' ج ۲' حدیث ۲۴۷۲)

اعتکاف بیٹھنے والے کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن کا اعتکاف بیٹھے اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ کر دیتا ہے ہر خندق مشرق سے مغرب کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ لمبی ہے۔

(معجم الاوسط، ص ۲۲۰، ج ۷، حدیث ۷۳۲۶)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عشرے کے دس دن میں عبادت کرنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

جب رمضان المبارک کے (آخری عشرہ) کے دس دن باقی رہ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کمر بند کس لیتے اور اپنے اہل خانہ سے الگ ہو کر (عبادت و ریاضت میں مسغول) ہو جاتے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۶۶، ج ۶، حدیث ۲۴۴۲۲)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں گھر والوں کو جگاتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں گھر والوں کو (عبادت) کے لئے جگاتے۔

(سنن ترمذی، کتاب الصوم، ص ۱۶۱، ج ۳، حدیث ۷۹۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عشرے میں باقی دنوں سے زیادہ جدوجہد فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں باقی دنوں کی نسبت عبادت میں زیادہ جدوجہد کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر من شہر رمضان، ص ۸۳۲، ج ۲، حدیث ۱۱۷۵)

سابقہ گناہوں کی بخشش

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ایمان واخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(جامع الصغیر، ج ۲، ص ۴۰۱)

ہر دن حج کا ثواب

سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں:

مجھ تک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے ہر دن میں حج کا ثواب ہے۔

(شعب الایمان، باب الاعتکاف، ج ۵، ص ۴۳۷)

معتکف جماع نہ کرے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

فرماتی ہیں:

معتکف پر سنت یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے جماع کرے اور نہ کسی حاجت کے لئے جائے مگر اس حاجت کے لئے جا سکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزے کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف العشر الاواخر من رمضان، ص ۵۹۷، حدیث ۱۱۷۲)

اعتکاف کا معنی

لغوی معنی

ٹھہرنا

شرعی معنی

مسجد میں رہنا' روزہ سے رہنا' جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ تعالیٰ سے تقرب کی نیت کرنا اور جب تک یہ معانی پائے نہ جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے۔

عورتوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ ہر مسجد میں اعتکاف ہو سکتا ہے البتہ بعض فقہاء نے جامع مسجد کی شرط لگائی ہے۔

(احکام القرآن' ج ۱' ص ۲۴۲' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

مسجد میں اعتکاف کی نیت کے ساتھ ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ' ج ۱' ص ۲۱۱' دار الفکر بیروت)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

مسجد میں اللہ عزوجل کے لئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے۔

(بہار شریعت' ج ۱' ص ۱۰۲۰ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اعتکاف کی شرائط

اعتکاف کی دو شرائط ہیں۔

(۱)

مسجد میں ہونا

(۲)

نیت کا ہونا بشرطیکہ کہ نیت کرنے والا مسلمان' عاقل' جنابت حیض و نفاس سے پاک

ہو۔

تین چیزوں سے طہارت اعتکاف کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے جبکہ حیض و نفاس سے طہارت اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے بھی شرط ہے۔

(دُرِّ مختار مع ردّ المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ دار الفکر بیروت)

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کی تین اقسام ہیں:

(۱) واجب

(۲) سنت مؤکدہ

(۳) مستحب

واجب

کہ اعتکاف کی منت مانی یعنی زبان سے کہا محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہوگا۔

سنت مؤکدہ

کہ رمضان کے پورے عشرہ آخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے اگر بیسویں تاریخ کو نماز مغرب نیت اعتکاف کی تو سنت موکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔

مستحب

ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب و سنت غیر مؤکدہ ہے۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ہے، ج ۳ ص ۴۹۵)

اعتکاف کے احکام

سوال: کیا اعتکاف کے لئے جامع مسجد ہونا شرط ہے یا نہیں؟

جواب: اعتکاف کے لئے جامع مسجد شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہوسکتی ہے۔

ردالمحتا میں ہے:

مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہوسکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام ومؤذن مقرر ہوں اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔

(ردّالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳)

سوال: کیا اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے یا نہیں

جواب: اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

ردّالمحتار میں ہے:

اعتکاف یعنی رمضان المبارک کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے اس میں روزہ شرط ہے لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔

(ردّالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۶)

سوال: کیا منت کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے یا نہیں؟

جواب: منت کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہوسکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۶)

سوال: کیا اعتکاف مستحب کے لئے روزہ شرط ہے یا نہیں؟

جواب: اعتکاف مستحب کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیت کی۔ جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے چلا آیا اعتکاف ختم ہوگیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱)

سوال: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو کیا جماعت کے لئے نکلنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! نکلنے کی اجازت ہے۔

ردّالمحتار میں ہے:

اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

(ردّالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۳، ۵۰۵)

سوال: کیا اعتکاف واجب وسنت کے لئے بغیر عذر مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر عذر نکلنا حرام ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو یوہیں اعتکاف سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲)

سوال: اگر مسجد گر گئی تو کیا دوسری مسجد کے لئے فوراً چلے جانے سے اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الصوم، باب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲)

سوال: کیا سنت اعتکاف پورے دس دن ہے یا دس دن سے کم بھی ہوسکتا ہے؟

جواب: پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔

چاہے وہ عشرہ اخیرہ نو دن کا ہو یا دس دن کا۔

ردّ المحتار میں ہے۔

سنت اعتکاف وہ رمضان کا پورا عشرہ ہے۔

(ردّ المحتار، باب الاعتکاف، ج ۲، ص ۱۴۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اعتکاف عشرہ اخیرہ کی سنت مؤکدہ علی وجہ الکفایہ ہے جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت ومداومت (ہیشگی) فرمائی۔ پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے۔ ایک روزہ بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی۔ ہاں اعتکاف نفل کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔ ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے اگرچہ

بے روزہ ہو لہٰذا چاہئے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے نیت اعتکاف کر لے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۵۴ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: بعض لوگ اعتکاف کے لئے وضو کو ضروری قرار دیتے ہیں کہ اگر وضو نہیں ہے تو اعتکاف نہیں ہو گا تو کیا وضو اعتکاف کے لئے ضروری ہے؟

جواب: اعتکاف کے لئے وضو ضروری نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں جیسے زبانی تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۷ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: اگر کسی نے سنت اعتکاف کو توڑ دیا تو قضاء کیسے کرے۔

جواب: جس دن توڑا فقط اس دن کی قضا کرے پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں۔

ردّ المحتار میں ہے:

ہر دن کے مستقل ہونے کی وجہ سے معتکف صرف اسی دن کی قضا کرے گا جس دن اس نے اپنے اعتکاف کو فاسد کیا ہے۔ (ردّ المحتار مع دُرِ مختار ج ۲ ص ۴۴۵)

سوال: اگر معتکف نے گالی وغیرہ کی یا کسی سے لڑائی جھگڑا کیا تو کیا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

جواب: گالی وغیرہ یا لڑائی جھگڑے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

گالی دینے والے اور جھگڑا کرنے والے کا اعتکاف فاسد نہ ہو گا۔

(فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۱۳ بیروت)

سوال: اگر معتکف کو مسجد میں سوتے ہوئے احتلام ہو گیا تو کیا حکم ہے۔

جواب: اگر مسجد میں احتلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل آئے اور غسل کرے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معتکف مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی حاجت ہوئی یہ لوگ نہ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہوسکتا ہے ناچار یہ صورت عجز ہوئی، فوراً تیمم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جا سکتے ہوں اور اگر باہر جانے میں بدن یا مال پر صحیح اندیشہ ہے تو تیمم کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ بیٹھنے کی صورت میں تیمم ضرور واجب ہے اور نکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمم کو صرف مستحب جانتے ہیں اور فوراً بلا تیمم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۴۷۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی ضرورت ہو گئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل آئے تاخیر حرام ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱، ص ۳۴)

سوال: کیا معتکف کا حرام مال یا نشے والی چیز کھانے سے اعتکاف فاسد ہو گا یا نہیں؟

جواب: اعتکاف فاسد نہ ہو مگر گناہ ہے کہ توبہ کرے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

معتکف نے رات کو اگر نشہ آور چیز کھالی تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہو گا کیونکہ اس کا یہ فعل محظور الدین تو ہے لیکن محظور الاعتکاف نہیں ہے۔ جیسا کہ معتکف کا غیر کے مال کو کھانا۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۲۱۳، بیروت)

سوال: اگر معتکف نے دن میں بھول کر کھا پی لیا تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر معتکف نے دن میں بھول کر کھالیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

معتکف نے دن کو بھول کر کھالیا تو اس کے اعتکاف میں فرق نہ آئے گا کیونکہ کھانے کی حرمت روزے کی وجہ سے ہے نہ کہ اعتکاف کی وجہ سے۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۲۱۳، بیروت)

سوال: معتکف نے ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو وہ جمعہ پڑھنے کے لئے جائے تو کن باتوں کا خیال رکھے؟

جواب:

دُرِّ مختار میں ہے:

جمعہ کے دن زوال کے وقت مسجد سے نکلے اور جس کی اعتکاف گاہ دور ہو تو وہ ایسے وقت نکلے کہ جمعہ کی سنتیں پہلے پڑھ لے۔ اس وقت کی تعیین میں اپنی رائے سے فیصلہ کر لے پھر جمعہ کی نماز کے بعد چار یا چھ رکعت سنتیں پڑھ کر نکل آئے اور اگر وہاں پر کافی دیر ٹھہرا تو بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ جگہ اعتکاف کا محل ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہوگا بلا ضروری اس چیز کی مخالفت کی وجہ سے جس کا اس نے التزام کیا تھا۔

(دُرِّ مختار مع ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۳۵، بیروت)

سوال: معتکف کن عذروں کی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے؟

جواب: دو عذروں کی وجہ سے نکل سکتا ہے۔

(۱) حاجت طبعیہ، جیسے پیشاب پاخانہ، غسل اگر احتلام ہوا ہو اور مسجد میں غسل ممکن نہ ہو۔

(۲) حاجت شرعیہ۔ جیسے عید اور اذان اگر یہ موذن اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر اور جمعہ کے لئے بھی نکل سکتا ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

اعتکاف گاہ سے نکلنا صرف انسانی حاجت ہی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ حاجت طبعیہ ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، غسل اگر احتلام ہوا ہو اور مسجد میں غسل ممکن نہ ہو اسی طرح نہر میں ہے۔ خواہ حاجت شرعیہ ہو جیسے عید اور اذان اگر یہ موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور جمعہ کے لئے۔

(دُرِّ مختار، مع ردّ المحتار، ج ۲، ص ۴۴۵، بیروت)

سوال: اگر معتکف فنائے مسجد میں بلاضرورت جائے تو کیا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

جواب: فنائے مسجد سے مراد عین مسجد سے ملحق مصالح مساجد کے لئے موجود جگہ جیسا کہ جوتا اتارنے کی جگہ، غسل خانے، وضو خانے وغیرہ، یہ فنائے مسجد کے حکم میں ہیں۔ اس میں اگر معتکف جاتا ہے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ اعتکاف کے معاملے میں فنائے مسجد حکم مسجد میں ہے۔ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضرورت مسجد کے لئے ہے مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ فنائے مسجد اس معاملے میں حکم مسجد میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۳۹۹، مکتبہ رضویہ کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بلکہ وہ مدارس متعلق مسجد، حدود مسجد کے اندر ہیں ان میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہی۔ یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المومنین کا حجرہ مسجد کا حصہ ہے۔

(شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۲۵۸، مطبوعہ ایچ ایم کمپنی کراچی)

فتح القدیر میں ہے:

فنائے مسجد بعض معاملات میں مسجد کے حکم میں ہے۔

(فتح القدیر، باب یمین فی الدخول، ج ۵، ص ۹٦)

سوال: کیا معتکف مریض کی عیادت یا جنازہ کے لئے جاسکتا ہے۔

جواب: ان دونوں صورتوں میں نہیں جاسکتا۔

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں۔

اگر ڈوبنے یا جلنے والے کے بچانے کے لئے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے کے لئے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کا بلاوا ہوا اور یہ بھی نکلا یا مریض کی عیادت یا نماز جنازہ کے لئے گیا اگرچہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوگیا۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۱۰۲۵، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: اگر معتکف نے اپنی بیوی سے جماع یا بوس و کنار یا چھوا تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: معتکف کا عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے اور جماع سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں۔ بہرحال اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

معتکف پر جماع اور دواعی جماع جیسے مباشرت فاحشہ، بوسہ لینا، چھونا گلے لگانا اور فرج کے علاوہ میں جماع کرنا حرام ہے۔ اس میں دن اور رات برابر ہیں۔ جماع عمداً ہو یا سہواً، انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ بہر صورت اعتکاف ٹوٹ جائے گا جبکہ باقی صورتوں میں انزال ہونے کی صورت میں تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اگر انزال نہ ہوا تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۲۱۳، بیروت)

سوال: کیا معتکف خوشبو لگا سکتا ہے کیا کپڑے تبدیل کر سکتا ہے۔

جواب: جی ہاں! بلکہ اعتکاف میں پاک وصاف اور خوشبو سنت کی نیت سے لگائے گا تو ثواب ملے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

معتکف کپڑے تبدیل کر سکتا ہے۔ خوشبو اور تیل لگا سکتا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۱۳ بیروت)

سوال: کیا معتکف کھانے پینے اور سونے کے لئے باہر جا سکتا ہے؟

جواب: معتکف کھانے پینے اور سونے کے لئے باہر نہیں جا سکتا اگر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

دُرِّ مختار میں ہے:

معتکف کو مسجد میں کھانے' پینے' سونے اور بوقت ضرورت کوئی چیز خریدنے کی خاص طور پر اجازت ہے۔ خواہ خریداری اپنے لیے ہو یا گھر والوں کے لئے ہو اور اگر تجارت کے لئے کوئی چیز خریدی تو مکروہ ہے اور اگر معتکف ان امور کے لئے مسجد سے باہر نکلے گا تو عدم ضرورت کی بنا پر اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(ردالمحتار ج ۲' ص ۴۴۸' بیروت)

سوال: کیا معتکف موبائل فون استعمال کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: چند شرائط کیساتھ موبائل استعمال کر سکتا ہے۔

(۱) کسی سخت ضرورت وحاجت کی وجہ سے۔

(۲) فضول بات نہ کرے بلکہ ضرورت وحاجت کی بات کرے۔

(۳) بیل (Bell) گانے یا باجے پر مشتمل نہ ہو۔

اگر اس طرح کی کوئی سخت حاجت وضرورت ہے کہ جس کے علاوہ سخت پریشانی ہوگی جیسے کھانا گھر سے نہ آیا یا کپڑے منگوانے ہیں تب تو کر سکتا ہے ورنہ نہیں اور اگر

فضول باتیں کرتا ہے تو پھر موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

سوال: معتکف کس قسم کا کلام کرے؟

جواب: معتکف قرآن وحدیث پڑھے، علمی گفتگو کرے، انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کرے یا پڑھے وغیرہ۔

دُرِّ مختار میں ہے:

معتکف اچھا کلام ہی کرے جیسے قرآن وحدیث پڑھنا علمی گفتگو کرنا، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کرنا انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کرنا، نیک لوگوں کی حکایات بیان کرنا اور دینی امور لکھنا۔

(دُرِّ مختار مع ردّالمحتار ج ۲، ص ۴۵۰، بیروت)

سوال: کیا معتکفین مل کر کھا سکتے ہیں۔

جواب: معتکفین کا مل کر کھانا جائز ہے بلکہ مل کر کھانے سے احادیث مبارکہ میں برکت کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسجد میں سونا، کھانا، بحالت اعتکاف جائز ہے۔ اگر جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز، شوربا یا شیرے وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کیساتھ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بناتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۹۷ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: کسی نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا تو ایک ماہ کا اعتکاف کروں گا تو کیا منت کا اعتکاف ماہ رمضان میں کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: یہ منت ماہ رمضان میں پوری نہیں کر سکتا بلکہ اس اعتکاف کے لئے اور دنوں میں روزے رکھنے ہوں گے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر کسی نے ایک ماہ کے اعتکاف کی منت مانی پھر ماہ رمضان میں اعتکاف کیا تو یہ اسے کافی نہ ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۱۱ بیروت)

سوال: اگر معتکف نے بھول کر کھالیا تو اعتکاف کا کیا حکم ہے

جواب: اگر معتکف نے بھول کر کچھ لیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

معتکف نے دن کو بھول کر کھالیا تو اس کے اعتکاف میں فرق نہ آئے گا کیونکہ کھانے کی حرمت کی وجہ سے ہے نہ کہ اعتکاف کی وجہ سے۔

(فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۱۳ بیروت)

سوال: اگر کوئی شخص اپنے والد یا والدہ یا کسی بھی عزیز و اقارب مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے اعتکاف کرے تو ایسا کرسکتے ہیں۔

جواب: جی ہاں! اگر مذکورہ مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے اعتکاف کرے گا تو کرسکتا ہے۔

بنایہ میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لئے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ۔ ہدایہ

جیسے حج، تلاوت قرآن، اذکار، انبیاء علیہم السلام و شہداء کرام و اولیاء کرام علیہم الرحمہ اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مردے کو کفن دینا اور نیکی و عبادت کی تمام اقسام جیسے زکوٰۃ صدقہ، عشر، کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں یا بدنی جیسے روزہ، نماز، اعتکاف، تلاوت، قرآن، ذکر، دعا، یا دونوں سے مرکب جیسے حج اور جہاد اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں میں شمار کیا ہے اور مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی و بدنی سے مرکب نہیں بلکہ صرف بدنی عبادت ہوا۔

کہا گیا یہ درستی سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لئے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لئے کردے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا جیسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۷۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: عورت کہاں اعتکاف کرے؟

جواب: عورت گھر ہی میں اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجد بیت کہتے ہیں اور عورت کے لئے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ مقرر کرے اور چاہئے کہ اس جگہ کو پاک و صاف رکھے اور بہتر یہ ہے کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کرے بلکہ مرد کو بھی چاہئے کہ نوافل کیلئے گھر میں کوئی جگہ مقرر کرنے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

عورت کا مسجد بیت میں ٹھہرنا اعتکاف ہے اس کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے کمرے میں نماز پڑھنے کی جگہ کے علاوہ جگہ اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ کمرے میں مسجد ہی نہ ہو اور عورت مسجد بیت سے نہیں نکلے گی جہاں اس نے اعتکاف کیا ہے۔

(دُرِّ مختار مع ردّ المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ بیروت)

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسجد بیت وہ مسجد ہے جو کہ گھر میں نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اس کا بنانا عورت اور ہر ایک کے لئے مستحب ہے۔ جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مرد کے لئے بھی مستحب ہے کہ گھر میں اپنی نفل نماز کے لئے کوئی جگہ خاص کرے جبکہ فرض نماز اور اعتکاف مرد مسجد ہی میں ادا کرے گا۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(ردّ المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ بیروت)

سوال: کیا عورتیں مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہیں یا نہیں۔

جواب: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے۔

دُرّ مختار میں ہے:

عورت کا مسجد بیت میں ٹھہرنا اعتکاف ہے اور عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔

(دُرّ مختار مع ردّ المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ بیروت)

اگر عورت نے نماز کے لئے کوئی سوال جگہ مقرر نہیں کر رکھی تو کیا کرے؟

جواب: اگر عورت نے نماز کے لئے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کرسکتی البتہ جب اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لئے خاص کرلیا تو اس جگہ اعتکاف کرسکتی ہے۔

ردّ المحتار میں ہے:

اگر عورت نے ارادۂ اعتکاف کے وقت نماز کے لئے کوئی جگہ تیار کرلی تو اس کا صحیح ہونا درست معلوم ہوتا ہے۔

(ردّ المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ بیروت)

سوال: اگر عورت بھول کر اعتکاف کی جگہ سے بغیر عذر باہر نکلی تو کیا حکم ہے۔

جواب: اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے چاہے بھول کر نکلے یا جان بوجھ کر۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اعتکاف کے مفسدات میں سے ہے مسجد سے باہر نکل جانا' معتکف رات اور دن بغیر ضرورت اپنی جگہ سے باہر نہ نکلے اگر ایک لمحہ کے لئے بغیر عذر نکلا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جیسا کہ محیط میں ہے۔

نکلنا چاہے جان بوجھ کر ہو چاہے بھول کر ہو حکم برابر ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الصوم' باب الاعتکاف' ج ۱ ص ۲۱۲)

سوال: عورت کس کس حاجت سے باہر نکل سکتی ہے؟

جواب: عورت صرف حاجت طبعی یعنی وضو، استنجاء وغیرہ کے لئے مسجد بیت سے نکل سکتی ہے اس کے علاوہ اگر نکلے گی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

سوال: بعض گھروں میں ایک عورت ہوتی ہے اور باقی چھوٹے بچے اور مرد حضرات ہوتے ہیں۔ اب عورت اعتکاف میں ہے کیا وہ اٹھ کر کھانا پکا سکتی ہے گھر میں صفائی وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں۔ اگر کھانا پکائے یا صفائی وغیرہ کرے تو کیا حکم ہے۔

جواب: عورت کھانا نہیں پکا سکتی اور نہ ہی صفائی وغیرہ کر سکتی ہے۔ اگر ان کاموں کے لئے مسجد بیت سے اٹھے گی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہے اعتکاف جاتا رہا۔

(بہار شریعت، ج ۱، ص ۱۰۲۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سوال: کیا عورت گرمی سے بچنے کے لئے اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے گھر کے باہر صحن میں آ کر بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں نکل سکتی اگرچہ سخت گرمی بھی ہو کیونکہ مسجد بیت اس کے لئے ویسا حکم رکھتی ہے جیسے مرد کے لئے مسجد جماعت حکم رکھتی ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

عورت مسجد بیت میں اعتکاف کرے گی اور جب اعتکاف کرے گی تو وہ مسجد بیت کا ٹکڑا اس کے حق میں ایسے ہی ہے جیسے مرد کے لئے مسجد جماعت، بلا حاجت وہاں سے نہ نکلے۔ ایسا ہی امام سرخسی کی شرح مبسوط میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۲۱۱، بیروت)

سوال: عورت کو شوہر نے اجازت اعتکاف دی اور عورت نے اعتکاف شروع

کردیا کیا اب شوہر اجازت دینے کے بعد اعتکاف کرنے سے روک سکتا ہے۔

جواب: عورت کو اجازت دینے کے بعد شوہر نہیں روک سکتا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر شوہر نے بیوی کو اعتکاف کی اجازت دے دی تو اب اس کو منع نہیں کرسکتا اگر اس نے منع کیا تو اس کا منع کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۲۱۱، بیروت)

سوال: کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرسکتی ہے یا نہیں۔

جواب: شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے لئے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

ردّالمحتار میں ہے:

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے لئے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

(ردّالمحتار ج ۳، ص ۴۲۹)

سوال: کیا عورت کا حیض سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا؟

جواب: جی ہاں! عورت کو حیض آنے سے اعتکاف کیساتھ روزہ بھی ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا واجب ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

اگر حالت اعتکاف میں عورت کو حیض آجائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۸۷، بیروت)

اور ردّالمحتار میں ہے:

اس صورت میں جس دن اس کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس ایک دن کی قضا اس کے ذمے واجب ہوگی۔

(ردّالمحتار ج ۳، ص ۵۰۰، بیروت)

سوال: کیا عورت کو حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے؟

جواب: جی ہاں! عورت کو حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

ردّالمحتار میں ہے:

(عورت کا) حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

(ردّالمحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳)
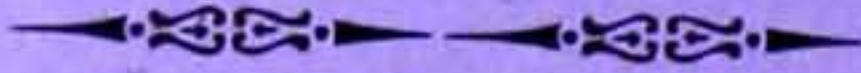
شب قدر کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان عظیم ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر جیسی رات عطا فرمائی کہ جس میں بندۂ مومن قیام کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکتا ہے اور یہ وہ رات ہے جس رات میں اللہ تعالیٰ رزق لکھ دیتا ہے اور یہ وہ رات ہے کہ جس میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کرنیوالے کی مغفرت کر دی جاتی ہے لہٰذا امت مسلمہ کو چاہیے کہ اس رات میں خوب خوب عبادت کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔

قرآن مجید میں لیلۃ القدر کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝

(القدر ۲ تا ۳)

اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے فرمایا ہے کہ "قدر" کا معنی تقدیر ہے۔

اس رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے لئے جو امور چاہتا ہے وہ مقدر فرما دیتا ہے کہ اس سال میں کتنے لوگوں پر موت آئے گی کتنے لوگ پیدا ہوں گے اور لوگوں کو کتنا رزق دیا جائے گا۔

پھر یہ امور اس جہان کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کو سونپ دیئے جاتے ہیں اور وہ

چار فرشتے ہیں۔

(۱) حضرت اسرافیل

(۲) حضرت میکائیل

(۳) حضرت عزرائیل

(۴) اور حضرت جبرائیل علیہم السلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لوحِ محفوظ سے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال کتنا رزق دیا جائے گا اور کتنی بارش ہوں گی۔ کتنے لوگ زندہ رہیں گے اور کتنے مر جائیں گے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لیلۃ القدر میں بیت اللہ کا حج کرنے والوں کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں ان میں سے کسی نام کی کمی کی جاتی ہے اور نہ اضافہ کیا جاتا ہے۔

اس رات کو لیلۃ القدر فرمانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''قدر'' کا معنی عظمت اور شرف ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ'' (الانعام:۹۱)

انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کہ جیسی قدر کرنی چاہئے تھی جیسے کہتے ہیں فلاں بندے کو قدر و منزلت ہے۔

زہری نے کہا

اس رات میں عبادت کرنے کی بہت قدر و منزلت ہے اور اس کا بہت زیادہ ثواب اور اجر ہے۔

ابوبکر وراق نے کہا

جس شخص کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو جب وہ اس رات کی عبادت کرتا ہے تو وہ بہت قدر اور عظمت والا ہو جاتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدر و منزلت والی کتاب، بہت عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت عظمت والی امت کے لئے نازل کی گئی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدر و منزلت والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت خیر اور برکت اور مغفرت نازل فرماتا ہے۔

سہل نے کہا:

اس رات کو لیلۃ القدر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے رحمت کو مقرر کر دیا ہے۔

قدر کا معنی تنگی بھی ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ (طلاق ۷)

جس شخص پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا۔

اس رات میں اتنی کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۱۶ دار الفکر بیروت)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا جو میرے دوست تھے۔

انہوں نے کہا:

ہم نے رمضان کے متوسط عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس رمضان کی صبح کو باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی اب تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ لوٹ آئے۔ ہم لوٹ گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھتے تھے پھر اچانک بادل آیا اور بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور اس کی چھت میں کھجور کی شاخیں تھیں اور نماز کی اقامت کہی گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔

(صحیح البخاری، حدیث ۲۰۱۶)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے باہر آئے۔ اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے آیا تھا۔

پس فلاں اور فلاں آپس میں لڑ پڑے تو لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گئی اور ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ پس تم اس کو انتیسویں شب ستائیسویں شب اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۰۲۳)

شارحین نے کہا ہے کہ

صرف اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا تھا اور دوسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر اس کا علم عطا کر دیا گیا۔

(فتح الباری، ج ۴، ص ۲۷۸)

ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل

زر بن جیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالمنذر! ہمیں لیلۃ القدر کے متعلق بتایئے کیونکہ حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جو شخص پورا سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ ان کو خوب معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے لیکن انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ تم کو اس کی تعیین بتائیں اور تم اس پر تکیہ کرلو اور اس ذات کی قسم جس نے قرآن کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

ہم نے پوچھا:

اے ابوالمنذر! آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟

انہوں نے کہا:

اس علامت سے جس کی ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ ہم نے اس کو یاد رکھا اور اس کا شمار کیا۔

ہم نے پوچھا:

وہ کیا علامت ہے۔

انہوں نے کہا:

اس صبح کو سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہے بغیر قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے۔ سات اعضاء پر سجدہ مشروع کیا۔ طواف کے ساتھ پھیرے مقرر کیے اور ہفتہ کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہئے۔

حافظ ابن حجر امام رازی علیہما الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حروف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے۔ جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے اس لئے یہ ستائیسویں ہونی چاہئے۔ حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ستائیسویں شب رمضان ہی کو شب قدر کہتے ہیں۔

(تفسیر صاوی، ج ۶، حدیث ۲۴۰۰)

حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہی کو ہوتی ہے۔ اپنے بیان کی تائید کے لئے انہوں نے دو دلائل بیان فرمائے ہیں۔

اولاً یہ کہ

لیلۃ القدر کا لفظ نو حروف پر مشتمل ہے اور یہ کلمہ سورۃ القدر میں تین مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح ''تین'' کو ''نو'' سے ضرب دینے سے حاصل ضرب ''ستائیس'' آتا ہے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں کو ہوتی ہے۔

دوسری توجیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ

اس سورہ مبارکہ میں تیس کلمات (یعنی تیس الفاظ) ہیں ستائیسویں کلمہ ”ھی“ ہے جس کا مرکز لیلۃ القدر ہے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک لوگوں کے لئے یہ اشارہ ہے کہ رمضان شریف کی ستائیسویں کو شب قدر ہوتی ہے۔

(تفسیر عزیزی ج ۴ ص ۴۳۷)

امام رازی کا قول

امام رازی نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ

قرآن مجید کی اس سورہ مبارکہ میں

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر ۵)

میں ھی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس صورت کا ستائیسواں کلمہ ہے اس اشارہ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر ۴، ۵)

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اس کنارے پر ہے جو جنت کے قریب ہے پس اس کے نیچے دنیا ہے اور اس کے اوپر جنت ہے اور جنت کرسی کے نیچے ہے۔ اس میں فرشتے ہیں جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور سورہ کی ہر شاخ پر فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کو ندا کرتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر نازل ہوں اور ان میں سے ہر فرشتے کا مومن کے لئے شفقت اور رحمت دی جاتی ہے۔ پھر وہ غروب آفتاب کے وقت حضرت

جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں پھر زمین کے ہر حصے پر فرشتے سجدہ اور قیام میں مومنین اور مومنات کے لئے دعا کرتے ہیں۔ سوان مقامات کے جہاں یہودیوں اور عیسائیوں کا معبد ہو یا آتش کدہ ہو یا بت خانہ ہو یا کچرہ کنڈی ہو یا جس گھر میں کوئی نشہ کرنے والا ہو یا جس گھر میں گھنٹی ہو یا بیت الخلاء' ان جگہوں کے علاوہ ہر جگہ فرشتے تمام رات مومنین کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر مومن سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس وقت ہر مومن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کر رہے ہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۱۰' ص ۳۴۵۳ رقم الحدیث ۱۹۴۲۸)

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس رات میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ تمام فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

بعض مفسرین نے کہا:

وہ آسمان دنیا پر نازل ہوتے ہیں لیکن اکثر مفسرین کا مختار یہ ہے کہ وہ زمین پر نازل ہوتے ہیں کیونکہ بہت احادیث میں وارد ہے کہ تمام ایام میں فرشتے مجالس ذکر میں حاضر ہوتے ہیں۔ پس جب عام ایام میں فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں تو اس عظیم الشان رات میں فرشتے بطریق اولیٰ زمین پر نازل ہوں گے پھر اس میں اختلاف ہے کہ فرشتے کس لئے زمین پر نازل ہوتے ہیں اور ان میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

بعض نے کہا:

فرشتے اس لئے نازل ہوتے ہیں کہ بشر کی عبادت اور اطاعت میں اس کی کوشش کو دیکھیں۔

فرشتوں نے کہا تھا:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (مریم ۶۴)

ہم صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

اس سے معلم ہوا کہ اس رات اللہ تعالیٰ ان کو زمین پر نازل ہونے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں اہل جنت کے پاس فرشتے نازل ہوں گے۔

یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ (الرعد ۲۴، ۲۳)

"فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلام ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میں فرشتوں کو نازل ہونے کا حکم دے کر یہ ظاہر فرمایا کہ آخرت کی عزت افزائی تو الگ رہی اگر تم دنیا میں بھی میری عبادت میں مشغول رہو گے تو یہاں بھی اس رات فرشتے تمہاری زیارت کے لئے آئیں گے۔

روایت میں ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فرشتے اس رات کو اس لئے نازل ہوتے ہیں کہ ہم پر سلام پڑھیں اور ہماری شفاعت کریں جس کو ان کا سلام پہنچے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۳۳)

روح کے مصداق میں اقوال مفسرین

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں۔

روح کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں۔

(۱)

روح بہت بڑا فرشتہ ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ تمام آسمان اور زمینیں اس کے سامنے ایک لقمہ کی طرح ہیں۔

(۲)

روح سے مراد مخصوص فرشتوں کی ایک جماعت ہے جس کو عام فرشتے صرف لیلۃ القدر کو ہی دیکھ سکتے ہیں۔

(۳)

وہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق ہے جو نہ فرشتوں کی جنس سے ہے نہ انسانوں کی جنس سے ہے ہوسکتا ہے وہ اہل جنت کے خادم ہوں۔

(۴)

اس سے مراد خاص رحمت ہے کیونکہ رحمت کو بھی روح فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

ترجمہ! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(یوسف ۸۷)

(۵)

اس سے مراد بہت بزرگ اور مقرب فرشتے ہیں۔

(۶)

ابونجیح نے کہا

اس سے مراد کراماً کاتبین ہیں جو مومنین کے نیک نام لکھتے ہیں اور برے کاموں کے ترک کرنے کو لکھتے ہیں۔

(۷)

زیادہ صحیح یہ ہے کہ روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں ان کی خصوصیت

کی وجہ سے ان کو عام فرشتوں سے الگ ذکر کیا ہے۔

(تفسیر کبیر' ج ۱۱' ص ۲۳۴' دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

القطب الربانی شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جائیں۔ ان کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں جب وہ زمین پر اترتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اور باقی فرشتے چار جگہوں پر اپنے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔ کعبہ پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر بیت المقدس کی مسجد پر اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ زمین پر پھیل جاؤ۔ پھر فرشتے تمام زمین پر پھیل جاتے ہیں اور جس مکان یا خیمے یا پتھر یا کسی کشتی میں غرض جہاں بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت ہو وہاں فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں! جس گھر میں کتا یا خنزیر یا شراب یا تصویروں کے مجسمے ہوں یا کوئی شخص زنا کاری سے جنبی ہو وہاں نہیں جاتے۔ وہاں پہنچ کر فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور جب فجر ہوتی ہے تو آسمان پر چلے جاتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے فرشتے سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیک لوگوں کو بخش دیا اور بدکاروں کی شفاعت قبول کر لی۔ پھر آسمان دنیا کے فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اس کے بعد وہ فرشتے دوسرے آسمان پر جاتے ہیں اور وہاں اسی طرح گفتگو ہوتی ہے۔ وعلی ھذا القیاس سدرۃ المنتہیٰ جنت الماویٰ' جنت نعیم جنت عدن اور جنت الفردوس سے ہوتے ہوئے وہ فرشتے

عرش الٰہی پر پہنچیں گے وہاں عرش الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مغفرت پر شکریہ ادا کروں گا۔

اور کہے گا:

اے اللہ عزوجل! مجھے خبر پہنچی ہے کہ گزشتہ رات تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالحین کو بخش دیا اور گناہگاروں کے حق میں نیکوکاروں کی شفاعت قبول کرلی۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اے عرش تم نے سچ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے میرے پاس بڑی عزت وکرامت ہے اور ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا کبھی خیال آیا۔

(روح المعانی جز ۳۰، ص ۳۵۰ بیروت)

فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں

فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کے بارے میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زمین پر انسانوں کی عبادت کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے۔

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ"

فرشتے اور جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بشمول حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے زمین پر آنے کی پہلے اجازت طلب کرتے ہیں پھر اس کے بعد زمین پر اترتے ہیں اور یہ چیز انتہائی محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ پہلے وہ ہماری طرف راغب اور مائل تھے اور ہم سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے لیکن اجازت کے منتظر تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے اجازت مل گئی تو قطار در قطار صف باندھے زمین پر اتر آئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے اس قدر گناہوں کے باوجود فرشتے ہم سے ملاقات کی تمنا کیوں کرتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

فرشتوں کو ہمارے گناہوں کا پتہ نہیں چلتا کیونکہ جب لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں تو مسلمانوں کی عبادت کو تفصیل کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جب گناہوں پر پہنچتے ہیں تو لوح محفوظ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس وقت فرشتوں کی زبان سے بے اختیار یہ کلمے نکلتے ہیں۔ سبحان ہے وہ ذات جس نے نیکیوں کو ظاہر کیا اور گناہوں کو چھپالیا۔

(تفسیر کبیر' ج ۱ ' ص ۳۳۴ تا ۳۳۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے خود عبادت سے مالا مال ہیں۔ تسبیح تقدیس اور تہلیل کے تو نگر ہیں قیام' رکوع اور سجود کون سی عبادت ہے جو ان کی جھولی میں نہیں ہے پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جو ان کی جھولی میں نہیں ہے پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جو دیکھنے کے شوق میں وہ انسانوں سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

کوئی شخص خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا کسی ضرورت مند کو کھلا دے یہ وہ نادر عبادت ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی۔

گناہوں پر توبہ اور ندامت کے آنسو بہانا اور گڑگڑانا' اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا' اپنی طبعی نیند کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے رات کے پچھلے پہر اٹھنا اور خوف خدا سے ہچکیاں لے لے کر رونا' یہ وہ عبادت ہے جس کا فرشتوں کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

گناہگاروں کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح اور تہلیل کی آوازوں

سے زیادہ پسند ہے۔ اس لئے فرشتے یاد خدا میں آنسو بہانے والی آنکھوں کو دیکھنے اور خوف خدا عزوجل سے نکلنے والی آہوں کے سننے کے لئے زمین پر اترتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور آ کر سلام عرض کریں گے۔

اَلْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور آ کر سلام کریں گے اور لیلۃ القدر میں یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور آ کر دنیا میں بھی تم کو سلام کریں گے۔

امام رازی نے دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ

انسانوں کی عادت ہے کہ وہ علماء اور صلحاء کے سامنے زیادہ اچھی اور زیادہ خضوع اور خشوع سے عبادت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو! تم عبادت گزاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو۔ آؤ! اب ملائکہ کی مجلس میں خضوع وخشوع سے عبادت کرو۔

(تفسیر کبیر' ج ۱۱' ص ۲۳۵' داراحیاء التراث العربی بیروت)

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ

انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اعتراض کی صورت میں کہا تھا کہا سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے جو زمین میں فسق وفجور اور خون ریزی کرے گا اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی امیدوں سے بڑھ کر اجر وثواب کا وعدہ کیا۔ اس رات کی عبادت گزاروں کو زبان رسالت سے مغفرت کی نوید سنائی۔

فرشتوں کی آمد اور ان کی زیارت اور سلام کرنے کی بشارت دی تا کہ اس کے

بندے یہ رات جاگ کر گزاریں۔ تھکاوٹ اور نیند کے باوجود اپنے آپ کو بستروں اور آرام سے دور رکھیں تا کہ جب فرشتے آسمان سے اتریں تو ان سے کہا جا سکے یہی وہ ابن آدم ہے جس کی خونریزیوں کی تم نے خبر دی تھی۔ یہی وہ شرخاکی ہے جس کے فسق و فجور کا تم نے ذکر کیا تھا۔ اس کی طبیعت اور خلقت میں ہم نے رات کی نیند رکھی ہے لیکن یہ اپنے طبعی اور خلقی تقاضوں کو چھوڑ کر ہماری رضا جوئی کے لئے یہ رات سجدوں اور قیام میں گزار رہا ہے۔ تم نے فسق و فجور اور خون ریزی دیکھی تھی۔ ہماری خاطر راتوں کو جاگ کر سجدہ کرنے والی جبینیں نہیں دیکھی تھیں۔ ہماری یاد کے سبب آنکھوں میں مچلنے والے آنسو نہیں دیکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑے مان سے تمہاری عبادت دکھانے کے لئے آسمان سے فرشتے اتارتا ہے۔ کہیں تم یہ رات گناہوں میں گزار کر اس کا مان نہ توڑ دینا۔

فرشتوں کا سلام

مفسرین لکھتے ہیں کہ

شب قدر میں عبادت کرنے والے انسان کو جس وقت روح الامین آکر سلام کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس پر خوف خدا کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے یاد خدا سے آنکھوں میں آنسو جاتے ہیں اور خشیت الٰہی سے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرشتوں کو سلام کرنا' سلامتی کا ضامن ہے۔ سات فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی تھی۔ شب قدر کے عابدوں پر جب اس رات لاتعداد فرشتے آکر سلام کرتے ہیں تو کیونکر نہ یہ امید کی جائے کہ جہنم کی آگ پر سلامتی کا باغ بن جائے۔

شب قدر پر دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ○ (الدخان ۳)

بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا۔ بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے:

ہم نے اس کتاب کو "لیلۃ مبارکہ" میں نازل فرمایا ہے۔

لیلۃ مبارکہ کا مصداق رمضان کی شب قدر ہے یا شعبان کی پندرھویں شب۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

زیادہ مفسرین کا رجحان یہ ہے کہ اس سے مراد رمضان کی شب قدر ہے اور بعض کا مختار ہے کہ اس سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے لیکن میں اس کو ذکر کرتا ہوں۔ رمضان کی شب قدر پر کہ اس سے مراد یہی ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس سلسلہ میں حسب ذیل روایات بیان کی ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحائف رمضان کی پہلی شب میں نازل ہوئے اور تورات چھ رمضان المبارک کو نازل ہوئی اور زبور سو رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن مجید چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔

نیز حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(جامع البیان حدیث ۲۳۹۹۸

لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔

یہ رات لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو لوحِ محفوظ کے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ پھر لیلۃ القدر کے علاوہ دوسری راتوں اور دنوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا۔

(جامع البیان رقم الحدیث ۲۳۹۹۹

علامہ الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

حضرت قتادہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ پھر بیس سال تک حضرت جبرائیل علیہ السلام پر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کرتے رہے

اور دوسروں نے کہا

اس سے مراد شعبان کی پندرھویں رات ہے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۷۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام عبدالرحمان بن محمد بن حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال میں کتنا رزق دیا جائے گا۔ کتنے لوگ مریں گے کتنے لوگ زندہ رہیں گے۔ کتنی بارشیں ہوں گی حتیٰ کہ لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۸۷ حدیث ۱۸۵۲۷)

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں۔

حضرت قتادہ اور ابن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ لیلۃ القدر ہے اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمانی دنیا کی طرف قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر راتوں اور دنوں میں قرآن مجید کو نازل فرماتا رہا۔

اور دوسروں نے کہا:

اس سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے۔

(الکشف والبیان ج ۸ ص ۳۴۸ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لیلۃ مبارکہ سے لیلۃ القدر مراد ہونے پر دلیل

امام فخر الدین محمد عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے بکثرت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ لیلۃ مبارکہ سے رمضان کی لیلۃ القدر ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر، ۱)

بے شک ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔

اور یہاں فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان ۳)

بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ مبارکہ میں نازل کیا ہے۔

اسی لئے ضروری ہے کہ لیلۃ المبارکہ اور لیلۃ مبارکہ سے مراد واحد شب ہوتا کہ قرآن مجید میں تضاد اور تناقض لازم نہ آئے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۵)

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کو نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنا رمضان کے مہینے میں واقع ہوا ہے اور یہاں فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

بے شک ہم نے قرآن کو لیلہ مبارک میں نازل کیا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ یہ رات بھی رمضان المبارک کے مہینہ میں واقع ہو اور اسی طرح جس شخص نے بھی کہا کہ لیلۃ مبارکہ رمضان کے مہینہ میں واقع ہے۔ اس نے یہ کہا یہ لیلہ مبارکہ ہی لیلۃ القدر ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کی صفت میں فرمایا:

تنزل الملئکة والروح (القدر: ۵،۴)

ترجمہ: اس رات میں فرشتے اور جبرائیل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے نازل ہوتے ہیں۔

وہ رات سلامتی ہے طلوع فجر ہونے تک

اور سورہ دخان کی اس آیت میں فرمایا:

فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ○ (الدخان: ۴)

اس رات میں ہر حکمت والے کے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور یہ اس کے مناسب ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ الرُّوْحُ (القدر: ۵،۴)

اس رات میں فرشتے اور جبرائیل نازل ہوتے ہیں۔

نیز یہاں الدخان ۵ میں فرمایا:

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط

ہمارے پاس ایک حکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اور سورہ قدر میں فرمایا:

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ

ترجمہ: اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے اترتے ہیں۔

اور سورت کی آیت میں فرمایا:

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط

ترجمہ: ہمارے پاس سے ایک حکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اس سورت میں فرمایا:

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ط

آپ کے رب کی رحمت سے

اور سورۃ القدر میں فرمایا ہے:

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ترجمہ: وہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے۔

(۴) امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

صحائف ابراہیم علیہ السلام رمضان کی پہلی شب میں نازل ہوئے تورات رمضان کی چھٹی شب میں نازل ہوئی۔ زبور رمضان کی بارہویں شب میں نازل ہوئی اور انجیل رمضان کی اٹھارویں شب میں نازل ہوئی اور قرآن رمضان کی چوبیسویں شب میں نازل ہوا اور لیلۃ المبارکۃ یہی لیلۃ القدر ہے۔

(۵) لیلۃ القدر کا معنی ہے۔

قدر والی شب اور اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی قدر اور اس سے شرف اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی قدر اور اس کا شرف زمانہ کے اس مخصوص خبر اور اس مخصوص شب کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ زمانہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے متصل ہے واحد چیز ہے اس لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ زمانہ کے بعض اجزا دوسرے اجزاء کے اعتبار سے افضل ہوں۔ پس اگر زمانہ کا کوئی جز دوسرے جز میں حاصل نہیں ہوتی اور یہ واضح ہے کہ دین کی چیزوں کا مرتبہ دنیا کی چیزوں سے زیاد مشرف اور مرتبہ والا ہے اور دین کی چیزوں میں سب سے زیادہ مرتبہ قرآن کریم کا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہو ہے اور اسی سے حق اور باطل کا فرق معلوم ہوا ہے اور اسی سے منکشف ہوا کہ اصحا سادات کے مراتب اصحاب شقاوات سے بہت بلند ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا مرتبہ اور شرف ہر چیز سے بلند اور بالا ہے سو جس

رات میں قرآن مجید نازل ہوا اس رات کا مرتبہ ہر رات سے بلند اور بالا ہوگا اور جب اس پر اتفاق ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں تھے تو ہمیں یقین ہوگیا کہ قرآن مجید بھی اسی شب میں نازل ہوا اور یہی لیلہ مبارکہ ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سورت میں جس لیلۃ مبارکہ کا ذکر ہے وہ شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ میں نے ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں دیکھی جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ ان لوگوں نے بعض اقوال پر قناعت کرلی ہے اگر اس نے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث صحیح ہے تو پھر لیلۃ مبارکہ سے شعبان کی پندرہویں شب کا مراد ہونا متعین ہے اور اگر اس کے ثبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے تو پھر حق یہ ہے کہ اس سورت میں جس لیلۃ مبارکہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ لیلۃ القدر ہی ہے نہ کوئی اور شب۔

(تفسیر کبیر' ج ۹' ص ۶۵۲ تا ۶۵۳' دار احیاء التراث العربی بیروت)

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں سے مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ عبادات میں کوشش کرے' کس گناہ سے ناراض ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ ہر گناہ سے باز رہے۔ ولی کی کوئی علامت مقرر نہیں کی اور اسے لوگوں کے درمیان مخفی رکھا تاکہ لوگ ولی سے شائبہ میں ہر انسان کی تعظیم کریں قبولیت کی توبہ کو مخفی رکھا تاکہ بندے مسلسل توبہ کرتے رہیں۔ موت اور قیامت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ بندے اساعت کے گناہوں سے باز رہیں اور نیکی کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو معین کر کے بتا دیتا تو نیک لوگ تو اس رات جاگ کر عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادتوں کا اجر حاصل کر لیتے اور عادی گناہگار اگر شامت نفس اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس رات بھی گناہ کر لیتا تو وہ ہزار ماہ کے گناہوں کی سزا کا مستحق ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تا کہ کوئی عادی گناہگار اس رات بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو لیلۃ القدر سے لاعلمی کی بنا پر اس کے ذمہ لیلۃ القدر کی احترام شکنی اور ہزار ماہ کے گناہ نہ لازم آئیں کیونکہ علم کے باوجود گناہ کرنے لاعلمی سے گناہ کرنے کی بنسبت زیادہ شدید ہے۔

روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک شخص کو سوتے ہوئے دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

اسے وضو کرنے کے لئے اٹھا دو انہوں نے اٹھا دیا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو نیکی کرنے میں خود پہل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود کیوں نہیں جگایا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے اٹھانے پر انکار کر دیتا تو یہ کفر ہوتا اور تمہارے اٹھانے پر انکار کرنا کفر نہیں ہے تو میں نے تم کو اٹھانے کا اس لئے حکم دیا ہے کہ اگر یہ انکار کر دے تو اس کا قصور کم ہو۔ غور کرو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہگاروں پر رحمت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آسان ہے کہ نیکوکار لیلۃ القدر میں رمضان کی متعدد راتیں جاگ کر کھنگال ڈالیں۔ یہ بھی گوارا ہے کہ اس تلاش میں ان سے لیلۃ القدر چوک جائے لیکن یہ گوارہ نہیں ہے کہ لیلۃ القدر بتلا دینے سے کوئی گناہگار بندہ اپنے گناہ کی ہزار گنا زیادہ سزا پائے۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے گناہگار بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ

جب لیلۃ القدر کا علم نہیں ہوگا اور بندے رمضان کی ہر رات میں عبادت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اسی ابن آدم کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ زمین کو خونریزی اور گناہوں کو بھر دیں گے ابھی تو اس کو لیلۃ القدر کا قطعی علم نہیں ہے پھر بھی عبادت میں اس قدر کوشش کر رہا ہے۔ اگر اسے لیلۃ القدر کا علم قطعی ہوتا کہ کون سی رات ہے پھر اس کی عبادت کا کیا عالم ہوتا۔

قرآن مجید میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر ۵،۴)

اس رات میں فرشتے اور جبرائیل اپنے رب عزوجل کے حکم سے ہر کام کے لئے نازل ہوتے ہیں یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی ہے۔

امام عبدالرحمان بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ

سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اس کنارے پر ہے جو جنت کے قریب ہے پس اس کے نیچے دنیا ہے اور اس کے اوپر جنت ہے اور جنت کرسی کے نیچے ہے۔ اس میں فرشتے ہیں جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور سدرہ کی ہر شاخ پر فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں اور جبرائیل امین کا مقام اس کے وسط میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا کرتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر نازل ہوں اور ان میں سے ہر فرشتے کو مومنین کے لئے شفقت اور رحمت دی جاتی ہے۔ پھر وہ غروب آفتاب کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر زمین کے ہر حصے پر فرشتے سجدہ اور قیام

میں مومنین اور مومنات کے لئے دعا کرتے ہیں سوائے ان مقامات کے جہاں یہودیوں اور عیسائیوں کا معبد ہو یا آتش کدہ ہو یا بت خانہ ہو یا کچرہ کنڈی ہو یا جس گھر میں کوئی نشہ کرنے والا ہو یا جس گھر میں گھنٹی ہو یا بیت الخلاء ہو۔ ان جگہوں کے علاوہ ہر جگہ فرشتے تمام رات مومنین کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر مومن سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس وقت ہر مومن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کر رہے ہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم' ج ۱۰ ص ۳۳۵۳' حدیث ۱۹۴۲۸)

شب قدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

رمضان کی آخری سات طاق راتوں میں

(صحیح بخاری' کتاب الصیام' باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر' ص ۱۱' ج ۲' حدیث ۱۹۱۷)

شب قدر میں حالت ایمان میں ثواب کی نیت سی قیام کرنے والے کے سابقہ گناہ معاف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے شب قدر میں حالت ایمان میں ثواب کی غرض سے قیام کیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی غرض سے

رمضان کے روزے رکھے اس کے بھی سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری' کتاب الایمان' باب قیام لیلۃ القدر من الایمان)' ص ۲۱' ج ۱' حدیث ۳۵)

شب قدر کو نویں' ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس (شب قدر) کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں باقی رہنے والی راتوں میں سے نویں' ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

(صحیح بخاری' کتاب الصوم' باب من صام صوم رمضان ایمان واحتسابا' ص ۲۷۰' ج ۲' حدیث ۱۸۰۲)

شب قدر کو پانے والے کی مغفرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص لیلۃ القدر میں قیام کرے اور اس کو پالے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں:

میرا خیال ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے۔

(صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب قیام لیلۃ القدر من الایمان' ص ۲۱' ج ۱' حدیث ۳۵)

شب قدر ہزار راتوں سے افضل اور بہتر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس رمضان المبارک کا مہینہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش وشیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار راتوں سے افضل اور بہتر ہے جو اس (رات) کی خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا وہ (ہر خیر سے) سے محروم کر دیا گیا۔

(سنن نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر اختلاف علی معمر فیہ، ص ۱۲۹، ج ۴، حدیث ۲۱۰۶)

اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کیوں عطا فرمائی

حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ثقہ اہل علم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں یا اس بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی عمروں کو چھوٹا خیال فرمایا کہ وہ کم عمروں کی وجہ سے اس قدر کثیر اعمال نہ کر سکیں گے جس قدر دیگر امتوں کے افراد اپنی طوالت عمری کی وجہ سے کر پائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر عطا فرما دی جو ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الاعتکاف، باب ما جاء فی لیلۃ القدر، ص ۳۲۱، ج ۱، حدیث ۶۹۸)

شب قدر صرف امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری امت ہی کو عطا کی ہے۔ ان سے پہلے کسی امت کو یہ نہیں ملی۔

(مسند الفردوس، ص ۱۷۳، ج ۱، حدیث ۶۴۷)

جو شخص شب قدر کی خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا وہ تمام خیر سے محروم کر دیا گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ماہ رمضان آیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ جو مہینہ تم پر آ گیا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات کی خیرات و برکات سے محروم کر دیا گیا وہ گویا تمام خیر سے محروم کر دیا گیا اور اس رات کی خیرات و برکات سے محروم صرف وہی شخص کیا جاتا ہے جو (اصلاً ہر خیر سے) محروم ہو۔

(سنن ابن ماجہ' کتاب الصیام' باب ماجاء فی فضل شہر رمضان' ص ۵۲۶' ج ۱' حدیث ۱۶۴۴)

شب قدر میں جبرائیل علیہ السلام بمع فرشتوں کا سلام بھیجنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اور ہر اس کھڑے بیٹھے بندے پر جو اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے سلام بھیجتے ہیں۔ جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے یعنی عید الفطر کا دن تو اللہ تعالیٰ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اے میرے فرشتو! اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہئے جو اپنا کام پورا کر دے۔

وہ عرض کرتے ہیں:

یا اللہ عزوجل! اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا پورا اجر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے فرشتو! میرے بندے اور بندیوں نے میرا وہ فریضہ پورا کر دیا جو ان پر تھا۔ پھر وہ دعا میں دست طلب دراز طلب کرتے ہوئے نکل پڑے۔

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا)

مجھے اپنی عزت' اپنے جلال' اپنے کرم' اپنی بلندی اور رفعت مکانی کی قسم! میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔

پھر (اپنے بندوں سے) فرماتا ہے:

لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔

ارشاد فرمایا:

پھر یہ لوگ بخشے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔

(شعب الایمان، ص ۳۴۳، ج ۳، حدیث ۳۷۱۷)

شب قدر میں قیام کرنے والے کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں شب قدر کے بارے میں بتائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ (رات) ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔ اس رات کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ بے شک یہ رات طاق راتوں یعنی اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں میں سے کوئی ایک یا رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے جو بندہ اس میں ایمان وثواب کے ارادہ سے قیام کرے اس کے اگلے پچھلے (تمام) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۳۱۸، ج ۵، حدیث ۲۲۷۹۳)

شب قدر کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آخری سات رات میں دیکھنا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شب قدر میں آخری سات راتوں کے اندر دکھائی گئی۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جو تم میں سے اسے تلاش کرنا چاہے تو وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الہلال...... ص ۷۰۹، ج ۲، حدیث ۱۹۱۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں شب میں لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے۔ پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، کتاب التراویح، باب التماس لیلۃ القدر، فی السبع الاواخر، ص ۷۰۹، ج ۲، حدیث ۱۹۱۲)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر دکھائی گئی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لے گئے۔

اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مجھے شب قدر دکھائی گئی لیکن میں اسے بھول گیا یا وہ مجھے بھلا دی گئی۔ پس اسے رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کر اور میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے اسے لوٹ جانا چاہئے۔ ہم لوٹ گئے اور ہمیں آسمان میں کوئی بادل نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ ایک بدلی آئی اور برسنے لگی۔ یہاں تک کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی جو کھجور کی شاخوں کی تھی۔ نماز قائم کی گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ مٹی کا نشان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی میں دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب التماس لیلۃ القدر فی سبع الاواخر، ص ۷۰۹، ج ۲، حدیث ۱۹۱۳)

شب قدر نو راتیں باقی رہنے پر ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسے (شب قدر کو) رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

شب قدر نو راتیں باقی رہنے پر ہے یا سات باقی رہنے پر یا پانچ باقی رہنے پر ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر، ص ۷۰۹، ج ۲، حدیث ۱۹۱۷)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شب قدر کی تلاش میں تین عشرے اعتکاف کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا۔ پھر ایک ترکی خیمہ میں رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا۔ جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمہ کے ایک کونے میں کردی۔ پھر خیمہ سے سر باہر نکالا اور لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

میں اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھا پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا۔ میری طرف وحی کی گئی کہ یہ آخری عشرے میں ہے تم میں سے جس شخص کو پسند ہو وہ اعتکاف کرے۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب افضل لیلۃ القدر..... ص ۸۲۵، ج ۲، حدیث ۱۱۶۷)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور

فرمایا کرتے تھے شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کیا کرو۔
(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر، ص ۷۰۹، ج ۲، حدیث ۱۹۱۶)

آگاہ رہو شب قدر آخری عشرہ میں ہے

عینیہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد نے بیان کرتے ہوئے فرمایا:
میں نے ابوبکرہ کے پاس لیلۃ قدر کا ذکر کیا۔
انہوں نے فرمایا:
میں اسے تلاش نہیں کرتا کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی۔
(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)
آگاہ رہو
وہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے نیز میں نے سنا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اسے تلاش کرو جب نو یا سات یا پانچ یا تین راتیں یا آخری رات باقی رہ جائے۔
عبدالرحمٰن کہتے ہیں
ابوبکر، ماہِ رمضان کے پہلے بیس دنوں میں عام دنوں کی طرح نماز پڑھتے۔ جب آخری دس دن شروع ہوتے تو معلوم سے ہٹ کر زیادہ عبادت میں مشغول ہو جاتے۔
(سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی لیلۃ القدر، ص ۱۶۰، ج ۳، حدیث ۷۹۴)

شب قدر ستائیسویں رات کو ہے

حضرت زر بن جیش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
جو شخص تمام سال قیام کریگا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالٰی ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم آئے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ کہیں لوگ ایک رات رات پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور اغلب طور پر وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے پھر انہوں نے بغیر انشاء اللہ کہے قسم کھا کر کہا لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہی ہے۔

میں نے کہا

اے ابوالمنذر! تم یہ بات اتنے یقین سے کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟

انہوں نے کہا

اس دلیل یا اس نشانی کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے بعد جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعائیں نہیں ہوتیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبھا......، ص ۸۲۸، ج ۲، حدیث ۷۶۲)

- ایک اور احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شب قدر ستائیسویں رات کی ہوتی ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال سبع وعشرین، ص ۵۳، ج ۲، حدیث ۱۳۸۶)

ضعیف آدمی کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا صرف پوچھنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

اور عرض کیا:

اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک ضعیف اور بیمار آدمی ہوں۔

میرے لئے (طویل) قیام بہت مشکل ہے لہٰذا میرے لیے کسی ایسی رات میں قیام کا حکم فرمائیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ مجھے لیلۃ القدر عطا فرمادے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تیرے لئے (رمضان کے آخری عشرہ) ساتویں رات جاگنا ضروری ہے۔

(مسند احمد بن حنبل' ص ۲۴۰' ج ۱' حدیث ۲۱۴۹)

شب قدر کی نشانی اور آثار

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

یہ ایک کوشگوار و معتدل کھلی کھلی رات ہے نہ گرم نہ سرد اس کی صبح سورج کمزور شعاعوں کے ساتھ سرخ ہوتا ہے۔

(شعب الایمان' ص ۳۳۴' ج ۳' حدیث ۳۶۹۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شب قدر کے بارے میں سوال کیا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی اکیسویں' تیسویں' پچیسویں' ستائیس یا انتیس شب یا رمضان کی آخری شب میں ہے تو جو کوئی ایمان کیساتھ بہ نیت ثواب اس مبارک رات میں عبادت کرے۔ اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مبارک شب کھلی ہوئی روشن اور بالکل صاف وشفاف ہوتی ہے۔ اس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ یہ رات معتدل ہوتی ہے۔ گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے۔ اس پوری رات میں شیاطین کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے۔ مزید نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ

اس رات کے گزرنے کے بعد جو صبح آتی ہے اس میں سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے گویا کہ چودھویں کا چاند' اللہ عزوجل نے اس دن طلوع آفتاب کے ساتھ شیطان کو نکلنے سے روک دیا ہے۔

(مسند امام احمد ج ۸' ص ۱۴۳' ۴۱۴' حدیث ۲۲۸۲۹)

تذکرۃ الواعظین میں ہے۔

حضرت سیدنا عبید ابن عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات بحیرۂ قلزم کے کنارے پر تھا اور اسی کھاری پانی سے وضو کرنے لگا۔ جب میں نے وہ پانی چکھا تو شہد سے بھی زیادہ میٹھا معلوم ہوا۔ مجھے بے حد تعجب ہوا میں نے جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: اے عبید رضی اللہ عنہ لیلۃ القدر ہو گی۔

مزید فرمایا:

جس شخص نے یہ رات اللہ عزوجل کی یاد میں گزاری اس نے گھر یا ہزار ہا ماہ سے بھی زیادہ عرصہ عبادت کی اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

(تذکرۃ الواعظین' ص ۶۳۶)

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

فرماتی ہیں:

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بتایئے اگر مجھے شب قدر معلوم ہو جائے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہو

اللھم انك عفو کریم تحب العفو فاعف عنی"

(سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۸۵، ص ۵۴۳، ج ۵، حدیث ۳۵۱۳)

شب قدر میں سات بار سورہ قدر ہر بلا سے حفاظت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو کوئی شب قدر میں سورۃ القدر سات بار پڑھتا ہے اللہ عزوجل اسے ہر بلا سے محفوظ فرما دیتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے جنت کی دعا کرتے ہیں اور جو کوئی جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل تین بار پڑھتا ہے اللہ عزوجل اس روز کے تمام نماز پڑھنے والوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھتا ہے۔

(نزہۃ المجالس، ج ۱، ص ۲۲۳)

شب قدر کے نوافل

حضرت سیدنا اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں۔

جو شب قدر میں اخلاص نیت سے نوافل پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(روح البیان، ج ۲، ص ۳۵۷، حدیث ۱۷۶۸)

حضرت سیدنا اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ

بزرگان دین علیہم الرحمہ اس عشرے کی ہر رات میں دو رکعت نفل شب قدر کی نیت سے پڑھا کرتے ہیں۔ نیز بعض اکابر سے منقول ہے کہ جو ہر رات دس آیات اس نیت سے پڑھ لے تو اس کی برکت سے محروم نہ ہوگا۔

شب قدر کی عبادت

اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شب قدر کی کم سے کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعت (نوافل)

اور درمیانہ درجہ دو سو رکعت ہے اور ہر رکعت میں اوسط قراءت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورہ قدر اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور سلام کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم درود پاک بھیجے اور پھر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ اپنا دو سو رکعت کا یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کا جو ارادہ کیا ہو پورا کرے تو یا اس کرنا اس شب قدر کی جلالت قدر جو کہ اللہ عزوجل نے بیان فرمائی اور جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قیام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اس کے لئے کفایت کرے گا۔

(روح البیان، ج ۱۰، ص ۵۸۰ تا ۵۸۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

عامر بیان کرتے ہیں کہ

لیلۃ القدر کا دن اس کی شب کی مثل ہے اور اس کی شب اس کے دن کی مثل ہے۔

(مصنف ابن شیبہ، ج ۲، ص ۲۵۳، حدیث ۸۶۹۳)

ابن المسیب نے کہا

جس شخص نے لیلۃ القدر میں مغرب اور عشاء کی نماز باجماعت کے ساتھ پڑھی اس نے لیلۃ القدر سے اپنا حصہ پالیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۸۶۹۴)

جس نے یہ دعا تین مرتبہ پڑھی نے اس نے شب قدر کو پالیا

غرائب القرآن میں ایک روایت نقل کی گئی ہے

جو شخص رات میں یہ دعا تین مرتبہ پڑھ لے گا تو اس نے گویا شب قدر کو پالیا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

(غرائب القرآن، ص ۱۸۷)

لہٰذا ہر رات اس دعا کو پڑھ لیا کریں تا کہ شب قدر نصیب ہو۔

رمضان المبارک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تلاوت قرآن کا دور فرمانا

قرآن مجید پڑھنے کے کثیر فضائل ہیں۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں قرآن مجید کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کیساتھ دور فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رمضان البارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ رمضان المبارک چونکہ نیکیاں کمانے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا گناہوں کی معافی چاہنے کا ذریعہ ہے لہٰذا رمضان المبارک میں قرآن مجید کی کثرت کے ساتھ تلاوت کریں کیونکہ یہی قرآن قیامت کے دن شفاعت فرمائے گا اور جس نے پڑھا ہوگا تو وہ قیامت کے دن سرخرو ہوگا اور قرآن کی شفاعت کو پائے گا۔

حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ اور قرآن مجید بندے کے لئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔

روزہ کہے گا

اے میرے رب عزوجل! میں نے اسے کھانے پینے اور خواہش نفس سے روکے رکھا لہٰذا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما

اور قرآن کہے گا

اے میرے رب عزوجل! میں نے اسی رات کے وقت نیند سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۱۷۴، ج ۲، حدیث ۶۶۲۶)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن مجید قیامت کے دن شفاعت فرمائے گا۔ لہٰذا

کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔

میں نے تلاوت قرآن مجید کے فضائل اور اجر وثواب پر کئی احادیث مبارکہ گزشتہ اوراق میں ذکر کردی ہیں یہاں صرف رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کو ذکر کرتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طرح رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل امین کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خیرات کرنے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک کے مہینے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے سخاوت کے اندر طغیانی آجاتی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان مبارک کی ہر رات آخر ماہ تک حاضر خدمت ہوتے رہتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جب جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوتے تو آپ علیہ السلام صدقہ و خیرات کرنے میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اجود ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان، ص ۲۷۶، ج ۲، حدیث ۱۸۰۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور بڑھ جاتی وہ رمضان المبارک کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۶، ج ۱، حدیث ۶)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور ان کا چلنا ہو بہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے جیسا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا پھر چپکے سے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔

میں نے ان سے پوچھا

آپ (رضی اللہ عنہا) کیوں رو رہی ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی بات چپکے سے کہی تو وہ ہنس پڑیں۔

پس میں نے کہا کہ

آج کی طرح میں نے خوشی کو غم کے اتنے نزدیک کبھی نہیں دیکھا

میں نے پوچھا

آپ رضی اللہ عنہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پوچھا تھا

انہوں نے جواب دیا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ان سے پھر پوچھا

تو انہوں نے جواب دیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ سرگوشی کی تھی کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال (رمضان المبارک میں) میرے ساتھ قرآن مجید کا ایک بار دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے میرا خیال یہی ہے کہ میرا وقت وصال قریب آ پہنچا ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں تم ہو جو سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔

اس بات نے مجھے رلا دیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو! تو اس بات پر میں ہنس پڑی۔

(صحیح بخاری' کتاب المناقب' باب علامات النبوۃ فی الاسلام' ص ۱۳۲۶' ج ۳' حدیث ۳۴۲۶)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا رمضان المبارک میں قرآن مجید کا درس دینا

حضرت ابوعوانہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے فرمایا کہ

میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ رمضان المبارک میں قرآن حکیم کا درس دیتے تھے۔

(مسند ابن الجعد' ص ۱۶۰' ج ۱' حدیث ۱۰۲۴)
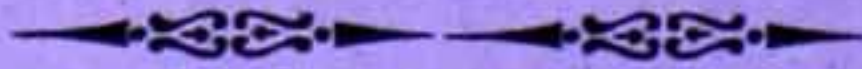
عید الفطر کے فضائل

عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے خاص انعامات سے نوازتا ہے اور چونکہ مزدور جب اپنی مزدوری کر لیتا ہے تو اس کو پوری پوری مزدوری دی جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو اس ماہ رمضان کے صدقے ان کی بخشش و مغفرت فرما دیتا ہے اور ان کو پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔

مزدور کی مزدوری مکمل دی جاتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں کی گئیں۔

پہلی یہ کہ

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔

دوسری یہ کہ

فرشتے ان کے لئے مغفرت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افطار کر لیں۔

تیسری یہ کہ

اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو مزین کرتا ہے۔

پھر ارشاد فرماتا ہے:

عنقریب میرے صالحین بندے دنیا کی تھکاوٹ اور تکالیف سے میرے گھر اور میرے دار رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں گے۔

چوتھا یہ

اس مہینے میں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

پانچواں یہ کہ

جب (رمضان) کی آخری رات ہوتی ہے ان (روزہ داروں) کو بخش دیا جاتا ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا

کیا یہ شب قدر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں بلکہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے مکمل مزدوری دی جاتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۲۹۲، ج ۲، حدیث ۷۹۶۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔

ایک یہ کہ

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر التفات فرماتا ہے اور جس پر اس کی نظر رحمت پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

دوسرا یہ کہ

شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔

تیسرا یہ کہ

فرشتے ہر دن اور ہر رات ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

چوتھا یہ کہ

اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندوں کے لئے تیاری کر لے اور مزین ہو جاتا کہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دار رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں۔

پانچواں یہ کہ

جب آخری رات ہوتی ہے ان سب کو بخش دیا جاتا ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا:

کیا یہ شب قدر ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں کیا تم جانتے نہیں ہو کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جاتے ہیں تو انہیں پوری پوری مزدوری دی جاتی ہے۔

(شعب الایمان' ص ۳۰۳' ج ۳' حدیث ۳۶۰۳)

اللہ تعالیٰ عید الفطر کے دن بندوں سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں اور ہر اس کھڑے بیٹھے بندے پر جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں سلام بھیجتا ہے۔ جب ان کا

عید کا دن ہوتا ہے یعنی عید الفطر کا دن تو اللہ تعالیٰ بندوں سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اے میرے فرشتو! اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہئے جو اپنا کام پورا کر دے۔

وہ عرض کرتے ہیں۔

الٰہی عز و جل! اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا پورا اجر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میرے بندوں اور بندیوں نے میرا وہ فریضہ پورا کر دیا جو ان پر تھا پھر وہ دعا دست طلب دراز کرتے ہوئے نکل پڑے۔

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا)

مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنے کرم، اپنی بلندی اور رفعت مکانی کی قسم! میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔

پھر (اپنے بندوں سے) ارشاد فرماتا ہے:

لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔

فرمایا:

پھر یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں۔

(شعب الایمان، ص ۳۴۳، ج ۳، ص ۳۷۱۷)

عید الفطر کی رات قیام کرنے والے کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں شب قدر کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ (رات) ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے۔ اس رات کو آخری عشرہ

میں تلاش کرو۔ بے شک یہ رات طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں میں سے کوئی ایک یا رمضان کی آخری رات ہوتی ہے جو بندہ اس میں ایمان وثواب کے ارادہ سے قیام کرے اس کے اگلے پچھلے (تمام) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، ص ۳۱۸، ج ۵، حدیث ۲۲۷۶۵)

ہر سجدے کے بدلے پندرہ سونیکیاں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ رمضان کی آخری رات ہوتی ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو رمضان کی کسی رات میں نماز ادا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ہر سجدے کے بدلے میں پندرہ سونیکیاں لکھ دیتا ہے۔

(شعب الایمان، ص ۳۴۱، ج ۳، حدیث ۳۶۳۵)

عید الفطر کی رات میں قیام کرنے والے کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے پانچ راتوں کو زندہ رکھا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی وہ پانچ راتیں یہ ہیں۔

(۱) آٹھویں ذی الحجہ کی شب

(۲) نویں ذی الحجہ کی شب

(۳) عید الاضحیٰ کی شب

(۴) عید الفطر کی شب

(۵) پندرھویں شعبان کی رات (الترغیب والترہیب' ص ۹۸' ج ۲' حدیث ۱۶۵۶)

اللہ تعالیٰ عید الفطر کی رات فرماتا ہے: مانگو! کیا مانگتے ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب عید الفطر کی مبارک رات تشریف لاتی ہے تو اسے لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جب عید کی صبح ہوتی ہے اللہ عزوجل اپنے معصوم فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے چنانچہ فرشتے زمین پر تشریف لاکر سب گلیوں اور راہوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس طرح ندا دیتے ہیں۔

اے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! اس رب کریم عزوجل کی بارگاہ کی طرف چلو! جو بہت ہی زیادہ عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑا گناہ معاف فرمانیوالا ہے۔ پھر اللہ عزوجل اپنے بندوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے۔

اے میرے بندو! مانگو! کیا مانگتے ہو؟ میری عزت وجلال کی قسم! آج روز اس (نماز عید کے) اجتماع میں اپنی آخرت کے بارے میں جو کچھ سوال کرو گے وہ پورا کروں گا اور جو کچھ دنیا کے بارے میں مانگو گے اس میں تمہاری بھلائی کی طرف نظر فرماؤں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا لحاظ رکھو گے میں بھی تمہاری خطاؤں پر پردہ پوشی فرماتا رہوں گا۔ میری عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں حد سے بڑھنے والوں کے ساتھ رسوا نہ کروں گا۔ بس اپنے گھروں کی طرف مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں بھی تم سے راضی ہو گیا۔

(الترغیب والترہیب' ج ۲' ص ۳۰)

عید الفطر کی رات قیام کرنے والا کا دل زندہ رہے گا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے عیدین کی رات قیام کیا اس دن اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں

کے دل مر جائیں گے۔

(ابن ماجہ، ج ۲، ص ۳۶۵)

عید الفطر کے دن شیطان چلا چلا کر روتا ہے

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب بھی عید آتی ہے شیطان چلا چلا کر روتا ہے۔ اس کی بدحواسی دیکھ کر تمام شیاطین اس کے گرد جمع ہو کر پوچھتے ہیں۔

اے آقا! آپ کیوں غضبناک اور اداس ہیں؟

وہ کہتا ہے

ہائے افسوس! اللہ عزوجل نے آج کے دن امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا ہے لہٰذا تم انہیں لذتوں اور خواہشات نفسانی میں مشغول کر دو۔

(مکاشفۃ القلوب، ص ۳۰۸)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عید

عید کے دن لوگ کاشانۂ خلافت پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دروازہ بند کر کے زار و قطار رو رہے ہیں۔

لوگوں نے حیران ہو کر عرض کیا:

یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ آج تو عید ہے جو کہ خوشی منانے کا دن ہے۔

خوشی کی جگہ یہ رونا کیسا

آپ رضی اللہ عنہ نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی۔

آج جس کے نماز روزے مقبول ہو گئے بلاشبہ اس کے لئے آج عید کا دن ہے لیکن آج فرض جس کے نماز و روزہ کو رد کر کے اس کے منہ پر مار دیا گیا اس کے لئے تو آج وعید ہی کا دن ہے اور میں تو اس خوف سے رو رہا ہوں کہ آہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں

مقبول ہوا ہوں یا رد کر دیا گیا ہوں۔

(فیضان رمضان، ص ۳۰۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہزادے کی عید

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عید کے دن اپنے شہزادے کو پرانی قمیض پہنے دیکھا تو رو پڑے۔

بیٹے نے عرض کیا

پیارے ابا جان! کیوں رو رہے ہو۔

فرمایا:

میرے لال! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے اس قمیص میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا۔

بیٹے نے جواباً عرض کیا:

دل تو اس کا ٹوٹے جو رضائے الٰہی عزوجل کو نہ پا سکا یا جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی رضامندی کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہو گا۔

یہ سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہزادے کو گلے لگا لیا اور اس کے لئے دعا کی ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

(مکاشفۃ القلوب، ص ۳۰۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی شہزادیوں کی عید

امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عید سے ایک دن پہلے آپ رضی اللہ عنہ کی شہزادیاں حاضر ہوئیں۔

اور کہنے لگیں:

بابا جان! کل عید کے دن ہم کون سے کپڑے پہنیں گی۔

فرمایا:

یہی کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہیں۔ انہیں دھولو کل پہن لینا۔

نہیں باباجان! آپ ہمیں نئے کپڑے بنوادیں۔

بچیوں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میری بچیو! عید کا دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اس کا شکر بجالانے کا دن ہے نئے کپڑے پہننا ضروری نہیں۔

باباجان!

آپ کا فرمان بیشک درست ہے لیکن ہماری سہیلیاں ہمیں طعنے دیں گی کہ تم امیر المومنین کی لڑکیاں ہو اور وہی پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے بچیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بچیوں کی باتیں سن کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے خازن (وزیر پر مالیات) کو بلا کر فرمایا:

مجھے میری ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لادو۔

خازن نے عرض کیا۔

حضور! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جزاک اللہ! تو نے بے شک عمدہ اور صحیح بات کی ہے۔

خازن چلا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بچیوں سے فرمایا:

پیاری بیٹیو! اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کردو۔

(معدن اخلاق، حصہ اول، ص ۲۵۷ تا ۲۵۸)

مسلمانو!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عیدالفطر کے کتنے انعامات ہیں لہٰذا برائیوں کے بجائے نیکیوں میں گزارو۔

صدقہ فطر کے فضائل

صدقہ فطر کے بے شمار فضائل واجر وثواب ہیں۔

عیدالفطر ادا کرنے سے پہلے ادا کرو

حضرت عبدالرحمٰن ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانے کی زکوٰۃ فرض فرمائی ہے کہ ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان کی طرف سے اور حکم فرمایا کہ اسے لوگوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ہی ادا کر دیا جائے۔

(صحیح بخاری، ابواب صدقۃ الفطر، باب فرض صدقۃ الفطر، ص ۵۴۷، ج ۲، حدیث ۱۴۳۲)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ فطر نماز کے لئے جانے سی پہلے ادا کیا جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الامر باخراج الزکوٰۃ الفطر قبل الصلوٰۃ، ص ۶۷۹، ج ۲، حدیث ۹۸۶)

صدقہ فطر روزہ داروں کی لغویات اور بیہودہ باتوں سے پاکی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض فرمایا جو روزہ داروں کی لغویات اور بیہودہ باتوں سے پاکی ہے اور غریبوں کی پرورش کے لئے ہے۔ جس نے نماز عید سے پہلے ادا کیا تو یہ مقبول زکوٰۃ ہے اور جس نے اسے نماز عید کے بعد ادا کیا تو یہ دوسرے صدقات

کی طرح ایک صدقہ ہوگا۔

(سنن ابوداؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب زکوٰۃ والفطر' ص ۱۱۱/ ج ۲' حدیث ۱۶۰۹)

گندم کا صدقہ فطر ایک صاع

حضرت عبداللہ بن ابی صعیر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گندم کا ایک صاع (صدقہ فطر) تم میں سے ہر چھوٹے بڑے' آزاد غلام' مرد و عورت' غنی اور فقیر ہر ایک پر فرض ہے۔

غنی کو اللہ تعالیٰ پاک کر دیتا ہے اور خفیہ جتنا دیتا ہے اسی کی طرف اس سے زیادہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل' ص ۴۳۲' ج ۵' حدیث ۲۳۷۱۴)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر کا حکم دیتے

حضرت عوف رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید والے دن نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے تھے (بے شک وہی بامراد ہوا جو پاک ہو گیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا)

(المسند البزار' ص ۳۱۳' ج ۸' حدیث ۳۳۸۱۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر سے ایک دن یا دو دن پہلے لوگوں سے یوں خطاب فرمایا:

ایک صاع جو یا ایک صاع گندم۔ ہر دو میں تقسیم کر دیا ایک صاع کھجور یا جو ہر آزاد

اور غلام شخص کی طرف سے آزاد کردو۔

(سنن دار قطنی، ص۱۵۰، ج ۲، حدیث ۵۲)

روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بندہ کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔

(تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۱۲۲، حدیث ۴۷۳۸)

صدقہ فطر کے احکام

صدقہ فطر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے اور اس کے ادا کرنے میں فضائل بھی ہیں اور احکام بھی ہیں۔

سوال: کیا صدقہ فطر واجب ہے؟ اور کب تک اس کے ادا کرنے کا وقت ہے

جواب: جی ہاں! صدقہ واجب ہے اور عمر بھر اس کے ادا کرنے کا وقت ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

صدقہ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا تو اب ادا کرے ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا۔ نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔

(دُرِّ مختار، کتاب الزکوۃ، باب صدقہ فطر، ج ۳، ص ۳۶۲)

سوال: کیا صدقہ فطر شخص پر واجب ہے یا مال پر واجب ہے۔

جواب: صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں۔

جوہرۃ النیرۃ میں ہے۔

صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا

جائے گا۔ ہاں اگر ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہو سکتا ہے کچھ ان پر جبر نہیں اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگر ورثاء اجازت نہ دیں۔

(جوہرۃ النیرۃ: کتاب الزکوۃ باب صدقہ فطر، ص ۱۷۴)

سوال: صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے اور کس پر واجب ہوتا ہے

جواب: صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر واجب ہوتا ہے اور نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا بھی ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الزکوۃ، باب صدقہ فطر، ج ۳، ص ۳۶۵)

سوال: صدقہ فطر کے ادا کرنے کا وقت کونسا واجب ہے؟

جواب: صدقہ فطر کے ادا کرنے کا وقت جونہی عید کے دن صبح صادق طلوع ہو گی واجب ہو گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب الثامن من صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲)

سوال: کیا صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ شرط ہے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے جب روزہ نہ رکھا تو صدقہ فطر کیسے واجب ہو گا۔

جواب: صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ شرط نہیں لہٰذا اگر روزے نہ رکھے تو اب مالک نصاب ہونے کی صورت میں صدقہ فطر واجب ہوگا۔

ردّالمحتار میں ہے

صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر سفر، مرض اور بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلاعذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔

(ردّالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۷)

سوال: نابالغ اگر مالک نصاب ہے تو کیا اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے؟

جواب:

جی ہاں! نابالغ اگر مالک نصاب ہے تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

دُرِّمختار مع ردّالمحتار میں ہے

نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔ اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہوگیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کریں اور اگر خود مالک نصاب نہ ہے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔

(دُرِّمختار و ردّالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۵)

سوال: کیا مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے یا نہیں جبکہ بچہ مالک نصاب نہ ہو کیا حکم ہوگا۔

جواب: جی ہاں! واجب ہوگا اگرچہ خود بچہ مالک نصاب نہ ہو۔

دُرِّمختار میں ہے:

مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے واجب ہے جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے۔

(دُرِّمختار و ردّالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۷)

سوال: کیا مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا یا نہیں۔

جواب: مال کا باقی رہنا شرط نہیں لہٰذا اگر کسی کا مال ہلاک ہو گیا تو مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا۔ بخلاف زکوٰۃ و عشر کے یہ دونوں مال ہلاک ہو جانے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

دُرِّ مختار میں ہے:

صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں۔ مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا۔ بخلاف زکاۃ و عشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہو جانے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

(دُرِّ مختار، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۶)

سوال: اگر باپ نہ ہو تو پھر کس پر صدقہ واجب ہوگا

جواب: اگر باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے لہٰذا دادا پر واجب ہوگا۔

دُرِّ مختار میں ہے: باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔

(دُرِّ مختار، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۸)

سوال: کیا ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ واجب ہوگا یا نہیں

جواب: نہیں واجب ہوگا۔

ردّ المحتار میں ہے۔

ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

(ردّ المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۸)

سوال: کیا اپنی عورت اور اپنی اولاد عاقل بالغ کا فطرہ مرد کے ذمہ ہے یا نہیں

جواب: ان صورتوں میں مرد کے ذمے نہیں۔ اگرچہ اپاہج ہو اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمے ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا قطرہ اس کے ذمہ نہیں۔ اگر چہ اپاہج ہو اگر چہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔

(دُرِّ مختار' کتاب الزکوٰۃ' باب صدقۃ الفطر' ج ۳' ص ۳۷۰)

سوال: کیا مرد پر ماں باپ دادا دادی نابالغ بھائی کا صدقہ فطرہ ذمہ ہوگا یا نہیں اور ان کے حکم کے بغیر ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: مرد پر ذمے نہیں ہوگا اور اگر بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

ماں باپ' دادا' دادی' نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا خطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الزکوٰۃ' الباب الثامن فی صدقۃ الفطر' ج ۱' ص ۱۹۳)

سوال: اپنی بیوی یا بالغ اولاد کا فطرانہ اگر ان کی اجازت کے بغیر ادا کر دیا تو کیا ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

اور اگر عورت نے شوہر کا فطرانہ شوہر کی اجازت کے بغیر ادا کر دیا تو کیا ادا ہوگا یا نہیں۔

جواب: اگر مرد نے بغیر اجازت ادا کر دیا تو ادا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو ورنہ اولاد کی طرف سے بغیر اجازت ادا نہ ہوگا اور اگر عورت نے ذوہر کا فطرانہ شوہر کی اجازت کے بغیر ادا کیا تو ادا نہ ہوگا؟

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

عورت یا بالغ اولاد کا فطرانہ ان کی اجازت کے بغیر ادا کر دیا تو ادا ہو گیا ؛نرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو ورنہ اولاد کی لمرف سے بغیر اجازت ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرانہ بغیر حکم ادا کر دیا تو

ادا نہ ہوا۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الزکوٰۃ' باب الثامن فی صدقۃ الفطر' ج ۱' ص ۱۹۳)

سوال: صدقہ فطر کن کن کو دے سکتے ہیں۔

جواب: جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ان کو فطرانہ بھی دے سکتے ہیں۔

یعنی مسکین وغیرہ

دُرِّ مختار میں ہے:

صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں یعنی جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں انہیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جنہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے انہیں فطرہ بھی نہیں دے سکتے۔

(دُرِّ مختار' کتاب الزکوٰۃ' باب صدقۃ الفطر' ج ۳' ص ۳۷۹)

سوال: صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے

جواب: صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع' کھجور یا منقی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع' کھجور یا منقی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الزکوٰۃ' باب الثامن فی صدقۃ الفطر' ج ۱' ص ۱۹۱)

سوال: صدقہ فطرہ ادا کرنے کا بہتر وقت کیا ہے؟

جواب: بہتر وقت یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے

(صدقہ فطر ادا کرنے کا وقت) بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور

عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کردے۔

(فتاویٰ ہندیہ' کتاب الزکاۃ' باب الثامن فی صدقۃ الفطر' ج ا' ص ۱۹۲)

ضروری گزارش!

میں نے الحمدللہ عزوجل مسلمانوں تک اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ پہنچانے کی ادنیٰ کوشش کی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو چاہئے کہ اس مقدس مہینہ رمضان المبارک کی قدر کریں اور اس میں خوب خوب عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا تو دنیا و آخرت دونوں کامیاب و کامران ہو جائیں گی۔

آخر میں رمضان المبارک میں عمرہ ادا کرنے کی فضیلت کو عرض کرتا ہوں جس میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بڑے انعام سے نوازنے کی بشارت سنائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

(مراۃ المناجیح' ج ۴' ص ۸۸' بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی اتنی برکت ہے کہ اس میں عمرہ کرنا بھی حج کے برابر ہے۔ لہٰذا اس مقدس مہینے کی رحمت بھری گھڑیوں کو پامال ہونے سے بچایا جائے اور خوب خوب اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اپنے خالق حقیقی عزوجل کو راضی کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادے اور ہماری مغفرت فرمادے۔

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں التجاء

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا و التجاء ہے کہ میری اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے

اور اللہ عزوجل میری، میرے والدین، بہن بھائیوں، پیرومرشد واساتذہ کرام اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور تمام امت مسلمہ کا ایمان پر خاتمہ، مرتے وقت دیدار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقبر میں جلوۂ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقیامت میں شفاعت عظمیٰ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وجنت الفردوس میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کا پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ عزوجل کتاب کا اختتام: ۲۴ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ

بمطابق ۶ اپریل بروز ہفتہ ہوا۔

گدائے خاک مدینہ منورہ

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال

مظفر گڑھ